میں کون ہوں

رضیہ بٹ



MAQBOOL ACADEMY

مطلع کئی دنوں سے ابر آلود تھا۔ آسمان پر ہلکے پھلکے بادل تیرتے پھرتے۔ کبھی یہ بادل بھاری بھرکم اور سیاہ ہو جاتے اور اپنے بوجھل وجودوں کو لئے سینہ چرخ پر سست روی سے ادھر سے ادھر ہوتے رہتے۔ کبھی ہواؤں کا زور ہو جاتا تو آنا "فانا" آسمان صاف ہو جاتا اور کبھی یہی ہوائیں گھٹاؤں کو دوش پہ لئے سرسر کرتی پھرتیں۔ یوں لگتا کہ بارش کوئی دم میں آلے گی۔ لیکن نہ تو بارش ہوتی تھی نہ ہی مطلع بالکل صاف ہوتا تھا۔ سرسبز پہاڑیوں کے دامن میں یہ معمول کا موسم تھا...... ہواؤں میں نمی اور سبزے کی مہک گھلی ہوتی...... پھولوں کی خوشبو چار سو پھیلی ہوتی..... خوشگواری کا جاندار احساس ہر سانس کے ساتھ اندر اترتا تھا.....بارش ہو نہ ہو موسم کے حسن میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ یہ بادل کبھی بن برسے ہی نکل جاتے..... کبھی بوندا باندی ہو جاتی اور کبھی دھواں دھار بارش ہونے لگتی۔ آج سہ پہر سے بوندا باندی ہو رہی تھی۔ مست خ[illegible] [illegible] لگتا تھا کھل کر برسیں گے۔ لیکن بوندا باندی نے تندی و تیزی نہ دکھائی تھی۔ ہوا[illegible] [illegible] [illegible] برسنے والے بادل نہ اڑ کر رفو چکر ہوئے تھے نہ ہی ٹولیوں کی صورت ادھر ادھر بکھرے تھے۔

فضا بڑی خوشگوار تھی۔ پھولوں کی خوشبو ہوائیں چرائے لئے پھرتی تھیں۔ سبزے اور سرخ مٹی کی مہک آپس میں گڈمڈ ہو کر بڑا جانفزا تاثر دے رہی تھی۔ شام اتر رہی تھی اور بوند بوند پڑنے کا وہی عالم تھا جو سہ پہر کو تھا۔ اس بوند بوند پانی نے یہ ضرور کیا تھا۔ کہ سڑک کے کناروں پر گھل گھل جانے والی مٹی سے خاصی پھسلن ہو گئی تھی۔ سڑکوں پر ایسی پھسلن گاڑیوں کے لئے خطرے کا باعث ہوتی ہے۔ اسی لئے نومی جو گاڑی کو جیٹ ہوائی جہاز کی طرح اڑانے کا عادی تھا۔ بڑے سنبھلے انداز میں ڈرائیو کر رہا تھا..... وہ شہر جا رہا تھا۔ جو یہاں سے تقریباً پانچ چھ کلومیٹر دور تھا۔ پھولوں لور سبزے کی یہ کالونی پہاڑیوں کے دامن میں واقع

تھی...... تھوڑے تھوڑے فاصلے پر جدید طرز کے خوبصورت ولا اور لاج بنے ہوئے تھے ....جو درختوں میں گھرے اور خوبصورت قدرتی گھاس کے میدانوں کے کنارے آباد تھے......یہاں خوبصورت قدرتی مناظر کی بہتات تھی۔ کئی گھروں کے پاس سے تو ندی بھی گزرتی تھی۔ جس کا صاف و شفاف چھم چھم کرتا پانی بلندی سے نیچے آئے ہوئے گنگناہٹوں کا ترنم فضا میں بکھیرتا رہتا تھا.....

نومی کو شہر جانا تھا۔ چھوٹی موٹی ضرورتیں تو یہاں کی مارکیٹ سے پوری ہو جاتی تھیں۔ لیکن بڑی بڑی چیزیں خریدنے کے لئے شہر ہی کا رخ کرنا پڑتا تھا۔ برسوں پہلے جب یہ کالونی بنی تھی۔ تو یہاں سے شہر تک کا راستہ بالکل سنسان ہوا کرتا تھا۔ پکی سڑک تو تھی۔ لیکن اس کے کنارے دور دور تک غیر آباد تھے۔

لیکن

اب

دونوں طرف جگہ جگہ خوبصورت کوٹھیاں بن رہی تھیں۔ کسی کسی جگہ لوگ آباد بھی ہو گئے تھے۔ سڑک کے ایک طرف یہاں بھی پہاڑی سلسلے اٹھتے چلے گئے تھے۔ جن پر کہیں کہیں خوبصورت ہٹ اور چھوٹے چھوٹے بنگلے بن چکے تھے۔ دور ایک جگہ دکانیں بھی بن گئی تھیں۔ اس لئے اب کالونی سے شہر تک کا راستہ خاصہ آباد ہوتا جا رہا تھا..... لیکن ابھی آباد ہونے کی رفتار سست تھی۔ زیادہ گہما گہمی اور رش بالکل نہیں ہوا تھا..... اندھیرا اترتے ہی کچھ سناٹے سے بھی فضا میں تیرنے لگتے......

نومی گاڑی میں شہر جا رہا تھا..... اسے ایک دوست سے بھی ملنا تھا۔ اور پپا کے لئے دو چار چیزیں بھی لانی تھیں..... سڑک پر بوندا باندی کی وجہ سے پھسلن تھی...... اس لئے وہ خاصے محتاط انداز میں گاڑی چلا رہا تھا۔ ٹریفک ادھر کم ہی تھی۔ کسی کسی وقت کوئی گاڑی کراس کر لیتی..... یا پیچھے سے آ کر اوور ٹیک کرتی...... پھر سڑک خالی ہو جاتی۔

سڑک کے پہلے گھماؤ کے قریب ایک سفید گاڑی نے اسے اوور ٹیک کیا۔ اس کا جی تو چاہا کہ رفتار تیز کر کے اس گاڑی کو جا پکڑے اور پھر اوور ٹیک کر کے اس سے منٹوں میں میلوں آگے لے جائے ...... لیکن اس کا موڈ نہیں بنا...... تھوڑی دور سن ویو ہوٹل تک تعاقب کی نیت سے رفتار تیز بھی کی...... لیکن پھر رفتار آہستہ کر دی۔ اب گاڑی اس سے

کوئی دو تین فرلانگ کے فاصلے پر تھی......

اچانک ہی اسے جھٹکا سا لگا

وہ سفید گاڑی قدرے آہستہ ہوئی۔ پھر رکی۔

اس کا دروازہ کھلا

اور

پھر اس میں سے کوئی باہر نکلا...... گاڑی چل دی...... نومی کو یوں لگا جیسے گاڑی سے کوئی شے باہر گری ہو یا اس سے ٹکرا کر سڑک کے کنارے آ گئی ہو۔ بہرحال کچھ گرا تھا۔ سفید گاڑی نے سپیڈ پکڑی تھی۔

اور

یہ جا

وہ جا......نومی کچھ جان نہ پایا...... گاڑی سے کچھ اچانک ہی باہر گرایا۔ گاڑی سے دانستہ گرایا گیا...... اندھیرا گھمبیر ہو رہا تھا۔ دور کی کھمبے کی ٹمٹماتی بتی میں وہ جان نہ پایا تھا۔ کہ کیا گرایا گیا...... کیونکہ گاری کے رکنے اور چلنے میں لمحوں ہی کا وقفہ ہوا تھا...... اور گاڑی کے جاتے ہی اس نے پھر کسی کو زمین پر پڑے دیکھا تھا۔

دو منٹ ہی میں وہ جائے وقوعہ پر تھا۔

اس نے ہیڈ لائٹس آن کر رکھی تھیں۔

اور

انہیں کی تیز روشنی میں اس نے جو کچھ دیکھا۔ وہ سر تا پا کانپ گیا۔

سڑک کے کنار کوئی انسان پڑا تھا۔ لباس سے عورت لگتی تھی۔ پہلا خیال جو نومی کے ذہن میں آیا۔ یہی تھا۔ کہ یہ قتل کی واردات ہے۔ سفید گاڑی والا مقتول لاش یہاں پھینک کر فرار ہو گیا ہے۔

نومی نے گاڑی روکی تو تھی

لیکن

گاڑی سے نکلا نہیں

وہ شش و پنج میں تھا

سوچ رہا تھا......

"کیا اسے یہاں رکنا چاہیے؟"

"کیا اتر کر دیکھنا چاہیے...... کہ عورت کی لاش ہے یا وہ زندہ ہے ابھی؟"

"کیا اسے تھانے میں رپورٹ دینی چاہیے۔"

"کیا کسی اور کو یہاں لا کر واقعے سے خبردار کرنا چاہیے؟"

اس کا دماغ اسے اس جھنجھٹ میں پڑنے سے منع کر رہا تھا...... یہاں اردگرد کوئی ہوٹل نہیں تھا۔ سن ویو دو تین فرلانگ پیچھے رہ چکا تھا۔ سڑک پر کوئی آجا نہیں رہا تھا۔

چشم دید گواہ صرف وہی تھا......

لیکن

قتل کی واردات میں وہ ملوث بھی سمجھا جا سکتا تھا...... الزام اس پر بھی آسکتا تھا......

وہ کوئی لمحے گاڑی روکے وہیں رکا رہا...... گاڑی سے اتر کر اس عورت کی طرف جانے کی جرات نہ کر سکا...... وہ خواہ مخواہ مصیبت مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس نے صرف اسے گاڑی سے گرتے یا کسی چیز سے پھسلتے دیکھا تھا۔

لیکن

یہ بھی تو سمجھا جا سکتا تھا کہ خود اس نے یہ قتل کیا ہے۔ یا گاڑی ماری ہے؟ اس نے سب کچھ سوچ کر یہی فیصلہ کیا۔ کہ آگے بڑھ جائے...... اپنے کام سے کام رکھے...... شہر جا کر اس نے واپس بھی آنا تھا۔ پہلے ہی دیر ہو رہی تھی۔ اس جھنجھٹ میں اسے پڑنے کی ضرورت نہ تھی۔

اس نے گاڑی سٹارٹ کی

اور

آگے بڑھ گیا۔

لیکن

وہ زیادہ دور نہ جا سکا...... اس کے سینے میں ایک دردمند دل تھا۔ اس کا ضمیر زندہ تھا...... ضمیر نے اسے ملامت کیا...... اس قسم کا اتنا سنجیدہ واقعہ دیکھنے کے بعد جائے حادثہ سے فرار ہو جانا تو خود جرم سے کم نہ تھا......

"جو ہو سو ہو۔" سوچتے ہوئے اس نے تیزی سے گاڑی بیک کی اور مفروضہ لاش کے قریب آکر روک دی۔ اس نے گاڑی کی لائٹس آن ہی رکھیں...... دروازہ کھولا اور بغیر جھجک باہر نکلا...... جھجک یا ڈر و خوف تو اس وقت تک ہوتے ہیں جس وقت تک یہ فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کے بین بین ہوتے ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ ہو جائے تو یہ جھجک از خود ختم ہو جاتی ہے۔ خوف زیاں جاتا رہتا ہے۔

وہ گاڑی کے گرد گھوم کر دوسری طرف آیا۔ اس نے دیکھا وہ کوئی عورت ہی تھی۔ جس کے کپڑے رنگین اور موجودہ فیشن کے مطابق تھے۔ بال یقیناً تراشیدہ تھے۔ اور جسم فربہ نہیں تھا۔ ڈھیلے ڈھالے لباس میں سے بھی کچھ اندازہ کرنا مشکل تھا...... وہ چت پڑی تھی...... اس کے شولڈر کٹ بال بکھرے ہوئے تھے......

قریب آکر اسے اندازہ ہوا کہ وہ عورت نہیں کوئی لڑکی تھی...... یقیناً اور سو فیصد یقیناً...... وہ کوئی مہذب اور اچھے گھر کی لڑکی ہی تھی...... لباس اور اسے پہننے کا انداز ایسا آئینہ ہوتا ہے۔ جس میں پہننے والے کے پس منظر کو چشم بینا آسانی سے دیکھ سکتی ہے۔

نومی کچھ ایسا گھاگ یا تجربہ کار بزرگ تو بے شک نہیں تھا۔ نوجوان آدمی تھا لیکن پہلی ہی نظر میں اسے اندازہ ہو گیا کہ لڑکی کسی اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہے...... خود اچھی ہو نہ ہو...... اس کا تعلق ضرور اچھے خاندان سے ہے۔ یونہی سوچتے سوچتے وہ آگے بڑھا...... اپنے زانو پر جھکے ہوئے اس نے لڑکی کو سیدھا کرنے کے لئے ہاتھ بڑھانا چاہا ایک لمحہ کو وہ جھجکا۔

کہ

کسی غیر لڑکی کو چھونا مناسب بھی تھا یا نہیں۔

لیکن

دوسرے لمحے اس نے لڑکی کا کندھا پکڑا اور اسے ہلانے جلانے کی کوشش کی۔ بے اختیارانہ اس کا ہاتھ لڑکی کی کلائی پر بھی گیا...... شاید لاشعوری طور پر وہ یہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مری ہوئی۔

لڑکی کی نبض چل رہی تھی......

نومی نے جلدی سے اپنا ہاتھ اس کے منہ کی طرف بڑھایا اور ناک کے قریب لے

جاتے ہوئے تنفس محسوس کرنے کی کوشش کی۔

سانس آ جا رہی تھی......

نومی کو اندازہ ہو گیا کہ لڑکی مردہ نہیں زندہ ہے...... اس نے چت پڑی لڑکی کا کندھا زور سے ہلاتے ہوئے پکارا...... "ہیلو...... مس...... میڈم......" اس کے منہ میں مخاطب کرنے کو جو الفاظ آئے اس نے کہہ ڈالے۔

لیکن کندھا ہلانے سے نہ تو جسم میں کوئی حرکت ہوئی۔ نہ ہی اوندھی پڑی لڑکی نے کروٹ لی۔

"یقیناً یہ بے ہوش ہے۔" نومی نے اپنے آپ سے کہا اور پھر جلدی سے اس پر جھکتے ہوئے اسے سیدھا کر دیا...... وہ بے حس و حرکت پڑی تھی۔ اس کے چہرے پر بال جھکے ہوئے تھے...... اور ایک طرف کیچڑ لگا ہوا تھا۔

نومی نے اسے پھر ہلا کر بیدار کرنے کی کوشش کی۔

لیکن

وہ بیہوش تھی۔

نومی نے اس کے چہرے سے بال ہٹائے۔ رومال نکال کر چہرے سے کیچڑ صاف کرنا چاہا۔

لیکن

وہ حیرت سے چیخ اٹھا......

"اوہ میرے خدا......" اس نے سینے پر ہاتھ مارا اور پھر جلدی سے اس پر جھک گیا......

یہ تو

یہ تو

ملی تھی...... ملیحہ...... ملیحہ......

وہ بری طرح گھبرا گیا۔ اور زور زور سے اس کو کندھوں سے پکڑ کر جھٹکتے ہوئے آوازیں دینے لگا۔

"ملیحہ...... ملیحہ...... ملیحہ...... ملی......"

لیکن

وہ اس طرح بے حس و حرکت تھی۔ نومی نے رومال سے جلدی جلدی اس کا چہرہ صاف کیا...... کنپٹی سے قدرے نیچے کوئی کنکر لگنے سے زخم ہو گیا تھا اس سے خون بہہ رہا تھا۔ خون کی پتلی سی لکیر گال سے ہوتی ہوئی گردن کی طرف جا رہی تھی۔

وہ بے حد گھبرا گیا۔ کچھ سمجھ نہ پا رہا تھا۔ کہ کیا کرے...... وہ وقفوں کے بعد اسے آوازیں دیئے جا رہا تھا۔ "ملیحہ...... ملیحہ...... ملو...... ملی...... ملیحہ......

سڑک بالکل خالی تھی اور اس سفید گاڑی کے جانے کے بعد اب تک کوئی گاڑی ادھر سے نہ گذری تھی...... یہاں دور دور تک کوئی مکان یا دکان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گاڑی ہی کی لائٹس تھیں...... اور مرکزی ٹیوب والا کھمبہ بھی خاصے فاصلے پر تھا......

"کیا کروں" اس نے گھبراہٹ میں سوچا...... پھر اس نے کیچڑ میں لت پت ملی کو کسی ہوسٹل یا کلینک میں لے جانے کا سوچا۔ وہ بیہوش تھی۔ زخمی تھی...... اسے کہیں نہ کہیں لے جانا ضروری ہی تو تھا

اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا...... اور ملی کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر پچھلی سیٹ پر لا ڈالا......

وہ ابھی تک بیہوش تھی۔

بوندا باندی ابھی تک ہو رہی تھی۔ اندھیرا خاصہ گھمبیر ہو چکا تھا...... نومی نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ اسی انداز میں سیٹ پر پڑی تھی جس میں نومی نے اسے ڈالا تھا...... گاڑی کی چھت سے لگے قمقمے میں ملو کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ملیحہ ہی تھی۔

لیکن

یہ جو واردات ہوئی تھی؟

نومی سٹیرنگ پر ماتھا ٹکا کر سوچنے لگا...... لپک جھپک کئی خیالات اس کے ذہن میں آ رہے تھے......

اس نے سر اٹھایا اور قمقمے کی روشنی نے بھی بھرپور نگاہ ملیحہ پر ڈالی۔ وہ سیٹ پر اس طرح پڑی تھی...... اس نے زرد سبز اور نارنجی پھولوں والا لباس پہن رکھا تھا۔ لباس خاصہ ڈھیلا ڈھالا تھا...... اور گیلی زمین پر گرنے سے جگہ جگہ سے کیچڑ آلود ہو چکا تھا...... ملیحہ کے

چہرے پر نومی کے رومال سے صاف کرنے کے باوجود گیلی مٹی لگی تھی...... اور خون کی لکیر بھی جیسے راستہ بدل گئی تھی۔ ایک گال پر لکیر نے پھیل کر جیسے بیل بوٹے بنا دیئے تھے۔

نومی نے پھر اپنا ماتھا سٹرینگ پر رکھے ہاتھوں پر ٹکا دیا۔ معمہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا......

ایک بار اس نے پھر سر اٹھایا۔ گردن موڑی اور بھرپور نگاہ ملیحہ کے چہرے پر ڈالی۔ اس کا چہرہ مٹی اور خون لگنے کے باوجود بڑا حسین اور بڑا پرکشش نظر آ رہا تھا۔ اس کے خوبصورت پیشانی پر پریشان بال بکھرے ہوئے تھے۔ اور اس کی حسین اور بڑی بڑی بند آنکھوں پر پلکوں کی نوکیلی سیاہ جھالریں جھکی ہوئی تھیں......

گھبرا کر نومی نے رخ پھیرا...... لائٹ بند کی اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔ یہاں سوچتے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ملیحہ کو جلد از جلد کسی کلینک یا ہسپتال میں لے جانا ضروری تھا...... اس کے ہوش میں آنے کے بعد ہی کچھ پتہ چل سکتا تھا۔

کہ

گاڑی میں اس کے ساتھ کون تھا؟

اور

آیا

وہ گاڑی سے خود کودی تھی یا اسے دھکا دیا گیا تھا؟

نیز

وہ اتنے عرصے سے کہاں تھی؟

ملیحہ کے ملنے کی نومی کو کچھ خوشی بھی تھی۔ لیکن کچھ تشویش بھی۔ فکرمندی کے آثار بھی اس کے چہرے سے ہویدا تھے......

وہ طے نہیں کر پا رہا تھا...... کہ ملی کا یوں اچانک مل جانا اچھا تھا یا برا...... اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟

وہ گاڑی دوڑائے چلا جا رہا تھا...... اور اس کا ذہن گاڑی کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز اڑا چلا جا رہا تھا...... کبھی وہ ماضی میں ڈوب جاتا کبھی مستقبل میں غوطے لگاتا اور کبھی حال کی پیچیدہ صورت حال سے نپٹنے کی کوشش کرنے لگتا۔

شان پلازہ کی تیسری اور آخری منزل پر احتشام ٹریڈنگ کمپنی کا نیا دفتر کھلا تھا...... کشادہ کمرے میں ایک طرف آفس ٹیبل پڑی تھی۔ جس کے پیچھے گھومنے والی گدے دار کرسی تھی...... فرش پر ہلکے سبز رنگ کا قالین تھا اور چوڑی شیشے والی کھڑکی جو سڑک کی جانب کھلتی تھی...... اس پر خوبصورت پردے لہرا رہے تھے۔ ایک طرف درمیانی میز کی شیشے کی سطح پر گلدان رکھا تھا۔ جس میں موسمی پھول رکھے تھے دیوار پر کلاک تھی اور گھومنے والی کرسی کے پیچھے وال دیوار پر قائداعظم کی تصویر لگی تھی۔ میز کے دائیں ہاتھ آہنی سیف تھی اس کے ساتھ درازوں والی لوہے کی سبز رنگ کی الماری تھی۔ جس میں فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔

میز پر دو ٹیلیفون سیٹ پڑے تھے۔ ایک طرف ریکس میں کچھ کاغذات اور فائلیں تھیں۔ شیشے کا پیپرویٹ بھی تھا اور سنہری قلمدان بھی۔

ہارون گھومنے والی کرسی کی پشت تھامے کھڑا تھا۔ وہ ناقدانہ نظروں سے آفس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اٹھائیس انتیس سالہ نوجوان پروقار اور خوبرو تھا۔ اس کی پیشانی کشادہ تھی...... جس کے تلے اس کی ذہین و حسین آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس کے سیاہ بالوں میں ہلکے ہلکے خم تھے اور اس کی گھنی مونچھیں نفاست سے کٹی تھیں۔ وہ خوش لباس بھی تھا اور نفاست پسند بھی۔ اس کا مینجر غلام سرور پچاس پچپن سال کا جہاندیدہ اور تجربے کار آدمی تھا۔ جسم فربہی مائل تھا۔ پیشانی اونچی رنگ گندمی اور سر کے بال خم دار تھے۔ آنکھوں پر موٹے شیشوں والا چشمہ تھا۔

ہارون کرسی کی پشت چھوڑ کر میز کے دوسری طرف آیا...... اور کھڑکی کے پردے سرکاتے ہوئے غلام سرور سے پوچھا۔ "بورڈ تیار ہو گیا ہے نا......"

"جی ہاں" غلام سرور بھی اس کے قریب آ گیا۔ "کل تک لگ جائے گا......"

"اس کھڑکی کے نیچے لگے گا۔"

"ہاں...... پوری کھڑکی کے نیچے آئے گا سولہ فٹ کا بورڈ ہے۔"

"گڈ"

"آفس سیٹ ہو گیا ہے۔ کل سے یہاں کام شروع کیا جا سکتا ہے۔"

"کل سے نہیں...... پرسوں سے۔"

"کل سے کیوں نہیں......

"امی کہتی ہیں کہ کل یہاں قرآن خوانی ہو گی......"

"ٹھیک...... دعائے خیر و برکت ہونی چاہئے۔ نیا آفس شروع ہو رہا ہے۔

"کام تو پرانا ہے آفس البتہ نیا ہے......"

"آپ مطمئن ہو گئے نا اس کی سیٹنگ سے۔"

"ہوں...... کچھ اور ردوبدل کرنا ہو تو کر لیں گے......"

"وہ تو ہوتا رہے گا......"

"ہاں سرور صاحب......

"جی......"

"وہ باہر دروازے پر میری نیم پلیٹ اور آفس کی تختی؟"

"لگ چکی ہے آپ نے دیکھی نہیں......"

"خیال نہیں رہا......"

"دیکھ لیں۔"

ہارون غلام سرور کے ساتھ دروازے سے باہر کوریڈور میں آ گیا۔ جہاں نیچے سے آنے والی چوڑی سیڑھیاں کھلتی تھیں۔ سیڑھی کی چولی ریلنگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہارون نے اپنے آفس کے داخلی دروازے پر نگاہ ڈالی...... آفس کی تختی اور اس کی نیم پلیٹ ترتیب سے لگی ہوئی تھی۔ براؤن تختی پر پیتل کے چمکتے حروف تھے۔ جو ہارون کو پسند آئے......

"ٹھیک......" ہارون نے اطمینان کا اظہار کیا۔ "خوبصورت پلیٹ ہے۔"

"ہر چیز اچھی اور پرکشش ہے۔ اب کمپنی کا نام خوب چلے گا۔"

"انشاءاللہ...... امید تو یہی ہے......"

"محنت اور لگن سے کام ہو گا۔ تو کوئی وجہ نہیں کمپنی اپنی پرانی ساکھ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو......"

"ابو کی بے وقت موت سے سارا کام چوپٹ ہو گیا تھا...... امی بیچاری بزنس کی الف بے سے بھی واقف نہ تھیں......

"پھر بھی...... سات سال تک وہ اس کمپنی کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتی رہیں۔"

ہارون نے مسکرا کر غلام سرور کی طرف دیکھا اور بولا۔ "کمپنی کو امی نے زندہ تو رکھا لیکن اسے صحت مند نہ بنا سکیں......"

"اب صحت مند آپ بنائیں گے نا اسے" غلام سرور نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"کوشش تو یہی ہے اور آپ جانتے ہیں۔ ان حالات میں اس آفس پر اتنا روپیہ خرچ کرنا بھی اسی کوشش کا حصہ ہے...... ابو والا دفتر پرانا ہو چکا ہے۔ وہ جگہ بھی ایسی تھیں......"

"بالکل...... وقت کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اس دفتر کا اثر اب بزنس پر ضرور پڑے گا......"

"نئی پارٹیاں جن سے رابطہ ہو رہا ہے۔ اب یہاں ہی آئیں گی......"

"اور مجھے یقین ہے کہ ان سے آرڈر لینے میں ہم کامیاب بھی ہو جائیں گے۔ جرمنی اور جاپان کی تو وہی پارٹیاں ہیں۔ جو احتشام مرحوم کے وقت اس کمپنی سے بزنس کرتی تھیں

"ہاں میں جانتا ہوں۔ ابو کا خاصہ بزنس تھا دونوں پارٹیوں سے......"

"یہ پارٹیاں پھر سے ہمیں مل گئیں نا...... تو آپ دیکھیں گے مہینوں میں ہی ہماری کمپنی کہاں سے کہاں پہنچ جائے گی......"

"بالکل......"

"آپ نے شروع ہی سے اس کام میں دلچسپی لی ہوتی۔ تو شاید یہ مرحلہ اب تک طے بھی ہو گیا ہوتا......"

ہارون نے ایک گہری سانس چھوڑی اور پھر قدم دروازے کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "امی کے اصرار پر مجھے جھکنا ہی پڑا۔ ورنہ آپ بھی جانتے ہیں کہ میرا بزنس کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے سی ایس ایس ایسے ہی تو نہیں کیا تھا۔ نوکری کرنا چاہتا تھا......"

"صاحبزادے...... ٹھیک ہے آپ کا رجحان بزنس کی طرف نہیں تھا۔ لیکن اب آپ اسی میدان میں آ ہی گئے ہیں۔ تو اپنی ساری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر دیکھیں گے کہ نوکری کے مقابلے میں یہ بزنس کیا ہے۔"

"وہ تو ہے...... ویسے مقابلے کے امتحان میں میری پوزیشن بھی ایسی اچھی نہ آئی تھی۔ یہ بزنس ہی بھلا رہا......"

"دونوں پھر کمرے میں آ گئے...... ہارون صوفے پر بیٹھ گیا اور غلام سرور سے بھی بیٹھنے کو کہا۔

غلام سرور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

ہارون نے میز پر گلدان میں پڑے پھول کی پتی نوچتے ہوئے کہا۔ "آپ کی رہنمائی کی مجھے قدم قدم پر ضرورت ہو گی......"

"میں حاضر ہوں۔ میری خدمات جیسے احتشام خان مرحوم کے لئے تھیں آپ کے لئے بھی ہیں...... آپ بزنس کو نئی بنیادوں پر استوار کر رہے ہیں۔ محنت اور لگن سے کام کریں گے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا......"

"انشاء اللہ......"

دونوں کچھ دیر یہی باتیں کرتے رہے۔ ہارون نے اس دفتر کے لئے جن تین اور آدمیوں کو منتخب کیا تھا۔ ان کے متعلق بھی تبادلہ خیال ہوا...... غلام سرور اس کی صحیح رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ سچا اور پر خلوص آدمی تھا...... ہارون کے والد مرحوم کے اس پر بڑے احسانات تھے۔ اس کی دو بیٹیوں کی شادیاں انہوں نے کی تھیں...... اس کی والدہ کئی ماہ صاحب خراش رہی تھیں۔ تو احتشام صاحب ہی نے ہوسٹل کے سارے اخراجات دیئے تھے۔ اور بھی کئی طرح سے اس کی مدد کرتے رہتے تھے۔ احتشام صاحب جب فوت ہوئے تو ہارون فرسٹ ایئر میں تھا۔ پڑھنے کا شوقین تھا۔ ذہین بھی تھا۔ عمر چھوٹی تھی۔ بزنس کا بار سنبھالنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ اس لئے بیگم سعیدہ احتشام نے اسے پڑھنے دیا۔ کسی قسم کی ذمہ داری اس پر نہیں ڈالی...... اور بزنس خود سنبھالنے کی کوشش کی۔ تب بھی غلام سرور نے ان کا بہت ساتھ دیا۔

لیکن

قسمت کی بات تھی یا سعیدہ احتشام کی ناتجربہ کاری دو تین سالوں ہی میں کمپنی کے

اثاثے بکھر گئے۔ کاروبار ڈوبنے لگا...... پارٹیاں چھوٹ گئیں۔ اور کام خسارے میں جانے لگا...... تب خود ہی بیگم احتشام نے غلام سرور سے کہا کہ چونکہ ان کی تنخواہ اور دیگر سہولتیں کمپنی دینے سے قاصر ہے اس لئے وہ اپنے لئے کوئی اور نوکری تلاش کر لیں۔

غلام سرور نے ایسے وقت میں انہیں چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس نے بہت کہا کہ وہ یہیں کام کرتا رہے گا۔

لیکن

وہ نہیں مانیں۔ خود تو بحران سے دوچار تھیں ہی...... غلام سرور کو اس میں ڈالنے کے حق میں نہ تھیں......

"میں آپ سے تنخواہ طلب کروں گا نہ دوسری مراعات۔" ایک دن غلام سرور نے جذباتی رو میں آ کر یہاں تک بھی کہہ دیا تھا۔

لیکن

سعیدہ احتشام ناسمجھ خاتون تو نہ تھیں۔ غلام سرور کا بھرا پرا گھرانہ تھا۔ اور سارے بار اس کے سر پر تھے...... وہ کیسے اس کی یہ آفر مان لیتیں۔

پھر بھی

غلام سرور نے وعدہ کیا کہ وہ بلا معاوضہ ان کے ساتھ شام کو کام کیا کرے گا۔

"نہیں غلام سرور" بیگم سعیدہ احتشام نے کہا تھا۔ "کمپنی کمزور ہو چکی ہے۔ کام گھاٹے میں جا رہا ہے...... اگر آپ نے بلا معاوضہ کام کیا تو اور باروں کے ساتھ یہ بار بھی میرے ذہن پر رہے گا...... فی الحال آپ کام تلاش کر لیں۔ ہاں میں اس کمپنی کو بند کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ تھوڑا بہت کام ہوتا رہے گا۔ مجھے ہارون سے توقع ہے کہ وہ پڑھ لکھ کر یہ کام از سر نو زندہ کرے گا......

لیکن

ہارون بضد تھا کہ وہ سی ایس ایس کر کے کلاس ون آفیسر بنے گا۔ بیگم سعیدہ احتشام بڑی ذہین خاتون تھیں۔ اس لئے بیٹے پر زیادہ دباؤ نہیں ڈالا...... اور خاموشی سے وقت گزرنے کا انتظار کرنے لگیں......

ابو کی موت نے ہارون کو ماں کے بہت قریب کر دیا تھا۔ وہ ماں کا صرف بیٹا ہی نہیں سچا

دوست اور غمگسار ساتھی بھی تھا...... ماں کے چہرے پر اداسی کے پرتو دیکھتا تو بے چین ہو جاتا...... گلے میں باہیں ڈال کر جھول جاتا اور گال پر پیار کرتے ہوئے کہا کرتا میں آپ کے سارے دکھ اپنے دامن میں سمیٹ لوں گا امی...... مجھے ایک بار اپنی تعلیم مکمل کر لینے دیں......

جب اس نے مقابلے کا امتحان دے دیا تو ایک دن بیگم سعیدہ احتشام نے اس سے کہہ دیا "بیٹا میں تمہاری تعلیم کے راستے میں حارج نہیں ہوئی...... تم نے جو کچھ چاہا میں نے دیا۔ لیکن اب وقت آگیا ہے کہ میں اپنے بار اپنے بوجھ اپنے دکھ تم سے بانٹنے کی بات کروں۔

"میں سمجھتا ہوں امی۔"

"سمجھتے ہو تو اپنے باپ کا بزنس سنبھالو...... اسے اس مقام سے بھی آگے لے جاؤ۔ جس مقام پر تمہارے ابو نے اسے چھوڑا تھا...... میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن اسے سنبھال نہیں سکی۔ اب تم فارغ ہو چکے ہو۔ اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کر لی ہے۔ میرے خوابوں کی تکمیل اب تم نے کرنا ہو گی۔"

"امی......"

"یقیناً تم نوکری کے لئے ضد کرو گے...... لیکن میری خواہش اور ضرورت یہی ہے کہ اس بکھرے ہوئے کاروبار کو تم سنبھالو...... مجھے یقین ہے کہ تم جیسے باصلاحیت نوجوان کے لئے اسے پھر سے اسی مقام پر لانا مشکل نہیں ہو گا......"

ہارون نے ماں کی طرف دیکھا۔ لیکن ماں نے بڑے شفیق لہجے میں اسے سمجھایا۔

پھر

یہ سمجھانے کا سلسلہ کافی دیر چلا...... کبھی ہارون ذہنی طور پر اپنے آپ کو تیار نہ پاتا کبھی کاروبار کی اونچ نیچ سمجھ سے بالاتر لگی۔ لیکن ماں نے رفتہ رفتہ اسے قائل کر ہی لیا......

بیگم سعید احتشام نے غلام سرور کو جو کسی پرائیویٹ فرم میں ملازمت کر رہا تھا۔ پھر سے بلا لیا...... اسے اس پر قوی اعتماد تھا...... وہ ہارون کو صحیح طور پر راستہ دکھا سکتا تھا۔ گو کاروبار بالکل خاتمے کے قریب تھا۔

پھر بھی

بیگم سعیدہ احتشام پر امید تھی...... کاروبار کو پھر سے اٹھایا جا سکتا تھا...... بکھرے

ہوئے کو سمیٹا جا سکتا تھا......

ان کی توقع اور امید بیجا نہ تھی۔ نہ ہی موہوم تھی...... ہارون کو ماں کے سامنے جھکنا پڑا پہلے پہلے تو وہ اکھڑا اکھڑا رہا...... اس قسم کے کاروبار کے جھنجھٹ میں پڑنے پر وہ جھنجھلا جھنجھلا اٹھا۔

لیکن

آہستہ آہستہ کام میں اس کی دلچسپی بڑھنے لگی اس نے غلام سرور کی مدد سے از سر نو کام کو چلانے کا پلان بنایا۔

اور

وہ اس میں کافی حد تک کامیاب رہا دو تین سال کے عرصے میں وہ کام کو اس سطح پر لے آیا تھا۔ جس پر اس کے ابو نے چھوڑا تھا...... اب وہ نئے خطوط پر اس کی بنیادیں رکھ کر اسے مزید وسعت دینا چاہتا تھا۔ اسی لئے مال سے اترنے والی ذیلی سڑک پر جو ابو کے وقتوں کا دفتر تھا۔ اس کی بجائے شان پلازہ کی تیسری منزل پر نیا آفس سیٹ کر لیا۔

پرانے دفتر کو بھی خالی نہیں کیا۔ وہاں کا انچارج اس نے غلام سرور کو بنا دیا وہ جگہ خاصی کشادہ بھی تھی۔ اس لئے سامان وغیرہ کے لئے سٹور بھی وہیں بنا لیا......

اب سعید احتشام ہارون سے بہت خوش تھیں...... کاروبار نئی زندگی پا رہا تھا اور اس کے آب و تاب سے چمکنے کے امکانات روشن اور واضح ہو گئے تھے۔

ہارون پوری توجہ دلچسپی اور دلجمعی سے اب کام میں مصروف رہتا تھا...... نئے دفتر میں آنے سے اس کی توقع کے مطابق کاروبار پر اچھے اثرات مرتب ہو رہے تھے۔ ابھی اسے یہاں شفٹ ہوئے تین ہی مہینے ہوئے تھے کہ جاپان کی پارٹی بہ نفس نفیس پاکستان پہنچی تھی۔ ان سے ایک بہت بڑا اور منافع بخش آرڈر ملنے کی امید تھی...... یہ وہی پارٹی تھی...... جس کے احتشام خان سے کئی برس تعلقات رہے تھے...... اور بزنس ہوتی رہی تھی۔ خط و کتابت سے تو ہارون نے رابطہ قائم کیا ہوا تھا سیمپل بھی بھجوائے ہوئے تھے...... اب وہ پارٹی خود یہاں آئی تھی۔ اس کا جنرل مینجر بذات خود آیا تھا......

اس پارٹی نے آج رات آٹھ بجے آفس میں آنے کا وقت دے رکھا تھا...... ہارون نے غلام سرور اور سعادت احمد کو بھی دفتر میں بلا رکھا تھا۔ وہ تینوں پارٹی کے انتظار میں بیٹھے

تھے...... کبھی باتیں کرنے لگتے اور کبھی خاموشی سے اپنی اپنی سوچوں میں ڈوب جاتے......

ہارون نے اس پارٹی کا ذکر اپنی ماں سے نہیں کیا تھا۔ اس نے سوچا تھا۔ کہ جب یہ پارٹی بہت بڑا آرڈر دے گی۔ تو وہ ماں کو یہ نوید سنا کر حیران کر دے گا۔ اپنی ماں کی خوشی کا اندازہ وہ دل ہی دل میں لگا رہا تھا۔

پہاڑیوں کے ٹیڑھے میڑھے لیکن سرسبز اٹھتے سلسلوں کے دامن میں احتشام لاج واقع تھی۔ کچھ فاصلے پر اوپر سے نیچے اچھلتی گاتی کبھی سر کے بل گرتی اور کبھی سہج سہج اترتی ندی بہتی تھی...... جب رات بھیگتی تو اس کی مترنم گنگناہٹیں رات کے اندھیروں میں راگ کی سی کیفیت پیدا کر دیتی تھیں۔ یہ راگ سننے کے لئے سعیدہ احتشام اپنے بیڈ روم کی شرقی کھڑکیاں ہمیشہ کھلی رکھتیں۔ سردی کا موسم اپنی انتہاؤں کو چھو رہا ہوتا تب بھی ان کے کمرے کی یہ کھڑکیاں کھلی رہتیں۔ چار بیڈ روم کا یہ دو منزلہ گھر اس کالونی کا پہلا گھر تھا۔ کوئی سترہ برس پہلے احتشام خان نے یہ جگہ دریافت کی تھی...... اور یہ خوبصورت گھر تعمیر کروایا تھا۔ ان کے گھر بنتے بنتے کئی اور لوگ بھی اس خوبصورت جگہ میں بسیرا کرنے کے لئے آ گئے تھے۔ شہر کی ہلا گلا سے دور خاموشی اور فطرت سے پیار کرنے والوں نے اپنے مسکن یہاں بنا لئے تھے۔

احتشام لاج کی خوبصورتی یہی تھی کہ وہ گھنے اونچے اور چھتنار درختوں میں گھری ہوئی تھی...... پیچھے اور بائیں طرف کچھ جگہ چھوڑ کر قدرتی گھاس کے میدان تھے۔ لگتا تھا اس گھر کے چمن ہیں...... لاج کو تعمیر ہوئے سترہ برس ہو چکے تھے۔ جب تک احتشام زندہ تھے۔ اس کی دیکھ ریکھ بڑی لگن سے کرتے رہتے تھے۔ کیا مجال جو کہیں سے سیمنٹ اکھڑا ہو۔ یا کوئی پائپ لیک کر رہا ہو۔ رنگ و روغن تو باقاعدگی سے کروایا کرتے تھے۔ اندرونی سجاوٹ کا بھی انہیں بے حد خیال ہوتا تھا۔ ہر دوسرے تیسرے سال فرنیچر بدل دیتے۔ پردے اور قالین تک تبدیل کیا کرتے تھے۔ پیسے کی فراوانی تھی۔ شوق اور ذوق کی اٹھان میں کوئی دشواری نہ تھی۔ شوق و ذوق کے ساتھ پیسہ بھی ہو تو پھر آرائش و زیبائش دیدنی ہوتی ہے۔ اور احتشام خان کا تو گویا مقصد حیات ہی یہی تھا۔ پیسہ کمانا اور اسے گھربار اور بیوی بچے پر خرچ کرنا...... ایک ہی ایک بیٹا تھا۔ جو چار اولادوں میں سے زندہ رہا تھا۔ ہارون کے لئے انہوں نے بڑے

بڑے خوبصورت خواب پال رکھے تھے۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی تھی...... اور وہ سب کچھ ادھورا ہی چھوڑ کر راہی ملک عدم ہو گئے تھے......

ان کے نہ ہونے سے سعیدہ ہارون کی زندگی میں تو خلاء پیدا ہوا ہی تھا۔ یہ گھر بھی بہت متاثر ہوا تھا...... سعیدہ کاروبار کے سنبھالنے میں لگ گئیں۔ ہارون ابھی کم عمر تھا۔ گھریلو ذمہ داریاں اس پر نہ ڈالی جا سکتی تھیں...... پھر کاروبار مسلسل گھاٹے میں جانے لگا۔ پیسہ برتنے میں احتیاط لازمی ہو گئی...... ایسی صورت میں گھر کی دیکھ ریکھ ثانوی حیثیت اختیار کر گئی۔ نہ تو اس کی مرمت باقاعدگی سے ہوئی نہ ہی رنگ و روغن پر ہر سال محنت کی گئی اور فرنیچر وغیرہ بدلنے کا تو سوال ہی نہ تھا...... وہی چیزیں اب بھی تھیں جو احتشام نے اپنی زندگی میں بڑے شوق سے بنوائی تھیں...... بیگم سعیدہ کی تو جیسے گھر میں کوئی دلچسپی نہ رہی تھی...... پرانے ملازم دین محمد اور رحمت بی بی ہی تھے۔ جو گھر کی صفائی ستھرائی بھی کرتے۔ چمنوں کی دیکھ ریکھ بھی اور کھانے پکانے کا جھنجھٹ بھی انہی کے ذمہ تھا۔ بیگم سعیدہ بہت اچھا پکاتی تھیں...... نئی نئی چیزیں پکانے کے تجربے کیا کرتی تھیں۔

لیکن

یہ سب کچھ احتشام کی زندگی تک ہی تھا۔ ان کے مرنے کے بعد تو انہیں کھانے سے بھی کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔ پکانے کی تو بات ہی الگ تھی...... زندہ رہنے کے لئے جتنا کھانا پینا درکار تھا۔ وہ رحمتے کر دیا کرتی تھی...... ہاں اب جب ہارون بڑا ہو گیا تھا۔ اور کبھی کبھی اچھے پکوانوں کی فرمائش کر دیا کرتا تو بیگم سعیدہ باورچی خانے میں نظر آنے لگی تھیں۔ ویسے بھی کاروبار اب ہارون نے سنبھال لیا تھا۔ انہیں آفس جانے اور جھمیلوں میں پڑنے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ وہ گھر کی طرف متوجہ ہو رہی تھیں...... کبھی کمرے ٹھیک کرواتی نظر آتیں۔ کبھی ڈرائنگ روم کی ترتیب بدلواتیں اور کبھی ڈائننگ روم کی میز کرسیاں ادھر سے ادھر کرواتی رہتیں۔ اب انہیں احساس ہو رہا تھا۔ کہ گھر کی کچھ چیزیں بوسیدہ ہو رہی ہیں...... صوفوں کے کپڑے بدلوانے کی ضرورت ہے۔ کچھ پردے قالینوں کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے۔ بیڈ رومز بھی ٹھیک کرنے والے ہیں۔

لیکن

ابھی یہ باتیں ان کی سوچ تک ہی محدود تھیں۔ انہوں نے ان سوچوں کو عملی جامہ

پہنانے کا نہیں سوچا تھا۔ وہ اس لئے کہ ابھی ہارون کاروبار سیٹ کر رہا تھا۔ اور اس کاروبار پر ابھی اتنا بوجھ ڈالنا کہ ہزاروں روپے گھر کی آرائش کے لئے نکالے ٹھیک نہیں تھا...... گزارہ چل رہا تھا۔

ویسے بھی بیگم سعیدہ احتشام نے یہ سب کچھ ایک خاص وقت کے لئے اٹھا رکھا تھا۔

خاص وقت!

جب وہ ہارون کی شادی کریں گی۔ شادی سے پہلے ان کا ارادہ تھا سب کچھ ٹھیک ٹھاک کرنے کا۔ اس بات کا اظہار وہ اکثر رحمتے سے کیا کرتی تھیں۔ جب بھی ہارون کی شادی کا ذکر چھیڑا جاتا یہ باتیں بھی ہوتیں۔

"بیگم صاحبہ...... اب ہارون بیٹے کی شادی کا بھی کچھ کیجئے نا......" رحمتے کہتی

"میری طرف سے تو آج ہو جائے" وہ کہتیں "ہارون مانے بھی......"

"آپ لڑکی تو تلاش کریں......"

"لڑکیاں بہت ہیں......"

"ویسی نہ ہوں۔ جیسی پہلے ڈھونڈی تھی......

"بس قسمت کی بات ہے رحمتے...... شکل و صورت میں تو لاکھوں میں ایک تھی۔"

"بیگم صاحب جی۔ صرف شکل و صورت تو نہیں ہوتی نا......"

"ہاں...... بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے......"

"گھریلو قسم کی لڑکی ہونی چاہئے......"

"ہارون بھی تو ایسی ہی لڑکی چاہتا تھا...... جو گھریلو بھی ہو۔ اور زمانے کے ساتھ چلنے کا سلیقہ بھی اسے آتا ہو...... پر قسمت کی بات تھی......"

"اچھا ہوا' وہ تو نہ بنی اس گھر کی بہو...... اس کے لچھن مجھے تو اچھے نہیں لگتے تھے بیگم صاحبہ جی......"

"ہوں......"

"اب تو دیکھ بھال کر کیجئے گا......"

"لڑکیاں تو اپنے خاندان میں بھی ہیں۔ ایک سے ایک اچھی......"

"ہاں جی...... وہ آپ کی بھتیجی ہے نازرا۔ بہت اچھی لگتی ہے مجھے......"

"حماد بھائی کی دونوں بیٹیاں بہت پیاری ہیں......"

"اور وہ جو اکثر آتی ہیں یہاں آپ کی رشتے کی بہن......

"ہاجرہ......"

"ہاں جی...... ان کی بیٹی شفو...... مجھے تو یقین مانیں بہت ہی پیاری لگتی ہے......

"ہاں رحمتے...... لڑکیاں تو اپنوں ہی میں کافی ہیں...... ہارون کہیں حامی بھی تو بھرے۔"

"آپ ان سے بات تو کریں......"

"فی الحال تو اسے اپنے کاروبار کی پڑی ہے۔ سنتا ہی نہیں...... شادی کی بات تو دور کی بات ہے۔ کسی لڑکی کے متعلق بھی بات کرنے کا موقع نہیں دیتا......"

"ہارون بیٹے کا غصہ ابھی اترا نہیں......"

"ہاں ابھی وہ اس سانحے کو ذہن سے نکال نہیں پایا...... دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے۔

"چلو جی جو بات ہو گئی ہو گئی...... اب کڑھنے جلنے یا غصہ کرنے سے کیا فائدہ......"

"ہاں...... شکر ہے جب سے ہارون نے کام کی طرف پورا دھیان دینا شروع کیا ہے۔ اس کا غم و غصہ کچھ کم ہو گیا ہے...... لیکن...... خیر......"

"کچھ وقت اور گزر جائے تو سب کچھ بھول جائیں گے۔"

"ہاں وقت سب سے بڑا طبیب ہوتا ہے۔ ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے خود ہی......"

رحمتے سعیدہ کی پرانی ملازمہ تھی۔ اسے ان کے ساتھ رہتے اتنا عرصہ ہو چکا تھا کہ اب تو وہ گھر کی فرد ہی بن چکی تھی...... اس لئے سعیدہ کے ساتھ اکثر دکھ سکھ کی باتیں بے تکلفی سے کر لیا کرتی تھی...... ہارون کی شادی کے متعلق بھی وہ کھل کر اپنی رائے دیا کرتی تھی...... اور بیگم سعدیہ احتشام بھی اس کی رائے سے چاہے اختلاف رکھا کرتیں چاہے موافقت' بڑے تحمل سے سن لیا کرتی تھیں...... یوں رحمتے ان کی ملازمہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی اچھی دوست بھی تھیں...... رحمتے کا خاوند دین محمد بھی گھر کے فرد ہی کی طرح تھا۔ دونوں بیٹیوں کی شادیاں کر دینے کے بعد یہ دونوں ہمیشہ کے لئے اسی گھر میں رہنے کا ارادہ کئے ہوئے

تھے۔

اس شام بھی سعیدہ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ حساب کتاب کر رہی تھیں۔ کچھ کاغذات قریب ہی صوفے پر پڑے تھے۔ کاپی گھٹنوں پر رکھی تھی...... پچپن سالہ سعیدہ کے سر کے بال کھچڑی سے ہو رہے تھے۔ چہرہ عمر کی چھاپ لئے ہوئے تھا۔ آنکھوں پر سنہری فریم کا چشمہ تھا...... ناک نقشے کی اچھی تھیں...... رنگ کسی زمانے میں کندنی تھا۔ اب دھندلا چکا تھا...... جسم نہ تو بھاری بھرکم تھا نہ ہی دبلا پتلا...... بہت سنجیدہ بھی نہ تھیں۔ ہاں لباس کے معاملے میں بڑی محتاط اور نفاست پسند تھیں۔ عمر کے لحاظ سے رنگ اور کپڑا استعمال کرنے سے وہ بڑی باوقار دکھائی دیا کرتی تھیں۔ وہ بڑی شفیق عورت تھیں۔ رشتہ داروں کے علاوہ ان کی دوستی بھی خاصے لوگوں سے تھی۔ ان کی دوستوں کی عمر کی قید نہ تھی۔ ان کی ملنے والیاں ان سے معمر بھی تھیں اور بالکل نوجوان بھی...... اچھی گفتگو کرنے کی عادی تھیں...... مزاح کا عنصر بھی مزاج میں تھا۔ اس لئے چھوٹے بڑے سب میں خاصی مقبول تھیں۔

اپنے بیٹے ہارون کی تو وہ دوست تھیں...... ہارون اپنی ہر بات ان سے کہہ دیتا تھا کبھی کوئی بات نہ چھپائی تھی۔ زندگی میں پہلی بار وہ جب کسی لڑکی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہوا تھا۔ تو یہ بات بھی اس نے ماں سے نہ چھپائی تھی۔

اور

ماں نے بھی ایک مخلص دوست کی طرح قدم قدم پر اس کی رہنمائی کی تھی

یہ دوسری بات

کہ

معاملہ چوپٹ ہو گیا۔

شادی اور لڑکی کی پسند کے معاملے میں سعیدہ نے اب بھی ہارون کو پوری آزادی دے رکھی تھی۔ لیکن وہ خود بھی اچھی لڑکیوں کو دیکھ پرکھ رہی تھیں۔ وہ اپنے ایک ہی بیٹے کے مستقبل سے لاپرواہ نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس لئے اکثر رحمتے سے اس بات پر اظہار خیال ہوتا رہتا۔

اس شام بھی جب سعیدہ حساب کتاب کر رہی تھیں اور رحمتے ان کے قدموں کے قریب بیٹھی ہولے ہولے ان کی ٹانگیں دباتے ہوئے سامنے دیوار گیر شوکیس میں رکھے ٹی وی

پر پنجابی ڈرامہ دیکھ رہی تھی...... ڈرامے کی ہیروئن رحمتے کو ہاجرہ کی بیٹی شفو ایسی لگ رہی تھی......

وہ نہ رہ سکی سعیدہ کا گھٹنا ہلاتے ہوئے بولی۔ "دیکھیں دیکھیں بیگم صاحبہ!"

"کیا......" سعدیہ نے سر اٹھائے بنا پوچھا۔

"یہ لڑکی......" وہ دلچسپی لیتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا......" اب سعیدہ نے سر اٹھایا۔

"یہ لڑکی دیکھیں تو۔ بالکل اپنی شفو نہیں لگتی؟"

"کون سی......"

"اوہو...... سین ہی بدل گیا۔ بیگم صاحبہ جی دیکھئے گا' ابھی آئے گی۔ بالکل شفو لگ رہی ہے......"

"اچھا مجھے حساب کرنے دے' اتنے بل اکٹھے ہو گئے ہیں......"

"ہائے شفو...... بہت پیاری بچی ہے...... بالکل اس ڈرامے کی لڑکی جیسی......"

"رحمتے تو بولے ہی جائے گی...... مجھے حساب کرنے دے پہلے ہی حساب ٹھیک سے مل نہیں رہا...... پتہ نہیں میں کہاں خرچ کر دیتی ہوں...... اور لکھنا بھول جاتی ہوں۔ لکھا کریں نا...... آں...... وہ دیکھیں...... وہ پھر آئی شفو......" رحمتے ایک دم ہی بول اٹھی تو سعیدہ نے حساب کی کاپی سامنے میز پر رکھ دی اور ٹی وی کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ "لے...... میں پہلے تیری شفو کو دیکھ لو۔ ٹھیک......"

"شفو آپ کو بھی اچھی لگتی ہے نا۔ رحمتے نے مسکرا کر کہا۔ ہاں بھئی لگتی ہے۔ بتا میں کیا کروں اس کا......"

"ہاتھ مانگ لیں اس کا اور کیا کرنا ہے......"

"اور وہ ہارون......"

"رہنے دیں جی...... اتنی پیاری لڑکی ہے وہ...... ان کی بھی دیکھی بھالی ہے۔ آپ بات تو کریں مان جائیں گے......"

"ابھی تو وہ کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں...... کاروبار میں لگا ہوا ہے...... دعا کیا کر...... خدا اس کا کاروبار خوب بڑھائے پھیلائے۔ پھر اس کی شادی کریں گے...... رحمتے...... اس

کے ابو نے جیسے جیسے خواب پال رکھے تھے نا...... میں چاہتی ہوں۔ ان کی تعبیر بھی ویسی ہی ہو......"

"ہو گی بیگم صاحبہ......"

"خدا کرے......"

دونوں کچھ دیر یہی باتیں کرتی رہیں۔ پھر سعیدہ نے کاغذات سمیٹے کاپی میں رکھے اور بولیں۔ "آج رات کھانے میں کیا ہو گا...... کچھ پکایا ہے یا پکانا ہے ابھی......"

"ہانڈی تو پکا دی ہے......"

"کیا بنایا ہے۔"

"پالک گوشت......"

"اور......"

"ساتھ چاول...... اور مونگ کی دال بنا لوں گی۔ ہارون پھلکے کے ساتھ پسند کرتے ہیں۔"

"آج کل وہ بہت مصروف ہوتا ہے۔ بڑا کام کر رہا ہے۔ دوپہر کو تو ڈھنگ کا کھانا کھانے کا اسے وقت ہی نہیں ملتا۔ رات کو اچھی اچھی چیزیں ہونا چاہیں......"

"جو کہیں بنا لیتی ہوں......"

"ڈرامہ دیکھ تو" سعیدہ ہنستی۔ "پکا میں لوں گی......"

"ہائے نہیں بیگم صاحبہ...... ڈرامہ کیا دیکھنا...... مجھے تو وہ لڑکی اچھی لگ رہی تھی...... اپنی شفو ایسی' اسے دیکھ رہی تھی میں تو...... بند کر دیں ٹی وی......"

"نہیں نہیں...... میں تو مذاق میں کہہ رہی تھی۔ دیکھ لو پورا ڈرامہ...... ابھی بڑا وقت پڑا ہے کھانے میں۔ آتا بھی تو وہ آٹھ بجے تک ہے...... اور ہاں...... چکن ہے گھر میں......"

"جی تین ہیں ابھی تو......"

"بس ایک نکال دینا...... میں ہارون کی پسند کی ڈش آج خود بناتی ہوں......"

"جی بہت اچھا" وہ اٹھنے لگی تو بیگم سعیدہ ہنس کر بولیں۔ "بیٹھی رہو۔ ابھی ڈرامہ دیکھ لو۔ اپنی شفو کا' پھر نکال دینا۔ میں یہ کاغذات سمیٹ لوں ابھی ڈرامہ ختم ہو جائے تو چکن نکال دینا فریزر سے۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئیں ...... کاغذات کاپی اٹھائے......اوز اپنے کمرے کی طرف جانے لگیں

رحمتے بھی اٹھ کھڑی ہوئی...... اس کی نظریں ابھی تک ٹی وی پر ہی تھیں۔

"رحمتے......" سعیدہ نے جاتے جاتے کہا "آرام سے ڈرامہ دیکھ لو...... ابھی کافی وقت ہے......"

"جی بہت اچھا" وہ پھر وہیں بیٹھ گئی۔

سعیدہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کامل ہسپتال کے ٹھنڈے برآمدے میں نومی ایک ستون کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ رات کافی آ چکی تھی۔ پرائیویٹ ہسپتال پر خاموشی چھا چکی تھی۔ کسی کسی کمرے سے نرسوں کے بولنے اور کاریڈور میں چلنے پھرنے کی آوازیں آ رہی تھیں......وہ ملیحہ کو یہاں لے آیا تھا۔ ارادہ تو تھا۔ کہ شہر کے سرکاری ہسپتال میں لے جائے۔ وہاں دو ایک ڈاکٹر اس کے واقف بھی تھے۔ لیکن ملیحہ ہوش میں نہیں آئی تھی۔ اور خون مسلسل رس رہا تھا۔ اس لئے وہ کامل ہسپتال ہی میں اسے لے آیا۔ یہ شہر کے راستے میں پڑتا تھا۔

ایمرجنسی وارڈ میں ملیحہ کو لے جایا گیا تھا۔ کوئی ڈاکٹر قاسم نامی تھے۔ جن کے سپرد اسے کیا تھا...... ڈاکٹر نے زخم دھو کر مرہم پٹی کر دی تھی...... اور اس کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا......

"سر میں کہیں چوٹ لگی ہے جس کی وجہ سے بیہوش ہیں...... ویسے فکر کی کوئی بات نہیں زخم معمولی ہے اور غالباً" سڑک پر گرنے سے کوئی پتھر یا لوہے کا کوئی ٹکڑا لگ گیا ہے۔ شکر کی بات ہے کہ زخم ایک انچ نیچے آیا۔ جو خدانخواستہ کنپٹی پر آتا تو موت بھی واقعہ ہو سکتی تھی...... بہرحال کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں اب...... ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کریں......"

اور

نومی کو انتظار کرتے کرتے دو گھنٹے بیت گئے تھے۔ وہ برآمدے میں کبھی ٹہلنے لگتا۔ کبھی پتھریلے بنچ پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا۔ کبھی ستون کا سہارا لے لیتا۔ دو ایک دفعہ وہ ڈاکٹر سے ملیحہ کے متعلق معلوم کرنے اندر کمرے میں بھی گیا۔ لیکن ڈاکٹر قاسم کسی دوسرے زخمی کا آپریشن کرنے میں مصروف تھا۔

اس نے ملیحہ کے بیڈ کے پاس جانے والی نرس سے بھی پوچھا۔ وہ سپاٹ سا جواب دیکر آگے بڑھ گئی۔ اس نے کہا ہوش میں آئیں گی۔ تو آپ کو بتا دیں گے فی الحال انتظار کریں......"

انتظار ختم ہونے میں آہی نہیں رہا تھا۔ نومی کو تو اب اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا کہ خواہ مخواہ اسے اٹھا لایا...... اسے پتہ ہوتا کہ یہ ملیحہ ہے تو وہ اسے وہیں پڑا رہنے دیتا۔

لیکن

یہ تو اس کی جھنجھلاہٹ اور غصیلی سوچ تھی۔ ورنہ انسانی ہمدردی کے ناطے اس نے جائے حادثہ سے ملیحہ کو اٹھایا تھا۔ جبکہ وہ یہ جانتا بھی نہیں تھا۔ کہ وہ کون ہے۔ اور جب اسے دیکھا تھا۔ پہچان لیا تھا۔

تو

اب

اس کا فرض بھی بنتا تھا۔ کہ وہ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرے۔

وہ پھر برآمدے میں ٹہلنے لگا۔ اس نے رک کر گھڑی دیکھی رات کے نو بجنے والے تھے...... وقت تو کچھ زیادہ نہیں ہوا تھا...... وہ گھنٹہ دو اور بھی یہاں رک سکتا تھا۔

وہ برآمدے کے آخری سرے تک گیا اور پھر وہاں سے ٹہلنے کے انداز میں پلٹا وہ جالی دار دروازے کے قریب سے گذر رہی تھا۔ کہ دروازہ کھلا...... اور کسی نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ہیلو...... نومی......"

اس نے گردن موڑ کر دیکھا...... اس کا دوست ڈاکٹر عامر سعید اور آل پہنے سٹیتھو سکوپ گلے میں ڈالے اس کے سامنے کھڑا تھا......

"ہیلو...... عامر...... تم...... یہاں" نومی نے تپاک سے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

"ہاں یار...... میں ان دنوں پچھلے وقت یہاں ہوتا ہوں۔" عامر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر پوچھا "خیریت؟ تم یہاں کیسے...... کوئی بیمار ہے یا......"

"بس حادثتاً" پھنس گیا ہوں یار......" نومی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب......؟"

"شہر جا رہا تھا...... راستے میں ایک لڑکی سڑک کے کنارے پڑی ملی اسے یہاں اٹھا

لایا۔"

"زخمی تھی......"

"زخمی بھی بیہوش بھی۔"

کب کی بات ہے......"

"دو سوا دو گھنٹے ہو چکے...... محترمہ ابھی تک بیہوش ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے انتظار فرمائے کی تختی مجھے دکھا رکھی ہے......"

"کوئی حادثہ ہوا......"

نومی نے جلدی جلدی ساری روئیداد ڈاکٹر عامر کے گوش گزار کردی۔

"اوہ...... تو تم اسے جانتے بھی ہو......"

"میرے دوست ہاروان کو تم جانتے ہو نا...... بھی کئی بار مل چکے ہو......"

"ہاں میں جانتا ہوں ہارون کو۔ احتشام ٹریڈنگ کمپنی والا۔"

"وہی......"

"اس کی...... مناسبت سے جانتا ہوں اسے......" نومی نے جلدی جلدی عامر کو چند باتیں بتائیں "ہوں" عامر نے سر ہلتے ہوئے کہا "اور اب اچانک ہی......"

"ہاں......" نومی بولا

"یہ واردات ہوئی......" عامر بولا

"ہوں......" نومی نے صرف اسی قدر کہا۔

"معاملہ سنگین بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ ہو سکتا ہے اسے کسی نے مارنے کی کوشش کی ہے۔"

"اب یہ ہوش میں آئے تو پتہ چلے نا...... دھندلا سا منظر تھا...... مجھے تو یہی لگا جیسے اسے گاڑی سے کسی نے گرایا ہے۔ یا یہ خود کود دی ہے۔ اور یہ بھی پتہ نہیں کہ گاڑی سے نکلنے کے بعد اس کا پاؤں پھسلا ہے اور یہ گر پڑی ہے......"

"ہوں......"

"میں ٹھیک سے کچھ دیکھ نہیں پایا...... زمین پر اسے گرے دیکھا۔ اور گاڑی کو لمحہ بھر

رک کر پھر سے جاتے ہوئے......"

"کیا ہوا ہے اب تو یہ لڑکی ہی بتا سکتی ہے۔"

"اسی لئے تو یہاں کھڑا ہوں۔ خدا کرے اسے جلدی ہوش آجائے۔ اور یہ اپنے ٹھکانے پر پہنچے۔ میری گلوخلاصی ہو......"

"چلو پتہ کرتے ہیں...... کیس کس نے لیا؟"

"ڈاکٹر قاسم ہیں کوئی......"

"اچھا اچھا۔ ایمرجنسی کے ڈاکٹر قاسم...... آؤ پتہ کرتے ہیں اس کا......

ڈاکٹر عامر کام ختم کر کے گھر جانے کے ارادے سے نکلا تھا۔ لیکن نومی سے مڈبھیڑ ہو کر اس واقعہ کا پتہ چلا۔ تو وہ بھی نومی کے ساتھ رک گیا...... جوان لڑکی کا معاملہ تھا۔ اسے یوں ہسپتال میں چھوڑنا اخلاقاً" بھی ٹھیک نہیں تھا۔

نومی کو اس کے ہوش میں آنے تک یہاں رہنا ہی تھا۔ عامر بھی رک گیا نومی کو قدرے تسلی ہوئی۔

دونوں جالیدار دروازہ کھول کر اندر آئے۔ پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد دائیں ہاتھ مڑ گئے۔

وہ ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہونے ہی والے تھے۔ کہ ڈاکٹر قاسم باہر آگیا۔ ادھیڑ عمر کے ڈاکٹر نے اپنی آنکھوں پر چشمہ درست کرتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔ "ہیلو عامر" اس نے ڈاکٹر عامر سے کہا اور پھر نومی کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "اس لڑکی کو آپ ہی لائے ہیں نا......"

"یس ڈاکٹر......" نومی کی جگہ عامر نے پھر نومی کا تعارف ڈاکٹر قاسم سے کرواتے ہوئے کہا۔ "اس لڑکی کو ہوش آیا' یہ بہت پریشان ہیں......"

قاسم نے پھر ناک پر کھسکتا چشمہ اوپر کیا اور نومی کو سرتاپا دیکھتے ہوئے بولا۔ "وہ لڑکی ہوش میں تو آئی ہے...... لیکن......"

"لیکن کیا؟" نومی نے بے تابی سے پوچھا۔

"لگتا ہے اس کا ذہن ابھی تک ماؤف ہے......"

"کیا؟" ڈاکٹر عامر نے سوال کیا نومی حیرانی سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگا۔

"وہ ابھی تک کینفیوز ہے۔ لگتا ہے اسے کچھ یاد نہیں رہا......"

"کیا وہ...... اپنی یادداشت کھو چکی ہے؟" عامر نے کہا اور نومی پریشان نظر آنے لگا۔

"ٹھیک سے ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔" قاسم بولا۔ "ویسے اسے اپنا نام یاد نہیں آرہا نہ ہی وہ بتا پا رہی ہے...... کہ اس کے ساتھ کیا حادثہ ہوا۔ نہ ہی اپنے گھر کا پتہ دے پا رہی ہے......"

"اوہ میرے خدا۔" نومی نے ماتھے پر ہاتھ مارا......"

"فکر کی بات نہیں...... میں نے نرس کو انجکشن دینے کا کہہ دیا ہے۔ جس سے وہ سکون کی نیند سو جائے گی۔ بیدار ہونے پر وہ بالکل نارمل ہو گی۔ یہ سب اس کی بیہوشی کا اثر ہے اس کا ذہن اتنی جلدی کام کرنے سے قاصر ہے......"

"میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔ وہ ہوش میں ہے؟" نومی نے کہا۔

"ہے...... لیکن گردوپیش سے آگاہ نہیں۔ نہ ہی اسے کچھ یاد آرہا ہے۔

"میں دیکھوں اسے...... اس کا نام ملیحہ ہے۔" نومی بولا۔

"ہوگا" قاسم نے کہا۔ "لیکن وہ خود اپنا نام نہیں بتا سکتی......"

"میں اسے دیکھتا ہوں"

"دیکھ لیں......"

"نیند کے لئے انجکشن دے تو نہیں دیا......" ڈاکٹر عامر نے جلدی سے سوال کیا۔

"نرس ابھی لینے گئی ہے۔ فی الحال وہ اس گومگو کے عالم میں ہے۔ آئیں آپ مل لیں اسے......"

ڈاکٹر قاسم کے پیچھے پیچھے وہ دونوں بھی وارڈ میں داخل ہوئے۔ پہلی قطار کے تیسرے بستر پر وہ پڑی تھی۔

قاسم اسکے قریب گیا۔ اور اس کا کندھا تھپتھپایا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اب نومی اور ڈاکٹر عامر بھی بیڈ کے قریب آچکے تھے۔

"ہیلو...... مس" ڈاکٹر نے اس کا کندھا پھر تھپتھپایا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اس کی حسین اور جھیل ایسی گہری آنکھوں میں سکوت چھایا ہوا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کو دیکھا پھر نومی پر نگاہ ڈالی اور آخر میں پائنتی کی طرف کھڑے ڈاکٹر عامر کو دیکھا۔

"ملیحہ......" نومی نے کچھ آگے کو جھکتے ہوئے کہا...... "میں نعمان ہوں...... نومی...... آپ مجھے پہچان رہی ہیں نا......"

وہ ٹکر ٹکر آنکھیں کھولے اسے تکتی رہی...... لیکن پہچان کی کوئی رمق اس کی آنکھوں میں نہ تھی۔ ملیحہ...... ملی...... ملی......" نومی نے کئی بار اسے پکارا۔ "میں نومی ہوں......"

اس کے سرخ و شاداب ہونٹوں پر ہلکی سی لرزش طاری ہوئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اس کی خوبصورت پیشانی پر چند لکیریں ابھریں۔ وہ یقیناً بے حد پریشان تھی۔

"ملیحہ" نومی نے پھر پکارا...... اس نے جواب نہیں دیا۔

ڈاکٹر قاسم نے پھر اس کا کندھا ہلایا...... اور ملائمت سے بولا۔ "آپ انہیں نہیں جانتیں؟؟" اس نے نومی کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے سر نفی میں ہلایا۔

نومی نے حیرانگی سے اسے دیکھا...... اور پھر ایک بار اس نے اسے باور کرنا چاہا کہ وہ نومی ہے لیکن بے شناخت آنکھیں اب بھی ٹکر ٹکر اسے تک رہی تھیں۔

"انہیں کچھ یاد نہیں آ رہا......" ڈاکٹر عامر نے کہا۔ "اس وقت بہتر یہی ہے۔ کہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے اور انجکشن دے کر سلا دیا جائے...... ان کا مائنڈ ابھی کلیر نہیں ہے......"

"بالکل" ڈاکٹر قاسم نے کہا۔

نومی ایک بار پھر ملیحہ کو اپنی شناخت کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس کی آنکھوں کی بیگانگی اور اچنبھاوار نہ ہوا......

جب وہ کچھ بھی سمجھ نہ پائی تو ایکا ایکی زور سے چیخی "میں کہاں ہوں' آپ کون ہیں مجھے کیا ہوا ہے......"

"ڈاکٹر قاسم نے اس کا کندھا ملائمت سے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "آپ ہوسپٹل میں ہیں......"

"کیوں ہوسپٹل میں ہوں" وہ حیرانگی سے سب کو تکتے ہوئے بولی۔

"آپ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔" نومی جلدی سے بولا......

"ایکسیڈنٹ!!" اس نے زیر لب دہرایا اور آنکھیں میچ لیں۔

"ہاں ہاں ایکسیڈنٹ...... چند گھنٹے پہلے آپ سفید گاڑی سے یا تو کودی تھیں۔ یا کسی نے آپ کو دھکا دیا...... اور یہ بھی ممکن ہے گاڑی سے اترنے کے بعد آپ کا پاؤں پھسلا اور آپ گر گئیں بوندا باندی سے سڑک پر پھسلن بھی تو تھی...... یاد ہے نا...... ملیحہ......" اس نے بیزاری سے آنکھیں کھول کر نومی کو دیکھا اور نفی میں سرہلا دیا......

"مسٹر......" قاسم نے نومی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "اس وقت انہیں یاد دلانے کا کوئی فائدہ نہیں......" ان کا ذہن ماؤف ہے۔ ہو سکتا ہے یاداشت ہی کھو گئی ہو۔ چوٹ سر پر لگی ہے...... بہرحال انہیں رات بھر آرام کرنے دیا جائے صبح ممکن ہے ان کے حواس بحال ہو جائیں......"

"ہاں ہو جائیں گے مکمل ریسٹ کریں گی تو......" عامر نے کہا۔

"ابھی نرس انجکشن دے دے گی......" ڈاکٹر قاسم نے نومی سے کہا۔ "پھر آپ انہیں گھر لے جا سکتے ہیں......"

"گھر؟؟؟" نومی کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔ اس نے ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا......

"خطرے کی کوئی بات نہیں......" ڈاکٹر قاسم نے کہا۔ "یہ بالکل ٹھیک ہیں۔ گھر لے جانا اس لئے بھی ضروری ہے۔ کہ ان کے کپڑے گیلے اور کیچڑ آلود ہیں۔ کہیں سردی نہ لگ جائے بیمار پڑنے کا اندیشہ ہے......"

ڈاکٹر قاسم یہ کہتے ہوئے دوسرے بیڈ کی جانب چلا گیا۔ وہاں پڑا زخمی اشارے سے اسے بلا رہا تھا۔

نومی نے سر جھٹکا اور پھر پریشانی سے بولا۔ "یار میں اسے اپنے گھر کیسے لے جاؤں......"

"اس کے گھر تو چھوڑ سکتے ہو......" عامر بولا

"لیکن میں نہیں جانتا یہ اب کہاں رہتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" "تم تو اسے جانتے پہچانتے ہو نا۔"

"یہ اس شہر میں اکیلی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے یہ......"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ نرس انجکشن لے کر آ گئی تھی۔ اس نے دونوں سے کہا کہ وہ ذرا بیڈ کے قریب سے ہٹ جائیں۔ تاکہ وہ لڑکی کو انجکشن دے سکے......عامر نومی کو وہاں سے لے کر باہر آ گیا......

نومی کے لئے صورت حال انتہائی پریشان کن تھی۔ وہ لڑکی کو اپنے گھر نہیں لے جانا چاہتا تھا۔ لے جا ہی نہیں سکتا تھا۔ کہ ماما اپنے بھائی کے ہاں کراچی گئی ہوئی تھیں۔ گھر پر صرف دوسرے بھائی اور پپا ہی تھے۔ پریشان وہ اس لئے بھی تھا...... کہ وہ جانتا ہی نہیں تھا۔ وہ ان دنوں کہاں رہتی تھی افراس کا ٹھکانہ کہاں تھا۔

بیگم سعیدہ احتشام کچن میں تھیں...... وہ ہارون کے لئے چکن روسٹ اور انڈے کی پڈنگ بنا رہی تھیں۔ یہ دونوں چیزیں اسے بہت مرغوب تھیں۔ رحمتے کے ہاتھ کا پکا کھاتے کھاتے جب وہ تنگ آ جاتا تو اسی سے ان دو چیزوں کی ضرور فرمائش کرتا...... بہت دنوں سے سعیدہ نے اس کی پسندیدہ ڈشیں نہیں بنائی تھیں...... آج بطور خاص انہوں نے یہ چیزیں بنانے کا اہتمام کیا تھا۔ چکن مصالحے ڈال کر ابلنے کے لئے چولھے پر رکھا تھا اور اب وہ دودھ اور انڈے پھینٹ رہی تھیں...... رحمتے بھی ان کے ساتھ تھی۔ چیزیں اٹھانے رکھنے میں ان کا ہاتھ بٹا رہی تھی...... کام کے ساتھ ساتھ باتیں بھی کئے جا رہی تھی۔ ان دنوں اس کی باتیں گھوم پھر کر ہارون کے لئے لڑکی کی تلاش کی سمت آ جاتیں...... ہارون اسے پیارا بھی بہت تھا۔ گودیوں کھلایا تھا...... تین بچے یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئے تھے۔ ہارون بڑی مشکلوں سے بچا تھا۔ سعیدہ بیگم تو اس کی پیدائش کے بعد خود بھی بیمار ہو گئی تھیں۔ اس کی طرف سے ہر وقت دھڑکا ہی لگا رہتا تھا۔ ایسے میں رحمتے ہی نے ہارون کو سنبھالا تھا...... وہ اس کی ماں ہی تھی۔ اور اب بھی اسکے من میں ایک ماں ہی کی طرح چاؤ آتا تھا...... وہ ہارون کی دلہن کو گھر میں چھم چھم ادھر سے ادھر آتے جاتے دیکھنے کی متمنی تھی...... دلہن بھی ایسی جو زمانے میں یکتا ہو۔ اسی لئے وہ جہاں بھی کوئی حسین اور اچھی لڑکی دیکھتی...... ذہن میں جوڑ توڑ کرنے لگتی......

آج پنجابی ڈرامے کی ہیروئن دل لگ گئی تھی۔ اس کا سرا اس نے شفو سے ملا دیا تھا...... کوئی شک نہیں شفو بے حد پیاری اور اچھے گھرانے کی بچی تھی۔ بی اے فائنل میں تھی...... اور بیگم سعیدہ کی بھی اس پر نظر تھی۔ لیکن ابھی اس کے متعلق انہوں نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا تھا

"بیگم صاحب جی" رحمتے نے دیگچی کا ڈھکنا اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اب کیا کہتی ہے۔"

"چکن کا پانی سوکھ رہا ہے۔ تھوڑا رہ گیا ہے۔"

"دیکھتی ہوں...... پہلے یہ انڈے پھینٹ لوں تم آگ دھیمی کر دو...... بلکہ بند ہی کر دو۔"

"لائیں انڈے میں پھینٹتی ہوں......"

"میں خود سارا کام کروں گی...... تم بس مجھے چیزیں پکڑاتی جاؤ......"

رحمتے نے ان کے قریب آتے ہوئے کہا "اب دلہن لے آئیے...... سارے کام سنبھال لے گی اتنا کام خود نہ کیا کریں بیگم صاحب جی۔"

"وہ وقت بھی آ جائے گا۔" بیگم سعیدہ نے انڈوں میں دودھ ملایا۔

"کب آئے گا...... جب اچھی اچھی لڑکیاں ہاتھ سے نکل جائیں گی" رحمتے نے منہ بنایا "پھر سرگوشی کے انداز میں بولی "بیگم صاحب جی وہ شفو ہے نا......"

"ہاں ہے......" سعیدہ ہاتھ روک کر بولیں۔

"اس کی امی سے بات تو کیجئے......"

"لگتا ہے ڈرامے کا اثر تمہارے دماغ پر ابھی تک ہے۔"

"لو جی۔ یہ کیا بات ہوئی...... شفو بھلا آپ نے دیکھی نہیں ہوئی...... جب مسکراتی ہے نا۔ تو بس بیگم صاحب جی...... دل چاہتا ہے تکے ہی جاؤ......"

"ہاں اچھی پیاری لڑکی ہے۔"

"بہت ہی پیاری......"

"مجھے بھی پیاری لگتی ہے...... اچھی شکل و صورت کسے نہیں بھاتی رحمتے......"

"نہ جی...... صرف اچھی شکل و صورت کیا...... اچھی شکل و صورت کی تو وہ بھی تھی" رحمتے نے ناگواری کے انداز میں ناک سکیڑی۔

"وہ...... کون" بیگم سعیدہ نے جان بوجھ کر کہا۔

"اے وہی......" رحمتے نے ہاتھ سے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔ "شکر ہے دفع ہوئی"

بیگم سعیدہ کچھ کہنے ہی کو تھیں کہ لاؤنج میں رکھے فون کی گھنٹی بجی "جا دیکھ فون

ہے......"

رحمتے ہاتھ میں پکڑا ہوا چمچ میز پر رکھتے ہوئے لاؤنج کی طرف گئی......

"ہیلو" اس نے فون اٹھایا۔

"اماں......" ہارون کی آواز تھی۔

"جی ماں صدقے......"

"امی کہاں ہیں۔"

"کچن میں۔ آپ کے لئے کھانا بنا رہی ہیں......"

رحمتے ہارون کو فون پر کھانے کی تفصیلات بتانے لگی تھی کہ بیگم سعیدہ خود ہی آ گئیں۔

"کس کا فون ہے۔ انہوں نے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ لیں جی ہارون بیٹے کا ہے۔"

"کیا کہتا ہے" سعیدہ نے فون ہاتھ میں لیتے ہوئے یونہی کہہ دیا۔

"ہیلو"

"ہارون بول رہا ہوں امی......" اس نے سلام کے بعد کہا۔

"ھاں......"

"امی سنا ہے آپ میرے لئے خاص اہتمام سے کھانا بنا رہی ہیں۔"

"جی چاہا تھا......"

"لیکن امی میں آج کھانے پر نہیں آؤں گا۔"

"کیوں؟"

"بس کام ہے۔ ایک پارٹی آئی ہوئی ہے...... آج دیر سے آؤں گا...... کھانے پر بھی میرا انتظار نہ کیجئے گا......"

"چلو......"

"کیا بنا رہی تھیں۔"

"روسٹ چکن اور انڈے کی پڈنگ......"

"اوہ ہوئے...... امی میرا حصہ رکھ دیجئے گا کل کھا لوں گا......"

"بہت دیر سے آؤ گے۔"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کھانا کھا لیجئے گا آپ...... بس دعا کریں۔ آج کام بن جائے۔"

"میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں بیٹے۔ اللہ تمہارا مددگار ہو......"

"اچھا امی...... خدا حافظ"

"خدا حافظ......"

بیگم سعیدہ وہیں کرسی پر بیٹھ گئیں...... رحمتے سے بولیں "چکن ہو گیا ہو گا۔ بس اتار کے رکھ دے...... ہارون آج کھانا باہر ہی کھائے گا...... کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں اس کے

رحمتے نے منہ بنایا...... بولی "گھنٹہ بھر آپ نے خواہ مخواہ ہی محنت کی۔"

"کوئی بات نہیں۔ کل کھا لے گا......"

"اچھا جی......"

"میں ابھی آتی ہوں۔ پڈنگ بنا لوں گی......"

"اچھا جی...... رحمتے کچن کی طرف چل دی...... بیگم سعیدہ کچھ دیر وہیں بیٹھی رہیں۔ اب کھانا پکانے میں ان کی دلچسپی جو نہ رہی تھی۔

رات ساڑھے نو بجے تک سعیدہ نے ہارون کے انتظار میں کھانا نہیں کھایا۔ خیال تھا کہ شاید وہ جلدی لوٹ آئے۔ لیکن جب وہ ساڑھے نو تک بھی نہیں آیا۔ تو انہوں نے رحمتے سے کہا۔

"کھانا نکال لو میرے لئے......"

"پالک گوشت اور چاول"

"ہاں یہی تو پکے ہیں"

"دال بھی پھلکا ڈال دوں۔"

"نہیں صرف سالن چاول رکھ دے میز پر...... مجھے بھی کچھ زیادہ بھوک نہیں ہے...... تم اور دینو بھی کھا لینا۔ ہارون تو شاید زیادہ ہی لیٹ ہو جائے۔"

"اچھا جی...... میں نکالتی ہوں کھانا......"

رحمتے کچن میں چلی گئی...... اس نے کھانے کی میز پر برتن رکھے اور پھر کھانا گرم کر کے بیگم سعیدہ کے لئے میز پر لگا دیا۔

"آیئے جی۔ کھانا کھا لیجئے بیگم صاحب۔ آج بوندا باندی صبح سے ہو رہی ہے۔ فضا خاصی

ٹھنڈی ہو رہی ہے...... کھانا ٹھنڈا نہ ہو جائے......"

"آتی ہوں......"

کچھ دیر بعد بیگم سعیدہ کھانے کی میز پر تھیں...... رحمتے ان کے قریب کھڑی تھی۔

"رات کا کھانا ہارون کے بغیر کھاتے ہوئے عجیب سا لگتا ہے......" وہ چاول پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولیں۔

"ہمیشہ آپ ان ہی کے ساتھ جو کھانا کھاتی ہیں......" رحمتے پانی کا جگ ان کے ا میں ہاتھ رکھ کر بولی۔

"لیکن اب عادت ڈالنا پڑے گی۔" بیگم سعیدہ نے چمچ سے ساگ اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیوں جی......" وہ جھکی۔

"بھئی...... اب وہ کام کے سلسلے میں اتنا مصروف جو ہو گیا ہے۔ باہر سے آنے والے کاروباری لوگوں کے ساتھ جانا آنا ہوتا ہے۔"

"اللہ خیر کرے جی...... ماشاء اللہ ہارون بیٹے نے کام خوب سنبھال لیا ہے۔"

"ہاں یہ اللہ تعالے کی کرم نوازی ہی ہے رحمتے...... تمہیں یاد ہے نا بزنس کے نام سے کیسے بدکتا تھا...... ایک ہی رٹ تھی نوکری کروں گا...... بڑا افسر بنوں گا......"

"لو جی اب وہ کسی بڑے افسر سے کم ہیں......"

"بس ضد تھی نا...... پر شکر ہے میری بات مان لی تھی اس نے...... اب تو بہت خوش ہے۔

اکثر بتاتا رہتا ہے مجھے...... بزنس کو بھی اب تو اس نے جدید خطوط پہ سنوار لیا ہے۔ آفس دیکھا تھا نا اس کا......"

"جی بیگم صاحب جی...... وہ دفتر...... اتنا شاندار...... بھلا کسی سرکاری افسر سے کم ہے ان کا دفتر......"

"اب اس کا ارادہ نئی گاڑی لینے کا بھی ہے......"

"اللہ مبارک کرے۔ نصیب ہو......"

بیگم سعیدہ کھانا کھاتے ہوئے رحمتے سے باتیں بھی کر رہی تھیں۔ ابھی کھانے سے

ہاتھ کھینچا ہی تھا۔ کہ فون کی گھنٹی پھر بجی......

رحمتے فون دیکھنے کو مڑی۔ تو بیگم سعیدہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں دیکھتی ہوں۔ برتن اٹھالو۔ اور دینو کو بھی بلالو...... کھالو دونوں کھانا......"

وہ ٹشن ہاتھ میں ہی لئے لاؤنج میں آگئیں...... پانی کا گلاس دوسرے ہاتھ میں تھا۔ گلاس رکھ کر انہوں نے فون اٹھایا۔

"ہیلو...... کون" انہوں نے نرم آواز سے پوچھا۔

"جی...... میں نومی ہوں آنٹی......" ادھر سے آواز آئی۔

"کیا حال ہے بیٹے کیسے ہو......"

"ٹھیک ہوں آنٹی...... وہ ہارون ہے...... دفتر فون کیا وہاں سے کوئی اٹھا نہیں رہا......"

"وہ دفتر میں نہیں ہوگا۔"

"گھر پہ......"

"ابھی آیا نہیں۔ اس کے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں...... شاید دیر سے آئے۔"

"اوہ...... تو......"

"کیوں کیا بات ہے بیٹے...... کوئی کام تھا......"

"وہ...... جی...... آنٹی......"

"کہو کہو۔ خیر تو ہے...... پریشان لگ رہے ہو......"

وہ چند لمحے چپ رہا۔

بیگم سعیدہ پریشان نظر آنے لگیں انہوں نے کئی بار ہیلو ہیلو کہا۔

"جی آنٹی سن رہا ہوں......"

"کیا بات ہے...... ہارون ہی سے کہنی ہے...... مجھے بتادو......"

"آنٹی......"

"ہاں...... ہاں......"

"آنٹی۔ سمجھ میں نہیں آرہا آپ کو کیسے بتاؤں۔"

"تم نے تو مجھے بھی پریشان کردیا نومی...... جلدی سے کہو...... خیریت تو ہے نا......"

"ہے تو خیریت"

"پھر......"

"آنٹی...... میں ملیحہ کے بارے......"

"کیا......؟" بیگم سعیدہ نے حیرت زدہ لمبی آواز کھینچی......

"وہ آنٹی سنیں تو"

"کیا سنوں...... تم جانتے ہو۔ ملیحہ کے بارے میں کچھ سننا ہمارے لئے کتنا اذیت دہ ہے......"

"جانتا ہوں...... پر مجبوری ہے......" وہ بولا اور پھر جلدی جلدی انہیں ملیحہ کے ایکسیڈنٹ اور ہوسپٹل لے جانے کی بات بتادی......

"میں کیا کرسکتی ہوں......" وہ بے رخی سے بولیں۔ "ہوسپٹل میں تم نے ایڈمٹ کروا دیا ہے ہوش میں آئے گی تو خود ہی چلی جائے گی......"

"آنٹی وہ ہوش میں آئی تھی......"

"پھر......"

"پھر اس کا ذہن بالکل کام نہیں کر رہا تھا۔ وہ مجھے بھی نہیں پہچانتی تھی۔ اسے اپنا نام بھی یاد نہیں آرہا تھا...... یہ بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ گاڑی سے کیسے نکلی۔ کسی نے گرایا یا خود کودی...... اور یا کہ اس کا پاؤں پھسلن کی وجہ سے سلپ ہوگیا تھا......"

"تو میں کیا کروں نومی بیٹے......" بیگم سعیدہ کا لہجہ تلخی لئے ہوئے تھا۔

"آنٹی ڈاکٹر نے اسے نیند کا انجکشن دے دیا ہے۔ اس کا لباس گیلا اور کیچڑ آلود ہے ڈاکٹر کپڑے تبدیل کرنے کا کہہ رہا ہے۔ آج ٹھنڈ بھی ہو رہی ہے نا......"

"ان ساری باتوں کا مطلب؟"

"اسے گھر لانا ہے۔"

"تو لے جاؤ نا...... ہم قطعاً" برا نہیں مانیں گے۔ تم نے اتنا انسانی ہمدردی کے ناطے سے کیا ہے......"

"اوہ آنٹی...... میں اسے اپنے گھر نہیں لے جاسکتا۔ اور اس کا گھر ٹھکانہ کہاں ہے مجھے علم نہیں...... میری مما یہاں نہیں ہیں...... گھر کیسے لے جاؤں؟"

"تو پھر......"

"آپ پلیز......"

"کیا؟؟" سعیدہ نے پھر لمبی چیخ نما آواز نکالی۔

"اسے آپ آکر لے جائیں۔ پلیز آنٹی...... رات گزارنا ہے صبح وہ خود ہی چلی جا
گی۔

"کیا کہہ رہے ہو...... ہارون کو جانتے نہیں...... یہ مناسب بھی ہے کیا؟"

"آنٹی میں کیا کروں۔ مصیبت میں پھنس گیا ہوں...... یہاں اسے اکیلا بھی نہیں چھ سکتا۔ وارڈ میں پڑی ہے۔ کیا خبر کب اس کی آنکھ کھل جائے......"

بیگم سعیدہ چپ ہو گئیں۔

نومی ان کی منتیں کرنے لگا...... اسے ایک رات کے لئے گھر میں پناہ دے دیں۔ ہار کو بتانے کی بھی ضرورت نہیں آپ کہتی ہیں ناوہ لیٹ آئے گا۔ گیسٹ روم میں ڈال د اسے صبح تو ٹھیک ہو جائے گی نا...... چلی جائے گی اپنے گھر...... صرف ایک رات کی بات آنٹی......"

وہ کافی دیر انہیں صورت حال اور معاملے کی نزاکت سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں آ کرنے کی کوشش کرتا رہا......"

بیگم سعیدہ کچھ نرم پڑ گئیں...... پھر بھی جان چھڑانے کو بولیں۔ "گاڑی ہارون پاس ہے میں کیسے آسکتی ہوں......"

"میں آپ کو آکر لے جاتا ہوں۔ واپس بھی چھوڑ دوں گا۔ آپ آکر ڈاکٹر قاسم ڈاکٹر عامر سے مل لیں......"

اور

پھر

سعیدہ کا جواب اثبات یا نفی میں سننے کی بجائے وہ جلدی سے بولا "میں آرہا ہوں۔"

اور

اس کے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا۔

ہارون نے غلام سرور کو اس کے گھ ڈراپ کیا۔ اترتے ہوئے ایک بار پھر غلام سرور نے بڑی گرمجوشی سے اسے مبارکباد دی۔

"سب آپ ہی کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔"

"میری نہیں۔ تمہاری لگن محنت اور صلاحیت کا......"

"شکریہ...... خدا کرے اب ہم اتنے بڑے آرڈر کو صحیح طور پر نپٹا سکیں۔"

"ہاں...... ہمیں وقت کا خوب احساس ہونا چاہئے اور کوالٹی کنٹرول بھی بہت ضروری ہو گا۔"

"انشاءاللہ...... انشاءاللہ......"

آج ہارون بے حد خوش تھا۔ جاپانی فرم سے ڈیل ہو گئی تھی۔ ایک بہت بڑا آرڈر اسے مل گیا تھا۔ ساری باتیں ہوٹل میں طے ہو گئی تھیں۔ وہ اب کھانا کھانے کے بعد جاپانیوں کو ہوٹل میں چھوڑ کر واپس گھر آرہا تھا۔ سرور کو اس کے گھ چھوڑا اور اب اپنے گھر کیطرف اڑا جا رہا تھا...... وہ اتنی بڑی خوشخبری ماں کو سنا کر نہال کر دینا چاہتا تھا۔ یہ سلسلہ تو مہینوں سے چل رہا تھا۔ لیکن اس نے امی کو اسکے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ چاہتا تھا جب وہ اس میں کامیاب ہو جائے تو خوشخبری ماں کو سنائے۔

آج وہ وقت آگیا تھا...... جاپانی پارٹی سے چھوٹی بڑی ساری باتیں خاصے بحث و مباحثے کے بعد طے ہو گئی تھیں...... اس کا سیمپل منظور ہو گیا تھا۔ ریٹ بھی فکس کر لیا گیا تھا۔ اب ایل سی کھلوانا تھی۔ فرم سے مدت کی میعار بھی طے ہو گئی تھی اور یہ بھی طے پا گیا تھا۔ کہ پہلی کنسائنمنٹ کتنی ہو گی اور کب بھیجی جائے گی۔ اس کے علاوہ ٹریک سوٹوں کے سیمپل اور ورکنگ گلوز بھی جاپانی پارٹی کو دے دیئے گئے تھے اور سیمپل دیکھ کر ہی جاپانی مینجر نے کہہ

دیا تھا۔ کہ وہ واپس جاتے ہی ان کے متعلق بھی اسے آگاہ کرے گا۔ چیزیں اسے پسند آ گئی تھیں...... ہارون اور غلام سرور کو قوی امید ہو گئی تھی کہ یہ آرڈر بھی انہیں ضرور ملے گا......

ہارون کا من اس عبادے کی طرح پھولا جا رہا تھا۔ جس میں مقدار سے کہیں زیادہ ہوا بھری جا رہی ہو۔ گنگناہٹیں اس کے اندر ہلکا سا شور مچائے ہوئے تھیں۔ وہ زندگی میں شاید پہلی بار اتنا خوش اور مطمئن نظر آ رہا تھا...... اس نے اپنی ماں کی توقعات سے بڑھ کر کام کیا تھا...... امی تو ابھی لوکل مارکیٹ ہی میں مقام بنا لینے سے خوشی سے پھولے نہ سماتی تھیں۔ جب انہیں پتہ چلے گا کہ ایکسپورٹ کرنے کے قابل بھی فرم ہو گئی ہے اور پہلی ہی کاوش میں اتنا بڑا آرڈر بھی مل گیا ہے۔ تو ان کی خوشی دیدنی ہو گی۔

ہارون گاڑی چلاتے ہوئے یہی سوچ رہا تھا۔

لیکن

اس کی سوچیں صرف ایک نقطے پر نہ ٹھہر رہی تھیں۔ وہ کبھی اپنی خوشی کا اندازہ کرنے لگتا۔ کبھی امی کی خوشی کا...... کبھی مال کے متعلق سوچنے لگتا۔ کبھی اس کی ترسیل کے متعلق

یوں ہی

سوچوں میں الجھتے سلجھتے وہ گھر آ گیا

اور

جب اس نے گیٹ پر گاڑی روکی اور دینو نے چادر کی بکل مارے میں سے ہاتھ نکال کر گیٹ کھولا۔

تو

ہارون کا جی چاہا......

سب سے پہلے وہ خوشخبری دینو بابا ہی کو سنا دے۔

لیکن

اس نے اپنے آپ کو باز رکھا۔ ماں مقدم تھی۔ اور خوشخبری پہلے سننے کی وہی حقدار تھیں......

ہارون گاڑی اندر لے آیا...... دینو نے گیٹ بند کیا اور لپک کر گاڑی کی طرف آیا۔

"سلام چھوٹے صاحب" اس نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ہارون سے بریف کیس لے لیا۔ جو وہ گاڑی سے باہر نکال رہا تھا۔

ہارون نے پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے دروازے چیک کئے اور پھر بند کرتے ہوئے باہر نکلا...... "کیسے ہو دینو بابا......"

"اللہ کا شکر ہے......" وہ بولا "آج آپ نے بہت دیر لگا دی۔"

"ہاں......" ہارون نے گھڑی دیکھی...... "گیارہ پچیس ہو چکے ہیں......"

وہ گھر کے اندر آ گیا۔

رحمتے لاؤنج ہی میں صوفے کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ کچھ نیند اس نے ایسے ہی بیٹھے بیٹھے نکال لی تھی۔ ہارون کو دیکھا تو اپنی چادر ٹھیک کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹی وی ختم ہو گیا اماں" ہارون نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں۔ میں تو بیٹھے بیٹھے سو ہی گئی تھی......" رحمتے جمائی لیتے ہوئے بولی

"امی بھی سو گئیں؟" ہارون نے پوچھا۔

"نہیں جی......" رحمتے پوری طرح بیدار ہوتے ہوئے بولی۔ "دینو بریف کیس لے کر اوپر ہارون کے کمرے میں رکھنے چلا گیا۔

"تو کہاں ہیں...... اپنے کمرے میں......؟" ہارون جلدی سے ان کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"نہیں بیٹا ادھر نہیں ہیں......" رحمتے نے جلدی سے کہا۔

"تو کدھر ہیں......" وہ قدرے جھلا کر بولا۔

"ہسپتال گئی ہیں۔" وہ بولی۔

"ہسپتال" ہارون کی آنکھیں پھیل گئیں اور گھبراہٹ سے وہ بے حال سا ہو گیا۔ جلدی سے رحمتے کے قریب آیا اور اس کا کندھا پکڑ کر بولا "اماں...... کیوں گئی ہیں ہسپتال ٹھیک تو ہیں وہ......"

"ٹھیک ہیں۔" وہ بولی

"تو پھر ہسپتال کیوں گئی ہیں......"

"بیٹے وہ تمہارا دوست نومی ہے نا۔"

"ہاں......"

"وہ لے گیا تھا......"

"بتایا نہیں کیوں...... اس کے ہاں تو سب ٹھیک ہیں نا......"

"پتہ نہیں...... پہلے فون کیا تھا۔ پھر آکر لے گیا......"

"کس ہسپتال میں......"

"یہ تو بتا کر نہیں گئے۔ کہتا تھا ابھی آجاتے ہیں۔ بس آنے والے ہی ہوں گے۔"

"عجیب معمہ ہے......" ہارون کی پریشانی ماں کی طرف سے تو کم ہوئی۔ لیکن ان کے نومی کے ساتھ اس طرح جانے کی سمجھ نہ آئی۔

"کب گئے تھے؟" ہارون نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔

"شاید ساڑھے نو تھے یا دس"

"تو گویا ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا ہے۔ ہارون نے کوٹ کی آستین قدرے کھینچ کر گھڑی دیکھی۔

"سب خیریت ہے بیٹے۔ ابھی آجاتی ہیں...... تم...... تم نے کھانا کھا لیا تھا......"

"ہاں......"

"تو پھر جاؤ اپنے کمرے میں کپڑے تبدیل کر لو...... جب آئیں گی تو تمہیں بتا دیں گے۔"

ہارون نے سر ادھر ادھر جھٹکا۔ امی کے یوں ایکا ایکی بنا بتائے نومی کے ساتھ جانے کی تک اسے سمجھ نہ آئی...... وہ کچھ پریشان کچھ مطمئن اپنے کمرے میں جانے کے لئے زینے کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی ساری خوشی بدمزہ ہو گئی تھی۔

کمرے میں آکر اس نے میز پر رکھا بریف کیس اٹھایا اور پلنگ پر بیٹھتے ہوئے بریف کیس گھٹنوں پر رکھ کر کھولا...... اس میں سے وہ کاغذات نکالے جن پر معاہدے کی تفصیلات درج تھیں۔ کل معاہدے پر باقاعدہ طور پر دستخط ہونا تھے۔ ایک کاپی جاپانی پارٹی نے رکھ لی تھی...... دوسری وہ لے آیا تھا......

کاغذات پر سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے پھر انہیں بریف کیس میں رکھ دیا۔

بریف کیس بند کر کے وہی میز پر رکھا اور اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

پندرہ منٹ اور گزر گئے

لیکن

امی ابھی تک نہیں آئی تھیں

وہ جوں جوں وقت گزر رہا تھا پریشان ہو رہا تھا۔ اسی پریشانی میں وہ باہر ٹیرس پر نکل آیا۔

آسمان پر بادل اب بھی چھائے ہوئے تھے۔ بوندا باندی ہو رہی تھی۔ اب ہوائیں بھی چل رہی تھیں فضا خاصی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

وہ کھڑکی کے شیڈ تلے کھڑا دور سے نظر آنے والی سڑک پر نگاہیں جمائے کھڑا امی کا انتظار کرتا رہا۔

پھر واپس کمرے میں لوٹ آیا...... اس نے لباس تبدیل کرنے کا سوچا۔ صبح سے وہ سوٹ بوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اور اب کچھ تھکان اور نیند کا غلبہ بھی محسوس کر رہا تھا۔

وہ شلوار قمیض پہن کر کمرے میں آگیا۔ پل اوور اس نے کندھے پر ڈال لیا۔ وہ امی کا انتظار لاؤنج میں بیٹھ کر کرنے کا سوچ رہا تھا۔ کئی دنوں سے اس نے ایک انگلش مووی لا رکھی تھی۔ وقت گزاری کے لئے اسے دیکھنے کا بھی اس نے ارادہ کیا۔

وہ نیچے آگیا لیکن وی سی آر کی طرف بڑھنے کی بجائے فون کی طرف بڑھا۔ نمبر گھمانے سے پہلے اس نے رحمتے کی طرف دیکھا جو دودھ کا گلاس اس کے لئے لے کر کچن سے باہر آرہی تھی۔

"اماں"

"جی بیٹے"

"امی نومی کے ساتھ ہی گئی ہیں نا......"

"جی نومی بیٹا ہی ساتھ لے کر گیا ہے۔" اس نے دودھ کا گلاس صوفے کی ساتھ والی چکور میز پر رکھ دیا۔

"ہوں" ہارون نے نومی کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔

نمبر مل گیا دوسری طرف سے نومی کے بھائی رومی کی آواز آئی۔

"ہیلو رومی میں ہارون بول رہا ہوں......"

"اسلام و علیکم ہارون بھائی کیا حال ہے......"

"نومی کہاں ہے" ہارون نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ تو ابھی نہیں آئے۔"

"کہاں گیا ہے۔"

"شہر اپنے دوست عارف ہمدانی سے ملنے جانا تھا۔ پپا نے کچھ چیزیں بھی منگوائی تھیں۔ اتنی دیر ہو گئی ابھی تک آئے نہیں......"

"عارف کے ہاں سے پتہ کیا۔"

"وہاں نہیں گئے......"

"وہاں نہیں گئے......"

"تو پھر......"

"پتہ نہیں...... پپا تو پریشان ہو رہے ہیں۔ سو بھی نہیں رہے۔"

"بہت بے وقوف ہے۔ فون ہی کر دیتا کہ کہاں ہے"

"پریشانی بھی تو یہی ہے۔"

"خیر پریشان نہ ہو۔ وہ دس بجے کے قریب ہمارے ہاں تھا۔"

"اچھا......"

"ہاں......"

"پھر...... ابھی آپ ہی کے ہاں ہیں......"

"نہیں وہ امی کو لے کر کسی ہسپتال گیا ہے۔"

"کیا؟"

"مجھے خود بھی نہیں پتہ چل رہا۔ امی بھی کچھ بتا کر نہیں گئیں۔ اس نے پہلے امی کو فون کیا اور پھر آ کر لے گیا......"

"آنٹی نے بھی کچھ نہیں بتایا۔"

"میں ان سے ملا ہی کب ہوں...... میں کوئی ساڑھے گیارہ بجے کے قریب گھر آیا تھا۔ اماں رحمتے سے صرف یہی کہہ گئے ہیں کہ ابھی واپس آتے ہیں......"

"آئیں تو اطلاع دیجئے گا۔ شکر ہے مما نہیں ہیں یہاں ورنہ آپ جانتے ہیں نا ان کی عادت۔

"پریشانی تو ہوتی ہی ہے نا اور......" وہ رک گیا باہر سے گاڑی کے رکنے کی آواز آئی تھی۔ رینو باہر لپکا تھا گیٹ کھولنے کے لئے......

"ہیلو رومی......"

"جی......"

"گاڑی آئی ہے۔ آ گئے ہیں شاید وہ......"

"شکر ہے۔"

"نومی کو ابھی بھیجتا ہوں۔"

"ہاں جلدی سے بھیج دیجئے گا۔ یا رکنا ہوا تو کہئے گا فون کر لیں۔"

"ہاں اچھا۔ انکل کو سلام کہنا۔"

"شکریہ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ"

ہارون نے فون رکھ دیا۔ پورچ میں گاڑی رکنے اور دروازہ کھلنے کے ساتھ اسے امی اور نومی کی آوازیں سنائی دیں۔

کہاں تو وہ اب تک امی کے لئے پریشان تھا۔ کہاں ایکا ایکی ناراض ہو گیا۔ اس کا موڈ واقعی خوشگوار نہ رہا تھا۔ اتنی بڑی خوشخبری امی کو سنانے اور سنا کر داد پانے دعائیں لینے اور بے پناہ پیار کا اظہار امی کی طرف سے پانے سے وہ محروم رہا تھا۔ خوشخبری تو اب بھی سنا سکتا تھا۔ لیکن اب وہ بات نہ تھی۔ اب تو ایک خبر تھی جو امی کے گوش گزار کرنا تھی۔ خوشخبری اور صرف خبر میں جو فرق تھا۔ وہ بخوبی محسوس کیا جا سکتا تھا۔

وہ منہ بنا کر صوفے میں پڑ گیا۔ اس نے پورچ میں جانے اور امی سے بات کرنے سے زیادہ یہی حربہ زیادہ موزوں سمجھا۔ امی اپنے لاڈلے بیٹے کی ناراضگی برداشت تھوڑا ہی کیا کرتی تھیں۔ کتنے پیار دلار سے منایا کرتی تھیں۔ جو خوشی امی کے گھر پر نہ ہونے سے ہارون سے چھن گئی تھی۔ اب وہ اسے اس طرح سے پانا چاہتا تھا۔ کہ امی آئیں۔ تو وہ منہ بنائے سلام کرے اور پوچھے تک نہیں کہ وہ بن بتائے کہاں چلی گئی تھیں۔

پھر

وہ خود ہی اپنی غلطی محسوس کریں گی اور ہارون کو بلائیں گی منائیں گی' پیار کریں گی

اور

ہارون کے اندر کا چھوٹا سا بچہ اس پیار سے تسکین پائے گا۔

کئی منٹ گزر گئے کوئی اندر نہ آیا۔ صرف دینو کی آواز آئی۔ "اے رحمتے باہر آ۔"

رحمتے جو دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ لپک کر دروازے سے باہر نکلی اور پور میں جا پہنچی......

ہارون اب بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا...... روٹھا روٹھا بیٹھا رہا......

چند لمحے اور گزر گئے......

جب کوئی بھی اندر نہ ایا۔ تو ہارون کے من میں خدشے سے ابھرے۔ "پتہ نہیں بات ہے۔" وہ صوفے سے اٹھا۔

لیکن

باہر جانے کی نوبت نہ آئی...... وہ مڑا ہی تھا کہ دروازے میں اس نے امی اور رحمتے دیکھا

جو......

جو

ایک لڑکی کو سہارا دے کر اندر لا رہی تھیں...... لڑکی ادھر ادھر گری جا رہی تھی...... اسس کا سر سینے پر جھک رہا تھا...... اور بال بکھر رہے تھے...... نومی ان کے پیچھے پیچھے اندر رہا تھا۔

"امی......" ہارون کے منہ سے نکلا...... "یہ...... یہ...... کون...... ہے......؟" کچھ نہیں بولیں...... ان کا رخ اپنے بیڈ روم کی طرف تھا۔

ہاں رحمتے نے لڑکی کو سنبھالنے کے لئے اس کا سر اپنے کندھے سے لگایا...... تو...... تو......!!

ہارون کی آنکھیں حیرت سے پھٹ جانے کی حد تک کھل گئیں...... اور وہ بت کی طرح ساکت جہاں تھا۔ وہیں کھڑا رہ گیا۔

کیونکہ وہ!

وہ لڑکی

ملیحہ کے سوا کوئی اور نہ تھی......

ملیحہ کو رحمتے نے کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ انجکشن کے زیر اثر تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور گردن کبھی سینے پر ڈھلک آتی کبھی کندھے پر...... رحمتے نے اس کا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر گدے دار کرسی کی پشت پر ٹکا دیا اور ناگواری سے بولی "یہاں مر......"

بیگم سعیدہ ڈریسنگ روم میں تھیں اور اپنی الماری کا پٹ کھولے ملیحہ کے لئے کپڑے نکال رہی تھیں۔ انہوں نے سیاہی مائل سندوری رنگ کا گرم جوڑا نکالا...... ڈھیلا ڈھالا جوڑا ملیحہ کو پہنایا جا سکتا تھا۔

وہ کپڑے ہاتھ پر ڈالے بیڈ روم میں آگئیں۔

"لو رحمتے۔"

"جی کیا۔"

"اس کے کپڑے بدلوا دو...... گیلے اور کیچڑ والے کپڑے ہیں اس کے۔"

"رہنے دیں جی......"

"اے ہے...... ٹھنڈ لگ گئی تو بیمار پڑ جائے گی۔"

"پڑنے دیں......"

"اے چھوڑ بھی...... اب اسے گھر لے آئی ہوں تو اس کی نگہداشت بھی کرنا پڑے گی۔ رات کی رات ہے صبح چلی جائے گی۔"

"آپ اسے لے کیوں آئیں......"

"بس صورت حال ہی ایسی تھی...... نومی نے مجبور کیا۔"

"یہ نومی کو ملی کہاں......"

بیگم سعیدہ نے نومی کا بتایا ہوا واقعہ اس کے گوش گزار کر دیا۔

"اتنی ہمدردی جتائی تھی...... تو نومی بیٹا اپنے گھر لے جاتا نا اسے۔"

"رحمتے اسکی مجبوری تھی۔ بتا تو رہی ہوں اس کی ماما گھر پر نہیں ہیں۔"

"ہاں وہ تو اپنے بھائی کے گھر گئی ہوئی ہیں مجھے پتہ ہے۔"

"تو پھر...... گھر میں اسکے پپا ہیں اور دو بھائی۔"

"یہ بلا آپ کے سر منڈھ رہی۔" اس نے بیزاری ظاہر کی۔

بیگم سعیدہ کے چہرے پر بھی خوشگوار تاثر نہیں تھا...... ماتھے پر شکنیں تھیں...... اور بیزاری کی کیفیت ان کے چہرے سے عیاں تھی۔

"لے پکڑ...... ہلا جلا اسے...... اور کپڑے تبدیل کروا دے۔"

"وہ تو دم سادھے پڑی ہے ہلانے جلانے سے اٹھی کہاں ہے۔"

"اسے ڈاکٹر نے نیند کا انجکشن دے دیا ہے۔ سو رہی ہے۔ بس جیسے بھی ہو کپڑے تبدیل کروا دے۔"

"سوئے گی کہاں"

"یہیں میرے ساتھ اسی بیڈ پر...... اس کی حالت کچھ ٹھیک نہیں۔"

"کیوں کیا مرگی پڑی......"

"یادداشت شاید کھو چکی ہے۔"

"ہائے اللہ......"

"خدا کرے رات بھر سونے سے صبح ٹھیک ہو۔ ڈاکٹر نے امید تو یہی ظاہر کی ہے۔ بصورت دیگر......"

"کیا ہو گا......"

"یادداشت نہ لوٹی تو بتا نہیں سکے گی۔ کہ یہ حادثہ کیسے پیش آیا۔"

"ہمیں کیا...... نہ یاد آئے۔"

"ہوں"

سعیدہ نے کپڑے رحمتے کو پکڑا دیئے۔ ڈاکٹر قاسم سے ان کی تفصیلی بات ہوئی تھی اس نے کہا تھا۔ کہ گرنے سے اس کے دماغ کے پچھلے حصے میں اگر چوٹ لگی ہے تو پھر اس کی یادداشت کھو بھی سکتی ہے۔

"پھر کیا ہو گا" بیگم سعیدہ نے تشویش ظاہر کی تھی۔ اور نومی نے بھی پریشان ہو کر کہا تھا "یہ ٹھیک نہ ہوئی تو......"

ڈاکٹر قاسم نے انہیں بڑی تفصیل سے اس بارے میں بتایا تھا۔ یاد لوٹانے کا کوئی علاج نہیں تھا...... یہ چند گھنٹوں چند مہینوں میں بھی لوٹ سکتی تھی۔ اور لوٹ نہیں بھی سکتی تھی...... کوئی معمولی سا واقعہ بھی یاد لوٹانے میں مددگار ہو سکتا تھا اور نہ لوٹنے کی صورت میں بھی پیدا ہو سکتی تھی۔

بہرحال معاملہ مخدوش ہی تھا۔ گو ڈاکٹر کو قوی امید تھی کہ صبح جب وہ بیدار ہو گی تو حواس بحال ہو چکے ہوں گے اور اس کا ذہن نارمل طریقے سے کام کر رہا ہو گا۔

"اگر صبح کوئی پرابلم ہوئی تو مجھے مطلع کیجئے گا......" اس نے کہا......

"بہتر......" بیگم سعیدہ نے بے دلی سے جواب دیا تھا......

ملیحہ کو گھر لانے میں قطعاً" راضی نہ تھیں۔ لیکن معاملہ اس طرح رخ اختیار کر گیا تھا کہ اس کے سوا چارہ بھی نہ تھا۔

اب وہ اسے گھر تو لے آئی تھیں۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ صرف رات کی رات اسے رکنا ہے۔ پھر بھی انہیں ہارون کی وجہ سے پریشانی ہو رہی تھی...... اپنے کمرے میں ملیحہ کو لے کر آتے وقت انہوں نے اک دزدیدہ سی نگاہ ہارون پر ڈالی تھی...... اور انہیں بیٹے کے رد عمل سے آگہی ہو گئی تھی...... اس لئے اب وہ کچھ زیادہ ہی پریشان اور اس لڑکی سے زیادہ ہی بیزار نظر آ رہی تھیں...... عادتاً" اور فطرتاً" شفیق تھیں۔ اس لئے رحمتے کی طرح بیزاری کا اظہار کرنا ان کے بس میں نہیں تھا......

"چلو اس کے کپڑے بدل دو......" بیگم سعیدہ نے کہا۔ "ہاں تولیہ گیلا کر کے لاؤ ذرا پہلے اس کے بال رگڑ کر صاف کر دو...... ساری مٹی بھری ہے۔"

"نہلا ہی نہ دوں......" وہ غصے سے بولی۔

"بھائی اب اس طرح کرنے سے کیا ہو گا۔"

"میرا تو جی چاہ رہا ہے سوئی سوئی کی گردن مروڑ دوں......" پھر رحمتے نے زیر لب اسے گالی دی......

"اوں ہوں" سعیدہ نے اسے روکا...... "جاؤ تولیہ بھگو کر لے آؤ...... ایک کنارہ گیلا

کرنا۔ میری الماری سے تولیہ لے لو......"

رحمتے خونخوار سی نظریں ملیحہ پر ڈالتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف چلدی سعیدہ ملیحہ کے قریب آ کر کھڑی ہو گئیں۔

ملیحہ کی گردن کرسی کی پشت پر ٹکی تھی...... اس کی خوبصورت آنکھیں بند تھیں۔ اور لمبی لمبی نوکیلی پلکوں کی جھالریں اس کے چمپئی گالوں پر سایہ کر رہے تھے۔ اس کی پیشانی پر بال بکھرے تھے۔ جو پیچھے سے مٹی میں لت پت تھے۔ اس کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ اور آنکھ قدرتی نمی اور بھیگی بھیگی سرخی اس وقت معدوم تھی۔ اس کی نازک اور صراحی دار گردن صوفے کی پشت پر پڑنے سے کچھ زیادہ ہی لمبی نظر آ رہی تھی۔ اس کا ایک بازو کرسی سے نیچے لٹک رہا تھا اور دوسرا گود میں دھرا تھا۔

"کتنی حسین ہے اور کیسی معصوم نظر آ رہی ہے۔" بیگم سعدیہ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں اعتراف کیا......

"کاش یہ جیسی دکھائی دے رہی ہے اندر سے بھی ایسی ہی ہوتی......" انہوں نے ایک تلخ اور تیز نگاہ اس پر ڈالی۔

رحمتے تولئے کا کنارہ گیلا کر کے لے آئی۔

"کیا کروں اب" اس نے پوچھا۔

بیگم نے اس سے تولیہ لے لیا۔ اور اس کا چہرہ صاف کرنے لگیں۔ کنپٹی سے نیچے جو زخم تھا اس کے ارد گرد ملائمت سے تولئے کی کنی پھیری۔ پھر اسکا رخ بدل کر اس کے بال تولئے میں ڈال کر رگڑنے لگیں۔ شولڈر کٹ بال اتنے ملائم تھے۔ کہ ریشمی لچھوں کا گمان ہوتا تھا......

جلد ہی انہوں نے کیچڑ صاف کر دیا...... پھر رحمتے سے کہا "یہ لائٹ بند کر دو...... اور وہ پرلی میز والا ٹیبل لیمپ جگا دو......"

"کیوں"

"بھائی اس کے کپڑے تبدیل کرنا ہے......"

"ہونہہ......" رحمتے نے اتنے طنز سے کہا کہ بیگم سعیدہ اس پر نگاہ ڈال کر رہ گئیں رحمتے نے ان کے کہنے پر بتی بند کر دی۔

دنوں نے مل کر اس کر کپڑے بدلے۔ وہ اسی طرح بے جان سی ان کے ہاتھوں میں ادھر سے ادھر لڑھکتی رہی۔

دونوں نے مل کر اسے بیڈ پر ڈالا......

بیگم سعیدہ نے اس کی گردن تلے نرم نرم تکیہ رکھ دیا...... اور کمبل سینے تک ڈال دیا۔ سارا کام انہوں نے بادل نخواستہ ہی کیا......

"اس کے کپڑے لے جاؤ...... صبح کھنگال کر ڈال دینا......"

"زیادہ کیچڑ نہیں لگا ہوا۔ صبح تک کیچڑ سوکھ کر جھڑ جائے گا۔ پہن لے گی یہی......"

اس کی ناگواری کسی طور پر دور نہ ہو رہی تھی۔

"رحمتے......"

"جی"

"اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ تیری بیزاری سے کیا ہوگا...... کہا ہے نا رات کی رات ہے۔ گذر جائے گی۔ بس دعا کر...... صبح یہ اپنے حواس میں ہو...... ورنہ......"

"ورنہ کیا ہوگا......"

"اب میں کیا بتاؤں۔ صبح نومی آئے گا......"

"اور ہارون بیٹا......"

"وہ...... تو......"

بیگم سعیدہ کچھ کہنے ہی کو تھیں۔ کہ ہارون کی تیز بولنے کی آواز آئی...... اس کا انداز لڑنے کا سا تھا۔

"ہائے میں مرگئی......" رحمتے نے سینے پر ہاتھ مارا...... "مجھے یہی ڈر تھا......"

"نومی یہیں ہے ابھی" بیگم سعیدہ دروازے کی طرف لپکتے ہوئے بولیں "ہارون اسی سے الجھ رہا ہوگا......"

بیگم سعیدہ تیز تیز قدم اٹھاتے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھیں۔

ہارون کا تیز و تند لہجہ سن کر وہ ٹھٹک گئیں۔

وہ نومی پر برس رہا تھا۔ غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا "مرجانے دیتے اسے سڑک کے کنارے پر ہی...... تم کیوں اٹھا لائے اسے اور پھر سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے

اسے ہمارے گھر لا ڈالا...... نومی میں تمہیں کبھی نہیں بخشوں گا...... تمہاری یہ حرکت......"

وہ شاید نومی پر ہاتھ اٹھانے کو لپکا تھا۔

کہ

بیگم سعیدہ نے جلدی سے اندر جاتے ہوئے اس کا اٹھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا اور جلدی سے بولیں۔

"پاگل ہو گئے ہو ہارون......"

"ہاں...... ہاں ہو گیا ہوں" وہ چیختے ہوئے بولا۔

"تحمل سے کام لو ہارون بیٹے۔" بیگم سعیدہ نے زبردستی اسے صوفے پر بٹھا دیا اور خود بھی اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کی گردن میں اپنا بازو حمائل کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

ہارون اندر ہی اندر بلک اٹھا اور نڈھال ہو کر اس نے اپنی گردن ماں کے کندھے پر ڈال دی......

نومی نادم نادم سا سر جھکائے کھڑا تھا۔

"بیٹھو بیٹے" بیگم سعیدہ نے ہارون کا سر تھپتھپاتے ہوئے نومی سے کہا۔

نومی بیٹھتے ہوئے روہانسی آواز میں بولا "آنٹی آپ کو تو میں نے سارا واقعہ بتا دیا تھا نا...... اس کے سوا میں اور کیا کرتا......"

"چلو...... جو ہوا سو ہوا...... میں بھی تو اسی وجہ سے کترا رہی تھی۔ مجھے اس کے جذبات کا پورا پورا احساس تھا......"

ہارون کچھ نہیں بولا...... وہ بے آواز اور بے آنسوؤں کے سسک رہا تھا۔ اب وہ غصے میں نہیں تھا۔ دکھ کے دھاروں پر بہہ رہا تھا۔

"ہارون بیٹے تم اپنے دوست اور بھائی کو مورد الزام نہ ٹھہراؤ...... کیوں اس بیچارے پر برس رہے تھے...... سارے حالات اس نے تمہیں سنا دیئے ہوں گے......"

"آنٹی...... میں نے سب پتہ بتا دیا تھا۔ پھر بھی اس سے معافی مانگتا ہوں...... بس حادثہ ہی ایسے ہوا...... کہ اور کچھ کیا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ میں پریشانی کے عالم میں یہی سوچ سکا اور یہی کیا......"

"چلو کوئی بات نہیں۔ میرے خیال میں اب تم گھر جاؤ۔ وہ لوگ بھی پریشان ہوں گے۔"

"میں گھر فون بھی نہیں کر سکا...... پپا الگ ناراض ہوں گے اور پریشان بھی ہو رہے ہوں گے۔

"جاؤ بیٹے......"

"صبح آؤں گا آنٹی" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں آجانا......"

"ملیحہ کے گھر کا مجھے تو پتہ نہیں......"

"میں جانتی ہوں......"

"میں آجاؤں گا...... پھر آپ ساتھ چلئے گا۔ اسے وہاں چھوڑ آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"خدا حافظ۔"

"خدا حافظ"

نومی دروازے سے باہر نکلا۔ دینو نے گیٹ کھول دیا۔

بیگم سعیدہ ہارون کو اسی طرح لئے بیٹھی تھیں۔ وہ نڈھال اور اور بے حال ہو رہا تھا۔
"ہارون" سعیدہ نے اس کا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اپنے سامنے کیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولیں "تمہیں اتنا جذباتی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ بیچارے نومی کو خواہ مخواہ لتاڑ دیا۔ تم جانتے ہو وہ تمہارا مخلص دوست ہے...... اور یہ جو سب کچھ ہوا...... اچانک اور حادثتاً ہوا...... اس میں اس نے دانستہ تو کچھ نہیں کیا۔

"ہارون نے ماں سے الگ ہوتے ہوئے سر جھکا لیا گود میں رکھے اپنے دونوں ہاتھ بے چینی سے ملنے لگا...... اس کے اندر جتنی ہلچل تھی۔ سعیدہ بیگم کو بخوبی اندازہ تھا۔ اسی لئے وہ پیار سے اسے بہلانے پھسلانے لگیں۔

کچھ دیر وہ دونوں وہیں بیٹھے رہے۔ پھر بیگم سعیدہ نے جب سمجھا۔ کہ ہارون نے اپنے آپ کو کچھ سنبھال لیا ہے تو وہ اٹھیں......

"اٹھو بیٹے...... جاؤ جا کر سو جاؤ...... تم سارے دن کے تھکے ہوئے ہو گے۔

ہارون خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

سعیدہ بیگم نے جانے کو قدم اٹھایا۔ ہارون بھی ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ وہ بیحد شکستہ اور بکھرا بکھرا لگ رہا تھا۔

بیگم سعیدہ نے اس کا دھیان بدلنے کو کہا "وہ کیا بنا تمہارے کام کا۔ آج تمہارے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے نا...... اور ہاں کھانا کہاں کھایا تھا......"

ہارون نے اک گہری ٹھنڈی سانس لی اور رک کر ماں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "امی آج میں اتنا خوش گھر لوٹا تھا...... اپ کو بہت بڑی خوشخبری سنانا تھی...... لیکن اس کم بخت نے......"

"گولی مارو اسے۔ یہ تو بتاؤ کون سی خوشخبری سنانے والے تھے۔" سعیدہ نے بھی قدم روک لئے۔

"امی......" ہارون نے مسکرانے کی کوشش کی......" آج جاپانی فرم سے مجھے ایک بہت بڑا آرڈر ملا ہے۔"

"واقعی"

"ہاں امی۔ میں نے اس کے متعلق آپ کو بتایا نہیں تھا۔ تین ماہ سے کوشش میں لگا تھا۔ آج وہ جاپانی پارٹی خود آئی تھی...... ساری باتیں تفصیل سے طے ہو گئیں۔ کل صبح گیارہ بجے معاہدے پر دستخط ہو جائیں گے......"

"خدا مبارک کرے"

"جانتی ہیں اس سے کتنا بڑا پرافٹ ملے گا......"

"اللہ نصیب کرے میرے بچے......" انہوں نے پھر بیٹے کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی چوم لی......

"میری ساری خوشی غارت ہو گئی...... اس منحوس کی شکل دیکھ کر۔" ہارون نے دلفگار لہجے میں غصہ کا اظہار کیا

تو

بیگم سعیدہ جان بوجھ کر مسکراتے ہوئے بولیں۔ "اسے منحوس کہہ رہا ہے۔ اتنی بڑی خوشخبری اس کے آنے پر ہی مجھے تو ملی ہے......"

ہارون نے منہ بنا کر ماں کو دیکھا۔ لیکن وہ غصے میں نہیں آیا۔ جانتا تھا امی اسے بہلانے

کے لئے مذاق کر رہی ہیں......

ورنہ

امی

اس سے کچھ کم تو ملیحہ سے متنفر نہ تھیں۔

دفتر جانے کے لئے تیار ہو کر ہارون نیچے اترا۔ آج رات اس پر جتنی بھاری ہوئی تھی۔ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ وہ ٹھیک طور پر سو نہ سکا تھا۔ گزرے ہوئے ایک ایک لمحے کا حساب وہ اپنی بے خواب آنکھوں سے چکا تا رہا تھا۔ ملیحہ کے سلسلے میں وہ ماضی کے خوبصورت ترین اور بدترین نقش اپنے ذہن سے نوچ کر پھینک چکا تھا۔ شعوری کوششوں سے ہر بھلی بری بات بھلا چکا تھا۔ اپنی دانست میں وہ مکمل طور پر ماضی کے ان خوشگوار اور ناگوار لمحوں سے، کنارہ کشی کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

لیکن

یہ

اس کی بھول ہی تھی شاید

کیونکہ

آج ماضی کی اس ساحرہ کو دیکھ کر یوں لگا تھا۔ اس کا ذہن کچا پھوڑا ہے۔ ماضی کا ہر ورق جھیر جھیر ہے۔ لیکن اس پر نوشتہ ہر چیز اب بھی پوری توانائی سے بدل رہی ہے چیخ رہی ہے۔

وہ رات بھر اپنا تجزیہ کرتا رہا۔ اپنے آپ سے الجھتا رہا۔ اپنے آپ کو ٹٹولتا رہا وہ جو تعلقات منقطع کر چکا تھا۔ اس کا سرا کہاں پہ ابھی تک اٹکا ہوا تھا؟ اس نے رات بھر اس سرے کو ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی۔

اور

وہ

اسے ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔

یہ سرا

ابھی تک بلاشبہ اٹکا ہوا تھا۔

لیکن

محبتوں اور چاہتوں کی کنڈی میں نہیں......

نفرت اور انتقام کے ساتھ......

اس نے رات بھر اپنی نفرتوں کا اندازہ کیا تھا...... انتقام کی تندی کو جانا تھا...... اور اِ ناطے وہ اب تک ملیحہ سے منسلک تھا...... شعوری اور لاشعوری طور پر......

رات بھر وہ مضطرب و بے چین رہا...... غصہ ابال کی صورت اٹھتا رہا...... جسے بڑ مشکل سے وہ فرد کرتا رہا

وہ صاحب فہم و ذکا تھا...... عقل و دانش کے تقاضوں سے بھی بے بہرہ نہیں تھا جذباتی ہو تو رہا تھا...... لیکن جذبات میں بہک کر کوئی الٹی سیدھی حرکت کرنے سے بھی اپ آپ کو روک رہا تھا......

اپنے آپ سے جنگ کرنا آسان نہیں ہوتا...... اس جنگ میں دو طرفہ وار اپنے اوپر ہوتے ہیں۔ اور جنگ کی تباہ کاریوں سے اپنا آپ ہی متاثر ہوتا ہے۔ کان ادھر سے پکڑیں ادھر سے بات تو ایک ہی ہوتی ہے نا......

ہارون کی بھی کچھ ایسی ہی حالت تھی...... جنگ وہ کرتا رہا تھا۔ اور اپنے اوپر زبردستی فیصلہ بھی مسلط کر رہا تھا...... لیکن اس کا اپنا آپ ڈھٹائی سے اس کے سامنے مدمقابل بھی رہا تھا۔

اسی لئے

اس نے فیصلہ کیا کہ اسی سے دوٹوک بات کرے گا......

وہ تیار ہو کر نیچے آیا...... اس کی ذہنی اور دماغی حالت ایسی ہو رہی تھی۔ کہ اسے کو مسکن دوائی لے کر دن بھر بستر میں پڑا رہنا چاہئے تھا۔

لیکن

وہ گھر میں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے آج گیارہ بجے اس نے معاہدے بھی کرنا تھ جاپان کی پارٹی پورے دس بجے دفتر آ رہی تھی۔ اور یہ بڑا اہم اور ضروری کام تھا۔ جسے پ پشت نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔ اس کی بزنس اس معاہدے سے نیا موڑ لے رہی تھی......

اس نے بریف کیس لاؤنج میں میز پر رکھ دیا۔ باورچی خانے میں رحمتے ناشتہ بنا رہی تھی...... دینو اس کے پاس ہی کھڑا سڑک سڑک چائے پی رہا تھا۔ وہ اسے باتیں بھی کر رہی تھی...... باتوں کا موضوع رات والا قصہ ہی تھا۔

ہارون نے ایک نظر باورچی خانے پر ڈالی۔ امی وہاں نہیں تھیں۔ اس لئے وہ ان کے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔

دروازہ کھلا تھا

وہ اندر آگیا۔

امی وہاں نہیں تھیں۔

ہاں

بیڈ پر وہ بے خبر پڑی تھی......

ہارون کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے۔ اس کی نظریں آپوں آپ اس کے چہرے پر ٹک گئیں......

وہ بے خبر سو رہی تھی...... اس کے ریشمی بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی خوبصورت آنکھیں بند تھیں...... وہ کروٹ کے بل تھی۔ گلابی سبز اور سنہرے پھولوں والا گرے کمبل اس کے سینے سے کھسک گیا تھا...... اس کا بازو آگے کو تھا...... اور دوسرا ہاتھ جو سر تلے رکھا تھا۔ اس کے قریب ہی پڑا تھا۔

ہارون نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔ وہ اتنی حسین اتنی پرکشش اتنی دلفریب تھی۔ کہ نظر ہٹائے نہ ہٹتی تھی...... خوبصورتی کے ساتھ اس کے چہرے پر اتنا معصوم پن تھا۔ اتنی سادگی تھی...... کہ دیکھنے والے کو ازخود اس سے ہمدردی ہو جاتی تھی۔

شاید

یہی ہمدردی ہارون نے اپنے اندر سر اٹھاتی محسوس کی...... اسی لئے وہ جھلا کر پیچھے ہٹا اس کے من میں یہ آواز گونج اٹھی "کاش تمہارا باطن بھی اتنا ہی معصوم اور خوبصورت ہوتا......"

وہ

ماں کا انتظار کئے بغیر باہر چلا آیا۔ امی شاید باتھ روم یا شاید ڈریسنگ روم میں تھیں......

اس نے امی کو پکارا بھی نہیں......

وہ بریف کیس اٹھا کر جانے ہی کو تھا۔ کہ رحمتے کچن سے نکل آئی "ہارون بیٹے ناشتہ لگا دیا ہے......"

"امی کہاں ہیں......" اس نے پوچھا۔

"باہر لان میں ہوں گی...... تھوڑی دیر پہلے تو ادھر ہی تھیں...... آپ بیٹھیں میز پر ناشتہ رکھ دیا ہے ان کا بھی...... میں بلاتی ہوں انہیں......"

ہارون کا جی ناشتے کو بالکل نہیں چاہ رہا تھا۔ ہاں چائے کی طلب ہو رہی تھی اس لئے وہ کھانے کے کمرے میں چلا آیا۔

وہ ہمیشہ امی کے ساتھ ہی ناشتہ کیا کرتا تھا۔ اس لئے کرسی پر بیٹھ کر اخبار دیکھنے لگا۔ جو دینو روز کی طرح ٹیبل پر رکھ گیا تھا۔

رحمتے بیگم سعیدہ کو بلا لائی۔ وہ کچھ پھول توڑ کر لائی تھیں۔ ناشتے کی میز کے دوسرے سرے پر رکھے گلدان میں لگانے کے لئے۔

بیگم سعیدہ اندر آئیں۔ تو ہارون نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے انہیں سلام کیا......

"جیتے رہو" جواب دیتے ہوئے بیگم سعیدہ نے دانستہ خوشگوار موڈ بنایا۔ وہ جانتی تھیں کہ ہارون پر یہ رات کیسے گزری ہوگی......

جواباً ہارون نے بھی مسکرا کر انہیں دیکھا...... لیکن امی کا چہرہ دیکھ کر وہ دل ہی دل میں پریشان ہو گیا۔ لگتا تھا وہ بھی رات بھر نہیں سوئیں۔ سوچیں اور تفکر ان کے چہرے کی غیر محسوس سی جھریوں میں بڑے نمایاں تھے۔

"بیٹھیے" ہارون نے کہا وہ گلدان میں پھول سجا رہی تھیں۔

"تم شروع کرو......" وہ بولیں۔

"آپ آئیں تو"

"لو آ گئی"

وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

رحمتے نے ٹوسٹ سینکنے کے لئے ٹوسٹر آن کر رکھا تھا...... بیگم سعیدہ خاصے سرخ اور

کرکرے ٹوسٹ پسند کرتی تھیں۔ اسی لئے اس نے ہارون کے لئے تو ٹوسٹ گرم کر کے نکال دیئے بیگم سعیدہ کے ٹوسٹ ٹوسٹر ہی میں رہنے دیئے۔

بیگم سعیدہ نے ہارون کے لئے چائے بنائی۔ وہ ہمیشہ ہی اس کے لئے چائے بنایا کرتی تھیں...... چینی تک وہی ڈالا کرتی تھیں...... بیگم سعدیہ اکثر کہا کرتی تھیں "اب تو خود بنا لیا کرو چائے......"

"اوہ ہوں" وہ چھوٹے سے بچے کی طرح کہا کرتا۔

"کیوں"

"مزہ ہی نہیں آتا...... جب تک آپ چائے نہ بنا کر دیں......"

"تمہارا بس چلے نا تو پیو بھی میرے ہاتھ سے"

"بس کیا چلے...... یہی جی چاہتا ہے۔ لیکن آپ تو اب لفٹ ہی نہیں دیتیں۔"

جب وہ ایسے کہتا تو بیگم سعیدہ کو اس پر بے تحاشا پیار آ جایا کرتا۔ اور وہ پیالی اٹھا کر اس کے منہ سے اس طرح لگا دیا کرتیں۔ جیسے گود کے بچے کے منہ سے فیڈر لگایا جاتا ہے۔

ہارون کو اس طرح گھونٹ گھونٹ چائے پینے میں بہت مزہ آتا تھا۔ ماں سے پیار کا یوں اظہار اس کی کمزوری تھی۔

چائے بنا کر سعیدہ نے پیالی ہارون کے سامنے رکھ دی اور پھر اسکے ٹوسٹ پر مکھن لگانے لگیں۔

"ٹوسٹ رہنے دیں امی...... میں صرف چائے پیوں گا۔"

"کیوں"

"بس...... بھوک نہیں......"

"بھوک ہے" بیگم سعیدہ نے ٹوسٹ اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔ ہارون نے ان کے ہاتھ سے ٹوسٹ لے لیا۔ لیکن بیگم سعیدہ نے ٹوسٹ واپس پلیٹ میں رکھنے نہیں دیا۔

"ناشتہ کر کے جاؤ......" وہ بولیں "پتہ ہے نا آج تم بڑے اہم معاہدے پر دستخط کرنے والے ہو۔"

"جی...... آپ کی دعا ہے۔" ہارون بولا۔

"کسی اہم کام کے لئے گھر سے نکلیں تو پیٹ بھرا ہونا چاہئے" وہ ہنس کر بولیں "شگون

کے لئے......"

"اوہ امی......" وہ سہلاتے ہوئے بولا......"بدشگونی تو پہلے ہی ہو گئی......"

"وہ...... کیسے؟" وہ جان بوجھ کر اس کی بات نہ سمجھنے کا اظہار کرتے ہوئے بولیں۔

"رات آپ نے کیا کیا؟"

"جو کچھ بھی کیا۔ ضرورت اور حالات کے تحت کیا...... اسے ذہن سے نکال دو اور اپنے کام کی طرف دھیان دو......"

"امی"

"جی"

"ایک بات کہہ دوں"

"بے دھڑک کہہ دو......"

"شام جب میں واپس آؤں تو......"

"تو......"

"تو یہ لڑکی اس گھر میں نہ ہو......"

بیگم سعدیہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا وہ چائے کا گھونٹ لے رہا تھا...... چند لمحے وہ چپ رہیں......

"سن لیا ہے نا امی......"

"ہاں......"

"اسے میرے آنے سے پہلے یہاں سے چلتا کرنا ہے آپ نے......"

"ہارون بیٹے...... میں بھی اسے یہاں روکنے کے حق میں تو نہیں ہوں......"

"ہونا بھی نہیں چاہئے......"

"تم بے فکر رہو...... چلی جائے گی آج ہی...... ابھی تو وہ سو رہی ہے......"

"ہوں"

"نومی نو دس بجے تک آ جائے گا......"

"دفتر سے آج چھٹی کرے گا"

"شاید...... صبح فون تو یہی کیا تھا اس نے"

"فون کیا تھا......"

"ہاں...... وہ بیچارہ تو اپنے آپ کو تمہارا مجرم سمجھ رہا ہے۔ تم نے رات اس کے ساتھ بہت زیادتی بھی کی...... بیٹے تحمل اور بردباری......"

"چھوڑیں امی......"

"نہیں میرے بچے...... زندگی میں ایسے ایسے واقعات تو پیش آتے ہی رہتے ہیں۔ ان سے بطریق احسن نپٹنا ہی خوبی ہے۔ یہ لڑکی کیا ہے تم جانے دو...... تم کیا ہو صرف یہ بات پیش نظر رکھو...... بروں سے بری طرح پیش آنا آسان ہے۔ لیکن بروں کے ساتھ اچھا بننا مشکل ہے......"

وہ پیالی خالی کر کے واپس پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولا۔"اس معاملے میں میں ہر انتہا تک جا سکتا ہوں امی......"

اس کے لہجے سے بیگم سعیدہ کچھ گھبرا سی گئیں۔ جلدی سے بولیں۔"تم...... نارمل رہنے کی کوشش کرو......"

دونوں چپ ہو گئے...... ہولے ہولے ناشتہ ختم کیا...... بیگم سعیدہ نے چائے کی پیالی پھر بھر دی...... جسے ہارون نے خاموشی سے پی لیا۔

ناشتے کے بعد چند منٹ دونوں میز پر ہی رہے۔ لیکن بہت کم باتیں کیں پھر ہارون اٹھ کھڑا ہوا......"چلوں اب......"

وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں......"

دونوں لاؤنج میں آ گئے...... دینو نے بڑھ کر بریف کیس اٹھایا اور گاڑی میں رکھنے کے لئے لے چلا۔

"اچھا امی...... خدا حافظ" ہارون نے جانے کے لئے قدم اٹھا۔

"ہارون بیٹے"

"جی......"

"معاہدے پر دستخط ہو جائیں تو مجھے فون کرنا......"

"ظاہر ہے کروں گا" وہ مسکرایا......"سب سے پہلے تو آپ ہی کو اطلاع دوں گا امی......"

بیگم سعیدہ نے اسے دعائیں دیں اور اس کے کندھے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ بے فکر کر جاؤ بیٹے خدا تمہیں کامیابیوں سے یوں ہی ہمکنار کرتا رہے......"

ہارون ان کے ہاتھ کو پکڑ کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولا "آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو کامیابیاں میرے قدم چومتی رہیں گی......"

پھر

ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے لئے بولا......"امی میں نے جو کچھ آپ سے کہا ہے اس میں تاخیر نہ ہو......"

"ٹھیک ہے۔ تم رات کو آؤ گے تو وہ یہاں نہیں ہو گی......" وہ بولیں "نومی اور میں اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچا آئیں گے۔"

ہارون نے ماں کے ہاتھ چھوڑ دیئے...... اور لاؤنج سے باہر نکل گیا......

بیگم سعیدہ نے اک گہری سانس چھوڑی...... اور اسے گاڑی میں بیٹھ کر آفس جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔

بیٹے کے لئے دعائیں ان کے دل کے ہر گوشے سے نکل رہی تھیں۔

"اوہ...... ہائے" ملیحہ نے کروٹ بدلی...... ہلکی سی کراہ اس کے منہ سے نکلی...... وہ دوسری طرف رخ کر کے پڑ گئی...... سوتے سوتے میں اس نے کمبل کھینچ کر سر تک کر لیا...... چند منٹ وہ اس طرح پڑی رہی

پھر

کمبل سر سے اتار کر سینے پر الٹتے ہوئے وہ چت لیٹ گئی...... سر کو تکیئے پر دو تین بار ادھر ادھر مارا...... اس کی آنکھیں دو ایک بار کھلیں۔ پھر بند ہو گئیں۔ کچھ دیر وہ اسی انداز میں پڑی سوتی رہی۔

دن کے دس بجنے والے تھے۔ سورج اونچا آ گیا تھا۔ اور مطلع صاف ہونے کی وجہ سے اس کی چمکیلی دھوپ بڑی خوشگوار لگ رہی تھی۔ سورج کے رخ کھلنے والی ساری کھڑکیاں بیگم سعیدہ نے کھول کر پردے ہٹا دیئے تھے۔ بڑے دنوں بعد اتنی سنہری اور خوشگوار تمازت والی دھوپ نکلی تھی......

رحمتے کچن کا کام نپٹا چکی تھی' صفائی ستھرائی کر کے لاؤنج میں آ گئی۔ بیگم سعیدہ لاؤنج کی بڑے بڑے شیشوں والی کھڑکی کے قریب رکھے صوفے پر بیٹھی آج کا اخبار دیکھ رہی تھیں۔ جمعدارنی ابھی نہیں آئی تھی۔ رحمتے صوفوں کرسیوں کے کشن ٹھیک کر کے رکھنے لگی۔ چیزوں پر پڑی چیزیں بھی ٹھیک کیں۔ دودھ کا خالی گلاس اٹھایا۔ کونے والی ٹیبل پر رکھی خالی چائے کی پیالی بھی اٹھالی۔ وہ سب چیزیں واپس کچن میں لے گئی اور برتن دھو کر رکھ دیئے...... اب وہ فارغ تھی۔

لاؤنج میں آئی تو بیگم سعیدہ نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے وال کلاک پر نظر ڈالی...... پھر رحمتے سے بولی "جاؤ ذرا اسے دیکھ تو آ...... اٹھ گئی یا سو رہی ہے

ابھی...... "رحمتے نے برا سا منہ بنایا...... "سو ہی رہی ہو گی۔ اٹھی ہوتی تو باہر نہ آجاتی۔"

"تو دیکھ تو جا کر......"

"اچھا جی"

"ہاں اگر سو رہی ہو۔ تو خود نہیں جگانا انجکشن کا اثر زائل ہو گا تو خود اٹھ جائے گی۔"

"اے ہے بیگم صاحب جی...... آپ کو تو بڑی ہمدردی ہو رہی ہے اس سے۔ رات سوتی رہی۔ ابھی تک انجکشن کا اثر ہی زائل نہیں ہوا ہو گا۔"

بیگم سعیدہ کو رحمتے کی باتوں اور انداز پر ہنسی آ گئی...... مسکرا کر اسے دیکھا اور بولیں "رحمتے وہ ہمارے ہاں آئی ہے۔ وہ جیسی بھی ہے اس کی نگہداشت تو ہمارا فرض بن گیا نا...... خدا کرے وہ حواس میں آ جائے...... تو اسے چلتا کر دیں گے۔ گلے کا ہار تھوڑا ہی ہے۔"

رحمتے سر جھٹک کر اندر چل دی۔

ملیحہ چت پڑی تھی۔

رحمتے نے نظر بھر کر اسے دیکھا دل ہی دل میں کہہ اٹھی۔ "ہائے کیسی پیاری صورت ہے۔ لیکن گن...... توبہ......"

"اوں...... نہ......" ملیحہ کے لبوں سے آواز نکلی۔ اس نے دروازے کے رخ کر لی...... اس کی پلکیں لرزنے لگیں۔

دوسرے لمحے اس نے آنکھیں کھول دیں۔

رحمتے نے دروازے کے قریب کھڑی ہو کر اسے دیکھا...... نہ اسے بلایا نہ جگایا۔

ملیحہ نے آنکھیں پھر بند کر لیں۔ لیکن جلد ہی اک جمائی لیتے ہوئے اس نے ہاتھ اونچے کئے اور آنکھیں پوری کی پوری کھول دیں۔

پھر

وہ کمبل جھٹک کر ایک دم ہی بستر میں اٹھ بیٹھی۔ اس نے پوری آنکھیں کھول کر کمرے میں چاروں طرف دیکھا......

پھر اس کی نظریں رحمتے پر ٹک گئیں......

چند لمحے وہ اسے دیکھتی رہی...... پھر چاروں طرف دیکھا۔ اب اس کی نظریں

تھیں اس نے مڑ کر بیڈ کے تختے کو چھوا......

پھر

اپنے آپ پر نگاہ ڈالی۔ پھولدار گرے کمبل پر ہاتھ مارا......

اس کی آنکھوں میں حیرانی اور تجسس تھا...... اس نے بار بار آنکھیں کھولیں اور میچیں۔ پھر ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اپنا ماتھا دبانے لگی۔

"میں...... میں کہاں ہوں......" وہ بڑبڑائی۔ تو رحمتے نے آگے بڑھ کر ایک غصیلی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا "جہاں تمہیں نہیں ہونا چاہئے۔"

"ج...... جی......" وہ ہراساں ہو کر اسے تکنے لگی۔ "آپ...... کون...... ہیں"

"رحمتے ہوں میں...... تو اوروں کو بھلا بیٹھی تھی۔ مجھے کیا یاد رکھا ہو گا۔"

"جی؟؟" وہ آنکھیں پھاڑے رحمتے کو تک رہی تھی۔

"اب اٹھ بھی جاؤ۔ دس بجنے والے ہیں......" رحمتے نے تلخی سے کہا۔

"دس بجنے والے ہیں......" اس نے رحمتے کے لفظ دہرائے...... لیکن بستر میں اس طرح بیٹھی ٹکر ٹکر اسے تکنے گئی......

"رحمتے......" لاؤنج سے بیگم سعیدہ نے اسے پکارا۔

"جی بیگم صاحب جی...... اٹھ گئی ہے میڈم......" رحمتے نے وہیں سے کہا۔

"اچھا......" بیگم سعیدہ جلدی سے لپکیں...... "پہچان تو رہی ہے نا......"

وہ تیز چلتے کمرے میں آئیں......

ملیحہ بیڈ میں بیٹھی تھی...... بے شناخت نظروں سے وہ کبھی در و دیوار اور کبھی بیڈ کو دیکھے جا رہی تھی۔

سعیدہ جلدی سے اس کے قریب آئیں...... "ملیحہ......"

لیکن ملیحہ ان کی آواز پر نہیں چونکی ہاں گردن گھما کر انہیں حیران حیران نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "آپ...... آپ کون ہیں......"

"ہارون صاحب کی امی ہیں میڈم...... رحمتے نے تمسخر سے کہا۔

"ہارون......" ملیحہ نے حیران ہو کر سر ادھر ادھر جھٹکا...... "وہ کون ہیں؟"

بیگم سعیدہ پریشان ہو گئیں...... وہ پلنگ کی پٹی پر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولیں

"ملیحہ" "میں...... میں...... ملیحہ ہوں......" وہ بے یقینی سے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی

"تو اور کون ہو" رحمتے نے آوازہ کسا

تو

وہ بے بسی سے اسے دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دے کر بولی "مجھے...... نہیں پتہ......"

"لو اپنا نام بھی نہیں پتہ......"

"نہیں......" اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر اتنی بیچارگی سے کہا کہ بیگم سعیدہ کا دل ہول گیا۔

"تم ملیحہ ہو......" بیگم سعیدہ نے رحمتے کو بولنے سے روکتے ہوئے کہا۔

اس نے سر اٹھایا اور کچھ نہ جاننے بوجھنے کی کیفیت میں کہا "ملیحہ......"

"ہاں...... کیا تمہیں اپنا نام یاد نہیں......"

اس نے نفی میں سر ہلایا......

پھر

وہ بیگم سعیدہ کی طرف انجان نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "آپ کون ہیں؟ میں کہاں ہوں؟......"

بیگم سعیدہ نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا اور پریشان نظروں سے رحمتے کو دیکھتے ہوئے اشارہ کیا۔ کہ یہ تو سب کچھ بھول چکی ہے۔

"ایویں ہی بیگم صاحب جی" رحمتے نے اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ جھٹکا۔

"تم جاؤ اس کے لئے ایک پیالی چائے لے آؤ......" بیگم سعیدہ نے اس کا طنز نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

رحمتے اپنا بھاری بھرکم وجود چادر میں سمیٹتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

ملیحہ بار بار آنکھیں کھول بند کر رہی تھی۔ اس پر گھبراہٹ مسلط ہو رہی تھی اور وہ سمجھ نہ پا رہی تھی کہ وہ کہاں ہے...... کیوں ہے اور کیسے ہے......

بے چین اور گھبراہٹ میں وہ کبھی اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیتی کبھی ماتھا دبانے لگتی...... کبھی دونوں ہاتھ مسلنے لگتی......

پھر

وہ

ایکا ایکی

انتہائی بیچارگی سے رونے لگی۔

"ملیحہ...... ملیحہ......" بیگم سعیدہ جو اس کی کیفیات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جلدی سے بولیں......

لیکن ملیحہ پکارنے پر اس نے کوئی اثر نہ لیا......

"میں کون ہوں...... میں کون ہوں......" روتے روتے وہ انتہائی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"تم ملیحہ ہو...... تم...... ملیحہ ہو......"

"ملیحہ......" اس نے جل تھل آنکھوں سے بیگم کی طرف دیکھا۔

"ہاں...... تمہارا نام ملیحہ ہے......"

"لیکن...... لیکن مجھے اپنا نام کیوں یاد نہیں آ رہا...... میں یہاں کیسے ہوں...... کہاں کی...... مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا...... کچھ یاد نہیں آ رہا......"

"گھبراؤ نہیں...... گھبراؤ نہیں......" بیگم سعیدہ نے اسے تسلی دینا چاہی۔ حالانکہ اس کی حالت دیکھ کر وہ خود بھی گھبرا رہی تھیں۔

ملیحہ بے حد گھبرا گئی...... اس کے ہاتھوں میں ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔ اس کی پیشانی ہو گئی...... وہ بستر سے اٹھ کر بھاگنے کو ہوئی۔

بیگم سعیدہ نے جلدی سے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اسے بازوؤں میں لینے پر مجبور ہو گئیں۔

ملیحہ کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ وہ گری جا رہی تھی۔ بیگم سعیدہ کے سینے سے لگ کر اس نے اپنی گردن ان کے کندھے پر ڈال دی تھی......

"ملیحہ...... ملیحہ......" بیگم سعیدہ نے اسے ہلانے کی کوشش کی...... پھر آہستگی سے بیڈ پر لٹا دیا...... اس پر کمبل ڈالتے ہوئے بولیں۔ "تم گھبراؤ مت۔ آرام سے لیٹی رہو۔ ٹھیک ہو جاؤ گی......"

"مجھے اپنا نام کیوں یاد نہیں آ رہا...... مجھے کچھ بھی یاد نہیں آ رہا...... کچھ بھی...... میں

کون ہوں...... میں...... کون ہوں......" وہ زار زار رونے لگی۔

بیگم سعیدہ پٹی پر اس کے سرہانے بیٹھ گئیں اور اس کا سر سہلاتے ہوئے بولیں
ملیحہ ہو۔ رات تمہارا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا......"

"ایکسیڈنٹ......" وہ گھبرا کر بیگم سعیدہ کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے
لگی۔ بیگم سعیدہ نے اسے پھر لٹاتے ہوئے کہا۔ "ہاں...... تمہیں سڑک سے اٹھا کر ہسپتال
پہنچایا گیا تھا......"

"ہسپتال" اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"ہاں یہ چھو کر دیکھو...... زخم بھی آ گیا تھا......" بیگم سعیدہ نے اس کا نرم و ملائم
اپنے ہاتھ میں لے کر زخم پر لگایا...... "درد تو نہیں ہو رہا ابھی۔ پٹی لگی ہے یہاں......"

وہ کچھ دیر یونہی زخم پر ہاتھ پھیرتی رہی......"

پھر

اس نے آنکھیں بند کر لیں اس کی آنکھوں کے گوشے گیلے ہو رہے تھے۔

"کچھ یاد ہے کیسے گری تھیں سڑک پر......" بیگم سعیدہ نے ملائمت سے پوچھا۔

"نہیں...... نہیں...... مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا......" وہ آنکھیں بند کر کے چیخی۔

بیگم سعیدہ سمجھ نہ پا رہی تھیں۔ کہ کیا کریں۔ تھوڑی دیر بعد رحمتے چائے کی پیالی
آ گئی۔

"ملیحہ اٹھو...... چائے پی لو......" بیگم سعیدہ نے اس کا کندھا ہلایا۔ ملیحہ پر گھبراہٹ
پریشانی مسلط تھی...... وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ تو انہوں نے کہا "اٹھو...... چل کر باتھ روم میں
ہاتھ دھو لو پھر چائے پینا حواس بحال ہو جائیں گے۔"

"رحمتے......" انہوں نے گردن موڑ کر کہا۔ چائے یہاں رکھ دو اور اسے باتھ
میں لے جاؤ۔"

"اچھا جی......" رحمتے نے ناگواری سے کہا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر باتھ روم میں
گئی۔ اسے اندر لے جا کر کہا "بی بی رانی صاحبہ تمہیں تو سب کچھ بھول گیا ہے نا
سنو...... یہ غسلخانہ ہے یہاں ہاتھ منہ دھوتے ہیں...... یہاں نہاتے اور یہاں......" اس
کموڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مضحکہ خیز شکل بنائی۔

حیران و پریشان لڑکی اس کا منہ تکنے لگی...... یہ عورت اس طرح باتیں کیوں کر رہی
تھی۔ اسے سمجھ نہ آ رہا تھا۔

"وہ سامنے آئینہ ہے" رحمتے نے تمسخر سے کہا "اپنی صورت دیکھو، اس میں......
سب کچھ یاد آ جائے گا...... اچھی طرح دیکھو...... ہونہہ......"

وہ دروازہ پھیر کر باہر نکل آئی...... کچھ ہی دیر بعد ملیحہ بھی باہر آ گئی...... اس نے منہ
ہاتھ دھو لیا تھا...... وہ اپنے لباس کو بھی حیرانی سے دیکھ رہی تھی...... کچھ بے یقینی کا عالم تھا۔
اس نے بیگم سعیدہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جو اس کے جسم پر قطعی نہ بیٹھتے تھے......
شلوار ٹخنوں سے اونچی تھی۔ لیکن ملیحہ کو حیرانی کے سوائے اور کچھ پتہ نہ چل رہا تھا۔ کہ یہ
سب کیوں ہے اور کیا ہے......

اس نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے چائے کی پیالی ختم کی......

"چائے ٹھیک تھی" بیگم سعیدہ نے پوچھا۔

"پتہ نہیں" وہ بولی تو رحمتے نے اک قہقہہ لگایا۔ بیگم سعیدہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ تو
وہ بولی "میڈم کو کچھ پتہ ہی نہیں...... بیگم صاحبہ......"

"لگتا ہے اس کی یادداشت واقعی کھو گئی ہے......" وہ زیر لب بولیں پھر ملیحہ سے
مخاطب ہو کر کہا "تمہیں یاد ہے رات تم ہسپتال میں تھیں......"

اس نے نفی میں سر ہلایا پھر بولی "وہ...... وہ ایسا کمرہ نہیں تھا...... ڈاکٹر...... اور
نرس...... ہاں رات میں کہیں اور تھی......"

"تم ہسپتال میں تھیں......"

"کیوں"

"تمہیں بتایا ہے نا تمہارا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا...... کچھ یاد ہے ایکسیڈنٹ کا......"

اس نے حیرت زدہ خوبصورت نظریں بیگم سعیدہ پر جماتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

"دماغ پر زور دے کر سوچو......" وہ بولیں۔

"مجھے کچھ بھی یاد نہیں آ رہا تھا...... مجھے...... یہ بھی پتہ نہیں...... کہ میں...... کون
ہوں...... میرا نام......

"ملیحہ...... ملی...... پیار سے تمہیں ملی اور ملو بھی کہتے تھے......"

وہ ایک دم اٹھ کر ان کے قریب پلنگ پر آ بیٹھی اور بولی "آپ...... آپ مجھے جانتی ہیں......" بیگم سعیدہ سے پہلے ہی رحمتے طنز سے تمسخر سے بولی "بہت اچھی طرح......"

"جی......" وہ رحمتے کے لب و لہجے میں بری طرح گھبرا گئی...... اس کی آنکھوں پر وحشی ہرنی کی سی کیفیت تھی...... بیگم سعیدہ نے موقعہ کی نزاکت دیکھتے ہوئے رحمتے سے "تم جاؤ دیکھو جمعدارنی آ گئی ہے یا نہیں۔ دیکھ نہیں رہی لڑکی کی حالت...... وہ یادداشت کھو چکی ہے......"

"جی...... میں...... میں...... یادداشت......" وہ ہکلائی

"ہاں...... تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ تم سڑک پر گری تھیں...... لگتا ہے تمہارے دماغ کے کسی پچھلے حصے میں چوٹ لگی ہے۔ جس سے تم سب کچھ بھول رہی ہو......" انہوں نے جلدی سے کہا۔

"اوہ......" ملیحہ نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا اور بڑی دکھی آواز میں بولی اب میں کیا کروں......"

"گھبراؤ نہیں...... ٹھیک ہو جاؤ گی...... اپنے ذہن پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالو...... یہاں لیٹ جاؤ...... آؤ...... لیٹ جاؤ...... میں ڈاکٹر سے بات کرتی ہوں......"

ملیحہ سر تھامے بیٹھی رہی۔ بیگم سعیدہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"لیٹ جاؤ لڑکی" قدرے تیز لہجے میں بیگم سعیدہ نے کہا تو وہ ڈری ڈری سہمی سہمی بستر میں لیٹ گئی۔ بیگم سعیدہ نے کمبل اس پر ڈال دیا۔ اور کمرے سے باہر آ گئیں۔

وہ ڈاکٹر کو فون کرنے ہی والی تھیں۔ کہ نومی آ گیا۔

"وہ کیسی ہے" علیک سلیک اور احوال پرسی کے بعد نومی نے بیگم سعیدہ سے کہا۔ جو فون اٹھا رہی تھیں......

انہوں نے سر ہلاتے ہوئے تشویش سے کہا۔ "اس کی یادداشت نہیں لوٹی۔"

"جی......" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ کر جلدی سے بولا۔ "واقعی۔"

"ہاں...... اسے کچھ یاد نہیں آ رہا...... اپنا نام بھی یاد نہیں...... نہ ہی یہ پتا ہے کہ ایکسیڈنٹ کیسے ہوا کیونکر ہوا......"

"اوہو......"

"ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں......"

"دوائی تو اس نے رات دی تھی۔"

"وہ تو پڑی ہیں گولیاں...... نیند کے لئے دی تھیں۔"

"ہاں اس نے کہا تھا...... کہ جب اس پر ڈپریشن کا دورہ پڑے تو دوائی دے کر سلا دیں اسے مکمل طور پر ذہنی سکون کی ضرورت ہے۔"

"لیکن......" وہ کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئیں۔

"ملیحہ...... ملی......" نومی نے بیڈ کے قریب کھڑے ہو کر اسے پکارا۔ تو اس نے ہڑ
سے بستر میں اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کمبل سے اپنا سارا وجود ڈھانپ لیا۔ اور کھسیائی ہوئی
میں بولی "آپ کون...... ہیں......"

"میں...... مجھے نہیں پہچانتی"

اس نے سادگی سے نفی میں سر ہلا دیا......

"حد ہو گئی...... بھئی...... میں نومی ہوں نعمان...... ہارون کا دوست......"

"ہارون کو بھی نہیں پہچانتیں......" وہ بولا

اس نے پھر معصومیت سے سر ہلا دیا......

"اوہو......" اس نے سر مایوسی سے جھٹکا...... پھر تو تمہیں ایکسیڈنٹ کا بھی پتہ نہ ہو
گا۔"

اس نے پھر اپنی خوبصورت گردن نفی کے انداز میں ہلائی۔

نومی اسے یاد دلانے کی کوشش کرتے ہوئے تفصیل بتانے لگا۔ "رات اتر رہی تھی
بوندا باندی بھی ہو رہی تھی...... سڑک پر خاصی پھسلن تھی...... تم سفید گاڑی میں جا رہی
تھیں......"

"سفید ...... گاڑی......" وہ زیر لب بڑبڑائی۔ نومی خوش ہوا۔ کہ اسے شاید سفید
گاڑی یاد ہے اس لئے جلدی سے بولا۔ "ہاں سفید گاڑی......"

"وہ کس کی تھی......"

"یہ تو تمہیں پتہ ہو گا"

"اس کو کیا ہوا تھا......"

"اس کو تو کچھ نہیں ہوا تھا...... اس گاڑی سے یا تو تم گریں یا کودیں۔ یا اتریں......"

"جی ؟؟؟" وہ حیرت سے چیخ اٹھی۔

"جب میں تمہارے قریب پہنچا تو تم سڑک کے کنارے بے سدھ پڑی تھیں۔ یہاں
یہاں" اس نے کنپٹی کی طرف اشارہ کیا "زخم ہو گیا تھا جس سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے
تمہیں اٹھا کر گاڑی میں ڈالا...... تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تم ملیحہ ہو...... ملی......"

"آپ بھی ...... مجھے...... جانتے ہیں......" اس نے ڈرے ڈرے لہجے میں پوچھا۔

اس کی خوبصورت آنکھوں میں خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔

نومی اسے ملائمت سے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس کا ذہن اس کی کوئی بات
قبول نہ کر رہا تھا...... کورے کا کورا لگ رہا تھا......

"نومی" بیگم سعیدہ اندر آ گئیں۔

"جی آنٹی" وہ مڑ کر انہیں دیکھنے لگا۔

"آنٹی......" ملیحہ کے لبوں سے آپوں آپ نکلا۔

نومی جلدی سے مڑا اور بولا...... "ہاں آنٹی...... سعیدہ آنٹی...... یہ ہارون کی امی
ہیں...... سعیدہ...... آنٹی......"

"سعیدہ...... آنٹی...... ہارون...... کی امی......" وہ ہولے ہولے بولی۔

"ہاں...... ہاں...... یاد آیا......؟"

"ہارون کون ہے؟"

"ان کا بیٹا......" اب نومی جھلا گیا۔ لیکن بیگم سعیدہ نے اس کا کندھا تھپکا اور آہستگی
سے بولیں...... "اسے کچھ یاد نہیں آ رہا۔ وہ سب کچھ بھول چکی ہے۔ میں بھی صبح کافی مغز
کھپاتی رہی......"

"یہی لگتا ہے" نومی نے بھی جواب دیا۔

"ڈاکٹر سے بات کی ہے میں نے۔"

"تو......"

"وہ کہہ رہے ہیں۔ کہ انہیں یہی خدشہ تھا۔"

"یعنی......"

"یعنی یہی کہ اس کی یادداشت کھو گئی ہے۔"

"پھر......"

"دوائی دے کر سلا دینے کو کہا ہے۔"

"اس سے کیا ہو گا......"

"وہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اسے ذہن پر ابھی زیادہ زور نہیں دینا چاہیئے...... جتنا ریر سکے اچھا ہے...... اسے جتنا احساس ہو گا کہ وہ سب کچھ بھول چکی ہے۔ اتنا ہی زیادہ پڑے گی۔"

"پھر......"

"کیا کیا جائے...... ابھی ناشتہ کروا کے گولیاں دے دیتی ہوں......"

"ہوں......"

بیگم سعیدہ اور نومی باتیں کرتے ہوئے کمرے سے نکل آئے۔

"رحمتے" انہوں نے لاؤنج میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے رحمتے کو آواز دی۔ نومی بیٹھنے کو کہا۔

"جی بیگم صاحب جی۔"

"سنو......"

"جی"

"ملیحہ کے لئے ناشتہ بنا دو......"

"اچھا جی...... ناشتے میں کیا بناؤں۔"

"ٹوسٹ، مکھن وغیرہ اور کیا......"

"انڈہ بھی"

"ہاں بھئی پورا ناشتہ بناؤ۔"

"میز پر لگا دوں......"

"لگا دو...... یہیں آ کر کر لے گی اچھا ہے کمرے سے تھوڑی دیر باہر بھی آئے۔ تو گولیوں کے اثر سے سوئے گی ہی......"

"ہوں" نومی نے ٹی وی آن کیا۔ صبح کی نشریات ختم ہو چکی تھیں۔ وہ یوں ہی

تھا تا رہا...... پھر ٹی وی بند کرتے ہوئے سعیدہ کی طرف دیکھ کر بولا...... "معاملہ گڑبڑ ہی ہے آنٹی......"

"ٹی وی کا؟" بیگم سعیدہ نے کہا۔

"نہیں آنٹی...... اس محترمہ کا......"

"ہاں ہے تو......"

"اگر اسے واقعی کچھ یاد نہ آیا تو......"

"اس بات سے تو مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔ کہاں رکھیں گے اسے۔ پتہ ہے ہارون صبح کیا کہہ کر گیا ہے۔"

"کیا؟"

"اس نے کہا ہے کہ میرے گھر آنے سے پہلے یہ یہاں سے جا چکی ہو......"

"پھر آنٹی......"

"سمجھ میں نہیں آ رہا کچھ......"

"اس کے گھر کا تو آپ کہہ رہی تھیں نا آپ کو پتہ ہے۔"

"اس کا گھر؟...... اس کا گھر تھوڑا ہی ہے وہ...... وہاں تو یہ ایک کمرہ لے کر رہ رہی تھی......"

"میرا مطلب اسی سے تھا......"

"یہی تو مصیبت ہے۔ اگر اس کی یادداشت نہ لوٹی۔ تو ایسی حالت میں اسے اس کمرے میں اکیلے چھوڑ دینا......"

"ہے تو غلط بات......"

"پھر......"

"مجھے تو خود سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔ ہارون سے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ تو مجھے چھوڑے گا نہیں۔ رات دیکھا تھا نا کتنا گرم ہو گیا تھا۔ یہ ادھر ہی رہی تو مجھے کچا چبا ڈالے گا وہ۔"

"تمہیں تو خیر کیا کہے گا......" بیگم سعیدہ متفکر انداز میں بولیں...... "مجھے اس کی فکر ہے خدا خدا کر کے اس نے دلجمعی سے کاروبار میں دلچسپی لینا شروع کی تھی۔ آج جاپانی فرم

سے ایک بہت بڑے آرڈر کا معاہدہ بھی ہو رہا ہے۔ ایسے میں اسے اس طرف سے
رہی تو......"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا اس کا......"

"کیا کریں گے ایک صورت یہی ہے کہ اسے اس کے ٹھکانے پر چھوڑ دیں۔ ا
اخلاقی تقاضے بھی تو ہوتے ہیں۔ جواں جہاں لڑکی ہے۔ یادداشت بھی کھو چکی ہے اور
اکیلے کمرے میں رہنا...... خدایا کیا مصیبت آن پڑی ہے......"

"اس کے اصلی گھر بار کا بھی تو پتہ نہیں ہے نا......"

"ماں باپ ہیں نہیں کسی دور کے چچا کے پاس رہتی تھی۔ وہ بھی مارلی پور میں۔ اب
پتہ وہ......"

"یوں تو ڈھونڈنا ممکن ہی نہیں۔ ہاں ایڈریس وغیرہ ہو تو پتہ کیا جا سکتا ہے۔"

"ایڈریس کون دے گا؟"

"ہوں"

وہ چند لمحے چپ رہا پھر جیسے کوئی آئیڈیا ذہن میں آیا۔ جلدی سے بولا۔ "آنٹی جس
کمرے میں یہ رہتی رہی ہے نا......"

"ہاں"

"وہاں جا کر دیکھنا چاہئے شائد کوئی اتہ پتہ کاغذات سے یا لفافوں سے مل جائے۔"

"بات تو تم نے ٹھیک کہی...... اس کا سامان تو وہاں ہی ہے نا......"

"تو پھر چلیں وہاں......"

"لیکن ابھی تو نہیں جا سکتے نا......"

"کیوں"

"ابھی تو ناشتے کے بعد اسے دوائی دے کر سلا دینا ہے۔"

"ضروری تھوڑا ہی ہے......"

"ڈاکٹر نے کہا ہے...... بھئی ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل ضرور کرنا ہے۔ کہیں کچھ اور نہ
ہو جائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں......"

"یہ بھی ہے۔" نومی نے سر ہلایا۔ "شام کو چلے جائیں گے۔"

"ہاں جب سو کر اٹھ جائے تب جا سکتے ہیں......"

"میں آ جاؤں گا شام کو......"

"خیر...... نہ بھی آؤ...... تو میں اسے ساتھ لے کر چلی جاؤں گی...... تم نہ ہی آنا ہارون
کے سامنے اور بھڑک جائے گا......"

"واقعی......"

دونوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔

رحمتے نے ناشتہ ٹیبل پر لگا دیا...... بیگم سعیدہ کے پاس آ کر بولی "لگا دیا ہے جی ناشتہ"

"اچھا" بیگم سعیدہ اٹھیں...... "میں اسے لے کر آتی ہوں۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں گئیں۔

ملیحہ ابھی تک کمبل لپیٹے اسی انداز میں بیڈ میں بیٹھی تھی...... سعیدہ نے اسے آواز دی
"ملیحہ" اس نے جواب نہیں دیا۔

"ملی......" وہ اس کے قریب آ کر بولیں۔ "میں تمہیں بلا رہی ہوں......"

ملیحہ نے گردن اٹھا کر انہیں دیکھا۔ اس کی نگاہیں پہچان کی چمک سے نا آشنا تھیں۔

"مجھے تو جانتی ہو نا......" بیگم سعیدہ نے کہا۔

"آنٹی......!" اس نے جیسے سوال کیا۔

"ہاں آنٹی...... سعیدہ...... ہارون...... کی امی......" دروازے تک آتے ہوئے نومی
نے کہا۔

"آنٹی سعیدہ...... ہارون...... کی امی......"

"ہاں......"

بیگم سعیدہ نے گردن موڑ کر نومی کو باتیں کرنے سے منع کیا اور ملیحہ سے بولیں۔ "اٹھو
چل کر ناشتہ کر لو...... چلو......"

"کہاں؟" وہ پھر گھبرانے لگی۔

"کھانے کی میز پر۔ ناشتہ لگا دیا ہے۔ چل کر کر لو......"

بیگم سعیدہ نے اس پر سے کمبل اتار کر بیڈ کے دوسری طرف رکھ دیا۔ وہ بستر سے نکل
آئی "یہ چپل پہن لو......" بیگم سعیدہ نے پلنگ تلے رکھے اپنے سلیپر پیر سے نکال کر سامنے کر

دیئے۔

ملیحہ نے چپل پاؤں میں پہن لئے...... سعیدہ کے کپڑے وہ پہنے ہوئے تھی۔ اس پ
عجیب سا لگ رہا تھا۔ لیکن حسن ہر رنگ میں حسین ہوتا ہے۔ وہ ان بے ترتیب سے کپ
میں بھی اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ دل چاہتا تھا اسے ہی تکے جائیں۔ بیگم سعیدہ بھی اپ
میں اس کے لئے ہمدردی امنڈتے محسوس کر رہی تھیں۔ جسے حالات کے تقاضوں کے تح
زبردستی دبائے ہوئے تھیں۔ ان کے دل سے بار بار یہی صدا اٹھ رہی تھی۔ کاش چہر
طرح تیری سیرت بھی حسین ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو ہارون کے ساتھ تیری جوڑی اتنی شا
اور لاجواب تھی......"

ملیحہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

بیگم سعیدہ نے کرسی کی پشت پر پڑی اپنی پھولدار چادر اس کے کندھوں پر ڈال د
جسے اس نے اچھی طرح سے لپیٹ لیا۔

وہ بیگم سعیدہ کے ساتھ کمرے سے باہر لاؤنج میں آئی...... اس نے چاروں طرف
گھما گھما کر دیکھا۔ وہ اس جگہ کو پہچان نہیں رہی تھی......

"ادھر آؤ کھانے کے کمرے میں ملیحہ......" بیگم سعیدہ نے کہا۔

"ملیحہ......" وہ بڑبڑائی......" بیگم سعیدہ نے اسے اشارے سے اپنی طرف بلایا۔
ان کی طرف چل دی۔

کھانے کے کمرے پر بھی اس نے ویسی ہی نگاہیں ڈالیں جیسی لاؤنج میں ڈالی تھیں۔

"اس کمرے کو پہلے دیکھا ہوا ہے نا۔" نومی نے آکر ملی سے کہا۔

"اوں ہوں......" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس گھر میں تم پہلے بھی آچکی ہو......" نومی ایک کرسی کی پشت پکڑ کر کھڑا تھا۔

"نہیں......" اس نے پورے تیقن سے کہا۔

"نومی......" بیگم سعیدہ بولیں "بہتر ہو گا۔ تم خاموش ہی رہو۔ ملیحہ چلو بیٹھو اور نا
کرو......"

ملیحہ کرسی پر بیٹھ گئی...... اس کے سامنے ہی بیگم سعیدہ بیٹھ گئی۔

"نومی چائے پیو گے؟" انہوں نے کہا۔

"پی لوں گا"

"بیٹھو میں بناتی ہوں۔"

وہ گھوم کر کرسی پر آن بیٹھا......

"آج چھٹی کی ہے" بیگم سعیدہ اس کے لئے چائے بناتے ہوئے بولیں۔

"جی آنٹی...... میں تو تین دن سے چھٹی پر ہوں۔ میری پوسٹنگ ہو گئی ہے نا۔"

"کہاں؟"

"پشاور"

"سچ"

"جی ہاں ہارون نے بتایا نہیں آپ کو......"

"کب جا رہے ہو۔"

"جمعہ کو چلا جاؤں گا......"

وہ دونوں باتیں کرتے رہے اور ملیحہ سامنے رکھے ناشتے کو تکتی رہی۔

"کھاؤ نا!" بیگم سعیدہ نومی کو چائے دیتے ہوئے ملیحہ سے بولیں۔

"یہ ٹوسٹ لو' مکھن لگاؤ جیم پسند ہے تو وہ بھی لے لو...... اور چائے بھی جیسی پینی ہو بنا لو...... انڈہ فرائی کھاتی ہو نا......"

"کھا لوں گی" وہ بغیر سوچے سمجھے بولی...... "چیزیں رکھی تھیں...... اور اسے لگ رہا تھا۔ جیسے سب کچھ بنا ہے۔

پھر اس نے ہاتھ بڑھایا ٹوسٹ لیا اور اس پر مکھن لگانے لگی......

بیگم سعیدہ نومی سے باتیں کرنے لگیں۔ گوشہ چشم سے وہ ملیحہ کو بھی تکے جا رہی تھیں جو مشینی انداز میں ٹوسٹ پر مکھن جیم لگا رہی تھی...... اس نے چائے بھی بنائی اور گھونٹ گھونٹ چائے کے ساتھ ٹوسٹ دانتوں سے کاٹنے لگی تھی...... اس کے چہرے پر بشاشت نہیں تھی۔ نگاہیں بالکل خالی اور ہر قسم کے تاثر سے بیگانہ تھیں۔

"آنٹی" بڑی دھیمی اور سہمی سہمی آواز میں اس نے پکارا۔

بیگم سعیدہ لاؤنج میں ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھی دھوبی سے آئے کپڑوں کی مرمت کر رہی تھیں۔ دھوبی ہارون کی قمیضوں کے بٹن تو دو چار غائب کر ہی دیا کرتا تھا۔ سلائیاں بھی اکثر ادھڑ جاتیں۔ بیگم سعیدہ کی ہمیشہ سے عادت تھی۔ کہ کپڑے دھل کر آتے تو ضرور چیک کرتیں اور انہیں جگہ جگہ پہ رکھنے سے پہلے بٹن ٹانک دیتیں۔ سلائی ادھڑی ہوتی تو مرمت کر دیتیں۔ آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگائے وہ ہارون کی قمیض میں بٹن ٹانک رہی تھیں۔ کہ آنٹی پکارے جانے پر چونک کر دیکھا۔

ملیحہ بیڈ روم کے دروازے سے نکل رہی تھیں...... اسی نے انہیں پکارا تھا۔

"کیا ہے؟ اٹھ گئیں......" انہوں نے دھاگے والی سوئی ریل میں گھماتے ہوئے پوچھا۔

"جی......" وہ وہیں کھڑی رہی۔

"کیسی ہو"

پتہ نہیں......"

"کچھ یاد آیا......"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

بیگم سعیدہ کے چہرے پر پریشانی کے سائے لہرا گئے۔

"آنٹی" وہ پھر اسی لہجے میں بولی۔

"کیا ہے" سرد سے لہجے میں بیگم سعیدہ نے کہا۔

"مجھے......" وہ ہچکچائی۔

"کیا ہوا......" انہوں نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔

"بھوک لگی ہے۔" انتہائی معصومیت سے وہ بولی۔

"اوہ...... اچھا......" سعیدہ نے ریل میز پر رکھ دی اور اٹھتے ہوئے بولیں "تمہارے کپڑے اندر رکھے ہیں۔ منہ ہاتھ دھو کر پہن لو...... میں رحمتے سے کہتی ہوں تمہارے لئے کھانا لگا دے......"

"کپڑے؟"

"ہاں تمہارے کپڑے...... کیچڑ سے بھر گئے تھے نا رات...... رحمتے نے صبح دھو دیئے تھے۔ اب یہ کپڑے اتار کر وہ پہن لو......"

"کہاں ہیں"

"بتاتی ہوں"

وہ اٹھیں اور رحمتے کو آواز دی۔ وہ باہر دینو کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

"آئی بیگم صاحب جی۔ اس نے وہیں سے آواز دی......

چار بج چکے تھے۔ سورج مغربی گوشے کی جانب جھک رہا تھا۔ آج گو دن بھر مطلع صاف رہا تھا۔ اور دھوپ کھل کر لگی تھی۔ لیکن اب آسمان پر چھوٹے بڑے بادلوں کے ٹکڑے ادھر ادھر لڑھکتے پھر رہے تھے۔ لگتا تھا۔ پھر گٹھ جوڑ پہ آمادہ ہیں۔ ہوا تو خاصی خنک تھی...... اور موسم میں بڑی خوشگوار تبدیلی آ گئی تھی۔

بیگم سعیدہ نے دانستہ اپنے آپ کو دن بھر مصروف رکھا تھا۔ ان کا ذہن ایک ہی بات کا حل سوچ رہا تھا۔ مصروفیت کے باوجود وہ یہ نہ بھلا پائی تھیں۔ کہ ہارون اس لڑکی کو چلتا کرنے کا کہہ گیا ہوا ہے۔

اور

جو

اب وہ آیا

اور

اسے یہاں ہی پایا

تو اس کا ردعمل یقیناً "برا ہی ہو گا۔

لیکن
وہ بھی کیا کرتیں...... یہ لڑکی خواہ مخواہ ہی سرمندہ دی گئی تھی۔ اب یہی ہو سکتا تھا
کہ ہارون کے آنے پر وہ اس کو اس کے ٹھکانے پر چھوڑ آئیں۔ آگے اس کے ساتھ جو ہو
ہو۔ اس کی حفاظت کی وہ پابند تو نہ تھیں۔

جوں جوں ہارون کے آنے کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ پریشان ہوتی جا رہی تھیں۔

ملیحہ دروازے ہی میں کھڑی تھی۔ سعیدہ بھی کھڑی تھیں۔ وہ رحمتے کے اندر آنے کا
انتظار کر رہی تھیں۔

رحمتے آئی تو انہوں نے سرسری سی بات کی "اس کے لئے کھانا لگا دو...... اٹھ
ہے۔"

"اچھا جی" رحمتے نے ناگوار سی نگاہ اس پر ڈالی۔

ملیحہ اس نگاہ سے خوفزدہ سی ہو گئی۔ وہ تو بیگم سعیدہ کمرے کے اندر گئیں اور اسے
اندر بلا لیا۔ ورنہ ملیحہ شاید بری طرح ہی سہم جاتی۔

"یہ دیکھو" بیگم سعیدہ نے ڈرائینگ روم میں سٹینڈ پر کپڑے اسے دکھائے۔
تمہارے کپڑے ہیں......"

"یہ میرے ہیں" اس نے ان کے قریب آتے ہوئے کپڑوں کو چھوا۔

"ہاں۔ اور ادھر باتھ روم کا تو پتہ ہے نا......
صبح گئی تھیں نا......"

اس نے سر ہلا دیا۔

"چلو منہ ہاتھ دھو لو...... نہانا ہو تو نہا لو۔ پانی گرم آ رہا ہے۔ اور یہ لو تولیہ......"
انہوں نے الماری سے دھلا ہوا تولیہ نکالا...... پھر کچھ رک کر بولیں......" دانت بھی صاف
لو۔ میں برش دیتی ہوں...... میرے پاس ایک نیا برش پڑا ہے......"
انہوں نے الماری کا دروازہ کھولا...... اور برش نکال کر اسے پکڑا دیا۔ "بہتر ہو گا نہا
لو۔

تب تک رحمتے کھانا گرم کر کے پھلکے ڈال لے گی......"

"اچھا" وہ ایسے بولی جیسے بیگم سعیدہ کوئی عامل ہوں اور وہ معمول......

"بالوں کے لئے برش بھی شیلف میں پڑا ہے" انہوں نے کہا"...... جاؤ اب باتھ روم
میں" وہ کپڑے اٹھا کر باتھ روم میں چلی گئی۔

بیگم سعیدہ اپنے بیڈ روم میں آ گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ملیحہ نے کمبل تہہ کر کے رکھا
ہوا تھا۔ اور بستر کی چادر بھی صاف کر کے بچھائی ہوئی تھی۔ اور چیزیں بھی ترتیب سے رکھی
ہوئی تھیں۔ ملیحہ اور سلیقہ؟ دو متضاد باتیں...... بیگم سعیدہ کچھ حیران ہوئیں۔

پھر
انہوں نے سر جھٹکا...... "اوہو...... رحمتے نے اس کا اٹھ جانے کے بعد کمرہ ٹھیک کیا
ہو گا۔ انہوں نے سوچا...... انہیں وہ کمرہ یاد آ گیا جس میں ملیحہ رہا کرتی تھی۔ کسی کوٹھی کا
گیسٹ روم اس نے کرائے پہ لے رکھا تھا۔ خاصہ کشادہ کمرہ تھا۔ فرش پر میٹنگ پڑی تھی۔
ایک بیڈ دو کرسیاں اور ایک چھوٹی ٹیبل بھی اہل خانہ نے اسے دے رکھی تھی۔ لیکن کمرہ کسی
کباڑ خانے سے کم نہیں ہوا کرتا تھا۔ دو ایک دفعہ بیگم سعیدہ کو وہاں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔
بستر تو کبھی اس نے برابر کر کے بیڈ کور ڈالا ہی نہیں تھا۔ گچھم گچھا کمبل پڑا ہوتا۔ جس میں
رات کو آ کے گھس جاتی اور صبح اٹھ کر دفتر چل دیتی۔ میلے کپڑے یہاں وہاں پڑے ہوتے۔
الماری میں ہینگر میں وہی لباس استری کر کے لٹکاتی جو اس نے دوسرے دن پہننا ہوتا۔ کپڑے
تہہ کر کے الماری میں رکھنا تو دور کی بات تھی۔ لباس زیادہ تر بوتیکوں ہی سے لاتی۔ کہ فیشن
کی دلدادہ تھی۔ لیکن مہنگے مہنگے کپڑے احتیاط سے رکھنا اسے آتا ہی نہ تھا۔ یہی حال جوتوں کا
تھا۔ ایک پاؤں کا جوتا الماری کے نچلے خانے میں ہے تو دوسرا غسل خانے کے دروازے
میں...... ایک پلنگ کے نیچے ہے تو دوسرا کھڑکی میں...... ایک میز تلے پڑا ہے۔ تو دوسرا کتابوں
والی میز پر...... پتہ نہیں وہ جوتوں کو بھی جوڑے بنا کر کیوں نہیں رکھتی تھی اور بھی چیزیں بے
ترتیب ہوتیں...... شیشے کے سامنے میک اپ کی چیزیں تو سدا ہی بکھری ہوتیں کسی چیز پر ڈھکنا
ہوتا کسی کا غائب۔ ٹشو پیپر لپ اسٹک صاف کر کے گولے بنا کر پھینکے ہوتے۔ بیگم سعیدہ اسے
سمجھایا کرتیں۔ "ایک تو کمرہ ہے۔ اسے صاف ستھرا رکھا کرو......"

وہ ہمیشہ ہی ہنس کر کہتی "کون خواری کرے۔ صبح دفتر جانے کی جلدی ہوتی ہے آنٹی۔
واپس آؤں تو تھکی ہوتی ہوں...... یہ کام تو گھر بیٹھنے والی لڑکیوں کے ہوتے ہیں۔"

اور

بیگم سعیدہ جو خود انتہائی سگھڑ سلیقہ شعار عورت تھیں۔ یہ باتیں سن کر کچھ بجھ جاتیں۔ پھر خود ہی دل کو تسلی دے لیتیں۔ "شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گی۔ سب کچھ سیکھ لوں گی اسے"

آج

اسی ملیحہ نے کمرہ نک سک سے درست کر دیا ہو۔ یہ کہاں ماننے والی بات تھی۔ اس لئے وہ کمرے سے نکل کر رحمتے کے پاس آئیں جو سالن گرم کر کے اب پھلکا ڈال رہی تھی۔

"اے رحمتے" وہ بولیں۔

"جی بیگم صاحب جی"

ملیحہ کب سے جاگی ہوئی ہے۔"

"پتہ نہیں۔ مین تو باہر تھی دینو کے پاس۔"

"میرا کمرہ تم نے ٹھیک نہیں کیا......"

"نہیں جی...... آج تو صبح سے وہ میڈم سو رہی ہے۔ آج تو جھاڑ پونچھ بھی نہیں کی۔ اب وہ اٹھ گئی ہے تو کر لیتی ہوں۔......"

"اچھا۔ تم پہلے اس کے لئے کھانا لگا دو...... وہ نہا رہی ہے کپڑے بدل کر آتی ہے۔......"

"ڈال دیا ہے پھلکا......"

اچھا......"

بیگم سعیدہ پھر لاؤنج میں آ گئیں۔ کھڑے کھڑے انہوں نے پھر کمرے میں جھانکا۔ انہیں اب واقعی حیرانی نے آ لیا۔ کمرہ صاف ستھرا تھا۔ اور ہر چیز ترتیب سے رکھی ہوئی تھی۔

انہوں نے سر دو ایک بار ادھر ادھر مارا۔ پھر صوفے پر آن بیٹھیں اور شیشے کے بڑے بڑے پینلوں والی کھڑکی سے چمن کا نظارہ کرتے ہوئے مترنم سے لہجے میں پکارا

"جی......" وہ ایک دم مڑیں...... "اچھا...... اچھا نہا لیا......"

"جی" وہ ہاتھ میں کپڑے لئے کھڑی تھی...... "انہیں کہاں رکھوں......"

یہ بیگم سعیدہ کے کپڑے تھے۔ جو اسے رات پہنائے گئے تھے۔ اور جو نہا کر اپنے پہننے کے بعد وہ سمجھ نہ پا رہی تھی۔ کہ کہاں رکھے۔

بیگم سعیدہ نے نظر بھر کر اس کو دیکھا۔ نہانے سے وہ کتنی نکھر آئی تھی۔ بالکل اس پھول کی طرح شگفتہ و شاداب...... جو بارش پڑنے سے دھل دھلا کر نکھر آیا ہو......

وہ اسے تکے گئیں...... رحمتے کھانے کا کہنے نہ آ جاتی تو شاید ان کی نظریں اس کے چہرے سے ہٹتی ہی نہیں......

"کھانا کھا لو" اس نے ملیحہ سے کہا تو بیگم سعیدہ بولیں" یہ میلے کپڑے اس سے لے کر ٹوکری میں ڈال دو......"

رحمتے نے ایک غیر محسوس سے جھٹکے سے اس سے کپڑے لئے...... ملیحہ اس کے رویئے سے کچھ سمجھ نہ پائی۔ بس اسے دیکھ کر رہ گئی"

"وہ سامنے کمرہ ہے کھانے کا...... صبح ادھر ناشتہ کیا تھا نا" بیگم سعیدہ نے کہا۔

اس نے ادھر دیکھا پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"تو جاؤ...... کھانا کھا لو......"

"جی اچھا......"

وہ کھانے کے کمرے کی طرف چل دی۔ اس کا لباس خوبصورت پرنٹ کا تھا۔ کاٹن کا تھا۔ سلا ہوا جدید طرز ہی کا تھا......

ملیحہ کو نئے نئے ڈیزائنوں کے لباس پہننے کا شوق تھا۔ بیگم سعیدہ جانتی تھیں۔ ملیحہ میز پر آ بیٹھی۔ اس نے تھوڑا سا سالن پلیٹ میں ڈالا...... روٹی پلیٹ میں رکھی اور لقمہ توڑ کر منہ میں ڈالتے ہوئے اسے یوں لگا جیسے یہ سالن...... اسے ہمیشہ سے مرغوب ہے۔ یہ کیفیت اس کے ذہن میں چند لمحے لہرائی۔ لیکن آنکھیں بھینچے۔ اور سر ادھر ادھر جھٹکنے کے باوجود اسے یاد نہ آیا کہ ایسا سالن اس نے کب اور کہاں کھایا...... اپنے گھر میں کھاتی رہی تھی۔

تو

وہ گھر کہاں تھا...... کیسا تھا...... کس کا تھا۔

اور...... اور...... وہاں اس کے ساتھ اور کون رہتا تھا۔

وہ سخت بے چین اور مضطرب ہو گئی۔ کھانا بھی ٹھیک سے نہ کھایا گیا۔ کہنیاں میز پر ٹکا کر اس نے سر ہاتھوں پر گرا لیا۔

کافی دیر وہ ایسے ہی بیٹھی رہی......

بیگم سعیدہ اندر آ گئیں۔ اسے یوں بیٹھے دیکھ کر انہوں نے آواز دی۔ "ملیحہ......"

لیکن ملیحہ نے سر نہیں اٹھایا۔

"کیا ہوا ملیحہ......" انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا کندھا ہلایا۔

"ملیحہ"...... ملیحہ نے بے یقینی سے اپنا نام دہراتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"کیوں"

"میرا نام...... "ملیحہ......"

"ہاں ہاں...... کئی بار تمہیں بتا چکی ہوں۔ تمہارا نام ملیحہ ہے......"

"ملیحہ......" اس نے سر جھٹکا...... "ملیحہ ہی ہو گا"

"ہو گا نہیں ہے...... اور ہاں کھانا نہیں کھایا...... دو لقمے ہی لئے ہیں......"

"آنٹی......"

"ہاں......"

"میں۔ میں کون ہوں......" اس نے بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں پھیلاتے ہو۔ بڑی ہی بیچارگی سے ان کو دیکھا۔

بیگم سعیدہ نے کوئی جواب نہیں دیا ہاں چند لمحوں بعد بولیں "کھانا کھاؤ۔ تمہیں بھو/ لگ رہی تھی۔ سالن ٹھنڈا ہو رہا ہے......"

"یہ سالن......"

"ہاں"

"میں کھانے لگی تو لگا...... میں پہلے بھی ایسا سالن کھاتی رہی ہوں۔ لیکن کہاں؟ یہ نہیں آ رہا آنٹی...... مجھے وحشت سی ہونے لگی ہے۔ میرا ماضی کہاں گم گیا......

"بیگم سعیدہ بڑبڑائیں "اچھا ہی ہوا۔ جو گم گیا......"

"جی......"

"کچھ نہیں کھانا کھاؤ......"

اس نے سالن کا ڈونگا پرے ہٹا دیا اور سوکھی روٹی کھانے لگی۔

"سالن بھی لو......"

"نہیں۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔"

"آملیٹ کھاؤ گی بنوا دوں۔

وہ چپ رہی۔ اس کا ذہن ڈھنگ سے کام نہیں کر رہا تھا۔ بیگم سعیدہ نے رحمتے کو آملیٹ بنا کر لانے کو کہا۔

وہ آملیٹ تو بنا لائی۔ لیکن ناگواری سے بولی "بیگم صاحب جی۔ آپ تو اس کی فرمائشیں پوری کرنے لگ گئیں۔ پتہ ہے ہارون بیٹا آنے والا ہے۔......"

"اوہ ہاں" وہ بولیں "آج پانچ بجے آئے گا۔ دوپہر اس نے فون کیا تھا۔ جی وہی تو کہہ رہی ہوں......"

"لو" بیگم سعیدہ نے آملیٹ کی پلیٹ ملیحہ کے سامنے رکھ دی۔ اس کے ساتھ کھا لو روٹی......"

وہ آملیٹ کے ساتھ روٹی کھانے لگی۔ اس وقت اس کی حالت کسی مشین سے کم نہ تھی۔ بیگم سعیدہ نے بٹن دبایا اور مشین کام کرنے لگی۔

ملیحہ نے ایک پھلکا آملیٹ کے ساتھ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ رحمتے اور بیگم سعیدہ میز کے قریب ہی کھڑی رہیں۔

ملیحہ نے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔

زخم تکلیف تو نہیں دے رہا......" بیگم سعیدہ نے اس کی کنپٹی کے قریب ٹیپ لگے زخم کی طرف اشارہ کیا۔

ملیحہ کا ہاتھ زخم کی طرف گیا...... "یہ......"

"ہاں...... درد تو نہیں ہو رہا۔ کل پٹی بدلوانا ہے۔

"درد نہیں ہو رہا۔......" وہ بولی...... اور دوسرے ہاتھ میں پکڑا گلاس میز پر واپس رکھ دیا۔

رحمتے برتن سمیٹنے لگی۔

ملیحہ نے پھر سر ہاتھوں پر گرا لیا۔

بیگم سعیدہ نے پوچھا "کیوں اب کیا ہو رہا ہے۔"

پتہ نہیں"

"تم سوچنے کی کوشش نہ ہی کرو...... یادداشت خود ہی لوٹ آئے گی کسی نہ کسی

وقت......"

"اچھا......"

"ہاں"

"سب کچھ عجیب عجیب لگ رہا ہے......"

"کوئی بات نہیں......"

"بیگم سعیدہ شاید اسے تسلی دینے کو تھیں کہ بات کرتے کرتے رک گئیں۔

کیونکہ

پورچ میں ہارون کی گاڑی آکر رکی تھی۔

وہ دفتر سے واپس آگیا تھا۔

کیک، پیسٹری، مٹھائی اور نہ جانے کیا کیا چیزیں وہ اس کا منہ میٹھا کروانے کے لئے لایا تھا۔ آرڈر ملنے کی خوشی بھی بہت تھی۔ دوپہر اس نے امی کو نوید سنا دی تھی کہ کنٹریکٹ سائن ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا۔ کہ صبح جو بات میں کہہ کے آیا ہوں میرے آنے تک پوری ہو گئی ہو......

وہ جانتا تھا امی اس کی ہر خوشی پوری کر دیا کرتی ہیں۔ اسی لئے وہ خوش خوش گھر آیا۔ دینو نے بڑھ کر حسب عادت ہارون سے بریف کیس لینا چاہا۔ تو وہ باہر نکلتے ہوئے بولا۔ "یہ میں لے جاتا ہوں تم پیچھے سے ڈبے نکال لو......"

دینو نے کیس کی بکل ٹھیک کرتے ہوئے کہا "اچھا جی"

"اور ہاں"

"جی"

"وہ چلی گئی نا......"

"کون"

"وہی...... ملیحہ......"

"نہیں جی......"

"کیا...... وہ ابھی یہیں ہے......"

"جی ہاں"

"کیوں...... کیا نومی نہیں آیا تھا۔"

"وہ تو صبح آئے تھے جی......"

"اُفوہ......" ہارون نے غصے سے گاڑی کے کھلے دروازے پر مکہ مارا۔ تو دینو سر ہلاتے

ہوئے بولا ”مجھے تو کچھ پتہ نہیں جی......“

ہارون کی ساری خوشی غارت ہو گئی...... پارہ چڑھ گیا...... ماتھے پر شکنیں آگئی واقعی دروازے کو زور سے ٹھڈہ مارتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔ لاؤنج میں آتے ہی کیس صوفے پر اچھال دیا اور فور کین کی کرسی کی پشت پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

”آ گئے“ کھانے کے کمرے سے بیگم سعیدہ نکل آئیں۔

”جی“ ہارون نے غصہ دباتے ہوئے سلام کرنے کے بعد کہا۔ بیگم سعیدہ اس ناراضگی کو بھانپ گئیں۔ چونکہ وجہ بھی جانتی تھیں۔ اس لئے اس موضوع کی طرز مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے قریب آکر بولیں۔ ”مبارک ہو بیٹے...... آج تمہارا معاہ گیا۔ اللہ مبارک کرے آج میں بہت خوش ہوں۔“

”اور آج میں بہت ہی ناخوش ہوں۔“ اس نے پورے غصے میں مکا کرسی کی پشت مارتے ہوئے کہا۔

”اوہو“ امی جان بوجھ کر ہنسیں...... ”بیٹھو تو......“

دینو مٹھائی کیک اور دوسری چیزوں کے ڈبے لے کر اندر آ گیا۔ بیگم سعیدہ جھٹ ادھر مڑیں ”یہ کیا ہے دینو......“

”ہارون بیٹا لائے ہیں۔“

”اچھا...... معاہدے کی خوشی میں رکھ دو یہاں“ وہ گھوم کر کرسی کے سامنے آئیں دینو نے درمیانی میز پر ڈبے رکھ دیئے۔

”ہارون...... آج ہمیں اتنی بڑی خوشی خدا نے دی ہے۔ اسے یوں غصے میں خراب نہ کرو......“

”امی......“ وہ دانت پیس کر چیخا...... ”وہ اب تک یہاں کیوں ہے۔“

”چلی جائے گی“

”کب؟“

”تم آ گئے ہو نا...... چلو اسے جا کر اسی کے ٹھکانے پر چھوڑ آتے ہیں۔ بس خوش“

”صبح نومی نہیں آیا تھا۔“

”آیا تھا“

”پھر اس کے ساتھ کیوں نہیں بھیجا اسے“

”بیٹھو تو سناؤں نا......“

”کیا سنائیں گی......“

”بیٹا...... اس کی یادداشت کھو چکی ہے۔ ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔ تو اسنے کہا تھا کہ دوائی دے کر سونے دیں...... ریسٹ سے شائد ذہن کام کرنے لگے۔ لیکن اب جب وہ سو کر اٹھ چکی ہے...... تو بھی اسے کچھ یاد نہیں آ رہا......“

”اوہ امی...... خدا کے لئے...... وہ مکار لڑکی...... بہانے بنا رہی ہے۔ اسے کچھ نہیں بھولا...... اداکاری کر رہی ہے۔“

”نہیں ہارون......“

”میں جانتا ہوں اسے امی...... جانتا ہوں...... وہ بننے اور بنانے میں ماہر ہے۔“

وہ اتنی زور سے چیخا...... کہ کھانے کے دروازے میں ہراساں سی کھڑی ملیحہ بھاگ کر باہر نکل آئی اور بیگم سعیدہ کی پشت سے لگ کر ان کے کندھے کے اوپر سے ہارون کو دیکھتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں بولی ”یہ کون ہیں آنٹی......“

بیگم سعیدہ نے محسوس کیا کہ اس کا بدن کانپ رہا ہے۔

”تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کون ہوں۔ ہارون کا چہرہ لال بھبوکا ہو گیا۔

”نہیں...... میں آپ کو نہیں جانتی......“ وہ اپنے ہاتھوں کی گرفت بیگم سعیدہ کے کندھوں پر مضبوط کرتے ہوئے خوف سے پیلی پڑتے ہوئے بولی۔

”ملیحہ......“ وہ چیخا ”یہ اداکاری یہاں نہیں چلے گی......“

”ملیحہ...... ادا...... کاری“ وہ زیر لب بڑبڑائی۔ پھر بیگم سعیدہ کو ہلکے سے ہلاتے ہوئے بولی ”یہ کون ہیں...... میں انہیں نہیں جانتی......“

”تم اچھی طرح جانتی ہو“ ہارون پیچ و تاب کھاتے ہوئے اس پر ہاتھ اٹھانے کو لپکا بیگم سعیدہ نے قدرے سخت لہجے میں کہا ”ہوش میں رہو ہارون۔ ایک لڑکی پر ہاتھ اٹھانا تمہیں زیب دیتا ہے۔“

”لڑکی...... ہونہہ......“ اس نے ہاتھ نیچا کرتے ہوئے کہا۔

"وہ جیسی بھی ہے۔" بیگم سعیدہ نے جلدی سے کہا۔ "یہ حرکت تمہیں نہ
چاہئے۔"

"تو اسے دفع دور کر دیں میری نظروں کے سامنے سے"

"آنٹی......" وہ روہانسی ہو گئی۔

"آپ اسے وہیں چھوڑ آئیں......" ہارون اب بھی غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔

"کہاں چھوڑ آئیں گے" وہ معصومیت سے بولی۔

"تمہارے گھر......" بیگم سعدیہ نے کہا۔

"میرا گھر...... کہاں ہے......" وہ ان کے کندھوں سے ہاتھ اٹھا کر ان کے سامنے ہوئے بولی۔

"ابھی تمہیں لے چلتے ہیں......" بیگم سعیدہ نے کہا۔ پھر ہارون سے بولیں۔ "چلو چلو ہم اسکو ابھی چھوڑ آتے ہیں...... اسے اپنا ماضی یاد ہے یا نہیں ہمیں اس سے کوئی نہیں......"

"اسے سب یاد ہے امی...... بن رہی ہے اور بنا رہی ہے۔ اس نے یہ سوانگ ہے۔ اسے پتہ چل گیا ہو گا نا...... کہ اب میں نئے دفتر میں......"

"جانے دو یہ سب" بیگم سعیدہ بولیں...... "چلو لے چلو ہم اسے ابھی جا کر چھوڑ ہیں......"

"ٹھیک ہے۔ وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا" آپ تیار رہوں میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ دھم دھم کرتا اوپر چلا گیا...... ملیحہ حیرت زدہ سی اسے اوپر جاتے تکتی رہی۔ وہ کمرے میں چلا گیا تو وہ سادگی سے بولی "یہ کون ہیں"

"ہارون...... میرا بیٹا......"

"یہ غصے میں کیوں ہیں؟

بیگم سعیدہ نے گھور کر اسے دیکھا اور سہم گئی...... "تم یہاں بیٹھو میں دوسری لے آؤں پھر چلتے ہیں......"

"کہاں"

"تمہیں چھوڑنے۔"

"مجھے کہاں چھوڑ دیں گے۔"

"تمہارے گھر"

"میرا...... گھر...... یہاں ہے۔"

"ہاں......"

"وہاں اور کون ہے"

"کوئی نہیں"

وہ حیرانگی سے بولی "میں گھر میں اکیلی رہتی ہوں۔"

"اوہ خداوندا...... بیگم سعیدہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا "کیا مصیبت ہے۔"

"وہ جلدی سے بولی "آنٹی میں نے کوئی غلط بات کہہ دی۔"

وہ چپ رہی۔

"آنٹی...... مجھے اپنا گھر بالکل یاد نہیں...... آ رہا...... میں کیا کروں۔"

"وہاں جاؤ گی تو سب کچھ یاد آ جائے گا۔ تم اس شہر میں نوکری کے لئے آئی ہوئی ہو...... اور تم نے ایک کوٹھی کا گیسٹ روم کرائے پر لے رکھا ہے۔ وہاں تم اکیلی رہتی ہو۔ اور دفتر میں نوکری کرتی ہو......"

"میں...... دفتر میں نوکری کرتی ہوں...... اکیلی...... رہتی ہوں" وہ بڑبڑائی پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"بیٹھ جاؤ" بیگم سعیدہ نے اسے زبردستی صوفے پر بٹھا دیا

وہ بیچارگی سے انہیں تکتے ہوئے بولی "میں کسی دفتر میں نوکری کرتی ہوں"

"مجھے پتہ نہیں......" بیگم سعیدہ کہتے ہوئے اندر چلی گئیں...... رحمتے جو پیچھے کھڑی سب باتیں سن رہی تھی آگے بڑھی اور بڑے تند لہجے میں بولی "اب زیادہ بنو نہیں...... ہمارے ہارون صاحب بہت غصے والے ہیں...... چپ چاپ اپنے گھر چلی جاؤ......"

ملیحہ نے ہاتھوں پر اپنا سر گرا لیا۔

چند لمحے وہ یوں ہی سر تھامے صوفے پر بیٹھی رہی......

"چلو اٹھو" بیگم سعیدہ اپنی پشمینے کی شال لپیٹے لاؤنج میں آ گئیں۔

ملیحہ نے ان کی طرف دیکھا اور پریشان نظروں سے انہیں تکتے ہوئے اٹھ کھڑی

ہوئی...... وہ اس وقت حکم کا بندہ بنی ہوئی تھی......

"ہم تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آتے ہیں......" بیگم سعیدہ نے پھٹی پھٹی آنکھوں اپنی طرف دیکھتی ملیحہ سے کہا۔ نہ جانے اس کی آنکھوں میں رچی بسی اداسی اور ہراساں انہیں متاثر کیا۔ یا چہرے پر چھائی معصومیت نے کہ ہمدردی کا اک ابال سا اٹھا...... ا نے اپنا ہاتھ ملیحہ کے شانے پر رکھ دیا۔

لیکن

بیٹے کے ڈر سے اسے تسلی و تشفی نہ دی...... ہارون تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیوں اتر آیا تھا۔

وہ بنا اس کی طرف دیکھے باہر نکل گیا۔

"آؤ۔" بیگم سعیدہ نے اس سے کہا...... وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ان کے پیچھے پیچھے چل دی......

ہارون نے اگلا دروازہ امی کے لئے کھول دیا وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئیں...... پ دروازہ کھلا تھا۔ بیگم سعیدہ نے ملیحہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہارون کو تو اس کی طرف دیکھنا گوارہ نہ تھا...... اس کے بیٹھتے ہی اس نے زور سے دروازہ بند کیا اور پھر خود ڈرائیونگ پر آن بیٹھا......

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ملیحہ کے ذہن میں لپک جھپک کوئی احساس جاگا...... یوں لگا پہلے بھی وہ گاڑی میں بیٹھی ہے۔ اور دروازہ زور سے بند ہوا ہے۔

لیکن

کب؟

اور

کہاں؟

آنکھیں سختی سے میچ میچ کر کھولنے کے باوجود اس کو کچھ یاد نہ آیا۔ ذہنی ہلچل ڈپریشن باعث بننے لگی۔ اس نے نڈھال اور بے حال ہو کر گاڑی کی سیٹ پر سر ڈال دیا...... اسے نہیں چلا...... گاڑی کہاں سے کہاں گئی ہے...... کس سڑک سے گزری ہے اور کس علاقے میں گئی ہے۔ وہ تو اس وقت چونکی...... جب ہارون کا تیز و تلخ لہجہ اس کے کانوں سے ٹکرایا

"اترو......"

بیگم سعیدہ ہارون کے قریب گاڑی سے باہر کھڑی تھیں...... وہ چند لمحے انہیں ٹکر ٹکر دیکھتی رہی پھر گاڑی سے باہر نکل آئی۔

وہ ایک کوٹھی کے سامنے کھڑے تھے۔ لوہے کا کالا گیٹ بند تھا۔ ہارون نے بیل پر ہاتھ رکھ دیا اور اندر سے کسی کے آنے کا انتظار کرنے لگا...... ملیحہ نے آگے بڑھ کر سعیدہ کا ہاتھ پکڑ لیا اس کا ہاتھ ٹھنڈا تھا۔ اور پسینے کی ہلکی سی نمی محسوس کی جا سکتی تھی۔ بیگم سعیدہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا نہیں......

چند منٹ کے بعد گیٹ پر ایک ادھیڑ عمر عورت آئی۔ اس نے گیٹ کھولے بغیر پوچھا "کون ہیں آپ...... اور کس سے ملنا ہے؟"

بیگم سعیدہ آگے بڑھی اور سلام کے بعد بولی "ہم ملیحہ کو چھوڑنے آئے ہیں......"

"ملیحہ" اس نے زیر لب کہا۔

"سامنے آؤ ملیحہ" بیگم سعیدہ نے اسے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ملیحہ......" وہ عورت گیٹ کھولے بنا بولی "یہ......"

"جی...... آپ کے کمرے میں رہتی ہے۔ کرائے پر......"

"جی یہ تو یہاں سے جا چکی ہے۔ تین ماہ ہو چکے چھوڑ دیا تھا ہمارا کمرہ......"

"کیا؟" ہارون جلدی سے بولا۔

"ہاں جی...... اس نے بتایا نہیں...... تین ماہ ہو چکے جا چکی ہے یہ تو...... اب یہاں تو نہیں رہتی۔"

"تو......" بیگم سعیدہ نے حیرانگی سے ملیحہ کو دیکھا۔

"ہم نے تو کمرہ کسی اور کو دے دیا ہے۔ ایک ماہ ہو گیا اب ہاورڈ سکول کی ٹیچر مس ٹینا رہتی ہے اس میں......"

"پھر......" بیگم سعیدہ نے ہارون کی طرف دیکھا۔ وہ خاصہ مضطرب اور الجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس خاتون سے بولا "آپ کو کچھ پتہ ہے یہ گھر چھوڑ کر کس جگہ رہتی ہے۔"

"نہیں جی" اس نے سر نفی میں ہلایا...... "ہمیں کیا پتہ جی میں نے کہا نا تین مہینے ہو گئے اسے ہمارا گھر چھوڑے...... ہم تو خود بھی خالی کروانا چاہتے تھے اس سے کمرہ"

اس عورت نے ناگوار سی نگاہ ملیحہ ڈالی......

ملیحہ بے معنی نظروں سے اسے تکے جا رہی تھی۔

"کیوں خالی کروانا چاہتے تھے آپ لوگ کمرہ" بیگم سعیدہ نے جلدی سے لیکن ر
کے انداز میں پوچھا۔

"اس سے پوچھیں نا...... اور ہاں اسی پجیرو والے کے پاس ہی چلی ہو گی رہنے کو"

"پجیرو والے؟"

"جی اس نے دن رات آنا شروع کر دیا تھا۔ میری بیٹی کی کوٹھی ہے نا یہ...... وہ اور ا
کا شوہر سخت نالاں تھے...... دیکھیں نا جی...... اچھی بات تو نہیں تھی نا......"

وہ عورت دبے دبے لہجے میں آنکھیں گھما گھما کر ملیحہ کے متعلق جانے کیا کچھ ک
رہی۔

"اچھا جی" بیگم سعیدہ نے پریشان ہو کر مڑتے ہوئے کہا" پھر ہارون کی طرف دیکھ
گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔

وہ چپ چاپ گاڑی کی طرف آ گئیں...... دروازہ کھولا اور ملیحہ سے کہا "بیٹھو......"

"اب کہاں جانا ہے" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"جہنم میں" ہارون غرایا

"بیٹے" بیگم سعیدہ نے سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ہولے سے کہا "وہ یقیناً اپنا ماضی بھول
ہے۔ پتہ نہیں اس گھر کو کیسے خالی خالی نظروں سے تک رہی تھی......"

"اوہ...... میری ماں......" ہارون نے بیزاری سے کہا "آپ اس لڑکی کو نہیں جا
یہ روپ بدل کر آئی ہے اب...... دھوکہ دے رہی ہے۔ بنا رہی ہے ہم سب کو
لیکن...... لیکن"

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا گردن گھما کر اک خشمناک نگاہ اس پر ڈالی...... اور پھر
دیکھتے ہوئے گاڑی چلا دی۔

"ہیلو......"

"جی نومی بول رہا ہوں"

"نومی بیٹے میں سعیدہ آنٹی ہوں

"اسلام و علیکم آنٹی...... کیسی ہیں"

"ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ"

"شکریہ"

"تیاری ہو گئی پشاور جانے کی"

"بس ہو ہی گئی ہے...... ہاں آنٹی سنایئے...... کیا کیا ملیحہ کا......"

"اسی لئے تو فون کیا ہے"

"گھر چھوڑنے جانا ہے"

"کہاں گھر......"

"کیوں"

"شام میں اور ہارون اسے چھوڑنے گئے تھے"

"اچھا......"

"لیکن وہاں جا کر پتہ چلا کہ اسے وہ گھر چھوڑے تقریباً ... ماہ ہو چکے ہیں"

"رئیلی"

"ہاں......"

"پھر......"

"واپس لے آئے......"

"تو اب......"

"کیا کریں...... ڈھول باندھ دیا ہے ہمارے گلے میں اب بجانا ہی ہے۔"

"وہ...... وہ...... ہارون......"

"اس کا پارہ چڑھا ہوا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا۔ کہ کیا کروں......"

"آنٹی...... جہاں یہ کام کرتی ہے اس آفس سے پتہ کریں؟"

"اس لئے تو تمہیں فون کیا ہے۔ اس کے دفتر کا تو تمہیں پتہ ہے نا......"

"آں...... جی ہاں...... یہ فریسکو اینڈ کمپنی" کے دفتر میں ملازمت کر رہی ہے۔

"تو پھر یوں کرو...... تھوڑی دیر تک ادھر آجاؤ۔ اسے ڈاکٹر کے پاس بھی لے جانا ہے پٹی تبدیل کروانے اور دوائیوں کا پوچھنے......"

"آنٹی میں ایک گھنٹے بعد آسکتا ہوں...... ابھی پپا اور حامی کو ایئرپورٹ چھوڑنا ہے۔"

"کہاں جا رہے ہیں......"

"کراچی"

"خیریت؟"

"امی کا فون آیا تھا۔ ماموں کی طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب ہے......"

"اللہ رحم کرے......"

"بس میں انہیں ڈراپ کر کے آجاؤں گا۔ پھر ڈاکٹر کے پاس بھی ہو آئیں گے اور اس سے بھی اتہ پتہ معلوم کرلیں گے......"

"ٹھیک ہے"

"ہارون نے میرے بارے......"

"اس نے مجھ سے بھی بات نہیں کی رات سے...... وہ سمجھ رہا ہے کہ میں خوا ملیحہ کو روک رہی ہوں گھر میں...... اور یہ بھی کہتا ہے کہ ملیحہ یادداشت کھونے کا بہانہ ہے۔"

"وہ اسے اچھی طرح جانتا ہے آنٹی......"

"لیکن ملیحہ کو واقعی کچھ یاد نہیں آرہا......"

"اب تک بھی......"

"ہاں...... بس ٹکر ٹکر تکتی رہتی ہے...... کبھی کبھی اس کے چہرے سے لگتا ہے کہ اسے سخت ذہنی کوفت ہو رہی ہے۔ کچھ یاد آنے لگتا ہے...... لیکن آتا نہیں......"

"ہونہہ......"

"مصیبت ہی پڑ گئی ہے۔"

"آنٹی میں نادم ہوں...... کہ بیٹھے بٹھائے آپ لوگوں کو مصیبت میں ڈال دیا۔ لیکن میں بھی کیا کرتا......"

"ہاں...... تمہاری بھی مجبوری تھی...... اچھا بیٹے...... پپا کو ڈراپ کر کے ضرور ادھر آجانا۔ ہارون کے آنے سے پہلے پہلے اس کو چلتا کردوں تو اچھا ہے۔ ورنہ وہ تو جان کو آلے گا......"

"اچھا آنٹی...... آکر بات کروں گا۔ خدا حافظ"

"خدا حافظ"

"بیگم سعیدہ نے اک گہری سانس لے کر فون رکھ دیا۔ وہ خاصی پریشان تھیں۔ آج ہارون ان سے ملے بغیر آفس چلا گیا تھا۔ ناشتہ بھی کر کے نہیں گیا تھا۔ غصے کا اظہار وہ بچپن سے اس طرح کیا کرتا تھا...... معمولی معمولی باتوں پر روٹھ جایا کرتا تھا...... بڑے جتنوں سے امی اسے منایا کرتی تھیں......

اب تو معاملہ ہی اتنا سنجیدہ اور ٹیڑھا تھا۔ وہ بیچاری سمجھ نہ پا رہی تھیں کہ کیا کریں۔ دن کے گیارہ بجنے والے تھے...... رحمتے کچن میں کام نپٹا رہی تھی۔ جمعدارنی صفائی میں مصروف تھی......

ملیحہ نے آج بھی اٹھتے ہی کمرہ ٹھیک ٹھاک کر دیا تھا...... بیڈ بنا کر بیڈ کور ڈال دیا تھا۔ سائیڈ ٹیبلوں پر رکھی چیزیں جگہ جگہ پر رکھ دی تھیں...... کرسی کی پشت پر پڑی بیگم سعیدہ کی شال تہہ کر کے رکھی تھی۔ ان کے جوتے ڈریسنگ ٹیبل میں ریک پر رکھ دیئے تھے۔ کمرہ نک سک سے درست کر دیا تھا...... ناشتے کے بعد وہ پھر کمرے میں آگئی تھی۔ اور کرسی پر سوچوں میں گم صم بیٹھی تھی......

بیگم سعیدہ نومی کو فون کر کے کمرے میں آئیں تو ملیحہ اٹھ کھڑی ہوئی...... وہ فون پر ان

گفتگو سن رہی تھی۔ اسی لئے اس کے چہرے پر الجھاؤ کے جال کچھ زیادہ ہی تھے......

"بیٹھو......" بیگم سعیدہ نے بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔

"تمہیں ابھی ڈاکٹر کے پاس چلنا ہے" بیگم سعیدہ نے جیسے بات کرنے کو کہا انہیں سمجھ نہ آتا تھا کہ اس سے کیا باتیں کریں......"

"ڈاکٹر کے پاس؟" ملیحہ نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اور پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں...... تمہارا یہ زخم" انہوں نے کن پٹی کی طرف اشارہ کیا "پٹی تبدیل کروانا ہے"

"اچھا"

"ابھی نومی آجائے گا۔ تو چلتے ہیں......"

"نومی......"

"ہاں وہی لڑکا جو تمہیں ایکسیڈنٹ کے بعد ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا...... اس کا تو پتہ ہے نا......"

وہ کچھ نہیں بولی...... سر جھکائے اپنی گود میں رکھے دونوں ہاتھ مسلتی رہی۔ اس کے چہرے سے ظاہر تھا...... کہ وہ کسی زبردست قسم کی الجھن میں مبتلا ہے۔

کیا یہ بن رہی ہے؟

اداکاری کر رہی ہے؟

دکھاوے کو یادداشت بھولنے کا بہانہ کر رہی ہے؟

بیگم سعیدہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچنے لگیں۔

"آنٹی" وہ سر اٹھاتے ہوئے کھسیائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہوں"

"آپ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گی۔"

"کہا ہے نا پٹی تبدیل کروانی ہے...... یہ زخم ہے تمہاری کن پٹی کے قریب"

"پھر میں...... کہاں جاؤں گی......؟"

بیگم سعیدہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے...... درشت سے لہجے میں بولیں "مصیبت ڈال دی

ہے ہمیں......"

"کس نے" وہ بڑی سادگی سے بولی۔

"تم نے اور کس نے......"

"میں...... میں نے......"

"بس چپ رہو...... ابھی ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔ وہاں سے تمہارے دفتر جائیں گے تاکہ پتہ چل سکے کہ آج کل تم کہاں رہتی ہو......"

ملیحہ نے آنکھیں میچ لیں۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ لگتا تھا۔ وہ سخت کوفت، ذہنی اذیت میں مبتلا ہے۔ اس نے بار بار آنکھیں کھولیں اور میچیں۔ پہلے تو بیگم سعیدہ کو اس پر ترس آیا۔ لیکن پھر ناگواری سے اسے دیکھا انہیں بھی ہارون کی طرح یہی لگا کہ وہ اداکاری کر رہی ہے۔

وہ کچھ کہنے کو تھیں۔ کہ باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی وہ اٹھتے ہوئے بولیں "نومی آگیا ہے میرے خیال میں...... چلو آؤ......"

وہ کمرے سے باہر آگئیں۔ ملیحہ بھی پریشان پریشان سی ان کے پیچھے پیچھے لاؤنج میں آ گئی...... دونوں کھڑے کھڑے نومی کا انتظار کر رہی تھیں۔

لیکن

نومی نہیں وہ بیگم سعیدہ کی کزن ہاجرہ تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیٹی شفو بھی تھی۔ ہاجرہ بڑی خوش باش سی عورت تھی۔ اونچی آواز میں بولنا اور بات بات پر قہقہے لگانا اس کی عادت تھی...... زیور کی بہت شوقین تھی۔ موٹی تازی عورت کی کلائیاں طلائی چوڑیوں سے ہمیشہ بھری رہا کرتی تھیں۔ گلے میں موٹی موٹی دو تین زنجیریں ضرور پہنتی اور کانوں میں بھی بندے یا آویزے ہمیشہ ہی جھلارے لیا کرتے تھے۔ وہ جب بھی کوئی نئی چیز بنواتی...... بیگم سعیدہ کو ضرور دکھانے آتی...... اس کی بیٹی شفق واقعی شفق تھی۔ تیکھے تیکھے نقش و نگار اور پھوٹتی شفق والی رنگت...... اس پر جوانی کا نکھار...... گھریلو آسودگی اچھا پہناوہ...... سب نے مل کر اس کی شخصیت کو جاذب اور پرکشش بنا دیا تھا۔ بی اے میں پڑھ رہی تھی۔ بیگم سعیدہ کے ہاں ماں کے ساتھ اکثر آیا کرتی تھی۔ کبھی بھائی ادھر آتے تو چکر لگا لیتی...... اکیلے بھی کوئی کام ہوتا تو چلی آتی...... رشتہ داری تھی...... اس لئے کوئی اجنبیت نہیں تھی...... بیگم سعیدہ

کو بھی شفق سے بہت پیار تھا...... اور ہاجرہ تو ان کی نہ صرف اچھی کزن ہی تھی۔ بلکہ
کی دوست بھی تھی۔

ہاجرہ نے لاؤنج میں آتے ہی زوردار انداز میں سلام کیا اور ہنستے ہوئے بیگم سعیدہ
گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی "پتہ ہے کیوں آئی ہوں...... وہ......"

لیکن بات پوری کرنے سے پہلے ہی اس کی نگاہ ملیحہ پر پڑی۔ جسے پیچھے آنے والی
بھی دیکھ چکی تھی......

"ہا......" بیگم سعیدہ کو نظرانداز کرتے ہوئے ہاجرہ ملیحہ کو دیکھتے ہوئے حیرت سے
"یہ کہاں سے آگئی پھر......"

شفو نے بھی کچھ ناپسندیدگی سے ملیحہ کو دیکھا اور بولی "آنٹی...... یہ کب آئی......"

"بیٹھو" بیگم سعیدہ نے ہاجرہ سے کہا جو بڑی گہری اور ناقدانہ نظروں سے گھبرائی
لڑکی کو تکے جا رہی تھی۔

پھر
آگے بڑھ کر شفو کی بانہوں میں لے کر اس کی پیشانی پر پیار سے بوسہ دیتے ہوئے
"کیسی ہو بیٹی......"

"آنٹی...... یہ کہاں سے آگئی......" شفو نے ان کی بات کا جواب دیئے بغیر ملیحہ کو د
ہوئے کہا۔

"بس ٹپک پڑی ہے کہیں سے" بیگم سعیدہ نے ہاجرہ کے پاس بیٹھتے ہوئے صو
شفو کو بھی اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

ملیحہ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہی۔ وہ ہراساں نظروں سے ہاجرہ اور شفو کو دیکھ
تھی۔

"کیسے آنا ہوا......" بیگم سعیدہ نے ہاجرہ کی طرف دیکھا جو اب تک ملیحہ کو تک
تھی۔ شفو بھی اس کو گھورے جا رہی تھی۔ ماں بیٹی کی ناگواری ان کی نظروں سے عیاں تھی

"شفو بیٹی" بیگم سعیدہ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔

"جی آنٹی"

"آج چھٹی تھی......"

"چھٹی تھی نہیں کر لی......" وہ مسکرا کر بولی "امی نے جیولر کے پاس جانا تھا میں نے
بھی بازار سے کچھ چیزیں لینا تھیں۔"

"کیا بنوایا؟" بیگم سعیدہ نے ہاجرہ کی موٹی اور گوری کلائی میں بھری چھم چھم کرتی چوڑیوں
کو انگلیوں سے چھوا

"یہی......" ہاجرہ نے کلائی ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا "یہ چوڑیاں بنوائی ہیں"

"بہت خوبصورت ڈیزائن ہے مبارک ہو......" بیگم سعیدہ نے کہا ہاجرہ شکریہ کہتے
ہوئے پھر ملیحہ کی طرف دیکھنے لگی......

"یہ کہاں سے آگئی...... اس کا تو سنا تھا۔ چھوڑ چھاڑ گئی ہے تم سب کو......" ہاجرہ نے
ہولے سے کہا۔

"ہوں......"

"ٹکر ٹکر منہ تکے جا رہی ہے...... سلام نہ دعا......" ہاجرہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہیں جانتی پہچانتی نہیں نا......" بیگم سعیدہ نے بھی اسی لہجے میں کہا۔

"نہیں آنٹی...... دو تین بار ہمیں مل چکی ہے...... ہارون بھائی کی......" شفو بولی۔

بیگم سعدیہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "اب انجان ہے بیٹی"

"کیا مطلب؟"

بیگم سعیدہ نے مختصراً ساری روئیداد انہیں سناڈالی۔

دونوں حیران ہو کر اسے تکنے لگیں۔ شفو اٹھ کر اس کے قریب آکر بولی "ملیحہ......
مجھے پہچانتی ہو"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں شفو ہوں...... ہارون بھائی نے میرا تعارف تم سے کروایا تھا۔ یاد ہے تم ان کے
ساتھ ریسٹورنٹ میں آئی تھیں...... ہم بھی وہاں تھے...... میں زارا اور جمال بھائی......"

"اس نے نفی میں سر ہلا دیا......

"بیٹھو" شفو نے کہا "وہ گدے دار کرسی پر بیٹھ گئی۔ شفو بھی اس کے قریب بیٹھ گئی
اس نے دو تین بار اسے اپنی شناخت کروانے کی کوشش کی۔
لیکن

ملیحہ کے چہرے پر پہچان کے کوئی آثار نہیں تھے۔

"یہ تو واقعی سب کچھ بھول گئی ہے آنٹی۔" شفو نے کہا۔

"ہاں یہی تو مصیبت ہے" وہ بولیں۔

"اب کیا کرو گی اس کا" ہاجرہ نے پوچھا۔

"سمجھ نہیں آتا...... گھر تین ماہ ہوئے چھوڑ چکی ہے۔ اب اس کے دفتر ہی سے جا سکتا ہے۔ کہ ان دنوں کہاں رہائش پذیر ہے۔

"ہوں"

تینوں کچھ دیر اسی کی باتیں کرتی رہیں...... ان کی گفتگو میں رحمتے بھی شریک گئی......

"چائے تو بنا لاؤ ان کے لئے" بیگم سعیدہ نے کہا تو ہاجرہ جلدی سے بولی "نہیں نہیں پئیں گے ہم لوگ ابھی دو ایک اور دکانیں بھی دیکھنی ہیں ہمیں...... شفو نے چیزیں لینی ہیں سپر سٹور سے......"

"تو کیا ہوا چائے کی پیالی پینے میں دیر کیا لگے گی......" سعیدہ بولیں...... پھر رحمتے کہا "جلدی سے لے آؤ چائے......"

رحمتے کے پیچھے پیچھے ملیحہ بھی کچن میں چل دی۔ ہاجرہ سعیدہ اور شفو حیرانگی سے ا جاتا دیکھ رہی تھیں......

"کیا لینا ہے" رحمتے نے پلٹ کر ملیحہ سے کہا۔

"چائے...... بنا دوں؟"

"بنانا آتی ہے؟"

"بناتی ہوں...... برتن کہاں ہیں......"

"ایک ایک چیز تمہیں لا کر دوں گی تو اس سے اچھا ہے میں خود ہی بنا لوں......"

ملیحہ ایک لمحہ کو چپ ہوئی پھر بولی "آپ سب لوگ مجھ سے ناراض ہیں......"

"ہونہہ" رحمتے نے ہنکارا بھرا...... "شکر کرو ہارون بیٹے نے تمہارا گلا نہیں دیا......"

ملیحہ نے گھبرا کر اسے دیکھا اور بے اختیارانہ اس کے ہاتھ اپنے گلے کی طرف ا

گئے......

"میں...... میں کہاں جاؤں" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"مجھے کیا پتہ؟" "ابھی نومی بیٹا آئے گا...... تو پتہ چلے گا تمہیں کہاں جانا ہے۔"

رحمتے نے پانی کی کیتلی چولھے پر چڑھا دی۔ دوسری طرف پین میں دودھ ڈال کر رکھ دیا۔ اور خود ٹرے میں برتن لگانے لگی۔

ملیحہ کچھ دیر گم صم سی کھڑی رہی۔ پھر مشینی انداز میں آگے بڑھی...... پتی کا ڈبہ اٹھایا چائے دانی میں پتی ڈالی اور پھر ابلتا ہوا پانی چائے دانی میں انڈیل دیا...... ٹی کوزی چائے دانی پر ڈال کر اس نے چائے ٹرے میں رکھ دی......

پانی کی کیتلی پر ڈھکنا رکھ کر اس نے ایک طرف رکھ دی۔ اور کاؤنٹر پر پڑی چیزیں جھاڑن سے پونچھ پونچھ کر رکھنے لگی۔ لگتا تھا اس کے ہاتھ از خود کام کرتے جا رہے ہیں۔

رحمتے اسے یوں کام کرتے دیکھ کر حیران ہو رہی تھی......

اور جب ملیحہ نے کباب تلنے کے لئے بھی ہاتھ بڑھایا۔ تو وہ بولی "تم تلو گی"

"ہاں"

"کیا کہنے"

پھر اس نے کباب اس کی طرف بڑھا دیئے۔ اسے یقین نہیں تھا۔ کہ ملیحہ یہ کام کر سکے گی لیکن ملیحہ نے نہ صرف کباب تلے بلکہ ڈش میں خوبصورتی سے سجا بھی دیئے...... سلاد کے پتے اور سرخ ٹماٹر کاٹ کر ڈش میں کبابوں کے گرد بڑی نفاست سے رکھے۔ وہ سب کام از خود کرتی جا رہی تھی۔ لگتا تھا ہاتھ مشینی ہیں اور دماغی ہدایت کے بغیر ہی کام کر رہے ہیں۔ ڈش اس نے ٹرالی پر رکھ دی اور چائے وغیرہ بھی لگا دی...... اس نے ٹمیٹو ساس بھی پیالی میں ڈالی اور رحمتے کے ہاتھ سے بسکٹ کا ڈبہ بھی پکڑ لیا۔ چھوٹی ڈش میں اس نے بسکٹ بھی ترتیب سے لگا دیئے...... ساتھ نیپکن رکھنا بھی نہ بھولی...... سارا کام اس نے بڑی ترتیب سے کیا۔

رحمتے پرے ہٹ کر اسے تکے جا رہی تھی...... اور جب ملیحہ ٹرالی دھکیلتے ہوئے بولی

"میں لے جاؤں"

"تو"

رحمتے نے اچنبھے سے کہا "اتنی سلیقہ شعار تم کب سے ہو گئیں......"

یہ گویا جھٹکا تھا جو ملیحہ کے ذہن کو لگا۔ اس کے چہرے پر وہی تشنجی کیفیت نظر آ[ئی]
اس نے آنکھیں میچ لیں۔ اور میز کا کنارہ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے بولی "می...... میں کہا[ں]
ہوں......"

"کچن میں ہو اور کہاں ہو" رحمتے نے بیدردی سے کہا "اور پھر شک بھری نگاہوں [سے]
اسے دیکھ کر بولی "ہارون بیٹا سچ ہی کہتا ہے...... بن رہی ہو......"

وہ چائے لے کر چلی گئی۔

اور

ملیحہ کو جیسے ذہنی دھچکے لگتے رہے۔ اسے لگتا تھا جیسے ایسے ہی ٹرالی وہ پہلے بھی سجا چ[کی]
ہے۔

لیکن

کب

اور

کہاں

یہ نہ جان پا رہی تھی اور یہی باعث کوفت تھا۔

ڈاکٹر نے ملیحہ کی پٹی تبدیل کی اب زخم ٹھیک تھا۔ اوپری سطح پر ہی قدرے گہری خراش آئی تھی۔ ڈاکٹر نے ٹیوب ساتھ دے دی۔ مرہم پٹی اب گھر پر بھی ہو سکتی تھی۔

لیکن

بیگم سعیدہ کے لے مسئلہ مرہم پٹی کا تو نہیں تھا۔ پریشانی تو یہ تھی کہ اس لڑکی کا کیا کریں انہوں نے اس کی ذہنی حالت کے متعلق کھل کر ڈاکٹر قاسم سے استفسار کیا۔ نومی نے بھی ڈاکٹر پر سوالات کی بھرمار کر دی۔ ملیحہ دوسرے کمرے میں بیٹھی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی۔

"اب کیا کیا جائے" بیگم سعیدہ نے کہا۔

"بہتر ہو گا۔ آپ کسی سائیکرسٹ کو دکھا دیں۔ شاید وہ اس کی یادداشت لوٹانے میں کچھ مدد کر سکے......" ڈاکٹر قاسم نے سنجیدگی سے کہا...... "جو کچھ آپ نے اس کے متعلق بتایا اس سے میرا اندازہ تو یہی ہے کہ کسی وقت بھی اس کی یادداشت لوٹ سکتی ہے۔ وہ سب کچھ نہیں بھولی۔ صرف اپنا ماضی بھول گئی ہے۔ اس کا نام ملیحہ ہے۔ لیکن وہ یہ بھی یاد نہیں کر پا رہی میں نے اسے مختلف انداز میں بلایا ہے پکارا ہے۔ لیکن وہ اس نام سے مانوس تک نہیں...... وہ بالکل بھول چکی ہے"

"لیکن میں کیا کروں ڈاکٹر......"

ڈاکٹر نے کندھے اچکائے اور بولا "یہ تو خوش قسمتی ہے جو آپ اسے پہلے سے جانتی ہیں۔ بصورت دیگر بالکل انجان لوگوں کے ہاتھ پڑ جانے سے اس کا......" ڈاکٹر رک گیا نومی کے منہ سے نکل گیا "واقعی...... ڈاکٹر صاحب! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"نومی" بیگم سعیدہ نے کہا "بے شک ڈاکٹر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن تم حالات سے بے خبر نہیں...... میں اس لڑکی کو گھر میں رکھ کر اپنے گھر کا چین و سکون تباہ کر لوں؟؟"

ڈاکٹر کچھ نہیں سمجھا۔

نومی بولا "آنٹی ابھی اس کے آفس چلتے ہیں۔ وہاں سے کچھ نہ کچھ پتہ تو ملے گا......"

"ہاں" بیگم سعیدہ نے سر ہلایا۔

ڈاکٹر نے دونوں کی طرف دیکھا اور بولا "ہو سکتا ہے اس کی یاد اچانک ہی لوٹ آئے کچھ اعصاب دب گئے ہیں گرنے سے...... میرا تو یہی اندازہ ہے۔ اسے جتنا ذہنی سکون ملے گا اس کی یادداشت لوٹنے کے امکانات زیادہ ہوں گے...... بہرحال......"

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اس انداز میں بیٹھ گیا۔ جیسے مریض اور اس کے لواحقین کو فارغ کر دیا ہو......

"چلیں آنٹی" نومی بولا......

"چلو!" بیگم سعیدہ نے کہا...... پھر انہوں نے پرس کھولتے ہوئے ڈاکٹر سے اس کے چارجز کے پوچھا......

"رحمان" ڈاکٹر نے آواز دی۔

آواز کے ساتھ ہی ادھیڑ عمر کا کلرک نما آدمی دروازے میں نمودار ہوا......

"ان کا بل بنا دو......" ڈاکٹر نے کہا۔

"جی بہتر......" وہ پھر غائب ہو گیا۔

نومی اور بیگم سعیدہ اٹھ کھڑے ہوئے...... ڈاکٹر نے بھی اٹھتے ہوئے نومی سے ہاتھ ملایا اور بیگم سعیدہ کو سلام کیا۔

وہ وہیں کھڑے رہے اور ڈاکٹر وارڈ کی طرف چلا گیا۔

بل ادا کر کے وہ کمرے سے باہر آ گئے۔ ملیحہ کو ساتھ لیا اور گاڑی میں آ بیٹھے۔

"اب اس کے دفتر چلیں آنٹی......" نومی نے برابر بیٹھی و بیگم سعیدہ سے پوچھا اور گردن موڑے بغیر کن آنکھیوں سے ملیحہ کو بھی دیکھنے کی کوشش کی۔ جو سعیدہ کے پیچھے بیٹھی تھی۔ اور جس کے چہرے پر پریشانی کی چھاپ کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

بیگم سعیدہ نے شال کندھوں پر برابر کرتے ہوئے نومی سے کہا "اس کے دفتر کا تو تمہیں پتہ ہے نا......"

"جی آنٹی" اس نے گاڑی چلاتے ہوئے کہا۔

"چلو ادھر سے شاید اس کے ٹھکانے کا پتہ چل جائے......"

"ہاں...... امید تو ہے"

"اللہ کرے...... بھائی...... اب تو اسے اس کے گھر پہنچانا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔"

"اور بھی...... کیا مطلب آنٹی......"

"تمہارے آنے سے پہلے ہمارے ہاں میری کزن ہاجرہ آئی تھی...... جانتے ہو نا اسے...... بھئی شفو کی امی......"

"جی...... جی......"

وہ اور شفو اسے دیکھ گئی ہیں...... اب یہ بات سارے خاندان میں پھیل جائے گی ہاجرہ کی عادت ہے...... بات کو منٹوں میں سارے خاندان میں پھیلا دیتی ہے۔ دیکھنا اب ہر کوئی اسے دیکھنے اور اس کے متعلق استفسار کرنے دوڑا چلا آئے گا...... پہلے جو ہو چکا اس سے کون بے خبر ہے؟"

"یہ بات تو ہے...... لیکن آنٹی...... اب کچھ کیا بھی تو نہیں جا سکتا۔" جب تک اس کے گھر کا پتہ نہیں چلے......"

"وہی تو تشویش ہے...... اور......

بیگم سعیدہ چند لمحے چپ ہوئیں۔ نومی نے رخ پھیر کر ان کی طرف دیکھا...... اور ہولے سے بولا "اور...... کیا آنٹی......"

"فکر مند اس لئے بھی ہوں بیٹا کہ اس کے گھر کا پتہ نہ چل سکا تو کیا کریں گے...... اور...... اور پتہ چل بھی گیا تو کیا اسے وہاں اکیلے چھوڑ دینا مناسب بھی ہو گا......؟"

"اب یہ سوچیں گی تو پھر...... ہو گئی مشکل آسان؟" وہ ہنسا

"لڑکی ہے نومی بیٹے......" انہوں نے جلدی سے کہا "ڈاکٹر ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ کہ خوش قسمتی سے یہ ہمارے پاس آ گئی۔ جو ہم اسے جانتے ہیں۔ کسی اور کے ہاتھ لگ جاتی تو......"

نومی دھیرے سے مسکرایا اور ہولے سے بولا "آنٹی آپ اس کے کرتوت جانتی نہیں ہیں کیا......"

"اے چپ رہو...... سنی سنائی باتیں ہی تھیں نا......"

"نہیں آنٹی......" وہ بولا "کافی تماشے تو میں نے بھی دیکھے تھے وہ سومنگ پول
بات تو میں نے ہی ہارون کو بتائی تھی...... اور وہ......"

"بس کرو...... جانے دو ان باتوں کو اب یہ سوچو کہ اب کیا کرنا ہے۔ خدا کرے
کے آفس سے کچھ پتہ چل سکے اس کے ٹھکانے کا یا گھر بار کا...... جہاں سے یہ آئی
ہے......"

"ہوں"

"نومی گاڑی مختلف راستوں سے لے جاتا اب بڑی سڑک پر آ گیا تھا۔ اسی سڑک
نکلنے والی ذیلی سڑک کے سرے پر ہی "فریسکو اینڈ کمپنی" کا بڑا سا دفتر تھا۔

چند لمحوں بعد ہی گاڑی اس بلڈنگ کے سامنے کھڑی تھی۔ جس میں ملیحہ کا دفتر
گاڑی روک کر نومی نے ملیحہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ
دیکھ کر وہ کیا رویہ اختیار کرتی ہے۔

لیکن

ملیحہ جیسے بیٹھی تھی۔ ویسے ہی بیٹھی رہی۔ شناخت یا پہچان کی چمک اس کی آنکھوں
نہیں ابھری۔

"میں جا کر پتہ کر آؤں؟" نومی نے دروازہ کھولتے ہوئے آنٹی سے پوچھا۔

"جاؤ......"

"اسے ساتھ لے جاؤں"

"جیسے تمہاری مرضی......"

"لے جاتا ہوں...... شاید جگہ اور ماحول سے کچھ مانوس ہو کر اس کی یادداشت......"

"لے جاؤ......"

"آؤ ملیحہ......" وہ جلدی سے پچھلے دروازے کی طرف آیا۔

ملیحہ نے جھکا ہوا سر نہیں اٹھایا...... ہاں وہ بڑبڑائی...... "ملی...... حا......"

"ملی صاحبہ آیئے تشریف لایئے......" اب نومی نے قدرے طنزیہ لہجہ اختیار کیا۔

"کہاں......" وہ حیران حیران نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"دفتر ہے سامنے......"

"کس کا"

"آپ کا"

"میرا"

"جی ہاں"

اس نے نفی میں سر ہلایا اور گھور گھور کر نومی کو دیکھنے لگی۔

"آؤ نا......" وہ بولا......

ملیحہ نے ہاتھ بڑھا کر بیگم سعیدہ کے کندھے پر رکھ دیا اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی "یہ مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہیں......"

"تمہارا دفتر ہے...... جہاں تم کام کرتی تھیں......"

"اچھا......"

"ہاں......"

"ان کے ساتھ جاؤں آنٹی"

"جاؤ......"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی...... چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں...... وہ اس جگہ سے مانوس نظر نہیں آ رہی تھی۔

"چلو آؤ" نومی نے قدم اٹھایا اور ملیحہ بھی بادل نخواستہ اس کے ساتھ چل دی......

استقبالیہ پر بیٹھی لڑکی نے ملیحہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور جلدی سے بولی "مس ملیحہ آپ کہاں تھیں...... نوکری تو سنا تھا آپ نے چھوڑ دی تھی......"

ملیحہ نے بیگانہ سی نظروں سے اس لڑکی کو دیکھا۔ ہاں نومی جلدی سے بولا۔ "انہوں نے نوکری چھوڑ دی تھی......"

"جی ہاں...... جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ تو کئی ماہ سے یہاں نہیں آ رہیں...... بہرحال آپ پتہ کر لیجئے......"

نومی کچھ مایوس سا ہوا...... ملیحہ اب بھی بیگانہ نظروں سے اس لڑکی کو تک رہی تھی۔

"یہ تمہارا دفتر ہے ملی...... یہاں تم کام کرتی تھیں۔" وہ اسے ساتھ لئے کوریڈور میں

آیا۔

"یاد آرہا ہے"

"نہیں" وہ بولی

"وہ سامنے والے کمرے میں تم بیٹھتی تھیں" نومی نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی...... "پتہ ہے نا" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کچھ یاد نہیں آرہا...... یہاں تم نے کئی ماہ کام کیا ہے۔"

"کچھ یاد نہیں آرہا...... کچھ بھی نہیں......" اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

وہ کوریڈور میں سے گزر رہے تھے۔ کہ دائیں ہاتھ کا دروازہ کھلا۔ اور ایک نوجوان باہر نکلا اس کے ہاتھ میں فائیلیں تھیں۔ اس نے سرسری سی نگاہ نومی پر ڈالی اور آگے بڑھا لیکن اس کے قدم رک گئے۔ ملیحہ پر نگاہ پڑتے ہی وہ بڑی گرمجوشی سے بولا "ہیلو مس ملیحہ" ملیحہ نے اس کے سراپا پر نگاہ ڈالی۔ اس کی نگاہ کا تعاقب نومی کی نگاہیں کر رہی تھیں۔

"کہاں رہیں......" وہ پھر اسی گرمجوشی سے بولا "سچی آپ کے چلے جانے کے بعد دفتر کی رونق ختم ہو گئی......"

"آپ انہیں جانتے ہیں" اب نومی نے اس نوجوان سے بات کی۔

"لو صاحب...... انہیں کون نہیں جانتا......"

"کب چھوڑی انہوں نے نوکری......"

"میرا خیال ہے تین چار ماہ ہو گئے۔ یہ تو پھر واپس آئی نہیں۔ آج کیسے آنا ہوا......"

نومی نے کوئی جواب دیئے بغیر ساتھ والے کمرے کی نیم پلیٹ پر نگاہ ڈالی۔ یہ اسسٹنٹ مینجر کا کمرہ تھا......

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ تھپتھپایا اور پھر تھوڑا سا کھول کر اندر آنے کی اجازت چاہی "آجائیں" آواز آئی۔

"آؤ" نومی نے ملیحہ سے کہا۔ جو اس نوجوان کے قریب کھڑی تھی...... نوجوان کی کسی بات کا اس نے جواب نہیں دیا تھا۔ اسی لئے وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

ملیحہ نومی کے ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوئی۔

بڑی سے آفس ٹیبل کے پیچھے اسسٹنٹ مینجر اشفاق احمد بیٹھا تھا۔ پچاس کے لگ

بھگ عمر تھی۔ آنکھوں پر موٹے چشمے کی عینک تھی۔ سر کے بال کھچڑی تھے۔ ڈھیلا ڈھالا سوٹ پہنے وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔

"تشریف رکھئے" اس نے فائل سے نگاہ اٹھائے بغیر ہاتھ سے میز کے دوسری طرف پڑی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"بیٹھو" خود بیٹھتے ہوئے نومی نے ملیحہ سے کہا۔

"جی فرمایئے" فائل بند کر کے چشمہ اتارتے ہوئے اشفاق احمد نے نومی کی طرف دیکھا دوسرے ہی لمحے اس کی نگاہ ملیحہ پر پڑی۔

"اوہ آپ...... کیا نام تھا آپ کا...... ہاں مس ملیحہ...... کیسی ہیں؟" وہ قدرے خوش خلاقی سے بولا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا بس مسٹر اشفاق احمد کو خالی خالی نگاہوں سے تکے گی۔

"کہاں جاب ملی۔ آج کل یہیں ہیں یا کہیں اور...... یہ جاب کچھ بری نہیں تھی۔ آپ نے خواہ مخواہ چھوڑ دی...... ہاں آپ کے شاید کچھ ڈیوز تھے...... وہ لینے آئی ہیں...... کل ہی مجھے افضال نے بتایا تھا......"

اس کی ساری باتوں کا جواب خاموش اور بیگانہ نظریں تھیں۔ اسی لئے نومی کو دخل اندازی کرنا پڑی اور اس نے مختصراً ملی کے متعلق اسے بتایا۔

"اوہ...... بڑی افسوسناک بات ہے۔" وہ تاسف سے بولا۔

"میں یہی پتہ کرنے آیا تھا...... جس گھر میں یہ رہ رہی تھیں...... وہ بھی تین چار ماہ سے چھوڑ چکی ہیں......"

"اوہو......"

"امید تھی...... کہ یہاں سے کچھ پتہ چل سکے گا۔"

اس نے ادھر ادھر سر ہلایا...... "ہم تو کچھ نہیں جانتے"

"نومی مایوس نظر آنے لگا۔

اشفاق احمد چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بیل بجائی...... دوسرے لمحے چپڑاسی اندر آگیا۔

"بھئی حمید......" اشفاق بولا۔ چپڑاسی نے یس سر کہا۔

"مس ملیحہ آئی ہیں......" وہ بولا...... "انہیں جانتے ہو نا"

"جی بالکل......" پھر اس نے ماتھے سے ہاتھ لگا کر ادب سے کہا "سلام مس صا
ملیحہ صرف اسے تکے گئی۔

"ان کے ساتھ مس فرحانہ سلیم اور زہرہ شیخ تھیں نا؟" اشفاق نے حمید سے کہا

"جی ہاں"

"وہ آج آئی ہیں......"

"مس فرحانہ کو تو میں نے جاتے دیکھا تھا اپنے کمرے میں......"

"جاؤ پتہ کرو...... آئی ہوں تو دونوں کو بلا لاؤ۔"

"اچھا صاحب"

وہ کمرے سے نکل گیا۔ تو اشفاق احمد نومی سے بولا "یہ دونوں ان کے ساتھ ہی تھیں۔ ایک ہی کمرے میں۔ شاید وہ کچھ جانتی ہوں...... پتہ کرتے ہیں۔"

"شکریہ" نومی نے کہا۔

کچھ دیر کمرے پر خاموشی چھائی رہی...... اشفاق احمد کو ملیحہ کی یادداشت کھونے افسوس ہو رہا تھا...... وہ خاصی تیز و طرار لڑکی تھی...... اپنا کام بڑی لگن اور ایمانداری کرتی تھی۔ اس کے کردار کے متعلق اس نے بھی کچھ اڑتی اڑتی باتیں سنیں تھیں۔ لیک باتوں پر نہ ہی دھیان دیا تھا نہ ہی چھان بین کی ضرورت سمجھی تھی......

وہ دونوں چپڑاسی کے ساتھ اندر آئیں...... نومی نے کرسی میں قدرے اٹھ ان کا استقبال کیا۔ فرحانہ سانولی سی دبلی پتلی لڑکی تھی...... زہرہ شیخ ادھیڑ عمر کی صاف عورت تھی۔ اسے نومی ایک آدھ بار مل بھی چکا تھا...... اسی لئے تپاک سے اسے ملا اور احوال پرسی کی...... ملیحہ نے کسی کی طرف نہیں دیکھا۔ ہاں وہ دونوں اسے مسکرائیں۔

رسمی تکلفاتی گفتگو کے بعد اشفاق احمد نے ساری بات مختصراً" ان کے گوش کرتے ہوئے کہا "آپ لوگوں کے علم میں ہو گا کہ ان کا اتہ پتہ کیا ہے۔"

"ہاں مجھے پتہ ہے" فرحانہ بولی "سرید بھٹی روڈ پر ایک کوٹھی کے گیسٹ روم میں ہیں۔"

"وہ گھر یہ چھوڑ چکی ہیں...... تین چار ماہ پہلے" نومی بولا۔

"پھر تو پتہ نہیں کہاں رہتی ہیں آج کل......"

"آپ کچھ جانتی ہیں مسز زہرہ شیخ"

"جی نہیں...... میں تو جب یہ یہاں تھیں تب بھی صرف اتنا ہی جانتی تھی کہ ہمارے ساتھ کام کرتی ہیں......"

وہ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ دونوں ملیحہ کے متعلق کوئی خاص بات نہ بتا سکیں۔ ہاں ان کا لہجہ اور انداز گفتگو یوں معنی خیز تھا۔ کہ اس کے متعلق اڑتی باتیں وہ بھی سن چکی تھیں۔

ان دونوں کو واپس بھیج کر اشفاق احمد بولا "آپ چاہیں تو ظفر صاحب سے مل لیں۔" اس نے مینجر کے متعلق کہا "ہو سکتا ہے وہ کچھ بتا سکیں۔"

لیکن

کوئی کچھ نہ بتا سکا۔ مینجر نے آفس کے سارے عملے سے پوچھا...... لیکن معلومات کا وہی سرا ہاتھ آیا۔ جو ملیحہ کے یہاں ہونے تک تھا۔

اس کے بعد

وہ کہاں گئی؟

کہاں رہی؟؟

کوئی نہیں جانتا تھا......

زندگی میں شاید پہلی بار ہارون نے اپنی ماں کے سامنے اتنی گستاخی اور خود
مظاہرہ کیا تھا اور بیگم سعیدہ نے بھی شاید پہلی ہی بار ایک سخت گیر اور خود مختار ماں
ہارون کو احساس دلایا تھا۔

رات ہارون دیر سے گھر آیا تھا۔ اور آتے ہی اسے جب یہ پتہ چلا تھا۔ کہ
تک یہیں ہے وہ بے طرح بھڑک اٹھا تھا...... غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے اسنے ا
تھا "اس کو آپ نے ابھی تک دفع نہیں کیا......"

بیگم سعیدہ نے ملائمت سے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔ "
اتہ پتہ کہیں سے ملتا تو جب نا...... دفتر سے بھی پتہ نہیں چل سکا۔ کہ وہ ان دنوں کہاں
ہے۔ گھر سے تم خود ہو آئے تھے......"

"تو اس کا مطلب ہے یہ آپ کی پناہ میں رہے گی" وہ آتش زیرپا بولا تھا۔

"تم ہی بتاؤ کیا کروں"

"میں کچھ نہیں جانتا...... صرف اتنا جانتا ہوں...... کہ اس گھر پر اس کا سایہ
پڑے"

"میں خود بھی یہی چاہتی ہوں۔ لیکن مجبوری ہے۔"

"کوئی مجبوری نہیں......"

"تو کیا کروں...... گھر سے باہر نکال دوں...... سڑک پر پھینک آؤں"

"جو چاہیں کریں مجھے کچھ سروکار نہیں اس سے......"

"میں کب کہتی ہوں کہ تم کچھ سروکار رکھو۔ لیکن مجبوری کو بھی تو سمجھو......
نے اسے ہمارے در پر لا ہی ڈالا ہے تو......"

ماں کی بات بھنا کر کاٹتے ہوئے وہ زور سے بولا تھا "حالات نے نہیں......"

"تو......"

"وہ فریب کاری سے یہاں آئی ہے۔"

"ہوش سے کام لو ہارون...... مانا کہ تم اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن عقل کا دامن تو ہاتھ سے نہ چھوڑو...... وہ اتفاق ہی سے یہاں تک پہنچی ہے۔"

"آپ کی سادہ لوحی کو کیا کہوں امی......" وہ کرسی غصے سے پرے دھکیلتے ہوئے غرایا۔

"آپ اس کی سرشت کو نہیں جانتیں۔ یہ فریب اور اداکاری کی جن حدوں کو چھو سکتی ہے آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں...... یہ دھوکے باز لڑکی......"

وہ دانت پیس کر رہ گیا۔ اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا اور آنکھیں غصے سے ابلی پڑتی تھیں...... بیگم سعیدہ نے اس کی طرف دیکھا۔ جب وہ ملائمت سے ان کی بات نہ سمجھ پایا تو وہ بھی غصے میں آ گئیں...... اونچی آواز میں بولیں۔ "یہ لڑکی جیسی بھی ہے شاید تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ لیکن تمہارا یہ کہنا کہ یہ دھوکے اور فریب سے پھر ہمارے درمیان آ گئی ہے قطعاً غلط ہے۔"

ہرگز نہیں......"

"بکواس بند کرو...... کیا یہ لڑکی جان بوجھ کر سڑک کے کنارے بیہوش ہو کر گری۔ اسے پتہ تھا کہ نومی گاڑی میں آ رہا ہے۔ وہی اسے اٹھائے گا اور ہسپتال لے جائے گا؟ بولو کیا یہ جانتی تھی۔ کہ نومی کی ممی گھر پر نہیں۔ اس لئے نومی کو مجبوراً ہمیں مطلع کرنا پڑے گا۔ اور یوں یہ ہمارے گھر پہنچ سکے گی......"

ہارون نے پاؤں پٹخا مکہ کرسی کی پشت پر مارا لیکن وہ ہونٹ کاٹنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔

"بولو...... بتاؤ......" وہ غرائیں...... "تم اپنے ذہن سے یہ بات نکالتے کیوں نہیں۔ کہ یہ دھوکے اور فریب سے اس گھر میں آئی ہے۔

"آئی ہے آئی ہے...... آئی ہے...... یہ اس کی چال ہے......" وہ جوش غضب سے بولا

"تم حواس میں نہیں ہو......"

"ہاں نہیں ہوں اور یہ چند دن اور یہاں رہی تو واقع حواس میں نہیں رہوں گا۔"

"اپنے آپ پر قابو رکھو...... یہ یہاں رہے گی اور اس وقت تک رہے گی جس وقت

تک اسے ماضی یاد نہیں آتا اور وہ اپنے ٹھکانے کے متعلق خود نہیں بتا سکتی...... سمجھے

"تو پھر ٹھیک ہے آپ اسے رکھیں۔ میں گھر سے چلا جاؤں گا......"

"اگر تم حالات کی پیدا کردہ مجبوری سے نباہ نہیں کرسکتے تو جو جی میں آتا ہے کرو۔ ایک بے سہارا لڑکی کو ان حالات میں کہیں نہیں بھجوا سکتی۔ سمجھے...... خدا کا خوف بھی چیز ہے۔ اسے بھی اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھنا چاہئے...... وہ جیسی تھی ہم بھی ویسے ہو جائیں؟ ہمارا اخلاق و کردار بھی اتنی نچلی سطح پر آجائے۔ کہ اک جوان لڑکی کو اس حال میں گھر سے باہر نکال دیں۔ اس کے لواحقین کا پتہ نہ گھر بار کا...... کہاں جائے وہ......"

"جہنم میں جائے......" وہ اب بھی غصے میں بھرا تھا۔

"تو سمجھ لو کہ جہنم آگئی ہے۔" بیگم سعیدہ کا پارہ بھی اور چڑھ گیا۔ "یہ یہاں رہے گی میرے پاس۔"

"امی" وہ چیخا

"یہ میرا فیصلہ ہے......"

"آپ اسے نہیں جانتیں...... نہیں جانتیں......"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ یہ لڑکی انتہائی مشکل اور مصیبت میں ہے اس کی مدد فرض ہے۔"

یہ ہمارے ساتھ کیا کر چکی ہے آپ کیوں بھول رہی ہیں......"

"اس نے جو کچھ کیا...... اس کی ذمہ دار وہ خود ہے...... اب میں نے جو کچھ کرنا اس کی ذمہ داری میں ہوں...... جب تک اس کی یادداشت نہیں لوٹتی اسے گھر سے نکالا نہیں جا سکتا......"

"یہ بہانے بنا رہی ہے...... اداکاری کر رہی ہے...... پھر سے پھانسنے......"

"چپ رہو...... تم اس کی زندگی سے نکل چکے ہو...... وہ تمہاری زندگی سے جا چکی...... اب تمہارا اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسے اک بے سہارا لڑکی سمجھو...... اور بس......"

"امی......" وہ چلایا "لگتا ہے کہ اس کے لئے آپ کے دل میں کوئی جذبہ ترحم جاگ اٹھا ہے۔ خدا کے لئے امی اس زعم میں نہ رہئے گا۔ کہ آپ اس کی اصلاح کرلیں گی اسے ٹھیک کرلیں گی......"

"میں نے ایسا سوچا ہے نہ ہی کرنے کا ارادہ ہے۔ میں اسے صرف اس لئے یہاں رکھ رہی ہوں کہ یہ جائے کہاں؟......"

ماں بیٹے میں تکرار بھی ہوئی تو تو میں میں بھی۔ کئی بار ہارون گستاخانہ حد تک چیخ کر ماں سے ہمکلام ہوا اور کتنی ہی بار بیگم سعیدہ نے اسے بری طرح ڈانٹا...... دینو باہر کے دروازے کے ساتھ لگا ان کی باتیں سنتا رہا اور رحمتے کچن کے دروازے کے پاس کھڑی منہ بناتی رہی...... وہ تو غنیمت تھی جو ملیحہ دوائی کھا کر سو چکی تھی...... دوائی کے زیر اثر نہ ہوتی تو جس طرح ماں بیٹے میں دھماکہ دار تکرار ہو رہی تھی وہ ضرور اٹھ جاتی۔

معاملہ تھا بھی تو بڑا گھمبیر اور الجھا ہوا...... ہارون اپنی جگہ ٹھیک تھا اور بیگم سعیدہ اپنی جگہ۔ دونوں میں ٹکراؤ ہی تو تھا۔ لیکن الجھن سے نکلنے کی کوئی راہ بھی تو نہ تھی۔

ہارون کیا کرتا

اور

بیگم سعیدہ کیا کرتیں......

تو تو میں میں ہوئی لڑائی جھگڑا ہوا۔ لیکن معاملہ حل نہ ہو سکا۔ مجبوری ایک سچائی کی طرح اپنی جگہ موجود تھی......

ہارون کی بھی......

اور

بیگم سعیدہ کی بھی۔

لڑ جھگڑ کر ہارون غصے سے پھنکارتا ہوا ماں سے ناراض ہو کر اوپر چلا گیا...... ماں بھی غصے سے بھنائی وہیں صوفے پر بیٹھ گئیں...... ہارون نے کمرے کا دروازہ اتنی زور سے بند کیا کہ لگا کہ طوفان سے دروازے کے پٹ ٹکرائے ہیں۔ بیگم سعیدہ نے سیڑھیوں کی طرف دیکھا اور دانت بھینچ کر ہونہہ کہا۔

وہ کچھ دیر صوفے پر بیٹھی رہی...... اٹھنے ہی کو تھیں کہ رحمتے ان کے قریب آتے ہوئے بولی "بیگم صاحب جی...... ہارون بیٹا کھائے پئے بغیر اوپر چلے گئے ہیں......"

"تو کیا کروں؟"

"کھانا؟"

"بھوک لگے گی تو خود ہی آ کر کھا لے گا...... میرے لئے لگا دے میز پر......"

"اچھا جی" رحمتے نے حیرانگی سے ان کی طرف دیکھا ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ ہارون بھوکا ہو اور یہ کھانا کھا لیں......

رحمتے دل ہی دل میں ملیحہ کو کوسنے لگی۔ یہ مرجانی کہاں سے پھر آ گئی۔ گھر کا سکون ہی تباہ کر دیا ہے اللہ کرے کہ سوئی سوئی مرجائے......

"کیا سوچ رہی ہو کھانا لاؤ......" بیگم سعیدہ کے لہجے میں ڈانٹ تھی۔

"جی بہت اچھا" رحمتے جلدی سے کچن کی طرف چلی گئی۔

بیگم سعیدہ نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف نگاہ اٹھائی گیارہ بجنے والے تھے۔ ہارون ہی کے انتظار میں تو انہوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔

لیکن

اب

یہ بدمزگی ہو گئی تھی اور وہ خود بھی بھوکا سو جانے کی بجائے کھانا طلب کر رہی تھیں۔ آج انہوں نے کھانا کچھ زیادہ ہی کھایا...... غصے میں وہ نوالے پہ نوالہ توڑے جا رہی تھیں۔ غصے میں تھیں اس لئے رحمتے کو بھی کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی...... ہاں جب میز سے اٹھیں تو اس نے ہولے سے کہا "ہارون صاحب کے لئے کھانا اوپر بھجوا دوں۔"

"تو سمجھتی ہے اس طرح وہ کھانا کھا لے گا۔"

"تو بلا لاؤں"

"وہ نہیں آئے گا"

"تو......"

"تو کیا...... رکھ دے کھانا...... کھا لے گا آ کر بھوک لگی تو......"

"یہیں رہنے دوں"

"رہنے دو......"

"بیگم صاحب جی......" رحمتے نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کیا ہے"

"آپ...... آپ"

"کیا کہنا چاہتی ہے؟ کیا میں اسے بلاؤں کھانے کے لئے......"

اس نے جلدی سے سر ہلایا۔

"ہرگز نہیں...... وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا ہے۔ دیکھا نہیں کس گستاخی سے پٹر پٹر کر رہا تھا...... وہ میری نہیں میں اس کی ماں ہوں...... اور جو کچھ بھی گھر میں ہوا ہے...... تم بھی تو دیکھ رہی ہو...... کہاں گولی ماروں اس لڑکی کو......"

"وہ تو ٹھیک ہے جی...... پر ہارون بیٹا بھی تو اپنی جگہ صحیح ہیں...... ان کے ساتھ اس نے کیا کیا تھا......"

"اب اسی کو روتے رہنا ہے...... دیکھنا تو یہ ہے کہ جو صورت حال ہے اس میں ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ میں اسے اپنی خوشی سے تو یہاں رکھنا نہیں چاہ رہی...... نہ ہی مجھے شوق ہے۔ پر کروں کیا۔ میرا ضمیر تو اجازت نہیں دیتا۔ کہ اسے گھر سے نکال باہر کروں۔ کوئی ایک بندہ بھی ایسا مل جاتا جو اس کا ٹھکانہ جانتا۔ یا کسی رشتے دار کا پتہ دیتا۔ تو میں فوراً اسے پیشتر اسے چلتا کر دیتی۔

"ہاں جی...... بات تو مشکل ہی ہے......"

"اس بات کو وہ سمجھتا ہی نہیں۔ لڑکی کا معاملہ ہے۔ چاہے جیسی بھی ہے"

"جی......"

"جوان ہے حسین ہے اور اپنے ماضی کو بھول چکی ہے۔ کچھ جانتی ہی نہیں۔ ایسے میں اسے کہاں دھکا دوں......"

"ہوں......"

"خدا خوفی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ دوسرا برا ہو۔ تو خود بھی برا تو نہیں بننا چاہئے اس میں اور ہم میں فرق کیا رہ جائے گا۔ میری بات سمجھتا ہی نہیں۔ بھوت چڑھے ہوئے ہیں جیسے ایسا بھی کیا کہ اپنے اوپر قابو ہی نہ رہے...... مجھے سمجھاتا ہے بڑا آیا عقل کا ٹھیکے دار...... ہوش مت رہی ہی نہیں...... ہونہہ......"

وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں

اور

کافی دیر جاگتی رہیں۔ ان کے کان آہٹ پر لگے رہے۔ کہ ہارون دبے پاؤں سیڑھیاں

اتر کر آئے گا...... اور چپکے چپکے کھانا کھا کر اوپر چلا جائے گا۔"

لیکن

ان کی آنکھیں مندنے لگیں اور پھر انہیں گہری نیند نے آلیا۔ آہٹ کیا آہٹ کا گمان بھی نہیں گزرا۔

ہارون

واقعی

اس رات بھوکا رہا...... بھوک تو اڑ ہی گئی تھی...... وہ تو سو بھی نہ سکا...... اپنے آپ سے الجھتا رہا اس نے آج اپنی پیاری پیاری امی سے بڑی گستاخی کی تھی...... خود سری کا مظاہرہ کیا تھا غرایا تھا چیخ چیخ کر ان کی باتیں کاٹی تھیں...... غصے سے بھناتے ہوئے ان کی ہر دلیل کاٹی تھی...... اس بات کا اسے اب افسوس ہو رہا تھا...... اور یہ افسوس غصے میں ڈھل ڈھل کر ملیحہ کے حق میں زہر بن رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو ابھی جا کر اس کا گلا دبا دیتا۔

لیکن

وہ اپنے کمرے میں ہی رہا...... کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتا...... کبھی بستر میں اوندھا گر جاتا۔ کبھی خود کلامی کی نوبت آجاتی۔ کبھی گھمبیر چپ میں ذہن کا شور سنائی دینے لگتا۔ کسی وقت آنکھ بھی لگ جاتی تو من جاگتا ہوتا......

رات ڈھلتی چلی گئی...... ہارون کی بے چینی اور بے تابی بھی آخری حدوں سے ٹکراتی رہی۔ افسوس بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔

پھر

جانے کیسے وہ ان ساری ادھیڑ بنوں سے خود ہی نکل آیا۔ اس نے ان سے نکلنے کی ایک راہ تراش لی...... اسے جیسے سکون آگیا۔

سویا وہ پھر بھی نہیں۔ ہاں اس راہ پر چلنے کی تدبیریں اس کے اندر بنتی بگڑتی رہیں۔ پھر بھی اس نے ایک لائحہ عمل تیار کر ہی لیا۔

اس نے عہد کر لیا۔ آئندہ ملیحہ کے سلسلے میں اپنی امی سے کبھی نہیں الجھے گا۔ جتنا عرصہ وہ چاہیں اسے رکھیں۔

اور

یہ عرصہ

یہ عرصہ...... وہ اس سے انتقام لینے...... بدلے کی آگ بجھانے کے لئے وقف کر دے گا۔ اس کا جینا حرام کر دے گا۔ اس کی مکاری کے پول کھول دے گا۔ اس کی اداکاری سے پردہ ہٹا دے گا۔

اس کے ذہن نے کئی پلان بنا لئے اسی لئے وہ مطمئن سا نظر آنے لگا۔

صبح

وہ تیار ہو کر دفتر جانے کے لئے نیچے اترا...... تو اسکی امی کھانے کی میز پر تھیں۔ وہ ناشتہ کر رہی تھیں...... ہارون کے لئے نہ تو ٹوسٹ پر مکھن لگایا تھا نہ ہی چائے بنائی تھی ہارون انہیں دیکھ کر مسکرایا...... اور سلام کیا۔

اس کی طرف دیکھے بغیر انہوں نے ہولے سے "وعلیکم" کہا اور چائے کا گھونٹ لینے کے بعد پیالی واپس رکھ دی۔

"امی......" ہارون نے قریب آکر ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور ان کے گال کے ساتھ اپنا گال لگاتے ہوئے بولا "مجھے معاف کر دیں امی...... رات...... میں غصے میں آپے سے باہر ہوتا رہا...... مجھے معاف کر دیں......"

وہ ٹس سے مس نہ ہوئیں۔ تو وہ ان کے سامنے آتے ہوئے میز کے کنارے سے ٹیک لگا کر ان کی طرف جھک گیا اور ان کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے اپنا ماتھا ان کے سر سے لگاتے ہوئے ان کا سر ادھر ادھر ہلاتے ہوئے بولا "معاف کر دیں نا امی...... آئندہ میں اس سلسلے میں کبھی کچھ نہیں کہوں گا...... امی...... امی جی...... جانی......"

وہ بچوں کی طرح ماں کو منانے لگا۔ تو بیگم سعیدہ کے دل سے کدورت کی میل نکل گئی۔ ممتا کا سمندر جوش مارنے لگا......

"میرے بچے میرے لال" انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اس کی پیشانی چوم لی...... دونوں مسکرانے لگے۔ یہ مسکراہٹ بھیگی ہوئی تھی......

دونوں میں سمجھوتہ طے پا گیا...... معافی مانگی گئی تھی اور معافی دے دی گئی تھی۔

بیگم سعیدہ نے اسے اپنے قریب ہی کرسی پر بٹھا لیا...... وہ رات بھر بھوکا رہا تھا۔ ان کا جی بیقرار ہو رہا تھا...... انہوں نے ناشتہ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اس کے لئے پیار سے

چائے بنائی......

"کھاؤ......" انہوں نے ٹوسٹ پر مکھن اور جیم لگا کر اس کی طرف بڑھایا۔

"اوں ہوں" وہ بولا

"کیوں؟" وہ بولیں

"اپنے ہاتھ سے کھلایئے......" وہ بچوں کی طرح ضد کرنے لگا۔

بیگم سعیدہ مسکرا دیں...... پھر اسے ٹوسٹ کھلانے لگیں...... چائے بھی ہارون ماں کے ہاتھوں سے ہی پی......

اب ماں کو گلہ رہا تھا نہ بیٹے کو شکوہ...... دونوں خوش نظر آنے لگے تھے۔

بیگم سعیدہ کا خدشہ درست ہی تھا۔ ہاجرہ پیٹ کی ہلکی تھی۔ کسی بھی بات کا ڈھنڈورا پیٹنا اس کے لئے بڑا آسان کام تھا۔ ملیحہ کا تو معاملہ ہی اور تھا۔ اسے اس گھر میں دیکھ کر تو اسے خاصی پریشانی بھی ہوئی تھی۔ اس نے تو اپنی شفو کے لئے ہارون کا انتخاب بھی کر لیا ہوا تھا۔ بیگم سعیدہ کی وہ صرف کزن ہی نہ تھی۔ دوست بھی تھی۔ ملیحہ کے جانے کے بعد میدان خالی پا کر اس نے سعیدہ سنگ دوستی کو اور بھی بڑھا لیا تھا۔ آتے جاتے ان کی خبر گیری کرتی تھی۔ پھل اور مٹھائیاں بھجواتی تھی۔ کھانے پر بلاتی تھی۔ تحفے تحائف بھی دینے میں پیش پیش تھی۔

ملیحہ کو یہاں دیکھ کر اسے دھچکہ سا لگا تھا۔ اور اسی نے اس کی خبر طاہرہ بھابی کو بھی دی تھی طاہرہ اپنی خوبصورت پیاری بیٹی زارا کے لئے بھی ہارون پر نگاہ رکھے تھی۔ وہ بھی اس خبر سے خاص متوحش نظر آئی تھی۔

اور

پھر

ملیحہ کی واپسی کی خبر ایک گھر سے دوسرے سے تیسرے میں جا پہنچی۔ یوں سارے خاندان کو پتہ چل گیا...... اب ہر کوئی اس خبر کی تصدیق کے لئے بیگم سعیدہ کے ہاں چلا آ رہا تھا...... حماد بھائی طاہرہ بھابی' رفیع چچا' عروج خالہ' سلیمہ حمدہ رافیہ صدیق عثمان غرضیکہ بہت سے قریبی عزیز آ جا رہے تھے۔ ملیحہ کے آنے سے کوئی خوش نہیں تھا۔ بڑے طنز و تمسخر سے اس کے متعلق پوچھا جاتا۔ بیگم سعیدہ اس کے متعلق ساری تفصیل انہیں بتاتی تھیں۔ اس کا یہاں آنا غیر متوقع تھا۔

لیکن

ان لوگوں کی اکثریت ہارون کی ہم خیال ہی تھی۔

"بن رہی ہے"

"یادداشت کھونے کا بہانہ ہے"

"پھر سے قدم جمانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا"

"بھلا ایسا گھر اور ایسا لڑکا اسے کہیں اور مل سکتا ہے۔"

"یہاں جیسی عیش بہار کہاں ملے گی اسے"

"اسی لئے اس طرح لوٹ آئی ہے۔ مزہ چکھ لیا ہو گا دوسری جگہوں کا"

"پچھتاتی ہو گی نا......"

بیگم سعیدہ خاموش ہو جاتیں۔ ان کی باتوں کا بھلا وہ جواب بھی کیا دیتیں۔ دوایک قائل کرنے کی کوشش بھی کی سمجھایا بھی۔ لیکن ذہن جو متعصب ہو چکے تھے۔ انہیں راست پر لانا ان کے بس میں نہیں تھا۔ اس لئے خاموشی ہی میں مصلحت سمجھتی تھیں۔ باتیں سنتیں لیکن جواب بہت کم دیتیں۔

بڑے تو بڑے نوجوان لڑکیاں بھی اس کے خلاف زہر اگلتی تھیں۔ شفو اور زارا تو تھیں سو تھیں۔ عصمہ، نگی، پنکی، سارہ اور حما بھی دل کا غبار نکالنے میں پیش پیش تھیں...... کسی کو بھی اس کا واپس آنا اچھا نہیں لگا تھا......

اس شام شفو زارا اور عصمہ اپنی ماؤں کے ساتھ بیگم سعیدہ کے ہاں آئی ہوئی تھیں۔ ان کی مائیں لاؤنج میں سعیدہ کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ یہ تینوں لڑکیاں وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آ گئی تھیں۔ ملیحہ کو دیکھا تھا اب وہ ان سب کے لئے رحمتے کے ساتھ چائے بنانے کچن میں گئی تھی۔ اور یہ سب اس پر رواں تبصرہ کرنے کے لئے ادھر آ گئی تھیں۔

"ویسی کی ویسی ہے۔" زارا نے صوفے پر دھم سے گرتے ہوئے کہا۔

"چند ماہ میں اس کا کیا بگڑنا تھا۔" شفو بولی۔

"بھئی اس میں شک نہیں کہ ہے کم بخت بے حد حسین" عصمہ نے ایمانداری سے

"ہاں اس بات سے کسے انکار ہے" شفو بولی "ناک نقشہ رنگت، لگتا ہے اللہ میاں نے فرصت سے وقت میں اسے بنایا ہے۔"

"شکل و صورت واقعی لاکھوں میں ایک ہے۔ پر اس کا باطن......" زارا نے طنزاً

کہا۔

"یہ بھی اچھا ہوا ظاہر باطن ایک سا ہوتا تو ہارون کا پیچھا تھوڑا ہی چھوڑتی۔" شفو جلدی سے بولی۔ اس کی بات پر عصمہ ہنس کر بولی۔ "اب کونسا پیچھا چھوڑا ہے۔ پھر سے آ گئی ہے......"

"آ تو گئی ہے...... پر آنٹی کہتی ہیں۔ ہارون تو مصر ہیں...... کہ اسے گھر سے نکال باہر کیا جائے......"

"اور آنٹی خود بھی اس کے آجانے سے ناخوش ہیں۔ بس مصیبت سر آن پڑی ہے۔ وہ بھی سچ کہتی ہیں۔ کہ اس صورت حال میں وہ کیا کریں......" عصمہ ہنسی اور بولی "صورتحال ویسے پریشان کن ہے۔ سب کے لئے۔"

"وہ تو مزے میں ہے۔ یادداشت کا بہانہ بنا کر پھر سے گھس آئی ہے یہاں" زارا بیزاری سے بولی۔

"اے ہیں" عصمہ بولی "وہ واقعی یادداشت کھو چکی ہے" دیکھتی نہیں سب کو کیسی بیگانگی سے دیکھتی ہے۔ کسی کا نام تک اسے یاد نہیں...... شکل سے آشنا نہیں...... آنکھیں کھولے حیرت زدہ سی تکے جاتی ہے......"

اور جب اس طرح تکتی ہے تو دیکھا ہے اس کی آنکھیں کتنی حسین لگنے لگتی ہیں......"

"ہاں......"

"یہ اس کے وار کرنے کے نئے ڈھنگ ہیں میری بہنو...... بھلا کب تک ہارون اس سے کنی کترائیں گے......"

شفو بھڑک کر بولی "غیرت ہو گی تو کنی کتراتے ہی رہیں گے...... وہ ان کی کتنی بے عزتی کر چکی ہے۔ کیا وہ بھول جائیں گے......"

"کیا پتہ" عصمہ نے کندھے اچکائے۔ "وہ اتنی معصومیت اور بھولے پن سے ان پر وار کرے گی۔ کہ میاں ساری تلخیوں کو بھول جائیں گے۔ حسن کے وار نرالے ہوتے ہیں۔"

"ہونھہ" زارا نے منہ بنایا۔

"میں نہیں مانتی" شفو نے کہا "ہارون اب کبھی بھی اسے منہ نہیں لگائیں —

لینا۔"

"یہ تو اب وقت ہی بتائے گا...... وہ بلا اب تو آ گئی ہے...... آنٹی کا من بھی دیکھ لینا......"

"ہاں......" شفو نے سر ہلایا "جب کوئی مہمان آتا ہے۔ چائے وغیرہ بنانے فوراً باورچی خانے میں گھس جاتی ہے۔ مانو بڑی سلیقے اور کام کرنے والی لڑکی ہے۔"

"یہی تو راہ اختیار کی ہے اسنے۔ خدمت گزاری سے اب آنٹی کا دل جیتنے کی کا......"

"اس دن بھی میں اور امی آئے تھے تو ٹرالی یہی سجا کر لائی تھی۔"

"طاہرہ آنٹی آئی تھیں۔ تو بتا رہی تھیں ملیحہ نے ان کے لئے کباب بنائے اور پیش کی......"

"اب بھی وہی بنا رہی ہے سب کے لئے چائے......"

وہ سب باتیں کر رہی تھیں۔ ملیحہ واقعی کچن میں رحمتے کے ساتھ چائے بنا رہی وہ جب بھی چائے بنا کر ٹرالی سجاتی۔ اس کے ذہن میں ہلچل مچ جاتی۔ اسے لگتا یہ کام بھی کرتی رہی ہے۔ اسی طرح ٹرالی پر چیزیں رکھتی رہی ہے۔

لیکن

کب؟

اور

کہاں؟

یہ اسے یاد نہ آتا تھا۔ اب تو وہ یہ یاد کرنے کے لئے اکثر ہی کچن میں آ جاتی اور چیزیں رکھتے ہوئے یادداشت کا ٹوٹا ہوا سرا جوڑنے کی کوشش کرتی۔

لیکن

کوشش اس کے اعصاب پر زیادہ ہی بوجھ ڈالتی۔ اسے کچھ یاد نہ آتا...... ہاں بار بار پڑنے سے اسے زیادہ وہی کوفت ہونے لگتی۔

آج بھی وہ چیزیں ٹرالی پر رکھ رہی تھی اور اپنے دماغ پر زور دے رہی تھی مانوس کام لگتا تھا۔ لیکن سوچیں اندھیری تھیں۔ روشنی کی کوئی کرن اسے نظر نہ آتی تھی

وہ ٹرالی پکڑے کتنی ہی دیر گم سم کھڑی رہی۔

"تم لے جاؤ گی۔ یا میں لے جاؤں؟" رحمتے نے اسے اس طرح کھڑے دیکھ کر پوچھا

"آں......" وہ چونکی۔

"کیا سوچ رہی ہو۔ مہمان بیٹھے ہیں۔ چائے یہیں ٹھنڈی کر دو گی" رحمتے نے بیزاری سے اسے دیکھا۔

"میں لے جاتی ہوں۔" گھبرا کر ملیحہ نے سر جھٹکا۔ رحمتے کا بہت سا کام وہ کروانے لگی تھی لیکن رحمتے نے ابھی تک اسے قبول نہیں کیا تھا۔ بیزاری اور طنز سے بات کرتی تھی۔ جس سے ملیحہ بہت گھبراتی تھی۔

وہ چائے لے کر لاؤنج میں آئی...... سب کو پلیٹیں پیش کیں۔ پھر کبابوں کی ڈش ہر ایک کے پاس لے گئی۔ چٹنی بھی دی...... کیک بھی پیش کیا اور بسکٹ بھی۔ بیگم سعیدہ کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا۔ کہ یہ وہی لڑکی ہے۔ جسے کوئی کام ڈھنگ سے کرنے کا سلیقہ ہی نہیں تھا۔

ملیحہ نے چائے بنا کر بھی سب کو پیش کی۔

پھر آنٹی سے پوچھا "ان کے لئے اندر لے جاؤں"

"لڑکیاں اندر ڈرائینگ روم ہی میں ہیں؟" ہاجرہ نے کیک پیس کھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ادھر ہی ہیں لے جاؤ ان کے لئے" سعیدہ بولیں۔

"کسی کو چائے اور لینا ہوئی تو......" وہ رکی۔

"ابھی یہ تو ختم کر لیں۔ حسنہ نے ایک گھونٹ چائے حلق میں اتارتے ہوئے کہا۔

"ضرورت ہوئی تو آواز دے دیں گے۔" عصمہ کی امی فریدہ بانو بولی۔ ملیحہ نے ٹرالی کا رخ ڈرائینگ روم کی طرف پھیرا اور چائے ادھر لے گئی۔ تینوں لڑکیاں باتیں کرتے کرتے ایک دم ہی چپ ہو گئیں۔ ملیحہ انہیں دیکھ کر دھیمے سے انداز میں مسکرائی۔

اور

ٹرالی عصمہ کے سامنے کرتے ہوئے ایک الگ صوفے پر بیٹھ گئی۔ لڑکیاں اب بھی چپ تھیں۔ ملیحہ نے سب کی طرف دیکھا اور بولی" آپ لوگ چپ کیوں ہو گئیں۔"

"تمہیں دیکھ کر" عصمہ ہنسی۔

"کیوں؟" اس نے اپنی ہم عمر لڑکیوں سے گھل مل جانے کی خواہش اپنے
ہوئے مسکرا کر کہا "بس...... تم ہو ہی ایسی......" زارا جلدی سے بولی۔

"خوفزدہ کر دینے والی" شفو نے زہر اگلا۔

"ملیحہ ہراساں سی ہو کر انہیں دیکھنے لگی...... پھر سادگی سے بولی" میں نے تو ا
کو کچھ نہیں کہا......"

"کھو گی کیا" زارا نے جلتے ہوئے لہجے میں کہا۔

عصمہ کو زارا اور شفو کا رویہ کچھ اچھا نہیں لگا...... اس لئے وہ انہیں گھور
بولی "تم اس سے خواہ مخواہ الجھنے کی کوشش کیوں کر رہی ہو...... چلو چائے پیو۔ ا
مزے کے کباب ہیں......"

اس نے پلیٹس اٹھا کر زارا اور شفو کو دیں۔ ایک پلیٹ اس نے ملیحہ کی ا
بڑھائی "شکریہ" اس نے ملائمت سے کہا اور پلیٹ ہاتھ میں لے لی۔

عصمہ نے سب کو کباب چٹنی پیش کئے......"

"سنا ہے تم بہت سگھڑاپے کا مظاہرہ کر رہی ہو" زارا نے کباب کھاتے ہوئے
کہا "یہ کباب تم نے بنائے ہیں؟"

ملیحہ نے نفی میں سر ہلایا اور ہولے سے بولی "اماں رحمتے نے بنائے ہوں
نے تو فرائی کئے ہیں......"

"کباب بنانا آتے ہیں" شفو نے جیسے آوازہ کسا۔

"ہاں" اس نے سادگی سے جواب دیا۔ "بناؤں تو شاید یاد آجائیں کہ کیسے بنا
"اوہو" زارا نے کہا "یہ تو بھول ہی گیا۔ کہ تمہیں کچھ یاد ہی نہیں......"

عصمہ کیک پیس اٹھاتے ہوئے بولی "ملیحہ۔ سچ سچ کہو۔ کیا تمہیں واقعی کچھ یا
وہ انتہائی بے چارگی سے بولی "آپ سب کو یقین کیوں نہیں آتا...... میں......
اس نے ہاتھوں پر اپنا سر گرا لیا۔ عصمہ کو اس سے ایکا ایکی بے حد ہمدردی سی
ہوئی لیکن زارا اور شفو کی آنکھوں میں تمسخر کی جھلک بڑی نمایاں تھی۔

"ملیحہ" عصمہ نے آگے جھک کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہلاتے ہوئے بولی
چھوڑو...... چائے پیو......"

ملیحہ نے سر اٹھایا اور حیران نظروں سے ان تینوں کی طرف دیکھا" میں سخت ذہنی
ب میں مبتلا ہوں۔ میں اتنا بھی نہیں جانتی کہ میں کون ہوں...... کہاں سے آئی ہوں۔
آئی ہوں......"

عصمہ نے اس کا کندھا تھپکا۔ اور ملائمت سے بولی "تم اپنے ذہن پر زیادہ زور مت
آنٹی نے بتایا ہے۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کسی وقت اچانک ہی تمہاری یادداشت لوٹ آئے
گھبراؤ نہیں......"

"میں یہاں کیوں ہوں" ملیحہ نے پھر سر ہاتھوں پر گرا لیا۔ اور تقریباً" سسکتے ہوئے بولی
کچھ نہیں جانتی...... آپ سب لوگ شاید مجھے پہلے سے جانتے ہیں...... لیکن مجھے یاد
آتا۔ کہ میں کب آپ لوگوں سے ملی تھی...... سب کا رویہ...... اتنا تکلیف دہ......"
وہ رونے لگی اس کی آواز گھٹ گئی

عصمہ نے ناگواری سے زارا اور شفو کو دیکھا...... لیکن وہ ناک منہ چڑھاتے ہوئے
ئے پینے لگیں۔ ان کے دل میں ملیحہ کے لئے ذرہ بھر ہمدردی نہیں تھی۔

عصمہ نے ہی ملیحہ کو تسلی و تشفی دی۔ اسے چپ کرایا۔ اور چائے پلائی۔ ہمدردی پا کر
کا دل بھر بھر آ رہا تھا...... وہ اپنے آنسو آنکھوں ہی میں پی جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ
وقت قاتلانہ حد تک حسین نظر آ رہی تھی۔

چائے پی جا چکی تھی۔ عصمہ نے ٹرالی ایک طرف کر دی۔ ملیحہ ٹرالی لے جانے کو اٹھنے
تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب بٹھا لیا "رحمتے لے جائے گی۔ تم بیٹھو۔ باتیں کرو......
ی بہلاؤ......"

"ہمارے ساتھ اس کا جی کیا بہلے گا" زارا نے پھر طنز کیا۔

"کیوں نہیں بہلے گا......" عصمہ نے ہنس کر زارا کی بات کا زہر کم کرنا چاہا۔ "ہم اپنے
لق ملیحہ کو بتاتے ہیں...... ہاں ملیحہ...... میرا نام عصمہ ہے۔ میں آنٹی سعیدہ کی بھتیجی لگتی
یعنی میرے ابو آنٹی کے فرسٹ کزن ہیں اور......"

وہ بات پوری نہ کر پائی تھی۔ کہ پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی...... "کوئی آیا

"ہارون کی آواز ہے" شفو جلدی سے بولی۔

ملیحہ نے گھبرا کر اٹھتے ہوئے کہا "میں ٹرالی واپس لے جاتی ہوں۔"
"ارے بھئی بیٹھو" اب کے شفو نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا..... "ہارون آئے ہیں ایک ہی"
دیکھیں تو ان کے تاثرات کیا ہیں..... سنا تو ہے تمہیں برداشت نہیں کر پاتے
لیکن....." ملیحہ نے زبردستی اپنا ہاتھ شفو کے ہاتھ سے چھڑایا۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی
عصمہ نے اس کی طرف دیکھا اور بولی "ہارون بھائی آئے ہیں۔ تم اس قدر
کیوں ہو"

وہ بیچارگی سے بولی "وہ بہت غصہ کرتے ہیں۔ مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔"
زارا اور شفو نے اس کی حالت زار پر مشترکہ قہقہہ لگایا۔
لیکن وہ رکی نہیں ٹرالی وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی۔
ہارون ہی آیا تھا۔ لاؤنج میں اپنی ممانیوں خالاؤں سے علیک سلیک ہو رہی تھی۔
لڑکیاں بھی جلدی سے ادھر ہی آ گئیں..... ملیحہ وہاں نہیں تھی۔
باتیں شور شرابا قہقہے آپس میں مدغم ہو گئے..... ہارون خوشی خوشی سب سے با
رہا تھا۔ آنٹی حسنہ نے اس کے کاروبار اور بہت بڑے آرڈر کا ابھی ابھی بیگم سعیدہ
تھا۔ اس لئے لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "ہارون سے ٹریٹ نہیں لیں..... بہت
ہو رہا ہے..... کھانا کھاؤ اس سے۔"
"ضرور ضرور..... ہارون بھائی کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھائیں گے ہم..
ویو..... نہیں ہولی ڈے ان..... نہیں پرل....."
لڑکیوں کی ملی جلی آوازوں سے شور اور بھی بڑھ گیا..... سب ٹریٹ ٹریٹ کر
تھیں۔ اور ان کی مائیں انہیں اکساتے ہوئے ہنس ہنس کر بے حال ہو رہی تھیں۔
ہارون کو ٹریٹ کا اقرار کرنا پڑا۔ طے پایا کہ رات کو سب ہارون سے کھانا کھائیں
خاندان کے جو جوان لڑکے اور لڑکیاں اس وقت یہاں نہیں تھے انہیں بھی دعوت
جس ہوٹل میں جانا تھا وہ بھی طے کر لیا گیا..... وقت بھی بتا دیا گیا۔ سب خوش ہو گئے۔
ماموں ممانیاں خالہ خالو..... پھپھو اور احمد کے علاوہ لڑکے لڑکیاں..... کل انیس
تھے۔ حسنہ نے ہاون کے نام لینے پر سب کی گنتی انگلیوں پر کی۔
"کوئی اور؟" ہارون نے پوچھا۔

"بس....." بیگم سعیدہ نے کہا..... تمہارے سب کزن اور ان کے ماں باپ......
"
"کل انیس ہوئے..... زارا نے کہا۔
"وہ ہم..... "ہارون بولا "ایک میں ایک امی"
"اور..... اور....." شفو نے نگاہیں گھما کر کچن کے دروازے کی طرف دیکھا جس
کے پیچھے ملیحہ کھڑی کچھ کچھ نظر آ رہی تھی۔
سب کی نگاہوں نے شفو کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔
ہاجرہ بے دھڑک بولی "ایک وہ بھی تو ہے۔ تمہاری مہمان..... ملیحہ....."
"اور..... نہیں....." ہارون غصے سے جیسے غرایا....."
حسنہ کچھ کہنے ہی والی تھی۔ کہ بیگم سعیدہ نے اسے آنکھ کے اشارے سے منع کیا۔
رون چند لمحے رکا پھر سب کو سلام کر کے اوپر چلا گیا۔
"اسے کیا ہوا....." طاہرہ بولی۔
"موڈ خراب ہو گیا" زارا کو جیسے دلی خوشی ہوئی تھی۔
"اس کا ذکر جو کر دیا تھا....." بیگم سعیدہ نے ہولے سے کہا..... "میں تو اسے ہارون
کے سامنے ہی نہیں آنے دیتی۔ بھڑک اٹھتا ہے ایک دم..... وہ تو شکر ہے۔ جو اسے گھر سے
اہر نکال دینے کی رٹ چھوڑی ہے اس نے....."
"ملیحہ ان سے بہت ڈرتی ہے" عصمہ نے کہا "ابھی جب ہارون آئے تھے۔ تو گھبرا گئی
تھی....."

"ہاں....." بیگم سعیدہ نے کہا..... "کیا کریں۔ مجبوری ہے..... کبھی تو مجھے بھی اس
پر سخت غصہ آتا ہے۔ کبھی ترس آنے لگتا ہے۔ بس دعا کرو اس کی یادداشت لوٹ آئے۔
تاکہ ہماری بھی خلاصی ہو....."
سب خواتین پھر ملیحہ ہی کی باتیں کرنے لگیں۔
ملیحہ چپکے سے کچن سے نکلی اور تیزی سے بیگم سعیدہ کے بیڈ روم میں جا گھسی۔

نومی بیگم سعیدہ سے ملنے آیا تھا۔ وہ کل صبح پشاور جا رہا تھا۔ ہارون نے اسے رات
دوستوں کے ہمراہ الوداعی دعوت ہوٹل میں دی تھی۔ اب وہ آنٹی کو خدا حافظ کہنے آیا
دونوں بڑے بڑے شیشے کے دروں والی کھڑکی کے قریب بیٹھے تھے۔ باہر خاصی تیز ٹھنڈی
چل رہی تھی۔ اس کا خوشگوار اثر گھر کے اندر بھی تھا۔

بیگم سعیدہ نے رحمتے سے چائے کا کہہ دیا تھا۔ حسب معمول رحمتے کے ساتھ ملیحہ
کچن میں تھی۔ وہ چائے کے ساتھ چکن پیس فرائی کر رہی تھی۔ کل ہی بیگم سعیدہ نے چکن
مصالحہ لگایا تھا۔ جب وہ مصالحہ لگانے لگی تھیں تو ملیحہ نے کہا تھا "آنٹی میں لگاؤں مصالحہ۔"

"تمہیں لگانا آتا ہے" وہ اس کی طرف قدرے حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔

"ہاں...... لگتا ہے مجھے آتا ہے۔"

رحمتے نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔ اور بڑبڑائی تھی "سب کچھ پتہ ہے اسے
بھولنے کا تو بہانہ ہے۔" ملیحہ نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔ شوق سے لگن میں پڑے
کے ٹکڑوں کو الٹنے پلٹنے لگی تھی۔ پھر الماری سے پسے ہوئے مصالحوں کی ڈبیاں نکال کر رکھ
تھیں۔ پہلے نمک چکن پر چھڑکا۔ پھر مرچ۔ اور کیا کچھ لگایا جاتا ہے؟؟ اسے یاد نہ آیا۔
نے آنکھیں میچیں سر جھٹکا...... بار بار چکن اور مصالحوں کو دیکھا لیکن کچھ یاد نہ کر سکی۔
اس کے ذہن میں ہلچل سی محسوس ہونے لگی۔ جب بھی اسے کوئی یاد آنے لگتی اور وہ اس
کا سرا پکڑ نہ پاتی۔ اس کی ذہنی کیفیت ایسے ہی ہو جاتی۔

اس نے چکن چھوڑ دیا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"بس...... یہی مصالحہ لگانا آتا ہے۔" رحمتے نے طنز سے کہا۔

وہ کچھ نہیں بولی بیگم سعیدہ نے رحمتے سے کہا "جانتی تو ہو...... اسے کیا کچھ آتا

کچن میں تو کبھی گھسی نہ تھی۔ اب جانے کیسے چائے بھی بنا لیتی ہے......"

"رعب ڈالنے کے لئے" رحمتے نے منہ بناتے ہوئے ہولے سے کہا۔ "بیگم صاحب
جی ہارون بیٹا سچ ہی کہتے ہیں...... کہ یہ کچھ نہیں بھولی...... بس بنا......"

"رحمتے چپ رہو اب۔ وہ سرکے کی بوتل پکڑاؤ مجھے......" بیگم سعیدہ نے اس کی بات
جان بوجھ کر کاٹی...... ملیحہ کے متعلق اب انہوں نے سوچنا ہی بند کر دیا تھا۔ ہارون نے اب
اس کا گھر میں رہنا جو گوارہ کر لیا تھا۔ جب وہ ٹھیک ہو جائے گی خود ہی چلی جائے گی۔

ٹھیک؟

کبھی کبھی بیگم سعیدہ کو بھی شک ہوتا تھا۔ کہ وہ ٹھیک ہی ہے۔

لیکن

اتنی بہانہ بازی؟

یہ بھی یقین نہ آتا تھا۔

اب نومی آیا بیٹھا تھا۔ اور بیگم سعیدہ اس سے بھی یہی باتیں کر رہی تھیں۔

"آنٹی" نومی نے ان کی باتیں سننے کے بعد کہا۔

"جی؟"

"یہ جو آثار ہیں نا...... اس کی یادداشت لوٹنے کے ہیں۔ میں ڈاکٹر سے کئی بار مل چکا
ہوں۔ ڈاکٹر رانا سے بھی ملا تھا...... اس کا کیس زیادہ سیریس نہیں۔ کسی وقت اچانک ہی
اس کی یادداشت پوری طرح لوٹ آئے گی۔"

"خدا کرے...... میرے تو دل و دماغ پر بڑا بوجھ رہتا ہے۔

نومی ہنس کر بولا "اور آپ بھی ہارون کی طرح مجھے ہی کوستی ہیں۔"

"اے ہٹ" میں کیوں کوسنے لگی۔

"وہ تو ابھی تک بڑا خاری ہے ہارون کا بچہ...... رات بھی برس پڑا مجھ پر...... میں تو
چپ ہی رہا۔"

"شکر ہے گھر میں طوفان نہیں اٹھاتا اب...... ویسے وہ بیچاری بہت ڈرتی ہے اس
سے۔ سامنے ہی نہیں آتی۔

"ہارون اپنی جگہ حق بجانب ہے آنٹی۔ لیکن ان حالات میں اور کچھ کیا بھی تو نہیں جا

سکتا تھا۔"

"سچی بات نومی بیٹے...... غصہ مجھے بھی اس لڑکی پر بہت ہے۔ لیکن پتہ نہیں کیا؟
اس سے برا سلوک نہیں کر سکتی...... ہارون کیا رحمتے ابھی تک اسے قبول نہیں کرپائی۔ بہ
بات طنزیات پہ ناگواری...... مجھے تو الٹا اس پر ترس آنے لگتا ہے۔"

"آپ دل کی بہت اچھی ہیں آنٹی...... عظیم لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں...... بدلا
سے معاف کر دینا زیادہ عظیم ہے......"

"میری یہی بات تو ہارون سمجھتا نہیں۔ ابھی جمعرات ہی کی بات ہے اس نے اپنے
قریبی عزیزوں کو ہوٹل میں دعوت دی تھی...... لیکن ملیحہ کو ساتھ جانے کو نہیں کہا۔ سب
عمر لڑکے لڑکیاں تھے۔ گھر میں بھی جمع ہوئے ہوٹل بھی گئے۔ وہ بیچاری تکتی رہ گئی۔ مجھے تو
ہی ترس آیا اس پر...... ہم سب گئے۔ وہ اکیلی گھر پہ پڑی رہی پیچھے سے رحمتے نے جانے اس
کا کیا حال کیا ہو گا۔ سچ پوچھو۔ تو میرے من میں خلش رہی۔ ذرا بھی لطف نہیں آ
وہاں......"

نومی ہنسا "لگتا ہے آپ ملیحہ کو پھر سے چاہنے لگی ہیں......"

"نہیں یہ بات نہیں۔" ایسا تو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ پر انسانی ہمدردی...... اخلاق
قدریں......"

"جانے دیں آنٹی...... مجھے تو سن کر خوشی ہوئی ہے کہ ہاروں اس کی وجہ سے گھر م
اب طوفان بپا نہیں کرتا...... خدا کرے اس کی یادداشت لوٹ آئے۔ اور وہ اپنے گھر
سدھارے۔"

"آمین"

"ہاں آنٹی" نومی نے جیب سے ایک لفافہ نکالتے ہوئے کہا۔

"جی"

"یہ پیسے ہیں"

"کیسے؟"

"ملیحہ کے کچھ واجبات تھے کمپنی کی طرف...... اس دن جب ہم اسے وہاں لے گئے
تھے نا؟"

"ہاں ہاں......"

"تو اسسٹنٹ مینجر اشفاق نے بتایا تھا۔ کہ اس کے کچھ ڈیوز ہیں۔ میں نے سوچا
کوشش کر کے نکلوا ہی دوں۔ اس کے کام آئیں گے......"

بیگم سعیدہ نے لفافہ پکڑتے ہوئے حیرانگی اور مسرت سے کہا "تم نے اچھا کیا۔ پیسوں
کی ضرورت تو نہ تھی۔ پھر بھی اچھا ہی ہوا...... اس کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں۔ اسی لئے
کوئی چیز لینے سے کتراتی ہے۔ اس کے کپڑے خریدنا ہیں...... میرے ہی پہن رہی ہے
ابھی......"

"چلئے اچھا ہوا نا یہ پیسے میں نکلوا لایا......"

"لیکن تم نے......"

"بس دوڑ دھوپ کی اور مل گئے...... میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوایا۔ درخواست لکھی۔
گیرنٹی دی...... کام ہو گیا......"

"کتنے ہیں؟"

"گن لیں...... دو چار جوڑے کپڑوں جوتوں کے آ ہی جائیں گے۔"

"بیگم سعیدہ ہنس دیں...... پھر پیسے نکال کر گنتے ہوئے بولیں "میں تو اسے کپڑے دلوا
ہی دیتی۔ لیکن ہارون سے جب بازار جانے کو کہا جواب دیا۔ کسی دن لے چلوں گا اسے اس
بوتیک پر جہاں سے یہ ڈریس خریدا کرتی تھی۔"

"ہاں ڈریسز تو اس کے آپ نے بھی دیکھے ہوں گے...... ویسے تھوڑا ہی خرید کروں
گی...... وہ کپڑے گھروں میں پہنے جا سکتے ہیں؟ توبہ......"

نومی ہنس پڑا......

"خیر لے جایئے گا بوتیک پر...... خرید لے گی۔"

"ہوں......"

وہ باتیں کر رہے تھے۔

اور

کچن میں ملیحہ چکن فرائی کر رہی تھی۔ وہ ہر کام مشینی انداز میں کرتی تھی...... لگتا تھا
اس کے ہاتھ آپوں آپ مصروف ہیں۔

اس نے ٹرالی سجائی...... ڈش میں چکن پیس ڈالے...... سلاد کے پتے اور ٹماٹر کاٹ کر ڈش کو سجایا کیچ اپ پیالی میں ڈال کر رکھی۔ گاجر کا حلوہ بھی خوبصورت پیالے میں ڈالا۔ کو بسکٹ اور نمکین مونگ پھلیاں بھی رکھ دیں...... کوارٹر پلیٹوں میں ٹیشو پیپر اور چائے دانی کے ساتھ ٹیکن بھی رکھ دیا......

وہ ٹرالی کو ایک طرف کر رہی تھی...... کہ اس کے ذہن میں لپک جھپک ایسی ہی ٹرالی گئی جس میں وہ قرینے سے چیزیں لگاتی تھی...... اس نے غور سے ٹرالی کو دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کرلیں اسے لگا جیسے وہ کسی اور باورچی خانے میں ہے۔ وہ باورچی خانہ اس سے قدرے چھوٹا ہے۔ اور پرانا بھی...... اس کی ایک کھڑکی سامنے کو ہے۔ اور کھڑکی سے نیم کا گھنا پیڑ نظر آتا ہے...... گیس کا چولھا وہاں بھی ہے لیکن ایسی کوکنگ رینج نہیں...... اس باورچی خانے میں ایک بڑی سی الماری بھی رکھی ہوئی ہے اور دائیں ہاتھ سنک ہے جس میں کھلنے والے نل کی صرف ایک ٹونٹی ہے۔

اس نے آنکھیں جلدی سے کھول دیں۔ ادھر ادھر پھیلی پھیلی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر اس کچن کا سوچا جو اسے یاد آیا تھا۔

وہاں

اسے ایک چہرہ بھی نظر آیا۔

شاید

شاید

وہ اس کی امی تھی......

ملیحہ کے منہ سے ایک چیخ نکلی...... اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا......

"اسے کیا ہوا اب" رحمتے نے اس کا کندھا جھنجھوڑا۔

"اماں...... اماں......" وہ مڑتے ہوئے خوشی سے بے قابو ہو کر اس سے لپٹ گئی۔

"اے ہے...... کیا ہوا کیا مل گیا" رحمتے نے اب بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"وہ...... وہ مجھے یاد آگیا" وہ بچوں کی طرح خوش تھی۔

"کیا یاد آگیا؟" رحمتے نے پیالہ میز پر رکھ دیا اور اس کی طرف حیرانگی سے دیکھنے لگی۔

ملیحہ جیسے اپنے آپ سے کہہ رہی تھی...... "ہمارا...... باورچی خانہ...... کھڑکی...... سنک...... نیم کا درخت...... اور...... اور...... میری...... امی......"

"کیا کہہ رہی ہو......"

"ہاں...... ہاں اماں...... وہ باورچی خانہ......" خوشی سے باؤلی ہوتے ہوئے ملیحہ بے اختیارانہ باہر کو دوڑی...... اور نومی کو دیکھے بنا آنٹی کے قریب جاتے ہوئے گھٹنوں کے بل جھک کر بولی "آنٹی...... آنٹی...... مجھے مجھے یاد آگیا......"

"کیا؟" بیساختہ نومی اور بیگم سعیدہ نے کہا۔

"ہمارا...... باورچی خانہ...... اس کی کھڑکی...... ٹرالی...... نیم کا درخت...... سنک...... بڑی سی الماری...... اور اور...... امی......"

"امی!" بیگم سعیدہ نے کہا۔ پھر وہ کرسی میں پیچھے کو ہٹ گئیں۔ ملیحہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کرسی پر بٹھالیا...... وہ جانتی تھیں کہ ملیحہ کے والدین مر چکے ہیں...... اور یہ جو امی کی یادداشت اس کے ذہن میں لہرائی ہے۔ وہ صرف اس کے تصور کا کرشمہ ہے۔ وہ تو کچھ نہ بولیں ہاں نومی نے پوچھا "اپنا کچن آپ کو یاد آگیا"

"ہاں" وہ بولی۔

"وہ ہے کس گھر میں"

"ہمارے گھر میں"

"آپ کا گھر کہاں ہے؟"

"گھر...... گھر؟"

ملیحہ پریشان ہوگئی...... جس کچن کی اسے یاد آئی تھی۔ وہ کس گھر میں تھا۔ کیسے گھر میں تھا۔ اسے بالکل یاد نہیں آرہا تھا......

اور

امی???

ملیحہ نے سر کرسی کی پشت پر ڈال دیا...... وہ کچھ نہیں بتا سکتی تھی۔ کچھ نہیں جان سکتی تھی......

"ذہن پر زور نہیں دیا کرو ملی......" نومی نے دل میں ہمدردی محسوس کرتے ہوئے کہا

"بیچاری" زیر لب بیگم سعیدہ نے کہا۔

وہ پریشان پریشان دونوں کو تکنے لگی۔

"امی......" اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔

"ملیحہ...... جاؤ چائے لے آؤ......" بیگم سعیدہ نے اس کا دھیان بٹانے کو کہا۔

"لیکن وہ...... باورچی خانہ...... امی......" وہ مٹھیاں کھولتے بند کرتے ہوئے بولی۔

"آپ کے ذہن میں امی کا خیال ہوگا...... اس لئے یاد آگئیں...... ملیحہ...... آپ کے والدین کا میں نے تمہیں بتایا ہے۔ وہ فوت ہو چکے ہیں...... جب تم چھوٹی سی تھیں۔"

ملیحہ ناقابل یقین بات سن کر اور پریشان ہو گئی۔

لیکن

یقین بھی کس بات کا کرتی......

اسے کچھ یاد تھوڑا ہی آ رہا تھا......

وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی...... اس کی حسین آنکھیں جھلملا رہی تھیں...... ذہنی کوفت کے آثار اس کے چہرے سے عیاں تھے۔

"چلو"

"کہاں"

"بازار"

"بازار؟"

"تمہیں کہا تھا نا...... ہارون آئے گا تو تمہیں کسی بوتیک پر لے جائے گا۔ اپنے لئے کپڑے خرید لینا......"

"بوتیک؟"

"ہاں اسے پتہ ہے جس بوتیک سے تم اپنے لئے لباس خریدا کرتی تھی۔ وہیں لے جائے گا۔ اپنی پسند کے کپڑے لے لینا...... چلو وہ اوپر گیا ہے۔ اس وقت اس کا موڈ ہے تمہیں ساتھ لے جائے گا......"

"آ...... آپ بھی چلیں گی نا......"

"چلی جاؤں گی...... تم نے اپنے کپڑے تو پہن لئے ہیں...... تیار ہی ہو نا......"

"جی......"

"تو اٹھو......"

"آنٹی......"

"ہوں"

"میرے پاس...... پیسے......؟"

"فکر نہ کرو...... نومی کل پیسے دے گیا تھا۔ تمہیں بتایا تو تھا۔ جس دفتر میں تم کام کرتی تھیں نا۔ وہاں تمہارے کچھ واجبات نکلتے تھے۔ نومی نے دوڑ دھوپ کر کے پیسے وہاں سے نکلوا

لئے تھے۔ ویسے بھی تم پیسوں کی فکر نہ کرو...... میں دلوا دوں گی۔ تم دو تین جوڑے لینا...... ایک ہی جوڑا ہے تمہارے پاس۔ میرے کپڑے کب تک پہنتی رہو گی...... جو آؤ۔"

بیگم سعیدہ اپنی شال کندھوں پر درست کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ چند لمحے کرسی کے پاس ہی کھڑی رہی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ کہ کیا کرے۔ آج دوپہر کھانے کے بعد وہ بیگم سعیدہ کی دونوں الماریاں ٹھیک کرتی رہی تھی۔ ان کے ڈھیر سارے کپڑے استری کر کے ہینگروں میں ڈالے تھے۔ اس کے بعد نہا دھو کر کپڑے بدلے تھے۔ سعیدہ کسی رشتہ دار کے ہاں عیادت کو گئی ہوئی تھیں۔ ان کی غیر موجودگی میں اس نے یہ کام کیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ واپس لوٹی تھیں......

ملیحہ ان کے کمرے میں ہی تھی۔ اس وقت وہ کسی میگزین کی تصاویر دیکھ رہی تھی تصویریں دیکھتے ہوئے بھی لپک جھپک اس کے ذہن میں آیا تھا۔ کہ میگزین دیکھنا اور اسے بہت پسند ہے۔ وہ اکثر رسالے پڑھتی رہتی ہے۔

لیکن

کیسے رسائل...... کیسے میگزین

اسے یاد نہ آرہا تھا...... اور نہ ہی یہ یاد کر پا رہی تھی...... کہ وہ کہاں یہ رسائل میگزین پڑھا کرتی تھی......

وہ یاد کرنے کی شعوری کوششوں میں مصروف تھی...... کہ بیگم سعیدہ نے آکر با چلنے کو کہا۔ اسے بازار ہارون لے جا رہا تھا۔ کسی ایسے بوتیک پر جہاں سے وہ اکثر کپڑے خریدا کرتی تھی۔

بوتیک

اور

ریڈی میڈ ڈریسز؟

ملیحہ کے ذہن میں بہت بڑا سوالیہ نشان تھا۔ لیکن وہ اس بات کو جھٹلا بھی نہیں تھی۔ اسے کچھ یاد ہی کہاں تھا۔ اور جب یہ لوگ جو اس کے ماضی سے آگاہ تھے کہہ تھے۔ تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے......

بیگم سعیدہ نے اسے آواز دی۔ "ملیحہ بھئی آؤ بھی......"

اپنے غیر مانوس سے نام پر وہ چونکی نہیں۔ یہ نام بھی اس نے اسی لئے اپنا نام مان لیا تھا کہ سب یہی کہتے تھے۔ اس کا نام ملیحہ ہی ہو گا۔

بیگم سعیدہ نے پھر آواز دی تو وہ اپنا دوپٹہ کندھوں پر ڈالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔

اسی وقت ہارون سیڑھیوں سے اتر رہا تھا...... ملیحہ نے گردن گھما کر اسے دیکھا...... ایک لمحہ کو اس کا دل بے اختیاری سے دھڑکا...... کتنا خوبرو اور پر وقار تھا وہ...... لیکن اس کے ساتھ اس کا رویہ کتنا جارحانہ تھا...... اسے دیکھتے ہی وہ خوف کی کپکپی محسوس کیا کرتی تھی...... اس کی شعوری کوشش ہوتی کہ اس کا سامنا ہی نہ کرے۔

لیکن

آج وہ اسے شاپنگ کے لئے ساتھ لے جا رہا تھا۔ من ہی من میں وہ اس ساتھ سے خوش بھی ہو رہی تھی...... اسے اچھا بھی لگ رہا تھا...... لیکن اس خوشی کا اس نے اندر ہی اندر گلا گھونٹا تھا...... وہ جانتی تھی کہ اس کا وجود ہارون کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

کیوں؟

ہارون اور سب لوگوں کے رویے سے وہ اندازہ تو کر سکتی تھی کہ اس کیوں کا جواب کیا ہے۔

لیکن

اسے ذرہ بھر یاد نہیں آتا تھا۔

کہ

وہ اور ہارون کن ڈوریوں میں منسلک تھے۔ اور یہ ڈوریاں منقطع کیسے ہوئی تھیں۔

وہ سوچتی تو ان ڈوریوں کا ٹوٹنا بڑا عجیب سا لگتا...... بلاشبہ ہارون ایسا نوجوان تھا جو لڑکیوں کے ذہنوں کا تراشا ہوا بت بن سکتا تھا۔

"چلو بھئی" بیگم سعیدہ نے ہارون سے کہا...... "اب تو شام اترنے کو ہے......"

"جی چلئے" ہارون نے ملیحہ کو نظرانداز کرتے ہوئے امی سے کہا۔

"آؤ" بیگم سعیدہ نے ملیحہ کی طرف دیکھا۔

وہ خاموشی سے ان کے ساتھ بیرونی دروازے کی طرف بڑھی...... ہارون گاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"اے ہے کون ہے" بیگم سعیدہ مڑیں...... اور آگے بڑھ کر فون اٹھالیا۔

ان کی دوست بیگم بخاری کا فون تھا......

وہ انہیں ملنے آدھ گھنٹے تک آرہی تھیں۔ کل ہی انہیں امریکہ چلے جانا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ نکال پائی تھی...... ملنے آرہی تھی۔

"اب" بیگم سعیدہ نے فون رکھتے ہوئے ملیحہ کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا آنٹی" وہ ان کے قریب آگئی......

"میری دوست کا فون تھا۔ وہ ابھی مجھے ملنے آرہی ہیں...... کل امریکہ چلی جائے گی"

ملیحہ کچھ نہیں بولی ہارون کسی کام کے لئے اندر آگیا۔ تو بیگم سعیدہ نے کہا "آج کا پروگرام ملتوی ہی کردو......"

"کیوں"

"نوشین آرہی ہے۔"

"وہ آپ کی دوست مسز......"

"بخاری......" بیگم سعیدہ نے جلدی سے کہا "کل اس نے امریکہ چلے جانا ہے۔ ملنے آرہی ہے......"

"کب"

"ابھی آدھ گھنٹے تک......"

"اوہو......"

"کل چلے جائیں گے"

ہارون نے نفی میں سرہلایا۔ "روز روز میں تھوڑا ہی وقت نکال سکتا ہوں......"

"تو پھر...... لے جاؤ اسے...... کپڑے تو اس نے اپنی پسند ہی کے لینے ہیں......"

"ہاں...... لے جاتا ہوں......" ہارون نے کہا تو وہ جلدی سے بولی "نہیں آنٹی پھر سہی"

"پھر سہی کیا......" ہارون تلخی سے بولا "چلنا ہے تو چلو......"

"جاؤ کوئی بات نہیں......" بیگم سعیدہ جلدی سے بولیں "جاؤ...... جاؤ...... پھر اسے وقت ملے نہ ملے"

"میرے ساتھ جانا نئی بات نہیں" ہارون نے غصیلی نگاہ اس پر ڈالی "جانتی ہو......"

وہ گھبرا گئی......

"جاؤ جاؤ......" بیگم سعیدہ ہارون کے موڈ کے آف ہونے سے پہلے بولیں "کپڑے ہی لینے ہیں جا کر لے آؤ......" ہارون کے ساتھ تم اکثر جایا کرتیں تھیں شاپنگ کے لئے...... جاؤ"

وہ کچھ نہ کہہ سکی

ہارون باہر نکل گیا...... بیگم سعیدہ نے ملیحہ کو بھی جانے کے لئے کہا۔

وہ خاموشی سے باہر نکل آئی...... ہارون نے فرنٹ سیٹ کا دوسری طرف کا دروازہ کھولا۔

ملیحہ سحرزدہ سی سیٹ پر بیٹھ گئی......

بیگم سعیدہ بھی باہر آئیں...... اور سرگوشی کے لہجے میں ہارون سے کہا "کپڑے اس کی مرضی کے دلا دینا...... اور سنو...... تنگ نہیں کرنا بیچاری کو...... تم سے بہت ڈرتی ہے۔"

"ہونہہ......" ہارون نے تمسخر سے کہا پھر بولا "فکر نہ کریں...... صحیح سلامت آپ کے پاس لے آؤں گا اسے...... واہ...... میری سادہ سی ماں...... کتنا فکر ہے......" پھر وہ تلخی سے ہنس دیا......

اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے اک بھرپور سی نگاہ ملیحہ پر ڈالی۔ وہ واقعی بہت ڈری ڈری لگ رہی تھی...... ہارون جانے کیوں جھلا گیا۔ رخ موڑا اور جلدی سے گاڑی اسٹارٹ کردی......

وہ گیٹ سے باہر نکلا۔ دینو نے گیٹ بند کردیا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ چھوٹی سڑک سے بڑی سڑک پر تھا...... جو صدر کی جانب جاتی تھی۔ دونوں خاموش بیٹھے تھے۔ شاید دونوں ہی اپنے آپ سے الجھ رہے تھے۔

گاڑی جب بڑی سڑک پر دوڑتی اس طرف آئی جس طرف دونوں بڑے بڑے سٹور

تھے۔ کہیں تین منزلہ پلازہ تھے۔ کہیں برآمدوں کے پیچھے چمکتی دمکتی دکانیں۔ تب
ہراساں نظروں سے اسے دیکھا ہارون کے لہجے کی چبھن اس نے اچھی طرح محسوس
"کیا لینا ہے" ہارون دونوں اطراف گاڑی پارک کرنے کی جگہ دیکھتے ہوئے بولا
"پتہ نہیں......" وہ دھیمے لہجے میں بولی۔
"آئی کس لئے ہو......" اس نے گاڑی ایک پلازہ کے پارکنگ ایریا میں
ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں" وہ اسی لہجے میں بولی۔

"کپڑے تو لینا ہی ہیں......" وہ ایک طرف گاڑی کھڑی کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں......" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور......"

"اور......"

"میرا مطلب ہے کچھ اور بھی لینا ہے...... جوتے...... کوسمیٹکس......وغیرہ"

ملیحہ نے گھبرا کر سر نفی میں ہلایا۔

"کوسمیٹکس نہیں لینے......؟"

اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔

"حیرانی کی بات ہے۔ کوسمیٹکس کے بغیر تم کیسے دن گزار رہی ہو......"

وہ چپ رہی۔

وہ طنزیہ لہجے میں پھر بولا "پرفیوم تو ضرور ہو گی...... اس کے بغیر تو میں حیران
کیسے اتنے دنوں سے رہ رہی ہو...... کونسا پرفیوم تمہارا پسندیدہ ہے؟"

"پتہ نہیں......" وہ جھلا کر بولی۔ "نہیں لینا مجھے کوئی بھی پرفیوم......"

"واقعی......" وہ تمسخر سے بولا "جھجکو نہیں لے لو...... بازار آئی ہو۔ تو اپنے
کی ساری چیزیں خرید لو...... ہینڈ لوشن، نیل پالش، لپ اسٹک، پرفیوم...... بہت دن
چیزوں کے بغیر...... ہو گئی اداکاری...... چلو سمجھ لو۔ کہ ہم یقین کرنے لگے ہیں۔ کہ
یادداشت واقعی کھو چکی ہے یہ چیزیں میں یاد دلاتا ہوں تمہیں...... پرفیوم تو......"

"پلیز......" وہ بڑے کرب و اذیت سے بولی۔

ہارون نے ہلکا سا قہقہہ لگایا...... پھر کہیں زیادہ طنزیہ لہجے میں بولا "اچھی اداکارہ ہو"
"خدا کے لئے ہارون صاحب" اس نے دکھ سے احتجاج کرتے ہوئے سر ہاتھوں پر گرا

"ہونہہ......" ہارون نے گاڑی بند کی...... لیکن سیٹ پر ہی بیٹھا رہا......

"آپ مجھ سے اس طرح...... کیوں پیش آتے ہیں...... میں نے...... میں نے کیا کیا
ہے میں کچھ نہیں جانتی...... مجھے کچھ یاد نہیں آتا...... میں کون ہوں میں تو یہ بھی بھول چکی
ہوں......"

وہ روہانسی ہو رہی تھی...... اس نے بھیگی بھیگی آنکھوں سے ہارون کو دیکھا۔

"ہاہاہا......ہا" ہارون نے قہقہہ لگایا۔ پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔ "کیا اس طرح تم یہ
ور کرانے کی کوشش کر رہی ہو...... کہ تم واقعی یادداشت کھو چکی ہو......؟ ہونہہ......
ہو...... تم تو یہ بھی نہیں جانتیں کہ تم کون ہو...... تت تت...... قابل رحم ہو...... سوری
ں تمہیں غلط سمجھ رہا تھا......"

"ہاں ہاں" وہ بے اختیارانہ روتے ہوئے بولی "آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں کیا
تھی میں نہیں جانتی...... لیکن اب......"

وہ بات پوری نہ کر سکی۔ س کے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ سسک سسک کر رو رہی
تھی۔

ہارون کو ترس آیا نہ جذبہ ترحم پھوٹا بلکہ وہ کچھ اور تلخ ہو گیا۔ غرانے کے انداز میں بولا
"لیکن اب...... اب میں تمہیں بتاتا ہوں...... کہ تم انتہائی چالاک لڑکی ہو...... تم نے اب
میرے قریب آنے کی دوسری راہ نکالی ہے...... تم بہروپ بھر رہی ہو...... یہ ثابت کرنا چاہتی
ہو کہ تم انتہائی سادہ اور بے حد معصوم لڑکی ہو...... رو رو کر یا حیرانی سے آنکھیں پھیلا پھیلا کر
ثابت کرنا چاہتی ہو...... کہ......"

"بس...... بس کریں......" اس نے روتے ہوئے سر ادھر ادھر پٹخا......ہارون
پھنکارا...... "تم بھی یہ ایکٹنگ بس کرو...... سمجھیں...... چلو نکلو باہر اور جا کر اپنے بوتیک
سے ڈریسز خریدو جا کر......"

"مجھے کچھ نہیں......" اس نے روتی آنکھوں سے ہارون کو دیکھا۔ ایک بار تو ہارون

اپنے رویے پر شرمسار ہوا۔ من نے مان لیا۔ کہ وہ واقعی یادداشت کھو چکی ہے۔ اور
اس طرح سی کے حوالوں سے پریشان کرنا مستحسن نہیں۔
اسی لئے

وہ

لہجے میں کچھ نرمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "میں روز روز وقت
نکال سکتا...... چلو اترو......"

وہ گاڑی سے باہر نکل آیا...... گھوم کر دوسری طرف آیا اور ملیحہ کی طرف کا در
کھول کر اسے باہر آنے کے لئے کہا۔

وہ چند لمحے بے حس سی بیٹھی رہی بار بار دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھتی رہی۔

"اب نکلو بھی...... میں نے کہا نا میں روز روز نہیں آسکتا...... اپنے کپڑے لو چل
ہارون کا لہجہ پھر تند ہونے لگا...... وہ اب بھی ویسے ہی بیٹھی تھی۔

"خریدنے نہیں کپڑے" اس نے جھک کر اسے دیکھا۔

"نہیں......" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"کیوں"

"بس"

"جانتی ہو امی مجھ سے ... ہوں گی......"

وہ چپ رہی۔

"محترمہ باہر آیئے...... کپڑے نہ خریدے تو امی میرے پیچھے پڑ جائیں گی۔ یہ
اچھی طرح جانتی ہیں...... اور میں بھی جانتا ہوں کہ آپ اب امی کے قریب آ رہی
خدمت گزاری سلیقہ شعاری اور...... اطاعت گزری کے مجرب نسخے آزما کر......"

ملیحہ نے پہلی بار کڑی اور ناگوار نظر اس پر ڈالی...... ہارون کی باتیں اسے کس
اذیت دے رہی تھیں وہ جانتی تھی......

"کیا آپ اسی لئے مجھے یہاں لائے ہیں؟" اس نے انتہائی دکھ سے کہا۔

"شاپنگ کے لئے لایا ہوں...... اترو...... اور جا کر کپڑے لے لو" وہ دھونس کے
میں بولا...... "لیکن تمہارے گوش گزار بھی کرنا ہے کہ چاہے جو حیلے آزماؤ۔ مجھ تک پہنچنے

ہر راہ بند پاؤ گی۔ سمجھیں......"
وہ گاڑی کے دروازے سے پرے ہٹ گیا۔
ملیحہ چند لمحے چپ بیٹھی دکھ اور اذیت کے وار سہتی رہی ہارون کی باتیں زہر میں بجھے
تیروں کی طرح تھیں...... وہ کیا کرے کچھ سمجھ نہ پا رہی تھی...... باہر نکلو" ہارون پھر دھاڑا تو
وہ باہر نکل آئی ہارون نے گاڑی بند کی۔
اور
اسے لے کر سامنے والے سپر سٹور میں چلا آیا۔

وہ بہت بڑا اسٹور تھا۔ سپر ڈیپارٹمنٹل سٹور۔ ہر ڈیپارٹمنٹ بذات خود ایک سٹور تھ
چیزیں قرینے سے شوکیسوں اور الماریوں میں سجی تھیں...... جتنا حصہ اوپر تھا۔ اتنا
بیسمنٹ میں بھی تھا...... تین منزلیں اوپر تھیں...... درمیانی منزل پر ریڈی میڈ کپڑ
تھے...... ہارون ملیحہ کو لئے چوڑے زینے سے ہوتا درمیانی منزل پر آ گیا...... یہاں ہر قسم
لیڈیز ڈریسز تھے...... کاؤنٹر پر سیلز گرلز چاک و چوبند کھڑی تھیں...... دو ایک گاہکوں کو لباس
دکھا رہی تھیں...... اس وقت یہاں کچھ زیادہ رش تو نہیں تھا پھر بھی کافی نوجوان لڑکیاں او
فیشن ایبل عورتیں ڈریسز دیکھنے اور خریدنے میں مصروف تھیں۔ بغل میں ٹرائی روم
تھا۔ جہاں عورتیں لباس پہن کر اپنا سراپا دیوار گیر آئینوں میں دیکھ سکتی تھیں۔ جو لباس ان
صحیح طور پر جچتا یہ آئینے ہی بتاتے تھے۔

یہاں ہر طرح کے لباس موجود تھے۔ جگہ جگہ گھومنے والے سٹینڈز تھے۔ جن پر لبا
ٹنگے ہوئے تھے۔ الماریوں میں بھی لباس سجائے گئے تھے۔ اور ڈمیز کو بھی پہنا کر لباسوں
خوبصورتی کو اجاگر کیا گیا تھا۔

اتنے بڑے سٹور میں آ کر ملیحہ حیران حیران نظروں سے چیزیں دیکھ رہی تھی۔ وہ کاؤ
کے قریب سے گزری تو سیل گرل نے متبسم نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "ہیلو مس بڑ
دنوں بعد تشریف لائیں......"

"ملیحہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"ہمارے پاس بالکل نئی ورائٹی آئی ہے...... جدید ترین فیشن کے ملبوسات......
ہے آپ ہمیشہ کی طرح پسند کریں گی۔"

ملیحہ جبری سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے آگے بڑھ گئی...... یہ لڑکی اسے پہچ

تھی۔ کیا وہ واقعی اس سٹور سے کپڑے خریدا کرتی تھی۔ ملیحہ سوچ رہی تھی......
ہارون اس سے چند قدم پیچھے تھا۔ اور وہ بنا لباس دیکھے سوچوں میں گم آگے بڑھتی جا
رہی تھی......

"اس طرف مس" دوسری سیل گرل نے بھی شاید اسے پہچان لیا تھا اس لئے متبسم
لہجے میں دائیں ہاتھ اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "ادھر تشریف لائیے۔ یہ جدید ترین لباس آپ
کی پسند کے مطابق ہیں......"

ملیحہ اس کے ساتھ دوسرے حصے میں چلی گئی...... ہارون بھی ساتھ آیا۔ یہاں بڑے ہی
بیش قیمت خوبصورت اور فیشن ایبل ملبوسات تھے...... لباس بہت اچھے تھے۔ لیکن قیمتیں
پڑھ کر ملیحہ پیچھے ہٹ گئی...... وضع قطع کے اعتبار سے یہ لباس اس نے خریدنا تھوڑے ہی تھے
کھلے گریبان...... دیکھ کر تو وہ پیچھے ہٹ گئی...... کچھ لباس نیم عریاں بھی تھے...... وہ حیران و
پریشان کھڑی سوچ رہی تھی۔

"کیا میں ایسے بے حیائی کے لباس پہنا کرتی تھی......"

"ننگے اور بیہودہ......"

"گریبان اتنے کھلے......"

"آستین کے بغیر لمبے سکرٹ"

"تنگ بلاؤز اور پتلونیں......"

وہ اپنے آپ سے سوال پر سوال کئے جا رہی تھی۔ خود ہی سر نفی کے انداز میں جھٹک
کر تردید کر رہی تھی۔

پھر

اس نے سوچا

"کیا اس کے پاس اتنے وافر پیسے ہوا کرتے تھے۔"

"کیا وہ بہت ماڈرن تھی......"

"امیر تھی"

"امیر تھی تو نوکری کیوں کرتی تھی......"

وہ سوچوں میں گم کھڑی تھی کہ سیل گرل ایک خوبصورت لباس ہینگر پر لٹکائے اس کے

قریب آ گئی "یہ دیکھئے...... مس کتنا خوبصورت ہے۔ آپ ٹرائی کر سکتی ہیں۔ ٹرائی میں...... بہت جچے گا آپ پر...... بالکل نئی چیز ہے۔ فیشن کی دنیا میں دھوم مچ جائے گی۔ میری خواہش ہے کہ اس کی پہلی خریدار آپ ہوں۔"

"نہیں بھئی" ملیحہ نے ہاتھ سے ڈریس پیچھے کرتے ہوئے کہا۔ سیل گرل تو پیچھے ہی پڑ گئی۔ آزما رہی تھی۔

ہارون نے لباس دیکھ کر کہا "بالکل تمہاری پسند کا ہے لے لو......"

"ملیحہ نے بیچارگی سے کہا "مجھے نہیں لینے ایسے عریاں لباس......"

"ہارون طنز سے منہ بنا کر سرہلاتے ہوئے بولا "تو کیسے لینے ہیں"

"گھر پہننے کے لئے سادہ سے کاٹن کے سوٹ" وہ بولی۔

سیل گرل نے دال گلتی نہ دیکھ کر دوسری طرف اشارہ کیا۔ "وہاں دیکھ لیجئے"

ملیحہ اس طرف چلی گئی......

وہاں کاٹن کے عام سے جوڑے پڑے تھے۔ قیمتیں بھی کچھ زیادہ نہ تھیں۔ اس نے خوبصورت پرنٹوں کے تین جوڑے پسند کئے۔

ہارون خاموشی سے اس کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا۔ کہ ملیحہ نے تینوں جوڑے پسند کئے ہیں۔ وہ عام سے ہیں اور ان کے گریبان بالکل گردن کے ساتھ لگنے والے ہیں۔ گریبان کا کوئی سوٹ اس نے پسند نہیں کیا۔

ہارون نے جوڑے پیک کروانے کے لئے سیل گرل کو دے دیئے...... اور خود ملیحہ کو لے کر تیسری منزل پر آ گیا...... یہاں لیڈیز اور جینٹس کے جوتوں کے حصے تھے۔ ایک طرف کاسمیٹکس بھی تھے۔

"یہاں سے بھی جو کچھ لینا ہے لے لو" ہارون نے کہا۔

"کچھ نہیں لینا......"

"کوسمیٹکس؟"

"نہیں"

"جوتے؟"

"میرے پاس ہے"

"اور لے لو...... گھر پہننے کی چپل ہی خرید لو......"

اس نے نفی میں سرہلایا۔

ہارون اب اسے کوسمیٹکس کی طرف لے آیا۔ وہ انکار کرتی رہی۔ لیکن ہارون نے کچھ لوشن، نیل پالشیں، لپ اسٹیکس اور پرفیوم اس کے لئے خرید لئے...... وہ جانتا تھا کہ ملیحہ کو کون سی خوشبو بہت پسند ہے اور نیل پالش، لپ اسٹیک کس برینڈ کی اور کن کن رنگوں کی استعمال کرتی ہے۔ ساری چیزیں اس نے پیک کروا کے بل کاؤنٹر پر سے لے لیا۔

"کیوں خریدی ہیں یہ چیزیں۔" وہ جھلا سر بولی۔

ہارون مسکرایا...... اور چھیڑتے ہوئے لہجے میں بولا "تم شاید اس لئے جھجک رہی ہو۔ کہ یہ چیزیں خریدنے سے تمہارا پول کھل جائے گا...... سو تمہاری مشکل میں نے خود خرید کر حل کر دی......"

وہ کچھ نہ کہہ سکی...... ہاں اس نے اپنا دم سینے میں گھٹتا ہوا ضرور محسوس کیا......

کاش...... کاش اسے اپنا بھولا ہوا ماضی یاد آ جاتا۔

بھولا ہوا ماضی...... جیسا بھی تھا......

لیکن

یہ سوچ کر اسے جھرجھری سی آ گئی...... اس کا ماضی...... جو وہ ان سب لوگوں کے توسط سے دیکھ رہی تھی...... کسی طور اچھا نہیں تھا...... وہ یقیناً اچھی لڑکی نہیں تھی......

تو

کیا

وہ خراب لڑکی تھی......؟

بیہودہ اور آوارہ مزاج!

عریاں لباس پہننے والی!!

شرم و حیا سے عاری......!!!

"نہیں...... نہیں" اس کے لبوں سے بیساختہ نکلا......

ہارون جو چند قدم آگے تھا رک گیا۔ پلٹ کر بولا "کیوں کیا ہوا......"

"کچھ نہیں...... کچھ نہیں......!" وہ جلدی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ اور ہارون

سے پہلے ہی سیڑھیاں تیزی سے اترتی چلی گئی......

وہ بھاگنے کے انداز میں چلی فرسٹ فلور پر آئی اور کاؤنٹر پر سے کپڑے لئے بغیر شیشے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا...... اور ذہن میں چین ہلچل تھی...... اس کے اندر شور مچا ہوا تھا...... میں کون ہوں...... میں کون ہوں"

وہ کار پارکنگ کی طرف اترنے والے کشادہ زینے کی ریلنگ تھام کر کھڑی ہو گئی تھوڑی دیر بعد اسکے ملبوسات کے لفافے اٹھائے ہارون بھی آگیا۔ اک طنز و تمسخر بھری اس پر ڈالی اور بولا "پکڑو اپنے کپڑے"

اس نے لفافے اس کی طرف بڑھا دیئے۔ جنہیں مشینی انداز میں ہاتھ بڑھاتے ہو ملیحہ نے تھام لیا...... سٹورز میں آنے جانے والوں کی تعداد بڑھ رہی تھی...... سیڑھیاں اترتے چڑھتے لوگوں میں اضافہ ہو رہا تھا...... شام نے رات کی آغوش میں منہ چھپا لیا اندھیری رات روشنیوں میں نہا گئی تھی۔ ہر طرف چمک دمک تھی...... سٹوروں کے اندر روشنیوں کے گویا سیلاب امنڈ رہے تھے......

"چلو آؤ......" ہارون کو سمیٹکس والا لفافہ ہاتھ میں ہی لئے بولا

وہ اس کے ساتھ ساتھ سیڑھیاں اترتی گاڑی کی طرف چلی آئی......

ہارون نے گاڑی کھولی...... اس سے لفافے لے کر پچھلی سیٹ پر رکھے اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا۔

وہ چپ چاپ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

ہارون نے اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کو سمیٹکس کا لفافہ اس کی طرف بڑھایا

ملیحہ نے استفہامیہ نظروں سے پہلے اسے اور پھر پیکٹ دیکھا۔

"کھول کر دیکھو......"

"کیا ہے؟"

"دیکھو تو سہی ٹھیک خریداری کی ہے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے اب تمہاری پسند کا معیار بدل گیا ہو۔ ملیحہ نے ایک بیچارگی کی نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ اسے کیا کہہ سکتی تھی...... چپ رہی۔

ہارون نے خود ہی گیٹ کھولا...... اور دو تین رنگوں کی نیل پالشیں لپ اسٹکس اور

طرف بڑھاتے ہوئے کہا "جہاں تک مجھے یاد ہے تمہیں یہ رنگ بہت پسند تھے...... اور ہینڈ لوشن بھی تم اس برانڈ کا استعمال کیا کرتی تھیں......" اس نے ایک امپورٹڈ لوشن کی بوتل اس کی طرف بڑھائی اور یہ پرفیوم اس نے خوبصورت سی شیشی اسے دکھائی...... تب یہ پرفیوم تمہارا پسندیدہ ہوا کرتا تھا...... اب تمہیں یہ چیزیں پسند ہیں یا نہیں...... میں نہیں جانتا......"

وہ کٹار اسی کاٹ والے لہجے میں باتیں کر رہا تھا......

"ٹھیک ہیں چیزیں...... یہی پسند ہے نا تمہاری...... یا وقت اور حالات نے بدل دی ہے؟"

ملیحہ نے ساری چیزیں ڈیش بورڈ پر رکھ دیں...... اور بھرائے ہوئے لہجے میں بولی "شاید یہ چیزیں میری پسند کی ہوں...... میں اپنے آپ کو نہیں جانتی...... آپ کہتے ہیں...... تو ٹھیک ہی کہتے ہوں گے...... لیکن مجھے اب ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں...... آپ بے کار خرید لائے...... رکھ چھوڑیں کبھی کام آجائیں شاید......"

ہارون نے ایک جھٹکے سے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ سکرین پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ صرف پریشان ہی نہیں اداس بھی تھا......

"کیا اسے واقعی کچھ یاد نہیں...... سب کچھ بھول چکی ہے" ہارون کے من میں یہ سوال چیخ اٹھا...... اس سوال کا جواب ملیحہ کا اداس و پریشان چہرہ تھا......

ہارون نے وقفوں کے ساتھ بار بار ملیحہ کو دیکھا...... وہ اسی طرح بت بنی بیٹھی تھی۔ ہارون نے یقین نہیں کرنا چاہا...... ملیحہ کی اداکاری سمجھنا چاہا۔ لیکن انسان کے اندر جو محاسب بیٹھا ہوتا ہے وہ کبھی غلط بات کو تسلیم نہیں کرتا...... یہ محاسب ملیحہ کی بجائے ہارون کو ملامت کر رہا تھا......

ہارون نے گاڑی چلا دی۔

پھر

سارا راستہ وہ اپنے آپ سے ہی الجھا رہا۔ اس نے کوئی بات نہیں کی۔

ملیحہ بھی چپ چاپ بیٹھی رہی۔ وہ اس طرح گم صم بیٹھے گھر تک آگئے۔

گاڑی گیٹ پر آئی۔ تو دینو نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا......

ہارون نے گاڑی روکی...... ملیحہ خاموشی سے باہر نکلی اور چیزیں لئے بغیر اندر چلی

گئی......

ہارون نے دینو کو بلایا...... پچھلی سیٹ پر پڑے لفافے نکالنے کو کہا اور خود کار
دوبارہ پیکٹ میں رکھنے لگا......

یہ چیزیں اس نے دینو کو نہیں دیں۔ بلکہ اپنے بریف کیس میں رکھ لیں۔

امی بیگم بخاری کے جانے کے بعد لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔ ان کا دھیان ہارون ملیحہ ہی کی طرف تھا...... ہارون کے جذبات و احساسات سے وہ بے خبر نہ تھیں۔ ملیحہ سے ہمدردی محسوس ہوتی تھی۔ اسی لئے ان کی طرف دھیان تھا کہ کہیں ہارون ملیحہ کو بے جا پر نہ کر رہا ہو۔ بے شک ملیحہ ہارون کی طرف سے اسی رویے بلکہ اس سے جارحانہ طرز عمل مستحق تھی۔

لیکن

ان حالات میں

جبکہ وہ سب کچھ بھول چکی تھی...... اپنے آپ کا بھی پتہ نہ تھا...... بیگم سعیدہ خیال میں کوئی انتقامی کارروائی یا بدلے کا رویہ اختیار کرنا مستحسن نہیں تھا......

ملیحہ واپس آئی سلام کرکے ان کے قریب بیٹھ گئی۔ دینو شاپنگ کے لفافے لے آیا۔ چیزیں نکال کر دیکھتے ہوئے انہوں نے سکون کا سانس لیا......"

ہارون بھی اپنا بریف کیس لئے اندر آگیا۔ دینو کو بریف کیس دیتے ہوئے اس نے ا کو سلام کیا اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "اس نے یہی تین جوڑے لئے ہیں"

"چلو ٹھیک ہیں......" بیگم سعیدہ نے لباس پسندیدگی کی نظر سے دیکھے۔ "پھر لے گی ابھی گزارے کے لئے کافی ہیں......"

ملیحہ کچھ نہیں بولی......

ہارون اٹھتے ہوئے بولا "کھانا تیار ہو تو لگوا دیں۔ آج دوپہر بھی میں نے کچھ نہیں کھا تھا۔"

"اچھا" بیگم سعیدہ نے کپڑے ایک طرف کر دیئے۔ جنہیں ملیحہ اٹھا کر اندر لے گئی

پھر

انہوں نے رحمتے کو آواز دی...... اور کھانا لگانے کے لئے کہہ کر ہارون سے با

کرنے لگیں۔

ہارون

جس کا موڈ ناخوشگوار نہیں افسردہ سا تھا۔

اس رات ملیحہ کو بھی بے چینی اور اضطراب نے چین نہیں لینے دیا۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور رہی۔ وہ ساری رات بیقراری سے کروٹیں بدلتی رہی۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ کئی بار اس کا جی چاہا کہ کس کس کر کے اپنے سر میں مارے شاید اس طرح اس کے دماغ کے سوئے ہوئے حصے بیدار ہو جائیں اور وہ یہ جان پائے کہ وہ کون تھی کیا تھی اور کیوں تھی؟

اس کا یہ بھی بارہا جی چاہا۔ کہ پاس سوئی آنٹی کو جگائے اور ان سے استدعا کرے کہ وہ اسے اس کے ماضی کی ساری کہانی سنا دیں...... یقیناً وہ بہت کچھ جانتی تھیں۔

لیکن

وہ یہ جرات نہ کر سکی۔ شرمندگی اور ندامت سے وہ مر مر گئی۔ وہ یہ اندازہ کر سکتی تھی۔ کہ وہ کوئی اچھی لڑکی نہیں تھی۔ غالباً" اس نے ہارون کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ بدکرداری کا مظاہرہ کیا ہو گا...... کیا خبر کوئی گندی اور شرمناک بات بھی اس سے وابستہ ہو......

انہیں سوچوں میں الجھ کر اسے بیگم سعیدہ سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ پہلے بھی خیال آتا تھا۔ کہ ان سے پوچھے...... اور آج رات تو یہ خیال اتنا پریشان کر رہا تھا۔ کہ وہ پوچھنے کی جرات بھی کرنا چاہتی تھی۔

لیکن

وہ ایسا نہ کر سکی...... کچھ جانے بوجھے اور سنے بغیر ہی اسے شرمندگی کا احساس کھائے جا رہا تھا......

وہ تب ایسی کیوں تھی......

اور

اب ایسی کیوں نہیں ہے۔

اسے پتہ نہیں چل رہا تھا......

ٹیرس پر کرسیاں پڑی تھیں...... آج کئی دنوں کے بعد خوشگوار سی دھوپ نکلی ت اس کے سنہرے پن سے فضا چمک رہی تھی...... سیلن اور نمی ختم ہو رہی تھی......دھو تمازت جسم میں تازگی پیدا کر رہی تھی۔

بیگم سعیدہ دھوپ سینکنے کے لئے ٹیرس پر بیٹھی تھیں...... جسم کو اچھی خاصی گر رہی تھی...... صبح ان کی طبیعت کچھ اچھی نہیں تھی سر میں ہلکا ہلکا درد محسوس ہو رہا تھا اور ٹھنڈ بھی لگ رہی تھی۔

وہ دھوپ میں بہت کم بیٹھتی تھیں۔ لیکن آج اوپر چلی آئی تھیں۔ دھوپ میں کر بچھی تھیں۔ وہ اوپر اٹھتے آفتاب کی طرف پشت کر کے کرسی پر بیٹھیں...... سامنے رکھی پر پاؤں ٹکا رکھے تھے...... رحمتے قریب بیٹھی ہولے ہولے ان کی ٹانگیں دبا رہی تھی۔ ملیح وہیں تھی۔ کرسی جنگلے کے قریب ڈالے وہ حد نگاہ تک پھیلے سرسبز اور پری اوپر اٹھتے پہا سلسلوں کو تکنے میں محو تھی...... ایک طرف سے سڑک کا کچھ حصہ بھی بل کھاتا اوپر جاتا آتا تھا۔ اور اس پر کبھی کبھی چھوٹی بڑی گاڑیاں بھی آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ جانے کن سوچوں میں کھوئی تھی۔ نگاہیں ان خارجی نظاروں پر جمی تھیں۔ لیکن اندر رہی کچھ اور ہی سوچیں تھیں۔ جو کبھی ہیجانی ہو جاتیں...... کبھی ان میں ٹھہراؤ آ جاتا۔ سڑک کوئی سفید گاڑی گزرتی نظر آئی...... تو اس کا ذہن اس گاڑی میں الجھ گیا...... جس میں۔ گرائی گئی تھی...... یا گری تھی...... وہ کس کی گاڑی تھی؟ اس میں کون تھا؟ وہ سڑک کنا گرائی گئی تھی تو کیوں؟ خود گری تھی تو کیسے؟

لیکن

یہ سارے سوال اسے اندھے راستوں پر لے جاتے...... اسے کچھ پتہ نہ چلتا

سفید گاڑی بھی اسے یاد نہ تھی۔ یہ تو نومی سے پتہ چلا تھا...... گرانے یا گرنے کا بھی اسی نے بتایا تھا۔ وہ کب جانتی تھی۔

رحمتے اور بیگم سعیدہ باتیں کر رہی تھیں...... رحمتے کے ہاتھ بیگم سعیدہ ٹانگوں پر تھے۔ باتوں کے دوران اس کے ہاتھ کبھی کبھی سست پڑنے لگے......

"رحمتے" بیگم سعیدہ نے ماتھا انگلیوں سے دباتے ہوئے کہا۔

"جی بیگم صاحب جی"

"جا ذرا تیل لے آ...... سر میں مالش کر دے......"

"سر درد ٹھیک نہیں ہوا...... گولی نہیں کھائی تھی"

"کھائی تھی۔ پر ابھی تک سر بھاری بھاری ہے۔ تیل گرم کر کے لے آ...... سر میں ڈلواؤں گی تو ٹھیک ہو گا......"

"ابھی لاتی ہوں"

رحمتے اٹھی...... تو ملیحہ نے ادھر دیکھا......

"آنٹی" وہ کرسی پر سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"ہوں"

"میں ٹانگیں دباؤں"

"نہیں...... دبائی ہیں رحمتے نے......"

"ملیحہ اٹھ کر ان کے قریب آ گئی...... اور دو زانو جھکے ہوئے ان کی پڈلیاں پکڑلیں۔ وہ نہ نہ ہی کرتی رہیں۔ لیکن ملیحہ نے اپنے نرم و گداز ہاتھوں سے ان کی ٹانگیں دبانا شروع کر دیں...... وہ ہولے ہولے بڑے پیارے انداز میں انہیں دبا رہی تھی...... بیگم سعیدہ اس کے خوبصورت چہرے کو تکے جا رہی تھیں...... وہ یہ سوچنے میں حق بجانب تھیں...... کہ ملیحہ میں بہت زبردست تبدیلی آ چکی ہے۔ پہلے والی ملیحہ سے یہ ملیحہ کتنی مختلف تھی۔

رحمتے نیچے چلی گئی اور کچھ دیر بعد کٹوری میں ہلکا گرم تیل لئے اوپر آ گئی۔

"چلو بس کرو اب" بیگم سعیدہ نے ملائمت سے ملیحہ کے ہاتھ اپنی ٹانگوں سے ہٹا دیئے۔ "بہت اچھا دباتی ہو......"

"رات کو سوتے وقت دبا دیا کروں؟" ملیحہ نے پوچھا تو بیگم سعیدہ کی بجائے رحمتے بولی"

یہ کام پوچھے بنا ہی کیا کرتے ہیں۔ ان کے پاس سوتی ہو...... سونے سے پہلے دبا دیا کرو
ہلکا ہو جاتا ہے...... تھکان اتر جاتی ہے......"

"اچھا...... میں ضرور دبا دیا کروں گی"

"اے ہے رحمتے......" بیگم سعیدہ نے سرزنشی انداز میں کہا "تجھے نت نئی ہی سو
ہے۔ بھلا میں روز دبوانے کی عادی ہوں۔ جو تو اسے کہہ رہی ہے۔"

"کوئی بات نہیں آنٹی" ملیحہ جلدی سے بولی "میں رات گئے تک جاگتی رہتی ہوں
آپ کو دبا دیا کروں گی تو کیا ہو جائے گا...... مجھے...... مجھے تو خوشی ہو گی۔"

بیگم سعیدہ نے رحمتے کی طرف اور رحمتے نے ان کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نگ
حیرانگی کا تبادلہ کر رہی تھیں۔

ملیحہ نے تیل کی کٹوری بھی رحمتے کے ہاتھ سے لے لی اور اجازت لینے کے انداز
بولی "میں مالش کروں آنٹی......"

"کہاں ہاتھ تیل سے لبھیڑو گی...... لگا دیتی ہے رحمتے......"

"نہیں میں لگاؤں گی"

"چلو لگاؤ......" رحمتے نے کٹوری اس کے ہاتھ میں دے دی پھر بیگم سعیدہ سے ب
"میں ہانڈی دیکھ لوں تب تک"

"اچھا......"

ملیحہ بیگم سعیدہ کی کرسی کی پشت پر آن کھڑی ہوئی۔ چوکی قریب کر کے اپنے کٹوری ا
پر رکھ دی...... پھر بیگم سعیدہ کے بال کھولنے لگی۔

اس نے بڑے ہی سلیقے اور ملائمت سے ان کے بال کھول دیئے۔ پھر تھوڑا تھوڑا ت
ان کے سر میں ڈال کر ہولے ہولے مالش کرنے لگی......

"بال دکھ تو نہیں رہے آنٹی" اس نے آگے کو قدرے جھک کر پوچھا۔

"نہیں......" بیگم سعیدہ مسکرائیں اور سر کرسی کی پشت پر ڈال کر ملیحہ کو دیکھتے ہو
بولی "تمہارے ہاتھوں میں کیا جادو ہے"

"جی؟" وہ کچھ گھبرا گئی۔

بیگم سعدیہ نے پیار سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "اتنی اچھی مالش کرتی ہو...... رحمتے
بڑی اچھی لیتی ہے۔"

"آنٹی...... آپ آئندہ مجھ سے ہی مالش کروایا کریں......" وہ قدرے خوش ہو گئی۔

"بڑا سکون مل رہا ہے"

ملیحہ پھر سے ہاتھ چلانے لگی۔ بیگم سعیدہ کو واقعی بہت سکون مل رہا تھا...... غنودگی سی
آنے لگی تھی......

کافی دیر وہ ان کے سر میں تیل ڈالتی رہی اور ملائمت سے مالش کرتی رہی...... رحمتے
جب دوبارہ اوپر آئی...... تب بھی وہ مالش کر رہی تھی۔

"لاؤ اب میں فارغ ہوں میں کرتی ہوں مالش" رحمتے نے کہا۔ تو بیگم سعیدہ جھٹ سے
بولیں "بس بس...... اب اور ضرورت نہیں...... ملیحہ نے بہت اچھی مالش کی ہے......" پھر
انہوں نے ہنس کر کہا "رحمتے اس سے سیکھو مالش کرنا......"

رحمتے ناک چڑھاتے ہوئے بولی "اس سے تو بہت کچھ سیکھنا پڑے گا...... پہلے تو کچھ
آتا جاتا نہیں تھا...... اب ہی سب کچھ آ گیا ہے اسے"

ملیحہ کے چہرے پر دھند سی چھا گئی۔

"اب تو کھانا بھی اتنا اچھا بناتی ہے۔" رحمتے بولی "رات اسی نے کھانا بنایا تھا بیگم
صاحب جی...... ہارون بیٹا اتنی تعریف کر رہے تھے......"

"تم نے بتایا تو نہیں تھا...... کہ کھانا ملیحہ نے بنایا ہے۔"

"لو جی...... سب کچھ بدمزہ ہو جاتا نا...... ہارون بیٹے کو پتہ چل جاتا نا...... کہ کھانا اس
نے بنایا ہے...... تو کبھی کھاتے ہی نہیں......"

"ہوں"

"اسی لئے تو میں چپ رہی تھی......"

"اچھا ہی کیا تھا......"

ملیحہ قدرے ہٹ کر جنگلے کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ تیل سے لتھڑے تھے اور وہ
نیچے جا کر دھونے کا سوچ ہی رہی تھی...... بیگم سعیدہ اسے دیکھ کر بولیں "وہ سامنے
والے کمرے میں چلی جاؤ وہاں باتھ روم ہے ہاتھ دھو لو...... تیل لگ گیا ہے...... وہیں کہیں
الماری میں تولئے بھی ہوں گے......"

ملیحہ ہارون کے برابر والے کمرے میں چلی گئی۔ دائیں ہاتھ غسلخانہ تھا۔

یہ کمرہ فالتو سامان سے بھرا ہوا تھا...... کچھ پرانے بکس تھے۔ جو اوپر تلے رکھے ہوئے تھے۔ دو پلنگ بھی تھے جو دیوار کے ساتھ کھڑے کئے ہوئے تھے۔ کچھ میزیں تھیں کچھ تصویروں کے بڑے بڑے فریم تھے...... ایک کونے میں تانبے کے بڑے بڑے دیگچے اوپر تلے رکھے تھے۔ ایک تانبے کا بڑا سا مٹکہ بھی تھا...... ایک میز پر فرشی دری تہہ کر کے رکھی تھی...... اور بھی بہت سی چیزیں شہری تھیں۔ ہر چیز پر دھول مٹی پڑی تھی۔

ملیحہ نے غسلخانے کا دروازہ کھولا...... باتھ روم گندہ نہیں تھا۔ لیکن دھول مٹی بھی بہت تھی...... لگتا تھا کبھی استعمال ہی نہیں کیا گیا......

ملیحہ نے ہاتھ دھوئے

پھر

باہر آکر دیوار گیر الماری کا پٹ کھولا...... تولیہ شائد اسی میں رکھے تھے۔

یہ الماری بھی کمرے کی طرح کاٹھ کباڑ سے بھری تھی...... کسی خانے میں چینی کے برتن تھے کسی میں پرانے کپڑے...... ہینگروں میں گرم کوٹ لٹک رہے تھے...... اوپر شیلف کتابوں سے بھرے تھے۔

یہاں تولیہ نہیں تھا۔

اس نے برابر والی الماری کھولی۔ یہاں اسے تولیہ مل گیا...... اس نے تولیہ نکالا اچھی طرح صاف کئے۔

تولیہ ایک پرانی کرسی کی پشت پر ڈال کر وہ الماری میں رکھے سامان کو الٹنے پلٹنے لگی الٹ پلٹ چیزیں دیکھ کر اسے وحشت سی ہو رہی تھی۔ اس کا جی چاہا...... یہ سارا کام ساری بے ترتیب الماریوں کو ٹھیک کر دے......

یہ سارا کام ایک دن میں تو ہونے کا نہیں تھا۔

پھر بھی

اس نے الماریوں سے ابتداء کی...... پہلی الماری کھولی...... اوپر کے خانے میں بے ترتیبی سے رکھی کتابیں ٹھیک کرنے کے خیال سے اس نے کتابیں نکالنا شروع کیں...... ان کتابوں ہی میں اسے ایک البم نظر آ گیا۔

اس نے البم نکالا۔

اور

تجسس سے اس کی تصویریں دیکھنے کے لئے ورق الٹا۔

وہ

حیران و پریشان رہ گئی......

پہلے ہی صفحے پر اس کی تصویر لگی تھی...... اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے دوسرا پھر تیسرا ورق الٹا...... پھر جلدی جلدی ورق پہ ورق الٹنے لگی۔

یہ سارا البم ہی اس کی تصویروں سے بھرا ہوا تھا......

وہ ان تصویروں میں اپنے رنگ ڈھنگ دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی رہی...... کچھ تصویروں میں اس نے بڑے اچھے لباس پہن رکھے تھے۔ کچھ میں نیم عریاں قسم کے...... اکثر لباسوں کے گریبان بہت گہرے تھے۔ ننگے پن کا احساس شرمندگی کا باعث تھا۔ کہیں وہ جینز بلاؤز اور سر پر نفیس سا ہیٹ رکھے ہوئے تھی۔

ساری تصویریں بلاشبہ بہت خوبصورت تھیں......

"کیا یہ میں ہوں؟" وہ اپنے آپ سے پوچھ رہی تھی؟

اور

جب

وہ البم میں اپنی تصویریں دیکھتے ہوئے کبھی خوش کبھی حیران اور کبھی پریشان ہو رہی تھی۔

رحمتے

اور

بیگم سعیدہ باہر ٹیرس پر بیٹھی اسکی باتیں کر رہی تھیں......

رحمتے کو ملیحہ کے سلیقے اور کام کاج کی لگن پر حیرانی تھی...... "پہلے تو یہ ایسی نہ تھی" وہ بار بار یہی کہہ رہی تھی۔

یہ بات بیگم سعیدہ بھی تسلیم کرتی تھیں...... اب کی ملیحہ کو پہلے والی ملیحہ سے کوئی نسبت نہ لگتی تھی...... ان کے ذہن میں ایک ہی بات آتی تھی۔ کہ انسان کے اندر جو انسان ہوتا

ہے...... وہ برا نہیں ہوتا...... باہر کا انسان حالات و واقعات کے تابع ہوتا ہے......اس
رنگ چڑھ جاتا ہے...... وہ یہی بات رحمتے کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ
تھیں۔

"رحمتے مجھے ملیحہ شروع سے بہت اچھی لگتی تھی...... شاید اسی لئے کہ مجھے ا
ہوتا تھا کہ اس کے اندر کی لڑکی واقعی بہت اچھی ہے...... یہ اندر کی لڑکی اب اپنے ا
روپ میں دکھائی دے رہی ہے۔ تب ملیحہ کو حالات نے بگاڑ دیا تھا......"

"یہ اندر باہر کی تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی بات...... بیگم صاحب جی...... ویسے ت
بہت بڑی آئی ہے اس لڑکی میں......"

"ہاں وہ تو ہم سب دیکھ ہی رہے ہیں......"

"لیکن ہارون صاحب تو اس کی شکل دیکھتے ہی غصے میں بھر جاتے ہیں۔"

"وہ بھی سچا ہے اپنی جگہ...... شکر ہے کہ اسے گھر سے باہر نکال دینے کی بات چھو
ہے اس نے......"

"سچی بات بتاؤں بیگم صاحب جی"

"کیا؟"

"مجھے تو یہ لڑکی اب پھر سے اچھی لگنے لگی ہے۔"

"ہمیں اچھی بری لگنے سے کیا فرق پڑتا ہے......"

"یہ تو ہے...... ہارون تو اس کی شکل دیکھ کر لال پیلے ہو جاتے ہیں......"

"اس کا تو یہی خیال ہے کہ یہ اب اداکاری کر رہی ہے...... اسے سب کچھ یاد ہے
بہانے بناتی ہے۔"

"نہیں بیگم صاحب جی...... خدا جانے کہنی چاہئے...... اسے واقعی کچھ یاد نہیں
میں نے حیلے بہانے اسے کریدنے کی بہت کوشش کی ہے...... کسی کسی وقت اسے
ہے...... کہ یاد آ رہا ہے...... لیکن بے سود سر پٹخ مارتی ہے...... پھر بھی یاد نہیں آتا......
بیچارگی ہوتی ہے اس کے چہرے پر......"

"چہرے پر......"

"ہارون نہیں سمجھتا نا......"

"بیگم صاحب جی...... یہ میں بھی کہوں گی۔ کہ بہانے نہیں کر رہی...... اسے تو کچھ یاد آ
تا ہی نہیں...... ڑالی جب سجاتی ہے نا...... تب اسے کچھ یاد آنے لگتا ہے...... لیکن یاد آتا
نہیں......"

"ڈاکٹر نے کہا ہے۔ ایسے ہی کسی دن اسے سب کچھ یاد آ جائے گا...... لیکن کب......
یہ مدت ہفتوں مہینوں اور سالوں پر بھی پھیل سکتی ہے......"

"ہائے ہائے بیچاری......"

"کیا کیا جائے......"

"ہم کیا کر سکتے ہیں......"

"خدا رحم کرے اس پر......"

"بیگم صاحب جی ایک بات ہے"

"کیا؟"

"خدا نے اسے کئے کا بدلہ دیا ہے۔ سزا دی ہے اسے......"

"اللہ کی اللہ جانے ہم کیا کہہ سکتے ہیں......" بیگم سعیدہ نے اٹھتے ہوئے کہا "ہم سے تو
مہینوں سے اس کا رابطہ ہی نہیں تھا...... کہاں تھی...... کیا کر رہی تھی...... ہمیں کیا پتہ؟"

"ہمارے لئے تو مرک ہی گئی تھی نا......" رحمتے بھی گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے
اٹھی۔

دونوں باتیں کرتے ہوئے اندر آ گئیں۔ ان کا رخ سیڑھیوں کی طرف تھا۔ بیگم سعیدہ
نیچے جا کر نہانے کا سوچ رہی تھیں۔

اسے اپنی تلاش تھی...... اس کی ذات و وجود کا وہ دور جو ماضی میں گم ہو چکا تھ
اسے ڈھونڈنا چاہتی تھی...... کاٹھ کباڑ میں سے جو البم اسے ملا تھا...... اس نے گم گشتہ
کے کئی در وا کر دیے تھے...... ان تصویروں کی وساطت سے وہ بہت کچھ جان گئی تھی۔ گو ا
یاد ایک لمحہ بھی نہ آیا تھا...... پھر بھی یادوں کی قید سے آزاد ہو کر بھی اسے اپنے متعلق
سی باتیں پتہ چل گئی تھیں...... اس کا تجسس بڑھ گیا تھا۔ اسی لئے آج جب ہارون دفتر
اور کچھ ہی دیر بعد بیگم سعیدہ رحمتے کو ساتھ لے کر پچھلی طرف چند فرلانگ کے فاصلے پر
والے ہمسایوں کے ہاں ان کے بچے کی احوال پرسی کرنے کو گئیں...... تو وہ جھٹ سے اوپر
آئی۔

وہ اسی کمرے میں گئی...... جہاں سے اسے البم ملا تھا...... البم اس نے نکال لیا...
آج اطمینان اور دلجمعی سے ساری تصاویر صرف دیکھنا ہی نہیں چاہتی تھی...... بلکہ
کا مطالعہ بھی کرنا چاہتی تھی...... البم کے علاوہ بھی شاید کوئی اور چیز مل جائے...... جو اس
بھولے ہوئے ماضی کی اطلاع اسے دے سکے......

اسی خیال سے اس نے الماریوں کی ایک ایک چیز نکال کر دیکھی۔ کتابیں الٹ
کیں...... کپڑے جھاڑے...... اس طرح اس کی تلاش بھی جاری رہی اور الٹ پلٹ
بھی ٹھیک ہوتی رہیں۔ اس نے دھول مٹی بھی جھاڑی اور چیزیں بھی ترتیب سے جمائیں
الماریوں سے اور کوئی چیز اسے نہ ملی...... اب اس نے کمرے کی چیزوں کو جانچ
دیوار کے ساتھ لگے دو چار بڑے بڑے فریم تھے...... اس نے ان فریموں کو الٹ کر دیکھا
دو ایک فریموں میں سینریاں تھیں...... ایک میں کوئی پہاڑی منظر تھا...... جسمیں
خوبصورت گھر دکھایا گیا تھا...... اس نے یہ تصویریں دیکھ کر اسی طرح الٹا کر رکھ دیں

ب فریم دیوار کے ساتھ لگے کھڑے پلنگوں کے پیچھے پھنسا نظر آیا...... اس نے پلنگ کھسکا کر
فریم نکال لیا۔

اسے سیدھا کیا......

اور

اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

اس میں اسی کی پورٹریٹ تھی...... کسی چابکدست اور مشاق مصور کے ہاتھوں کی بنی
ہوئی... بہت خوبصورت اور بڑی ہی دیدہ زیب...... تصویر ہاتھ کی بنی ہوئی تھی لیکن رنگوں کا
امتزاج اتنا قدرتی تھا کہ لگتا تھا۔ یہ پینٹنگ نہیں...... وہ سچ مچ اس فریم میں بیٹھی ہے۔
وہ تصویر کو حیرت اور تجسس سے دیکھنے لگی...... اس نے بالوں کا بڑا خوبصورت اسٹائل
بنایا ہوا تھا...... اور خوبصورت اور خوش رنگ لباس پہنا ہوا تھا۔ دوپٹہ نہیں تھا
اور اس کا گریبان اتنا کھلا تھا...... کہ ملیحہ کو دیکھ کر شرمندگی سی محسوس ہوئی...... بے
اختیارانہ اس کے ہاتھ اپنے گریبان کی طرف گئے...... اس نے ہائی نیک پہنا ہوا تھا...... یہ گلا
اسے پسند تھا۔

لیکن

تصویر میں!

اس نے تصویر اور البم اٹھایا اور اس کمرے سے باہر آگئی...... برابر ہی میں ہارون کا
کمرہ تھا...... وہ دروازہ کھول کر اس کمرے میں آگئی...... ہارون کے آنے کا کوئی امکان نہیں
تھا...... آنٹی اور رحمتے گھنٹہ بھر سے پہلے کب آسکتی تھیں...... دینو بھی گیٹ سے باہر اپنے
کسی ساتھی چوکیدار جان محمد سے گپ شپ لڑا رہا تھا......

ملیحہ

پوری آزادی سے ہارون کے کمرے کی بھی تلاش لے سکتی تھی۔ شاید یہاں اسے کوئی
اور چیز مل جائے۔ جس سے وہ ماضی کی بے ربط کڑیوں کو ملا کر اپنے متعلق پوری کہانی جان
لے۔

اس نے فریم بیڈ کے ساتھ لگا کر کھڑا کیا البم کرسی پر رکھا اور ہارون کی الماری کیطرف
بڑھی...... اس نے دونوں الماریوں کے پٹ کھول دیئے۔ شیلف دیکھے۔ پہلے ہی خانے میں

سے وہ پیکٹ نظر آیا۔ جو ہارون نے سپر سٹور سے لیا تھا اور جس میں اس کے لئے [illegible]
پالشیں، لپ اسٹیکیں، پرفیوم اور ہینڈ لوشن وغیرہ تھے۔ اس نے پیکٹ باہر نکالا اور نیل پالش
کے رنگ دیکھنے لگی۔

پھر

اس نے باقی الماریاں چھان ماریں...... لیکن کوئی ایسی شے نہ ملی تو اسے اپنی [illegible]
کے سلسلے میں مطلوب تھی...... ہاں ایک الماری کا خانہ بند تھا لاک لگا ہوا تھا۔ اس میں کیا
تھا وہ نہ جان پائی۔

پھر اس نے جلدی جلدی بیڈ سائیڈ ٹیبلز کے دراز کھول کھول کر دیکھے...... ان
سے بھی اسے اپنی چند تصاویر ملیں...... دو تین ہارون کی تصویریں بھی پڑی تھیں اس نے
بھی نکال لیں۔

کرسی پر بیٹھ کر اس نے ہارون کی تصویریں اپنی گود میں رکھیں ایک تصویر اٹھائی
اسے غور سے دیکھنے لگی۔

وہ کتنا ہینڈسم تھا۔

کتنا وجیہہ

اور

کیسا باوقار

اس کی آنکھیں تو بہت ہی خوبصورت تھیں...... بولتی لگ رہی تھیں۔ اس کی مونچھوں
تلے مسکراتے ہونٹ کتنے پرکشش تھے۔

ملیحہ

گم ہو کر تصویر دیکھتی رہی......

اسے یہ معلوم ہو گیا تھا...... کہ ہارون کے ساتھ اس کی محبت کتنے عروج پر تھی۔
تصویروں کی بولتی اور نشاندہی کرتی باتوں سے وہ یہ سب جان گئی تھی۔

لیکن

اس محبت کو کیا ہوا تھا......؟

یہ رابطے کیونکر ٹوٹ گئے تھے......؟

محبتوں نے نفرتوں کا روپ کیوں دھارا تھا؟

یہ

وہ جان نہ پائی تھی۔

اور

یہی جان لینے کو وہ بے چین تھی۔

حالانکہ اس کا من پکار پکار کر کہہ رہا تھا...... کہ وہ ہارون جیسے آدمی کو کبھی دھوکہ نہیں
دے سکتی...... اس کی محبت کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی......

وہ تو

وہ تو شاید

اب بھی اسے اسی شدت سے چاہتی تھی اسے لگ رہا تھا۔ کہ پیار کی ان شدتوں سے
وہ آگاہ ہے۔ اپنی چاہت کا اقرار اس نے اپنے آپ سے کیا تو بھی یہی محسوس ہوا۔ کہ اس کی
چاہت صدیوں پر محیط ہے۔ پھر کیسے اور کیونکر سب کچھ اس طرح پلٹ گیا۔ کہ ہارون اب
اس کے نام سے بھی متنفر ہے۔ اس کی شکل دیکھنا اسے گوارہ نہیں...... اور اس پر طنز و تمسخر
کے تیر چلانے کا وہ اپنا حق سمجھتا ہے۔ اسی لئے کوئی بھی موقعہ جو ہاتھ لگے گنواتا نہیں......

اس نے

اس کی تینوں تصویریں بار بار دیکھیں...... پھر اپنا محاسبہ کیا...... یقیناً وہ اسے چاہتی تھی
پیار کرتی تھی...... ایسے آدمی کو ٹھکرانے کا سوچ بھی نہ سکتی تھی...... اس کی ساری نفرتوں اور
انتقامی کارروائیوں کے باوجود اس کے من میں پیار کا پودا سرسبز اور شاداب تھا۔

وہ اپنے آپ میں اتنا کھوئی تھی کہ اسے پتہ ہی نہ چلا...... کہ نیچے وقفوں کے بعد فون
کی گھنٹی کئی بار بجی ہے۔

ہارون کی تصویریں بیڈ پر رکھتے ہوئے اس نے آگے کو جھک کر اپنی پورٹریٹ والا فریم
اپنے سامنے کیا...... وہ اس کو دیکھتی رہی...... اس طرح دیکھتی رہی جیسے اس کے پیچھے چھپی
اپنی داستان کو کھوج رہی ہو۔

لیکن

سوائے ذہنی دباؤ کے اسے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

خاصہ وقت گزر گیا...... اس نے البم کی ایک ایک تصویر بھی نئے سرے سے دیکھ
پھر
اسے جانے کیا سوجھی...... اس نے پورٹریٹ والا فریم اپنے سامنے کیا۔ بے
حد تک کھلا گریبان اسے شرم و ندامت کا احساس دلا رہا تھا...... وہ اٹھی...... ادھر ادھر
کوئی ایسی شے تلاش کرنا چاہی جس سے اس کھلے گریبان کو بدل سکے۔ اور تو کچھ نہ ملا
وہ پیکٹ پھر سے باہر نکالا۔ جس میں لپ اسٹکس اور نیل پالشیں تھیں۔ پھر وہ فریم کو قالین
سیدھا ڈالتے ہوئے اس پر جھک گئی...... اور نیل پالش سے ننگا حصہ بھرنے لگی...... اس
گردن تک نیل پالش پھیر دی۔

پھر فریم پرے ہٹا کر وہ البم لے بیٹھی اور اس میں سے وہ تصویریں جن میں اس نے
عریاں قسم کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ نکال نکال کر پھاڑنے لگی...... اسے اپنے آپ پر غصہ
رہا تھا...... کہ وہ پہلے ایسی کیوں تھی۔

اس نے کئی تصویریں پھاڑ ڈالیں......

وہ اس کام میں اس طرح کھوئی تھی...... کہ گرد و پیش کا ہوش ہی نہ تھا۔ وہ تو
دروازوں سے سر پھوڑ رہی تھی۔ ان تصویروں کی وساطت سے اپنی تلاش میں مصروف
تھی...... یادوں کا سرا نکال رہی تھی...... اپنے آپ کو ماضی کے اس بھولے بسرے دور
لے جانے کی سعی ناکام میں مصروف تھی......

اسی لئے تو اسے پتہ ہی نہ چلا
کہ
ہارون
اس کے سر پر آن کھڑا ہے اور اس کی اس حرکت سے آتش زیرپا ہے۔
وہ تو اس وقت چونکی
جب
ہارون غصے سے دھاڑا...... "یہ کیا بیہودگی ہے؟"
"اوہ...... او
" وہ بوکھلا گئی...... حیرت زدہ سی آنکھوں سے اسے تکنے کے سوا وہ اپنی جگہ سے ہل

نہ سکی...... اس کے ارد گرد پھٹی تصویریں پھیلی تھیں اور نیل پالش سے رنگا فریم دائیں
پڑا تھا......
"تم نے یہاں آنے کی جرات کیسے کی......" ہارون کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہی
تھیں

"اور...... اور یہ...... سب......"
اس نے تصویروں کے ٹکڑوں اور فریم کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
وہ ہاتھ میں پکڑا البم کرسی پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی......
"کہاں سے لی تھیں یہ سب چیزیں" ہارون نے پھنکارتے ہوئے فریم اٹھایا۔
"ساتھ والے کمرے سے......" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔
"اور یہ......" ہارون نے نیل پالش سے رنگے گریبان کی طرف اشارہ کیا۔
وہ ایک نظر فریم پر ڈالتے ہوئے سر جھکا کر بولی "نہیں اچھا لگا مجھے...... یہ کھلا گریبان"
"اوہ......" ہارون حقارت سے فریم پھینکتے ہوئے بولا "ملیحہ اتنا بننے کی کوشش مت
کرو...... کہ بناوٹ کا ایک ایک پرت بننے کی کوشش میں کھلتا چلا جائے......"
"میں...... میں......" وہ ہکلائی...... "میں آپ کی باتیں نہیں سمجھ سکتی......"
"او......" ہارون نے زور سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ پھر غصے سے چنگھاڑتے ہوئے
بولا "چلو...... نکلو...... میرے کمرے سے......"
وہ بت بنی کھڑی رہی۔
وہ پھر چیخا...... "جاؤ...... چلی جاؤ...... تم...... تم مجھے پاگل کر دو گی...... ہٹ جاؤ میری
نظروں کے سامنے سے......"
وہ
تب
بھی
اسی طرح کھڑی رہی۔
ہاں اس نے کئی بار پھیلی پھیلی انتہائی خوبصورت لیکن ہراساں نظروں سے ہارون کو
ضرور دیکھا۔

اور

ہارون

جیسے ان نظروں کی تاب نہ لا سکا۔ اسی لئے وہ اس کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا۔ ملیحہ جب بھی اس کی طرف ایسی نظروں سے دیکھتی تھی اس کے اندر ہلچل سی مچ جاتی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ اس کی ذات بٹ رہی ہے...... وہ دو حصوں میں منقسم ہو رہا ہے...... چاہت اور پیار جسے اس نے دفن کر دیا تھا...... پھر سے زندہ ہو رہا ہے...... لطیف جذبے جاگ رہے ہیں اور ہمدردیاں امنڈ رہی ہیں...... اس کی ذات محبت اور نفرت میں بٹ رہی تھی۔ محبتیں اجاگر تھیں۔

وہ یہی تو چاہتا نہیں تھا۔ اس لئے جوں جوں اس کی ذات تقسیم ہو رہی تھی۔ وہ زیادہ چڑچڑا غصیلہ اور بہت حد تک وحشی سا ہوتا جا رہا تھا...... جتنا غصہ وہ ملیحہ پر نکال سکتا تھا...... جتنا زہر وہ اگل سکتا تھا...... جتنی طنز کی آگ وہ برسا سکتا تھا...... برساتا...... مگر پھر بھی ٹھنڈا نہ ہوتا۔ آگ سی لگی رہتی...... وہ سلگتا رہتا...... وہ اپنی روح کی گہرائیوں سے اس سے نفرت کرنا چاہتا تھا...... وہ اسی کی حقدار تھی۔

لیکن

چاہنے کے باوجود اس لڑکی سے اسے یوں لگتا تھا کہ نفرت ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ اب اسکے عشق میں مبتلا ہے...... اسے شدت کی انتہاؤں سے چاہتا ہے۔

نفرتوں اور محبتوں کے درمیان وہ پسا جا رہا تھا...... اس کی ذہنی کیفیت کسی وقت تو عجیب سی ہوتی...... وہ ایک ہی وجود سے بیک وقت محبت بھی کر رہا تھا اور نفرتوں کی گہرائی بھی محسوس کر رہا تھا......

آج وہ اچانک ہی گھر آ گیا تھا۔ دفتر سے کئی بار فون کیا تھا۔ لیکن فون کوئی اٹھا نہ رہا تھا۔ اس نے شہر کام کے سلسلہ میں جانا تھا۔ امی اکثر شہر سے کوئی نہ کوئی چیز منگوایا کرتی تھیں اس لئے اس نے فون کیا تھا۔

لیکن

کئی بار فون کرنے پر بھی جب کسی نے فون نہ اٹھایا تھا۔ تو اسے کچھ تشویش بھی تھی۔ اسی لئے شہر جاتے ہوئے گھر کی جز و عافیت معلوم کرنا ضروری تھی۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ گھر آ کر اس صورت حال سے واسطہ پڑے گا۔
اور اس کا موڈ اس طرح بگڑ جائے گا۔
وہ ملیحہ کو بڑی سختی سے کمرے سے نکل جانے کا کہہ رہا تھا۔

اور
وہ بت کی طرح اپنی جگہ پہ ایستادہ تھی۔

ہارون اس کی ڈھٹائی سے بھڑک اٹھا...... چہرہ سرخ انگارہ ہو رہا تھا۔ اور آنکھوں سے جیسے آگ برس رہی تھی...... وہ بمشکل اپنے اوپر قابو پائے ہوئے تھا" تم جاتی کیوں نہیں ہو۔ میں نے کہا نہیں کہ چلی جاؤ یہاں سے...... تمہیں گھر میں جگہ دینے کا مطلب یہ نہیں۔ کہ تم جہاں چاہو پاؤں پسار لو...... یہ میرا کمرہ ہے۔ اور یہاں تمہارا قدم رکھنا بھی مجھے گوارہ نہیں چہ جائیکہ تم میری چیزوں کو یوں الٹو پلٹو اور خراب کرو......"

وہ جھاڑ جھنکار دل پر پتھر رکھ کر سنتی رہی...... پھر دھیمے لہجے میں بولی" مجھے کچھ نہیں پتہ کہ میں کون ہوں؟ اور آپ کے ساتھ میں نے کونسی زیادتی کی ہے...... ماضی میرے لئے اندھا کنواں ہے...... مجھے کچھ یاد نہیں آتا...... میں نے...... یہ تصویریں...... دیکھی ہیں...... ان کے توسط سے یاد کرنا چاہا ہے۔ لیکن سوائے ذہنی کوفت کے اور کچھ نہیں ملا......"

"اس ذہنی کوفت نے تمہیں اکسایا ہے۔ کہ تصویریں تلف کر دو...... انہیں بدل...... خراب کر دو...... کیا اس طرح تم اپنی شرافت کا سکہ جمانا چاہتی ہو...... بتانا چاہتی ہو...... کہ تم...... بڑی معصوم...... بڑی شرمیلی......"

"ہاں ہاں...... میں ہوں......" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں چلائی...... " مجھے ان تصویروں کو دیکھ کر سخت ندامت ہو رہی تھی...... میں نے پھاڑ ڈالیں...... پھاڑ ڈالیں...... پھاڑ...... ڈالیں......"

اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا...... لہرانے کے انداز میں کرسی میں گری...... اور سسکیوں کی آواز اس کے اندر ٹوٹنے لگی......

تب ہی اسے لگا جیسے اس طرح کی فضا اور ماحول سے وہ پہلے بھی گزر رہی ہے۔ اس نے ہاتھ گرا دیئے اور گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی......" وہ...... وہ...... میں......" اس کے لبوں سے نکلا......

لیکن

لیکن جھپک جو یاد آئی تھی...... گزر گئی...... کوئی سرا اس کے ہاتھ میں نہ لگا۔ کچھ بھی تو یاد نہ کر پائی...... ذہنی کوفت اور الجھاؤ اور بڑھ گیا۔ یاد کرنے کی کوشش جانے کا باعث بنتی گئی...... وہ مضطرب و بے چین ہچکیوں اور سسکیوں سے روتے کمرے سے نکل گئی......

ہارون ہارے ہوئے جواری کی طرح اسے دیکھتا رہ گیا۔

"جی.........." ملیحہ نے یوں کہا جیسے اس کا نام کسی نے پکارا ہو

"کیا ہوا......؟" پاس کھڑی رحمتے نے اس کی طرف دیکھا۔

"اماں......" وہ بے تاب سی خوشی کے ساتھ بولی" ابھی...... مجھے کسی نے تھا...... ادھر سے آواز آئی تھی......"

"اے ہے......" رحمتے نے اس کے کندھے پر ہولے سے ہاتھ مارا...... "باہر تو بچے کھیل رہے ہیں...... ملیحہ تو کسی کا نام نہیں...... وہ پرلے سبز گھر والوں کے بچے ہیں......

"لیکن ملیحہ؟؟......" وہ حیران سی ہو کر بولی" کسی نے مجھے میرے نام سے پکا تھا......"

"کہا نا یہاں ارد گرد کسی کا نام ملیحہ نہیں......"

"اماں...... ملیحہ کے نام سے نہیں...... کسی نے مجھے میرے نام سے پکارا تھا......"

"لو...... اب تمہارا نام بھی کچھ اور ہو گیا......"

"ہاں...... میرا نام وہ ہے...... جو...... ابھی کسی نے باہر سے پکارا تھا......"

کیا پکارا تھا......"

"کیا؟ کیا؟ پکارا...... تھا......"

"ہاں بتاؤ نا...... نام ملیحہ جو نہیں تو کیا ہے"

"پتہ نہیں۔ اماں......"

اس نے اپنا سر گھومتا محسوس کیا۔ اسی لئے کاؤنٹر کے پاس پڑی کرسی پر جلدی سے گئی......

رحمتے اس کی ذہنی کیفیت سے بے خبر تھی۔ اس لئے قدرے ناگواری سے بولی

نہیں تو پتہ نہیں کہاں کہاں کی آوازیں سنائی دیتی رہتی ہیں...... ہوش کی دنیا میں رہا کرو...... بی بی"

میرا نام یقیناً" کچھ اور ہے اماں؟"

رحمتے ہنس پڑی اور بولی" ہونا کچھ اور ہی چاہئے...... بڑا فرق ہے تم میں اور ملیحہ میں"

"لیکن......"

"لیکن ویکن کچھ نہیں...... تم ملیحہ ہی ہو...... لیکن بیگم صاحب والی بات تب حالات و واقعات نے تمہیں کچھ اور بنا دیا تھا۔ تمہارے اندر کی ملیحہ سوئی ہوئی تھی۔ جواب جاگی ہے یہ اندر کی ملیحہ بہت اچھی ہے......"

ملیحہ آنکھیں پھیلا پھیلا کر اسے تکنے لگی۔ اس کی بات وہ سمجھ نہ پائی تھی شاید۔ وہ کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ کہ رحمتے پیالیاں نکالتے ہوئے بولی" پانی کھول رہا ہے۔ چائے دم کر لو...... جلدی کرو...... ہارون صاحب کے دوست کافی دیر سے آئے بیٹھے ہیں۔ دیر ہو گئی۔ تو غصہ مجھ پر جھاڑیں گے...... اٹھو...... شاباش...... جلدی جلدی چیزیں رکھ دو...... کیک بھی پڑا ہے اور وہ سوکھا میوہ بھی فروٹ ٹرے میں رکھا ہے۔ میں یہ پیالیاں پونچھ کر رکھتی ہوں......"

ملیحہ کا دماغ پوری طرح ٹھکانے پہ نہیں آیا تھا۔ وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ ابھی ابھی کھڑکی سے باہر کس نے اس کا نام لے کر پکارا تھا۔

کھڑکی کے اس طرف کھلا قدرتی اور سرسبز میدان تھا۔ اس میں اکثر ارد گرد کے گھروں کے بچے کھیلا کرتے تھے۔ شاید ان بچوں ہی میں سے کسی نے کسی کو آواز دی تھی...... کسی کو پکارا تھا۔

کس نام سے۔

ملیحہ نے بیساختہ جواباً" جی کہا تھا...... یوں جیسے کسی نے اسے پکارا اور اس نے جواب دیا لیکن۔

کیا نام تھا۔

جس کے جواب میں اس نے جی کہا تھا؟

یقیناً" یہ نام ملیحہ نہیں تھا...... کچھ اور تھا......

لیکن

کچھ اور کیا تھا۔

یہ یاد نہیں آ رہا تھا۔ اسے ہمیشہ کی طرح بہت الجھن ہو رہی تھی۔ دماغ میں بو
بھر رہی تھی...... ذہنی کوفت کی جھلک اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

رحمتے نے پیالیاں صاف کر کے رکھ دیں۔ کوارٹر پلیٹیں بھی نکالیں۔ ملیحہ تب بھی
میں اسی انداز سے بیٹھی تھی۔

"اے ہے لڑکی...... پانی کھول رہا ہے چائے تو دم کر لو......" رحمتے نے اس کا
ہلایا۔

"اس طرح ذہن پر زور مت دیا کرو۔ ڈاکٹر نے کہا نہیں ہے؟...... اٹھو......"

ملیحہ نے بڑی بیچارگی سے اسے دیکھا۔

رحمتے نے ٹرالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تمہارے ہی بھلے کو کہہ
ہوں...... جب بھی تم ٹرالی میں چیزیں سجاتی ہو...... تمہیں کچھ یاد آنے لگتا ہے...... ہیں نا......"

ملیحہ نے سر ہلایا۔

"تو لگاؤ چیزیں ٹرالی پر...... ہو سکتا ہے اسی طرح تمہیں سب کچھ یاد آ جائے......"

"کاش مجھے سب کچھ یاد آ جائے"

"آ جائے گا۔ آ جائے گا...... بس گھبرایا نہ کرو......"

"کیسے نہ گھبراؤں اماں...... پتہ ہی نہیں...... کہ میں کہاں سے آئی ہوں...... اور کہا
جانا ہے۔

"اے ہے جانا کہاں ہے...... جب تک اپنا پتہ ٹھکانہ یاد نہیں پڑتا...... یہیں رہو
گی...... ویسے ملیحہ......"

"جی......"

"تم سے بیگم صاحبہ اب خوش ہیں...... پہلے تو وہ ہارون کی طرح تمہیں ایک نظر
نہیں چاہتی تھیں۔ پر اب...... اب تمہاری تعریف کرتی ہیں۔ وہ تم نے کل اوپر والا کمرہ
صاف کیا تھا نا...... بڑی حیران ہوئی تھیں...... پتہ ہے پہلے تو تم...... ایسے کام کرتی نہ
تھیں۔ بالکل ایسی نہیں تھی......"

"تو پھر کیسی تھی......؟" ملیحہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

رحمتے نے اسے دیکھا آنکھیں مٹکائیں اور ہنس کر بولی۔ جواب ہونا اس سے بالکل
الٹ......"

"یعنی......"

"یعنی کہ......"

وہ کچھ کہنے ہی کو تھی کہ ہارون کی آواز آئی "اماں چائے نہیں بنی ابھی تک"

گھبرا کر رحمتے نے ملیحہ کو دیکھا اور جلدی جلدی چیزیں خود ہی ٹرالی میں رکھتے ہوئے بولی

"بس لائی بیٹا......"

ملیحہ نے بے دلی سے چائے دم کی۔ دودھ گرم کیا اور چیزیں رحمتے کی طرف بڑھا دیں۔

وہ جلدی سے ٹرالی کچن سے باہر لے گئی۔

ملیحہ وہیں بیٹھ گئی۔ اس کا ذہن ابھی تک الجھا ہوا تھا...... اس الجھن سے چھٹکارا پانے کی کوئی راہ نہ ملتی تھی۔ ہاں اسے یہ خیال آ رہا تھا۔ کہ اس کے ماضی کے متعلق یقیناً" رحمتے بھی جانتی ہو گی کیوں نہ اس سے پوچھا جائے؟

لیکن

یہاں بھی جاننے کے تجسس کے ساتھ جان لینے کا کرب موجود تھا۔ وہ ان سب لوگوں کی نظروں سے گری ہوئی تھی...... سب اس کے کردار و افعال سے متنفر تھے۔ یقیناً" کوئی بری بات اس سے وابستہ تھی......

یہ بری بات نوکرانی کے منہ سے سننے کا بھی اسے حوصلہ نہیں تھا۔

شاید یہ بری بات سن کر وہ خود اپنی نظروں سے بھی گر جائے۔

پھر

وہ سوچنے لگی۔ یہ بری بات کیا ہو سکتی تھی......؟

دھوکہ؟...... فریب؟ جعلسازی؟ مکاری؟

لیکن ان ساری باتوں کو اس کا ذہن قبول نہیں کرتا تھا۔ اپنی شخصیت پر ایسی چھاپ؟ وہ تصور بھی نہ کر سکتی تھی...... اسے تو لگتا تھا۔ وہ انتہائی سادہ لوح معصوم' شرمیلی اور بے ضرر قسم کی لڑکی ہے...... جو کسی کو دکھ نہیں دے سکتی...... جو کسی کا برا نہیں چاہ سکتی...... جو سراپا شرافت ہے۔ جس کے دل و دماغ میں کوئی ضرر رساں بات پنپ ہی نہیں سکتی...... کیا

انسان کے اندر اور باہر میں واقعی اتنا تضاد ہو سکتا ہے۔

بقول رحمتے۔

اس کے اندر کی لڑکی باہر کی لڑکی سے حالات و واقعات کی مار سے اتنی مختلف ہو
تھی۔ ان حالات و واقعات سے نکلی...... تو شخصیت یکسر بدل گئی......

جوں جوں وہ سوچتی۔

اس کا ذہنی الجھاؤ بڑھتا جاتا...... یوں لگتا دھاگے کے گچھے اس طرح الجھے ہو
ہیں۔ کہ ایک سرا کھینچو تو کھلنے کی بجائے اور گرہ پڑ جائے......

ملیحہ کے ذہن میں واقعی گرہوں پہ گرہیں پڑ رہی تھیں۔

وہ سر جھٹکتے ہوئے اٹھی۔ ان خیالات سے پیچھا چھڑانے کے لئے کچن سے باہر نکل
لاؤنج میں آ گئی۔ وہ جب بھی زیادہ پریشان ہوتی تھی اپنے آپ کو زبردستی کسی نہ کسی کام
الجھا لیتی تھی۔ آج اس نے اوپر والا کمرہ بھی اسی لئے ٹھیک ٹھاک کیا تھا۔ کافی وقت مصروفی
میں گزر گیا تھا۔

لیکن

اب باورچی خانے سے نکلتے وقت وہ پھر پریشان تھی۔ باہر کسی نے اس کا نام لے
پکارا تھا۔ یہ نام اس کا اپنا تھا۔ تبھی تو وہ بے اختیارانہ جی اٹھی تھی۔ لیکن یہ نام کیا تھا؟ وہ
نہ کر پا رہی تھی لاؤنج میں آ کر وہ چند لمحے کھڑی رہی...... ہارون اور اس کے دو چار دوست
گپ شپ میں مصروف تھے۔ اونچی آوازوں میں بول رہے تھے۔ کبھی کبھی کسی بات پر قہقہہ
بھی پڑ جاتا۔ وہ چند لمحے ان آوازوں پر کان دھرے کھڑی رہی......

بیگم سعیدہ لاؤنج میں نہیں تھیں...... شاید اپنے کمرے میں تھیں...... پہلے تو ملیحہ کا جی
چاہا کہ ان کے پاس تھوڑی دیر کے لئے جا بیٹھے۔

پھر

اسے خیال آیا۔ کیوں نہ کچن کے عقبی میدان میں جائے اور سب بچوں کو ملا کر ان کے
نام پوچھے۔ شاید کوئی نام سماعت کو مانوس لگے اور اس طرح اسے وہ نام پتہ چل جائے جو کسی
نے پکارا تھا۔ اور جواباً اس نے بے اختیارانہ "جی" کہا تھا......

وہ پھر کچن میں آئی۔

رحمتے برتن دھو رہی تھی۔

"میں باہر جاؤں۔ ملیحہ نے کچن کا پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے رحمتے سے پوچھا۔

"باہر؟......"

"ہاں"

"کیوں"

"ایسے ہی"

"کیا کرو گی وہاں جا کر۔ بچے کھیل رہے ہیں وہاں......"

"بس جی گھبرا رہا ہے...... بچوں کو کھیلتے دیکھوں گی تو بہل جائے گا"

رحمتے نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا...... پھر سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی" نہ
بی۔ باہر جانا ہے تو بیگم صاحبہ سے پوچھ کر جاؤ...... میں ذمہ داری نہیں لیتی......"

"کیسی ذمہ داری اماں......" ملیحہ دکھ سے بولی" کیا میں ان لوگوں کی قید میں ہوں۔
میرے بھاگ جانے کا ڈر ہے۔"

رحمتے نے سر نفی میں ہلایا۔

"تو پھر......"

بھئی تم بیگم صاحبہ سے پوچھ ہی لو نا......"

ملیحہ بے دلی سے ہنسی" اماں...... میں تو یہاں رہنے پر مجبور ہوں...... بھاگ کر جاؤں گی
کہاں اپنا اتہ پتہ ہے نہ ٹھکانے کا علم...... جا کہاں سکتی ہوں۔ میں تو بچوں کے ساتھ تھوڑی دیر
رہنا چاہتی تھی...... تمہاری مرضی نہیں تو نہ سہی......"

وہ مڑی اور کرسی پر آن بیٹھی......

رحمتے پھر کچھ نہیں بولی۔ برتن دھوئے...... کاؤنٹر صاف کئے۔ دیگچیاں جگہ جگہ پہ
رکھیں فرائینگ پین چولہے پر سے اتار کر نیچے شیلف میں رکھا اور ہاتھ صافی سے پونچھتی
ہوئی باہر نکل گئی......

ملیحہ وہیں بیٹھی رہی بے دھیانی میں اس نے ٹوکری میں پڑا کافی لہسن چھیل ڈالا......
"ارے تم ابھی تک یہیں بیٹھی ہو......" کافی دیر بعد رحمتے آئی۔ بتی جلاتے ہوئے اس نے ملیحہ
کو دیکھا۔

"ایسے ہی بیٹھی تھی۔
بیٹھے بیٹھے لہسن چھیل دیا۔
"اچھا۔ واقعی...... او......ہ"

ملیحہ اٹھ کھڑی ہوئی...... اس نے ٹوکری میں پڑے چھیلے ہوئے لہسن کو دیکھا
دھیانی ہی میں اس نے سارا لہسن چھیل دیا تھا۔ اسے اپنے انگوٹھے اور انگلی کی پوروں
اب جلن بھی محسوس ہو رہی تھی...... وہ جلدی سے سنک کی طرف مڑی اور ہاتھ
ہوئے اس جلن کو ٹھنڈا کرنے لگی۔

"اے ملیحہ......" رحمتے فرج کھولتے ہوئے بولی۔
"کیا ہے اماں......" اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔
"جاؤ ذرا برتن تو سمیٹ لاؤ......"
مہمان چلے گئے......"
ہاں......"
اچھا جاتی ہوں"

وہ کچن سے نکل کر لاؤنج میں آئی۔ ڈرائینگ روم میں روشنی نہیں تھی
دروازے کی طرف بڑھی اور اندر جاتے ہی بتی جلائی......
اس نے جھجک اور گھبراہٹ سے دائیں ہاتھ صوفے کی طرف دیکھا۔ وہاں ہارون
دراز تھا......

"بتی بند تھی...... مجھے پتہ نہیں تھا آپ ادھر ہیں......" وہ جلدی سے گھبرائے
لہجے میں کہتے ہوئے واپس جانے کو مڑی۔
"ٹھہرو......" ہارون اٹھتے ہوئے بولا۔
"جی" وہ رک گئی اور حیران سی نظروں سے ہارون کے سراپا پر نگاہ ڈالی۔
"کیوں آئی تھیں؟"
"برتن لینے"
"یہ کام رحمتے اماں کا ہے"
"وہ چپ رہی......"

ہارون طنز سے مسکراتے ہوئے بولا "میں جانتا ہوں تم کیوں آئی ہو......"
جی؟؟" وہ حیران ہو کر بولی۔
"سگرٹوں کی خوشبو۔ کھینچ لائی نا"
"آپ...... آپ کیا کہہ رہے ہیں......"
"گھبراؤ نہیں...... میں تمہاری مشکل کو سمجھتا ہوں......"
وہ کچھ نہ سمجھ پائی...... اس کی خوبصورت آنکھیں حیران تھیں۔
ہارون سائیڈ ٹیبل کی طرف مڑا...... اور سگریٹ کی ڈبیہ اٹھا کر بولا "لو......" اس نے
اور بھی حیران ہوتے ہوئے کہا "کیا؟"
"یہ سگریٹ...... پی لو...... نشہ ٹوٹے کئی دن ہو گئے ہیں......" وہ طنز و تمسخر سے بولا۔
پھر اس کے قریب آتے ہوئے کہا "پی لو۔ اجازت ہے۔"
"وہ بری طرح پریشان ہو کر بولی" سگریٹ...... میں پی لوں؟"
"اور کون پئے گا...... میڈم...... اتنے دن جانے اس کے بغیر تم نے کیسے گزار دیئے۔
مجھے بھی خیال نہ رہا۔ لا ہی دیتا تمہیں...... سوری، بھول ہوئی۔ اب یہ سگریٹ ہیں۔ افضال
بھول گیا یہیں۔ ماچس بھی ہے"
اس نے جھک کر ماچس بھی اٹھالی...... اور دونوں چیزیں ہتھیلی پر رکھ کر ملیحہ کی طرف
بڑھائیں۔ وہ حیران ہو کر کبھی ماچس سگریٹ اور کبھی ہارون کو تکنے لگی۔ ہارون جس کے
چہرے پر طنز کی چبھن پھیلی تھی...... جس کی آنکھوں میں بڑی وحشیانہ چمک تھی۔
وہ ڈر گئی۔
واپس جانے کو پلٹی۔
تو

ہارون برق کی سی تیزی سے اس کے سامنے آ کر بولا "شرماؤ نہیں۔ پی لو...... نشہ ٹوٹا
ہوا ہو گا" ملیحہ نے احتجاجاً" دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے روہانسی آواز میں کہا "پرے ہٹائیں۔
ایسی باتیں مت کریں......"
وہ دل کھول کر ہنسا پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا...... ایکٹنگ مت کرو۔ تم تو اب تک
سگریٹ کی خوب عادی بھی ہو چکی ہوگی۔ اتنے دن موقعہ نہیں ملا...... آج کیسے چھوڑ دو گی......

پی لو......" "نہیں......" وہ بے چارگی سے بولی۔

"ہونہہ...... ڈرو مت۔ شرماؤ بھی نہیں...... ایکٹنگ بھی مت کرو...... لو پکڑو...... نکالو سگریٹ اور سلگاؤ میرے سامنے......"

"نہیں...... نہیں...... نہیں......" وہ احتجاجاً اونچی آواز میں بولی۔ تو ہارون غصے بھر گیا...... سرخ انگارہ سی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے بولا "تم پیو گی"

"نہیں......"

ہارون نے سگریٹ نکالا ہونٹوں میں دبایا اور سلگا کر اس کی طرف بڑھایا "لو پیو......" "نہیں......" وہ رو دی...... میں نہیں پیتی......"

"تم...... تم...... جتنا پیتی ہو...... مجھ سے چھپا نہیں...... اب تم پیو گی...... ضرور گی۔"

اس نے سگریٹ زبردستی اسے پکڑا دیا۔ پھر حکم کے انداز میں غرایا "پیو......"

وہ اس کے وحشیانہ تیور دیکھ کر لرز گئی...... بھاگنا چاہا۔

لیکن

ہارون نے جانے نہیں دیا۔ اس کے ہاتھ سے سگریٹ چھینا اور زبردستی جیسے اس منہ میں ٹھونس دیا......

وہ سر تا پا لرز گئی۔ اس کا بدن ٹھنڈ کے باوجود پسینے سے بھیگ گیا...... ہارون کے مضبوط مردانہ ہاتھوں نے اسے جھنجھوڑا...... "کش لو...... پیو......" وہ غرایا۔

ملیحہ بے حال سی ہو گئی...... پتہ نہیں ڈر کر اس نے کش لیا۔ یا سانس اندر لینے سگریٹ کا دھواں اندر چلا گیا۔

اسے زبردست اچھو لگا...... کھانسی اٹھی...... اور بے طرح کھانستے ہوئے با طرف بھاگی۔

ہارون کے انتہائی بے رحم قہقہے نے اس کا لاؤنج تک پیچھا کیا۔

اس رات وہ بہت روئی...... ہچکیوں اور سسکیوں سے غسل خانے میں جا کر رہی۔

اتفاق ہی سے ہارون کے تین چار کزن اس کے یہاں اکٹھے ہو گئے تھے۔ اور ابھی وہ گپ شپ میں مصروف ہی تھے...... کہ زارا، شفو اور عصمہ بھی آگئی تھیں...... وہ اپنی کسی لڑکی دوست کی برتھ ڈے پہ گئی تھیں...... واپسی میں آنٹی سے ملنے آگئیں...... عصمہ کی دلچسپی ہارون میں قطعاً نہیں تھی۔ اس لئے کہ اس کا چچا زاد اس کا بچپن کا منگیتر پی ایچ ڈی کر کے واپس آنے والا تھا...... ہاں زارا اور شفو کو تو ہارون کے ہاں آنے کا بہانہ چاہئے تھا۔ گو یہاں آنا ممنوع نہیں تھا۔ اتنے قریبی عزیز تھے بات معیوب بھی نہ تھی...... لیکن لڑکیوں کا اکیلے آنا کچھ اچھا نہیں لگتا تھا...... اکثر اپنی ماؤں یا بہن بھائیوں کے ساتھ آیا کرتی تھیں...... آج اتفاق ہی تھا...... جو ادھر سے گزر ہوا تو تینوں آگئیں۔

یہاں انہیں آنٹی سعدیہ تو نہ ملیں وہ طاہرہ کے ہاں گئی ہوئی تھیں...... ہاں ہارون مل گیا اور اس کے ساتھ ہی افضال، شمیم جلال اور فخری بھی مل گئے...... بس پھر کیا تھا نوجوانوں کی ٹولی تھی۔ گپ شپ دل کھول کر لگائی جا رہی تھی...... سب آپس میں بے تکلف تھے...... کزن تھے...... اکثر ملتے رہتے تھے...... اس لئے ہنسی مذاق بھی بے تکلفی سے ہو رہا تھا......

باتوں باتوں میں عصمہ کے منگیتر عثمان کا ذکر آیا۔ تو سب عصمہ کو چھیڑنے لگے۔

"سنا ہے وہ لنگور واپس آ رہا ہے۔" افضال نے شوخی سے کہا۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے" عصمہ نے اسے چڑایا۔

"شاید یہ اپنا سکوپ برابر کر رہا تھا" فخری نے آنکھ دبائی۔

"ہرے" عصمہ ہنسی "یہ منہ اور مسور کی دال......"

"مسور کی دال تو ٹھیک ہے پر منہ اس لنگور۔ سے کچھ اچھا ہی ہے۔"

"اے ہے افضال......" زارا بولی "اچھے بھلے خوش شکل انسان کو لنگور بنا رہے ہو۔"

"جلتا ہے" شمیم ہنسا۔

"اب وہ اتنا بھی طرہ خان نہیں کہ نوبت یہاں تک پہنچے۔" فخری بولا۔

"پر ہماری بہن تو لاکھوں میں ایک ہے" جلال نے عصمہ کی طرف دیکھا۔ "ارے
خان کی خوش بختی پر رشک تو آسکتا ہے۔"

"بھئی آپ سب عصمہ اور عثمان ہی کے کیوں پیچھے پڑ گئے اور موضوع تو ر
ہیں۔" شفو نے سب سے کہا۔

"ہاں میں تو......" افضال نے کن انکھیوں سے ہارون کو دیکھا۔ جو مسکراتے ہو
سب کی باتیں سن رہا تھا۔

"بھئی کہاں تک پہنچی......" فخری نے ہارون کے ٹھوکا دیا وہ اس کے پاس ہی بیٹھا تھا۔

"کیا؟" ہارون سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"نئی داستان......" اس نے بات ادھوری چھوڑی تو جلال اس کی طرف جھکتے ہو
بولا "یار وہ ابھی یہیں ہے۔"

"اور کہاں جائے گی" عصمہ جلدی سے بولی۔

"تو برابر ڈٹی ہے مورچے پر......" جلال نے آوازہ کسا۔

"بالکل" شمیم بولا...... "اس دفعہ پینترا بدلا ہے۔"

شفو کیوں پیچھے رہتی جھٹ سے بولی "اس دفعہ سنا ہے خدمت گزاری کا ڈھونگ
رکھا ہے۔"

"بالکل" ... ا بولی "یہ ٹرالی دیکھ لو۔ اس نے سجا کر بھیجی ہو گی۔

"کیوں ہارون" شمیم نے پوچھا۔

ہارون کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔ بیزاری سے بولا "کس کا ذکر لے بیٹھے۔ اچ
بھلی محفل جمی تھی۔ موڈ خراب کر دیا......"

شفو کے چہرے پر شفق لہرا گئی اور زارا بھی کچھ مطمئن نظر آئی۔

لیکن
اب موضوع چونکہ ملیحہ کیطرف پھر چکا تھا۔ اس لئے ہارون کی بیزاری کے باوجود ا
ن باتیں ہونے لگیں۔

"کیا اس کی یادداشت واقعی کھو چکی ہے۔" افضال نے پوچھا۔

"کیا پتہ...... ایکٹنگ بھی ہو سکتی ہے اور حقیقت بھی" زارا بیزاری سے بولی۔

"وہ ہے کہاں"

"اندر کہیں ہو گی"

"کیوں نہ اسے بھی یہاں بلا لیا جائے...... بور ہو رہی ہو گی آنٹی بھی نہیں ہیں......"

"بلا لیں؟"

"یار کیا کرتے ہو۔ دفع کرو اسے...... اپنی باتیں کرو......" ہارون بولا "چائے اور بنوا
لیں......"

"نہیں بھئی ہم تو خوب سیر ہو کر آئے ہیں...... برتھ ڈے پارٹی تھی......" شفو نے
کہا۔ "زارا اور عصمہ شاید اور چائے پینا چاہیں......"

"نہیں" دونوں نے کہا

"یار اسے بھی بلا ہی لو......" فخری نے ہنس کر کہا۔ "ذرا دیکھتے ہیں...... وہ ایکٹنگ کرتی
ہے یا سچ یادداشت کھو چکی ہے۔"

"ہاں ہم تو اس سے ملے ہی نہیں......" شمیم بولا۔

"اور تم سب کو شاید حیرانی ہو...... کہ میں نے تو اسے دیکھا ہوا ہی نہیں۔" جلال بولا۔

"کیا؟...... اسے کبھی نہیں ملے......" افضال نے پوچھا۔

"خدا قسم...... سنا تھا۔ لیکن دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا......" وہ بولا۔

"پھر تو ضرور ملو آج......" فخری نے کہا۔

"اس کا دوسرا روپ دیکھو......" زارا بولی۔

"ہارون بلا لو نا اسے......" شمیم نے کہا۔

"تم سب چاہتے کیا ہو...... اچھی بھلی محفل کو خراب کرنا ہے......" ہارون تلخی سے
بولا۔

"تم ڈرتے کیوں ہو......" افضال نے چیلنج کیا۔

"ڈرنا کس سے ہے؟" ہارون نے کہا......

"پھر بلاتے کیوں نہیں...... ہم بھی شرف ملاقات حاصل کر لیں...... اس شخصیت

سے" جلال بولا

"میں اسے اس لئے نہیں بلانا چاہتا...... کہ میرا موڈ بے حد خراب ہو جاتا ہے" ہارون بولا......

"اچھا......" کئی آوازیں آئیں۔

"سچ کہتا ہوں......" ہارون نے کہا...... "وہ میرے سامنے آ جائے تو جی چاہتا ہے اس کا منہ نوچ لوں...... خون کھول اٹھتا ہے۔ پتہ نہیں یہاں سے کب دفع ہو گی"

آنٹی نہیں جانے دیتیں نا......" زارا نے گلے کے انداز میں کہا۔

"ارے ہائے آنٹی کیا کریں......" عصمہ جھٹ سے بولی "کہاں بھیجیں اسے۔ کوئی ٹھکانہ ملا ہے اس کا؟ اس کا کردار تو جو تھا سو تھا۔ آنٹی بدلہ لیں کیا؟"

"بدلے تو یہ لیتے ہیں......" شفو نے مسکراہٹ ہارون کی طرف اچھالی "آنٹی بتا رہی تھیں؟"

"کیا؟......"

"بہت ذلیل کرتے ہیں اسے......" وہ اب بھی مسکرا کر ہارون کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ویسے حق بجانب ہیں......" افضال بولا...... "میں ہارون کی جگہ ہوتا تو گھر میں رکھ کر اس کا جینا دوبھر کر دیتا...... دل کھول کر بدلے لیتا...... انتقام کی آگ ٹھنڈی اسی طرح ہوتی......"

کچھ کزن افضال کی باتوں کی تائید کرنے لگے۔ لیکن عصمہ نے ان کی باتیں کاٹیں اور بولی "پاگلو سوچو تو ذرا......"

"کیا؟"

"اس بیچاری کو اپنا ماضی یاد ہی نہیں...... اس سے بدلے لینا اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنا ہے کیا......"

"ٹھیک ہے اسے سزا ملنی چاہئے۔" تقریباً سبھی بولے۔

"میں تو اس حق میں نہیں ہوں...... یہ تو جب ٹھیک ہوتا جو اسے اپنا ماضی یاد ہوتا اسے بھی احساس ہوتا کہ جو اس نے کیا ہے اس کی سزا بھگت رہی ہے۔"

عصمہ کی بات پر افضال کھلکھلا کر ہنس پڑا وہ بولا۔ "عصمہ تم کیا کہہ رہی ہو......"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں......"

"پگلی...... اس کی یادداشت کھوئی نہ ہوتی تو اس کا مغز خراب تھا۔ جو ہارون کے ہاں آ جاتی اور اپنے آپ کو سزا بھگتنے کے لئے پیش کر دیتی...... وہ سب کچھ بھول چکی ہے اور مجھے یقین ہے جب اس کی یادداشت لوٹے گی۔ تو وہ ایک لمحہ بھی یہاں نہیں ٹھہرے گی......"

"واقعی" شفو بولی

"کہاں جائے گی"

"جہاں گئی تھی۔ اپنے اسی چاہنے والے کے پاس" فخری ہولے سے بولا۔

سب اسی کی باتیں کرنے لگے۔ تو ہارون جھلا کر بولا "کیا بکواس قصہ لے بیٹھے ہو تم لوگ کرنے کو کوئی اور بات نہیں رہی......"

"بھئی یہ بھی تو آج کا گرما گرم ٹاپک ہے۔" افضال نے کہا۔

"جو مجھے قطعاً پسند نہیں" ہارون نے تلخی سے کہا۔

سب یہی باتیں کر رہے تھے کہ عصمہ کی نگاہ گیسٹ روم کے ادھر کو کھلنے والے دروازے پر پڑی۔ پردہ ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ لگتا تھا اس کے پیچھے کوئی چھپا کھڑا ہے۔ اس نے پاس بیٹھی زارا کو کہنی ماری اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اس طرف متوجہ کیا۔

"ہائے" زارا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ پھر اس کی نگاہیں ان پیروں پر پڑیں۔ جو پردے تلے سے نظر آ رہے تھے۔ کالے چپلوں میں سنہری بے حد خوبصورت پاؤں۔ جو یقیناً اور یقیناً ملیحہ ہی کے تھے۔

"کوئی کھڑا ہے" زارا نے عصمہ سے کہا "پیر دیکھو یقیناً ملیحہ کے ہیں۔ وہی کھڑی باتیں سن رہی ہے......"

"کیا کھسر پھسر ہو رہی ہے" ہارون نے زارا اور عصمہ کی طرف دیکھا۔

دونوں نے پردے کی طرف اشارہ کیا۔ "پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑیں۔

ہارون نے ادھر دیکھا...... وہ بھی جان گیا کہ پس پردہ ملیحہ ہی ہے۔

"ملیحہ ہے" عصمہ نے ہنس کر کہا۔

"ہاں وہی ہے" ہارون غصے سے بھر گیا "پردے کے پیچھے کھڑی باتیں سن رہی ہے"
وہ تیزی سے اٹھ کر گیا اور آناً فاناً پردہ کھینچ دیا۔ وہ ملیحہ ہی تھی۔ پر وہ اتنی جلدی
غیر متوقع طور پر ہٹا کہ وہ بھاگنے نہ پائی......

ہارون نے اس پر تلخ و تیز نگاہ ڈالی "تم......"

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے تکنے لگی۔

افضال، عصمہ اور شمیم بھی جلدی سے اٹھ کر ادھر آ گئے۔ شمیم انتہائی متجسس تھا
تو ملیحہ کو دیکھ کر دنگ سا رہ گیا۔

"کیا کر رہی تھیں یہاں" ہارون نے اتنی سختی سے کہا کہ وہ اور سہم گئی۔

"کچھ نہیں" وہ پلٹنے کو ہوئی۔

"کچھ نہیں کیا؟" ہارون سب کی پرواہ کئے بغیر اس پر برس پڑا...... "کیا کر رہی
تھیں۔"

"آ...... آپ کو دیکھ رہی تھی......" وہ کھسیائی۔

"مجھے......؟" اسے اور تاؤ آ گیا۔ سب ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھ کر
مسکرا جو دیئے تھے۔

وہ گھبرا کر بولی "آپ...... سب کو......"

"کیوں؟" وہ انتہائی تلخ انداز میں بولا۔

"بس بھی کرو ہارون بھائی" عصمہ آگے بڑھ کر بولی "بیچاری کا جی چاہ رہا ہوگا ہم
جو یہاں گپ شپ لگا رہے ہیں...... وہ بھی چاہتی ہوگی......"

"اس نے سر جھکا لیا۔

عصمہ نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام لی۔ اور بولی "آؤ تم بھی...... ہم سب تو
ہیں خاصے بے تکلف بھی...... اچھی گپ شپ رہی...... آؤ تم بھی بیٹھو......"

وہ اسے زبردستی صوفے کی طرف لے آئی۔

لیکن

ملیحہ ابھی بیٹھی ہی تھی کہ شفو اس پر اک ناگوار سی نگاہ ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی
"ہمیں اب چلنا چاہیے...... امی انتظار کر رہی ہوں گی...... خوب گپ شپ

ئی...... اب کرنا بھی کیا ہے بیٹھ کر......"

"ہاں...... چلو" زارا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اب بور ہی ہونا ہے...... چلتے ہیں"

"بھئی" عصمہ نے دونوں کی طرف سرزنشی انداز میں دیکھا "اب ملیحہ آئی ہے تو کچھ دیر
تو بیٹھو......"

"شفو منہ بناتے ہوئے بولی "تم چاہو تو اسے کمپنی دے سکتی ہو...... ہم تو چلتے
ہیں......"

"عصمہ خاصی دیر ہو چکی ہے" زارا اپنا بیگ جھلاتے ہوئے بولی۔

عصمہ کو چونکہ ان کے ساتھ جانا تھا اس لئے مجبوراً اٹھنا پڑا۔ اسے دیکھتے ہوئے شمیم
کچھ دیر رکنا چاہتا تھا...... وہ تو ملیحہ ہی کو تکے جا رہا تھا...... اتنی حسین اور ایسی معصوم وہ بھی
سہمی ہوئی لڑکی اس نے شاید زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔

"کیا ارادے ہیں شمیم صاحب" افضال نے مسکرا کر اسے دیکھا "چلنا نہیں......"

"چلتے ہیں" فخری بولا...... "اب بیٹھ کر کرنا بھی کیا ہے...... چلو......" سب جانے کو
اٹھ کھڑے ہوئے۔

ملیحہ اپنی ہتک برداشت نہ کر سکی...... وہ جلدی سے اٹھی اور کسی کی طرف دیکھے بغیر
تیزی سے کمرے سے نکل گئی

سب ہنس دیئے زارا اور شفو نے تو قہقہہ لگایا۔ لاشعوری طور پر دونوں نے ہارون کو
خوش کرنے کے لئے ملیحہ کی تذلیل کی تھی۔

لیکن

حیرانی کی بات

ہارون نہ تو خوش ہوا۔ نہ ہی ملیحہ کے جانے پر بے اختیارانہ ہنسی میں سب کا ساتھ
دیا......

جانے کیوں

ان سب کا تضحیک آمیز رویہ اسے پسند نہیں آیا۔

و

و

تو ہر موقع پر ملیحہ کی تذلیل و تضحیک کرنے سے باز نہیں رہتا تھا۔ وقت بے وقت
بیٹھتے اس پر طنز کے تیر برساتا تھا۔

لیکن

آج جب

عصمہ کے سوا سب نے ملیحہ کی تضحیک کی۔ تو یہ بات قطعاً" اچھی نہیں لگی۔
حق وہ صرف اپنے تک ہی محدود رکھنا چاہتا تھا۔

کچھ بھی تھا۔

ان لوگوں کے اس رویے سے وہ ان کے لئے اپنے دل میں کچھ ناگواری سی محسوس کر رہا تھا۔

پکنک کے لئے فنڈ جمع کرنے کی مہم زور و شور سے شروع تھی۔ خاندان کے بزرگوں سے پیسے بٹورے جا رہے تھے۔ یہ سارا اہتمام لڑکے لڑکیاں مل کر کیا کرتے تھے۔ سال میں دو تین مرتبہ پورا خاندان مل کر پکنک منایا کرتا تھا۔ پچاس ساٹھ افراد کسی خوبصورت تفریح گاہ میں جمع ہو جاتے...... بچے' جوان' بوڑھے پورا دن اسی جگہ گزارتے...... قالین اور فولڈنگ چیئرز ساتھ لے جاتے۔ ٹیپ اور ریڈیو پر گانے اور میوزک کی دھنیں بجتیں کھانے پینے کا اہتمام ہوتا۔ طرح طرح کی گیمز کھیلی جاتیں...... کرکٹ کے شوقین میچ کھیلتے۔ پتنگیں بھی اڑائی جاتیں...... بزرگوں کے لئے لڈو اور کیرم بھی ساتھ لے جائے جاتے...... غرضیکہ پورا دن ہلا گلا رہتی...... سبھی لطف اندوز ہوتے.... اور خاندان کے گھرانوں کا آپس میں پیار بڑھتا۔

اب بھی پکنک کا پروگرام بنا تھا۔

آٹھ دس لڑکے لڑکیاں فنڈ جمع کر رہے تھے۔ افضال ان کا سرکردہ تھا۔ جمی' رابعہ' شفو' زارا' عصمہ' فخری' جمال اور شمیم پورے جتھے کا جتھہ بزرگوں سے پیسے وصول کرنے نکلا ہوا تھا......

اس وقت وہ بیگم سعیدہ کے پاس آئے تھے وہ لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ ملیحہ بھی ان کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ نوجوانوں نے ہلہ بولا ہوا تھا...... سب بیگم سعیدہ سے فنڈ مانگ رہے تھے۔

"سعیدہ خالہ آپ سے ہم سب سے زیادہ پیسے لیں گے" افضال ان کے قدموں میں قالین پر بیٹھ گیا۔

"کیوں بھئی......" بیگم سعیدہ ہنس کر بولیں۔

"چچی جان...... افضال نے ٹھیک کہا ہے کہ آپ سب سے زیادہ پیسے دیں گی۔" رابعہ

نے افضال کی تائید کی۔ باقی سب بھی یہی کہنے لگے۔

"بھئی آخر کیوں...... یہ نزلہ ہم پر کیوں گرا رہے ہو سب" بیگم سعیدہ نے سب بچوں کی طرف دیکھا۔

"بس ہماری مرضی......" فخری بولا۔

"تمہاری امی نے کتنے دیئے ہیں۔" بیگم سعیدہ نے فخری سے پوچھا۔

"کافی دیئے ہیں" افضال بولا "لیکن آپ ان سے زیادہ دیں گی۔"

"ایسے ہی...... میری کونسی لاٹری نکلی ہے" انہوں نے سب بچوں کو چھیڑا......

"ہارون کو اتنا بڑا آرڈر ملا ہوا ہے۔ اس کی خوشی میں ہم آپ سے زیادہ پیسے لیں" عصمہ نے کہا۔

"لگتا ہے تم سب صلاح کرکے آئے ہو......" بیگم سعیدہ بولیں۔

"بالکل" شفو نے کہا۔

"اس کے ماں باپ سے لو زیادہ پیسے" بیگم سعیدہ نے شفو کی طرف اشارہ کیا۔ "مالدار ہیں......"

"ان سے بھی لیں گے۔ پہلے آپ تو دیں۔" افضال نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

"پہلے یہ بتاؤ تمہارے ابو نے کتنے دیئے۔" بیگم سعیدہ نے پیار سے افضال کا ہاتھ [illegible] کر کہا۔

"وہ بہت کنجوس ہیں......" افضال نے کہا "کل اتنے دیئے۔"

"افضال نے نوٹ بیگم سعیدہ کو دکھائے۔

"اوہ......" بیگم سعیدہ نوٹ گن کر حیرانگی سے بولیں "اتنے پیسے لے کر بھی کنجوس کہہ رہے ہو۔"

تو اور......" وہ شوخی سے آنکھیں نچاتے ہوئے بولا۔

"میں تو اس سے آدھے بھی نہیں دوں گی......" وہ مسکرائیں۔

"چلیں دیں تو سہی......"

"چچی جان یہ ایسے ہی بک رہا ہے۔" فخری بولا...... "ان کے ابو نے صرف اتنے دیئے" اس نے انگلیاں اونچی کیں۔

"چالاک بچے......" بیگم سعیدہ نے افضال کے سر پر ہلکا سا تھپڑ لگاتے ہوئے کہا "بلیک میل کرتا ہے......"

"تو کیا کریں آنٹی" افضال ہنس پڑا "آپ لوگوں سے اور کیسے پیسے نکلوائیں...... خود تو خرچ کرتے رہتے ہیں ہم مانگیں تو کنجوسی پر اتر آتے ہیں۔ چلیں نکالیں آپ"

"کتنے دوں؟" وہ بولیں۔

"صرف ایک نیلا نوٹ دے دیں...... ایک کا" اس نے شوخی سے انگلی کھڑی کی۔

"پانچ سو......" انہوں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں...... آنٹی نہیں......" جمال بولا "ایک ہزار......"

"ایک نہیں دو ہزار...... شریر کہیں گے۔ ہم نے کوئی کان کھودی ہے......" وہ سب کی طرف دیکھ کر ہنسیں۔

"آپ کے بیٹے نے کان کھودنا شروع کردی ہے خالہ" افضال بولا "اس لئے آپ اتنے پیسے دیں گی۔"

"کتنے"

"جتنے ہم نے مانگے ہیں"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خاندان میں مالدار لوگوں کی کمی نہیں......" ہاجرہ نے [illegible] بھائی کو پکڑو...... عصمہ کے دادا ابا تو بڑے دیالو ہیں......"

"فکر نہ کریں۔ سب سے لے رہے ہیں...... اس دفعہ پکنک شان شایاں طریق سے منانے کا اہتمام کر رہے ہیں ہم لوگ......"

"کل کتنے جمع کرنے کا خیال ہے"

"اتنے......" افضال اور فخری نے ایک ساتھ اپنے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پھیلاتے ہوئے کہا......

"اتنے پیسے؟ کیا کرو گے" وہ بولیں۔

"اس دن دیکھئے گا نا...... پیسوں کا مصرف بالکل صحیح ہوگا فکر نہ کریں......جمال بولا۔

"آنٹی اب دے بھی دیں......" رابعہ بھی ان کی کرسی کی پشت پر آن کھڑی ہوئی۔

سب نے بیگم سعیدہ کو گھیر لیا......ان کے گھیرے میں ان کے ساتھ بیٹھی ملیحہ بھی آ

گئی...... ملیحہ ان سب کی چہلیں دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھیں...... گو کسی نے بھی
گفتگو نہیں کیا تھا۔ نہ ہی وہ خود کچھ بولی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ اسے بہت اچھا لگ
وہ سب بیگم سعیدہ کو گھیرے اپنا مطالبہ منوانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کوئی
چچی کوئی ممانی اور کوئی آنٹی کہہ رہا تھا۔ وہ بھی سب کو ستا رہی تھیں...... کبھی کہتیں
ایک سو دوں گی کبھی پانچ سو تک آ جائیں۔

لیکن

وہ سب ہزار سے کم پر آمادہ نہیں تھے لینے کو۔

کافی دیر شور شرابہ رہا

پھر

بیگم سعیدہ نے ملیحہ سے کہا "ذرا میرا پرس تو لے آؤ الماری سے"

"جی اچھا" وہ اٹھی اور بیڈ روم میں چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی عصمہ نے گویا سب سے کہا "اس بیچاری کو بھی دعو
ڈالو......"

"ہونہہ بیچاری" فٹ سے شفو نے منہ بنایا زارا' فخری' جمال اور افضال نے
آوازیں نکالیں۔

"اب تو بیچاری ہی ہے......" بیگم سعیدہ سب کی باتیں اور تمسخرانہ نظروں کو
کرتے ہوئے بولیں۔

"لو جی ہوئی نا بات" افضال نے اس طرح منہ بنایا کہ سب کو ہنسی آ گئی "لگتا
خالہ جان کے دل میں اس کے لئے پیار پھر سے جاگ اٹھا......"

شفو اور زارا کو بھی بیگم سعیدہ کی بات کچھ اچھی نہ لگی تھی اس لئے منہ بنا
شفو تو اپنے آپ کو روک نہ سکی کہہ ہی دیا...... "ہماری آنٹی ضرورت سے زیادہ
ہیں......"

"صحیح مومن ہیں" شمیم بولا "کسی کے لئے دل میں برے جذبات نہیں رکھتیں"

"پھر تو کامیاب رہی نا ملیحہ بیگم صاحبہ کی دوبارہ تشریف آوری......"

"ارے نہیں" بیگم سعیدہ بولیں "بھانت بھانت کی بولیاں کیا بولنے لگے ہو تم

بات کر رہی ہوں...... یقین مانو یہ لڑکی بہت ہی اچھی ہے۔"
ب نے پھر شور مچا دیا......

"خواہ مخواہ"

"ایویں ہی"

"ہوئی نا بات"

"بس جیت لیا آنٹی کو"

"اب ہارون کو سر کرے گی"

"ارے بات تو سنو" بیگم سعیدہ نے ہاتھ سے بھی اشارہ کیا۔ "میں تو اس کی بات کر
رہی ہوں...... موجودہ حالت میں اس کا واقع جواب نہیں...... صورت و شکل تو دیکھتے ہی
سیرت بھی اسی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ کہ بتا نہیں سکتی...... اتنی ہمدرد ایسی غمگسار۔ اتنی
سلیقہ مند ہے یہ تمہیں اب کیا بتاؤں" سب تقریباً خاموش ہی رہے وہ خود ہی بولیں "مجھے تو
یقین ہی نہیں آتا...... گھر کے کام کاج میں اتنی ماہر ہے سوئی سلائی نفاست سے کرتی ہے یہ
اپنا دیکھو میرا...... اسی نے کل فیتہ لگا کر دیا تھا......"

"بس بس...... گئی آنٹی ہاتھ سے" افضال نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"بے وقوف...... میرے ہاتھ سے جانے یا نہ جانے سے کیا بنتا ہے۔ بات تو ہارون کی
ہے جو اس کا جیسے جان کا بیری ہے۔ ویسے میرا کہنا غلط نہیں ہے...... یہ لڑکی کسی اچھے خاندان
کی ضرور ہے...... ماں باپ ہیں نہیں...... خود مختار تھی' نوکری کرتی تھی۔ سر پہ چھوٹا بڑا تھا
نہیں...... اس لئے اتنی ماڈرن بن گئی تھی...... ورنہ اس کی اصلیت تو یہ ہے...... جو اب
سامنے آ رہی ہو......"

"اور جو بہت ہی اچھی ہے" فخری نے آوازہ کسا

"بے شک ایک بہترین لڑکی میں جو اوصاف ہونے چاہئیں۔ وہ اس میں ہیں" بیگم
سعیدہ نے دعوے سے کہا۔

"لیکن" زارا بولی "پھپھو جان...... اس کی کیا گارنٹی کہ اس کی یادداشت واپس ہی
نہ لوٹے گی۔

"کیا مطلب؟" شفو نے پوچھا۔

"بھئی یہ بہترین لڑکی تو اب ہے نا۔ جب یہ سب کچھ بھولے ہوئے ہے۔
نوئی تو پھر وہی موڈ سکوڈ......"

سب ہنس پڑے...... بیگم سعیدہ کچھ نہیں بولیں ویسے بھی ملیحہ ان کا پرس لے
تھی۔ اس لئے وہ چپ ہی رہیں......

سب اب پرس کیطرف متوجہ ہو گئے۔ اصرار کرنے لگے۔ زیادہ سے زیادہ پر
کو بضد ہوئے بالآخر بیگم سعیدہ نے انہیں ان کی مطلوبہ رقم دے ہی دی۔

"ہرا" سب گویا ناچ اٹھے...... آنٹی زندہ باد پھپھو زندہ باد' چچی زندہ باد' اور خا
لہ کے نعرے زور و شور سے لگائے جانے لگے۔

"ارے...... کیا ہو رہا ہے" ہارون لاؤنج میں آتے ہی بولا "دھیما چوکڑی کر
تھی اسے پتہ نہ تھا...... اس نے ہاتھ میں پکڑے پیکٹ اور بریف کیس درمیانی میز
دیئے۔

سب اب ہارون کی طرف متوجہ ہو گئے اور پکنک کے متعلق بتانے لگے۔ وہ
سلام کرنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "امی سے صرف اتنے ہی
لئے...... بس؟؟"

"باقی تم ہی دینا......" امی نے ہنس کر اسے دیکھا......

ہارون کی ملیحہ پر نظر پڑی جو بیگم سعیدہ کی کرسی کے قریب سب کے ساتھ
تھی...... سب میں گھری لیکن سب سے نمایاں...... سب سے حسین...... سب
پروقار...... جانے کیوں ہارون کو اندر ہی اندر جھلاہٹ ہوئی...... اس نے اس کے چہرے
نظر ہٹالی...... اور دانستہ زارا اور شفو سے ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگا...... وہ جان بوجھ
سے کچھ زیادہ ہی بے تکلفی سے باتیں کر رہا تھا۔

بیگم سعیدہ اب بچوں کے درمیان سے اٹھ گئیں...... سب آپس میں پکنک کی
کرنے لگے۔ ملیحہ بھی جانے لگی تو عصمہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ملائمت سے بولی "ہم
خاندان پکنک مناتے ہیں۔ بہت مزہ آتا ہے۔ تم بھی اس دفعہ شامل ہو گی...... چلو گی نا

"یہ نہیں جا سکتی......" ہارون کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا...... ملیحہ کا رنگ پھیکا
آنکھوں سے دکھ و کرب کی کیفیت جھلکنے لگی......

سب نے ہارون کی طرف دیکھا...... جو ملیحہ کی یہ بدلتی حالت دیکھ کر کچھ اور خاری ہو
رہا تھا۔

اور
آج تو وہ اسے زک دینے کا پلان بنا کے بھی آیا تھا...... وہ کل ہی سے اس سے الجھ رہا
تھا اس سے کیا اپنے آپ سے الجھ رہا تھا......

عجیب ہی سی بات تھی۔ وہ جتنا اس سے متنفر ہونا چاہتا تھا۔ اپنے اور اس کے درمیان
نفرت کی دیواریں اٹھانا چاہتا تھا۔ اتنا ہی اپنا آپ اس کے سحر میں پھنستا محسوس کر رہا تھا۔ اتنا ہی
اپنے آپ کو اس کے قریب پاتا تھا...... اسی لئے وہ جھلا جاتا...... غصے میں بھر جاتا...... جی بھر
کر اسی پر زہر اگلتا...... لیکن وہی بات
کہ
اس کا اپنا آپ بٹ رہا تھا...... وہ بیک وقت محبت اور نفرت کر رہا تھا۔ نفرت کے
اظہار میں کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ اندر ہی اندر سر اٹھاتی محبت کو کچلنے کی یہ شعوری کوشش
بھی تو تھی۔ اسی لئے آج اس کے ذہن نے اک پلان بنایا تھا...... اور اتفاقاً ہی آج یہاں
سب کزن موجود تھے...... یہ پلان بڑا کامیاب ہو سکتا تھا......

جب عصمہ نے پوچھا "یہ کیوں نہیں جائیں گی"
"تو
وہ بولا "اسی دن ان کا اپنا فنکشن ہے"

"سب نے حیرانگی سے ہارون کو دیکھا...... ملیحہ کی تو آنکھیں حسب معمول حیرت سے
پھیل گئیں۔

"اس کا فنکشن؟" سب نے پوچھا۔

"جی ہاں......" وہ اطمینان سے بولا......"

"کہاں ہے؟" تقریباً سبھی نے حیرت سے ملیحہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سوئمنگ کلب میں...... مقابلہ ہے سوئمنگ کا......" وہ اسی انداز میں بولا "یہ
حصہ لے رہی ہے اس میں......"

"م...... میں...... سوئمنگ......" خوبصورت حیران آنکھیں کچھ اور پھیل گئیں۔

ملیحہ کے ساتھ اور بھی کئی آوازیں آئیں "سوئمنگ......!!"

"جی ہاں" ہارون بولا "یہ چیمپئن ہیں...... بہت اچھی تیراک ہیں......"

"مم میں...... میں تیرنا...... نہیں جانتی......"

"بنو نہیں......" ہارون غصے سے بولا...... "تمہارا انوی ٹیشن میں لے آیا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی......"

اس نے ایک پیکٹ ملیحہ کی طرف بڑھایا۔

سب گم صم سے تھے...... حیرانگی سے کبھی ہارون اور کبھی ملیحہ کو تک رہے تھے......

"یہ...... یہ کیا ہے" ملیحہ پیکٹ پکڑے بغیر بولی۔

"دیکھ لو...... لو...... کھولو اسے...... لو......" ہارون نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ سہم گئی...... عصمہ نے پیکٹ لے کر اسے پکڑا دیا۔

"کھولو......" ہارون نے زور سے کہا ڈرتے سہمے سہمے لرزتے ہاتھوں سے پیکٹ کھولنے لگی...... سب اسی کی طرف دیکھ رہے تھے اور سب کے درمیان ہارون پتلون کی جیبوں میں ہاتھ دیئے چہرے پر انتہائی سنگین اور تلخی لئے کھڑا اسے تک رہا تھا......

پیکٹ میں سے جو نکلا...... ملیحہ کے چہرہ کانوں تک سرخ ہو گیا...... اس کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں اور جب سب کا مشترکہ طنزیہ اور تمسخرانہ قہقہہ بکھرا تو اس کی آنکھوں میں جیسے آگ بھر گئی۔ پیکٹ سے سوئمنگ کاسٹیوم نکلا تھا۔

"ہارون صاحب......" وہ پہلی بار اس کے مقابل آ کر غصے سے بے اختیار ہوتے ہوئے بولی "آپ نے مجھے ذلیل کرنے کا جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے آپ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوں۔ لیکن...... میں کیا تھی...... میں نہیں جانتی...... لیکن میں کیا ہوں...... یہ میں جانتی ہوں نہ میں سوئمنگ جانتی ہوں اور نہ مجھے اس کی ضرورت ہے......" اس نے غصے سے کوسٹیوم ہارون پر دے مارا

اور

خود

تیزی سے وہاں سے ہٹ کر بیڈ روم میں چلی گئی۔

سب حیران سے کھڑے رہ گئے۔ ہارون توہکا بکا رہ گیا...... اسکا پلان خود اسے ہی بنا گیا تھا......

وہ دانت بھینچتے خونبار آنکھوں سے ادھر ادھر بے معنی انداز میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے گول نتھنے غصے سے بھڑک رہے تھے اور سانس کی بے ترتیبی سینے کے زیر و بم سے ظاہر تھی...... وہ بھڑکی ہوئی آگ کی طرح تھی...... اس کی لپک جلا دینے والی تھی...... وہ ایک ہاتھ کی مٹھی بار بار دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے ہوئے کبھی دائیں کبھی بائیں مڑ رہی تھی۔ لگتا تھا غصے کی انتہاؤں میں اسے سمجھ نہیں آ رہی کہ اگلا قدم کونسا اٹھائے۔

بیگم سعیدہ ڈریسنگ روم سے کمرے میں آئیں۔ تو اسے دیکھ کر حیران سی ہوئیں۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ کچھ نہیں بولی۔

"کیا ہوا ملیحہ...... کسی نے کچھ کہا......" وہ ہاتھ میں پکڑی شال کھول کر کندھوں پر ڈالتے ہوئے بولیں۔

وہ پھر بھی کچھ نہیں بولی تو بیگم سعیدہ نے دروازے سے باہر جھانکتے ہوئے پوچھا "سب بچے چلے گئے......؟"

ہارون دروازے کے قریب ہی کچھ پریشان پریشان سا کھڑا تھا "ہاں...... سب چلے گئے......"

ہارون اور ملیحہ میں تکرار سے جو بدمزگی ہوئی تھی۔ سب لڑکے لڑکیوں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ فضا مزید خراب ہونے سے پہلے ہی یہاں سے چلتے بنے۔ اسی لئے جب ملیحہ کمرے میں چلی آئی۔ تو وہ بھی لاؤنج سے نکل گئے۔

"ہارون" بیگم سعیدہ نے دروازے میں کھڑے اسے دیکھا

"جی"

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں......"

"کچھ تو ہوا ہے"

"جی ہاں ہوا ہے" ہارون کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ملیحہ بیگم سعیدہ کی پشت
ہوئے انتہائی غصیلے انداز میں بولی۔

"ملیحہ" بیگم سعیدہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"آنٹی میں جانا چاہتی ہوں" وہ اسی انداز میں بولی۔

"کہاں" انہوں نے حیرانگی سے کہا۔

"کہیں بھی"

"کیا مطلب؟"

"میں یہاں نہیں رہ سکتی...... مجھے یہاں سے کہیں بھی بھیج دیں...... کہیں بھی

"ملیحہ......" بیگم سعیدہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کمرے میں آتے ہوئے اسے
بٹھا دیا...... اس کا غصہ کم کرنے کے لئے انہوں نے کئی بار اس کا کندھا تھپکا

"ہارون نے کچھ کہا؟" چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد بیگم سعیدہ نے ملامت
پوچھا۔ دکھ درد کی اذیت سے پھٹتی آنکھوں سے ملیحہ نے ان کو دیکھا...... پھر بھرائی ہوئی
میں بولی "آنٹی...... میں...... میں اتنی اذیتیں نہیں سہہ سکتی...... مجھے اس جہنم سے نکا
آنٹی...... میں...... میں...... یہاں نہیں رہوں گی۔ میں...... میں......"

"وہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھتے ہوئے بے اختیار ہو کر رو دی......
سعیدہ پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گئیں...... اسے رونے دیا...... کھل کر رونے دیا۔

وہ روتی رہی

اور

بیگم سعیدہ اسے تکتی رہیں۔

ہارون بھی دروازے میں آن کھڑا ہوا تھا۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھے کندھا درواز
فریم سے ٹکائے خاموش کھڑا تھا۔ چہرے پر کچھ پچھتاوے کچھ رنجشیں کچھ پریشانیاں لکھی
ہوئی تھیں۔

ملیحہ کے دل کا غبار رونے سے کچھ ہلکا ہوا۔ تو وہ چادر سے آنکھیں اور ناک کی

سرخ پھنک پونچھتے ہوئے آنٹی سے بولی "آنٹی......"

"ہوں"

"آپ مجھے یہاں سے کہیں بھیج سکتی ہیں"

"کہاں جاؤ گی"

"کہیں بھی......"

"پگلی......"

"ہاں آنٹی...... یہاں کوئی یتیم خانہ تو ہو گا...... کوئی دار الامان...... کوئی ہوسٹل......"
وہ سسکیاں بھرتے ہوئے بولی۔

بیگم سعیدہ چند لمحے چپ رہیں۔ پھر سر اٹھا کر سرزنش نگاہوں سے ہارون کی طرف
دیکھا۔

"پلیز مجھے کہیں بھی بھیج دیں...... میں یہاں نہیں رہوں گی...... میں دوہری اذیتیں
نہیں سہہ سکتی...... میرا ذہن ہر وقت الجھا رہتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا...... اتنا بھی پتہ نہیں
چلتا کہ میں کون ہوں...... میرا گھر کہاں ہے...... میرے گھر کے افراد کتنے ہیں۔ وہ کہاں رہتے
ہیں۔ اس...... پر...... اس پر...... ہر وقت ہر وقت تمسخر......"

وہ پھر رونے لگی......

ہارون دروازے سے ہٹ گیا...... وہ خود بھی خاصا پریشان تھا۔ ذہنی اذیت سے دوچار
تھا...... اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا ملیحہ کو اس حالت میں جبکہ وہ ماضی سے کٹ چکی
تھی...... یوں کچوکے دینا واقعی ظلم تھا......

"ملیحہ" آنٹی نے اسے بڑی ملائمت سے پکارا۔

ملیحہ نے متورم بھیگی بھیگی آنکھوں میں بیچارگی کی انتہا لئے انہیں دیکھا۔

"ملیحہ...... تمہیں ہارون...... ہی نے کچھ کہا ہو گا......"

"کچھ' آنٹی...... وہ...... وہ کوئی موقعہ نہیں گنواتے جو مجھے ذلیل نہ کریں۔ سب کے
سامنے مجھے تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں...... میں...... میں کیا کروں...... میں خود تو یہاں نہیں
آئی......"

"وہ تو ٹھیک ہے...... پر ہارون کا بھی سوچو تو......"

وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولی "مجھے یہاں آکر آپ سب کے اور خاص طور پر
کے رویے سے اتنا تو پتہ چل گیا ہے کہ میں...... میں کوئی اچھی لڑکی نہیں تھی...... میں
نے یقیناً ہارون کو کوئی دکھ دیا ہے...... لیکن...... اب تو مجھے کچھ یاد نہیں...... مگر
......"

"اچھا ہی ہے جو کچھ یاد نہیں......" بیگم سعیدہ کی آواز میں بیزاری تھی۔

"آنٹی......" وہ اپنے آنسو دوپٹے سے خشک کرتے ہوئے کرسی میں سیدھی ہو کر بیٹھتے
ہوئے بولی۔

"ہوں"

"آنٹی...... میرا ماضی کیا ہے مجھے نہیں پتہ۔ شاید میں بہت بری لڑکی تھی...... لیکن
آنٹی...... اب میں اپنے آپ کو جتنی ایمانداری سے ٹٹول سکتی ہوں...... ٹٹولتی ہوں...... مجھے
سوائے ندامت کے اور کسی بات کا احساس نہیں ہوتا۔ یقین نہیں آتا...... کہ میں اتنی آوارہ
اور بیہودہ لڑکی تھی...... میں تو ندامت کے مارے آپ سے پوچھ بھی نہیں سکتی آنٹی...... کہ
میرے متعلق آپ کیا کچھ جانتی ہیں...... سوچ کر ہی شرم آ جاتی ہے...... لیکن......
لیکن...... میں کیا کروں...... بتائیے میں کیا کروں......"

"ملیحہ"

"جی"

"جو کچھ ہو چکا تھا...... وہ کسی طور پر اچھا نہیں تھا...... ہارون کو دیکھوں تو وہ حق بجانب
ہے...... تم نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا تھا...... وہ بھلائے بھی نہیں بھول سکتا۔"

"آنٹی......"

"ہاں ملیحہ...... تم نے اس کے خواب توڑے...... اسے اتنے دکھ دیئے...... کہ وہ
زندگی سے بیزار ہو گیا تھا۔ خدا خدا کر کے اس نے یہ زخم چھپانا سیکھا تھا۔ کہ تم پھر سے اس کی
راہ میں آ گئیں...... اب اس سے اور کیا توقع رکھی جا سکتی ہے وہ تو اپنا غصہ تم پر اتارے ہی
گا......"

ملیحہ انہیں نگاہیں اٹھا اٹھا کر تکنے لگی...... اسے اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ کبھی اس
نے ہارون جیسے نوجوان سے دھوکہ کیا ہو گا...... اس کے سپنے توڑے ہوں گے۔ اس کے
جذبات کو کچلا ہو گا......

لیکن
جب آنٹی یہ سب کچھ کہہ رہی تھیں
تو
پھر
ٹھیک ہی کہتی ہوں گی......"

لیکن یہ باور کر لینا اس کے لئے ہرگز سہل نہیں تھا...... اس نے چاہا کہ ان کی باتوں پر
یقین کر لے...... لیکن وہ ایسا نہیں کر سکی نہیں کر سکتی تھی۔

یقین کرنے اور نہ کرنے کا معاملہ بھی اس کے لئے سوائے الجھنوں کے بڑھانے کے
اور کچھ نہیں تھا...... وہ دانستہ دماغ پر زور دے دے کر سوچنے کی کوشش کرنے لگی۔ کوئی سرا
بھی ہاتھ آ جاتا تو اسے کچھ سکون ملتا...... لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ ماضی کالی دیوار کی طرح تھا۔
جس کے پار وہ کچھ نہیں دیکھ سکتی تھی...... ہاں وہ اپنے حال سے باخبر تھی......
اور
یہ حال
اس ماضی سے اتنا تضاد رکھتا تھا۔ کہ وہ سٹپٹا اٹھتی تھی...... وہ اپنا تجزیہ پہلے بھی کئی بار
کر چکی تھی اور اب بھی ہاتھوں میں سر تھامے کر رہی تھی...... وہ معصوم پاکیزہ اور بااخلاق
لڑکی تھی...... عریاں پہناوے اسے ناپسند تھے۔ میک اپ بھی کچھ خاص پسند نہیں تھا۔
سگریٹ پینے کا تو وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی...... اور...... اتنا عریاں کاسٹیوم پہن کر تیراکی
کرے...... اف یہ تو قابل یقین بات ہی نہ تھی...... اسے تو ویسے بھی پانی سے ڈر لگتا تھا......
یہ تیرنا اور تیراکی کے مقابلوں میں حصہ لینا کیونکر ممکن تھا؟
وہ اپنے آپ سے بہت زیادہ الجھی
اپنا تجزیہ کیا
ہارون کے متعلق بھی سوچا
اس نے اپنے آپ سے یہ اعتراف ضرور کیا۔ کہ یہ پروقار سا نوجوان اس کے من میں
بسیرا کئے ہوئے تھا......
لیکن

کب سے؟

کیا اس کا سرا کہیں ماضی سے ملتا تھا......

اب جب وہ اس کے گھر میں آئی تھی۔ تو اس کے جوان دل میں اس کے لئے نئے جذبات مچل اٹھتے تھے......

یہ محبت پرانی تھی یا نئی......؟

وہ یہ فیصلہ نہ کر پائی......

محبت کا اپنے سامنے اعتراف کرتے ہوئے اسے برا بھی لگا دکھ بھی ہوا...... خواہ مخواہ ہی وہ اس کے متعلق اس انداز میں سوچنے لگی تھی۔

وہ جوں جوں سوچتی گئی...... زیادہ ہی الجھتی گئی۔ ماضی اور حال کا تضاد اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ وہ بری تھی تو اب بھی بری ہی ہونا چاہئے تھا۔ اس کے خیالات آوارہ تھے تو اب نہیں تھے۔ وہ الٹرا ماڈرن لڑکی تھی...... تو اب وہ ایسی کیوں نہیں تھی۔ یادداشت بھولنے سے کایا پلٹ ہو سکتی تھی؟

شاید

شاید یہ بات درست ہی ہو......

اس کے اندر کی لڑکی ایک اچھی با اخلاق اور با کردار لڑکی ہو...... جو باہر کی لڑکی سے مختلف ہوئی ہو...... اور جب باہر کی لڑکی کا خول یادداشت کھونے سے اتر گیا ہو۔ تو اندر کی اس لڑکی کو اپنا آپ دکھانے کا موقعہ مل گیا ہو......

"کن سوچوں میں پڑی ہو ملیحہ" بیگم سعیدہ نے کافی دیر اس کی حالت کا جائزہ لینے کے بعد کہا...... "تمہیں دماغ پر زیادہ زور نہیں دینا چاہئے...... میں کل بھی ڈاکٹر سے ملی تھی...... اس نے یہی کہا ہے...... تمہاری یادداشت کسی وقت اچانک ہی لوٹ آئے گی تب تمہیں سب کچھ پتہ چل جائے گا......"

"پتہ نہیں...... پتہ نہیں وہ وقت کب آئے گا آنٹی......" اس نے سر اٹھاتے ہوئے متورم اور بھیگی بھیگی آنکھوں سے بیگم سعیدہ کیطرف دیکھا۔ سوچ سوچ کر میرا دماغ ماؤف ہونے لگتا ہے...... مجھے کچھ پتہ نہیں چلتا......"

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں دماغ پر زور نہیں ڈالو......"

"میں اس حال میں کب تک رہوں گی آنٹی" وہ پھر رو دینے کو تھی۔ گھبراہٹ سے اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا......

"کیا کہا جا سکتا ہے......" آنٹی نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "منٹوں میں بھی لوٹ سکتی ہے اور مہینے بھی لگ سکتے ہیں۔"

"اف......" ملیحہ کا دماغ بھک سے اڑنے کو تھا...... اس نے پھر سر ہاتھوں میں تھام لیا۔"

"لڑکی" بیگم سعیدہ اٹھ کر اس کے قریب آئیں اور اسکے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر اٹھا کر قدرے سختی سے بولیں "تمہیں کہا ہے دماغ پر زیادہ زور نہیں دو...... کچھ اور کر لو گی...... پاگل ہو گئیں تو کون سنبھالے گا تمہیں......"

ملیحہ کی بیچارگی انتہاؤں کو چھونے لگی......

"اٹھو منہ ہاتھ دھو لو...... پانی کے چھینٹے دو آنکھوں پر...... رونا دھونا بند کرو...... اور جو بھی حالات ہیں ان میں رہنے کی کوشش کرو......"

"آنٹی" ملیحہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"کیا ہے" بیگم سعیدہ نے ہاتھ نہیں چھڑایا...... جانے کیوں اس دکھیاری لڑکی سے انہیں بے پناہ ہمدردی محسوس ہو رہی تھی...... ہارون کے حوالے سے وہ اس سے نفرت کرنے کی کوشش کے باوجود نفرت نہ کر سکی تھیں

"آنٹی"

"ہوں"

"آنٹی ایک بات کہوں مانیں گی"

"اب یہ نہ کہنا کہ مجھے کسی دار الامان یا یتیم خانے میں چھوڑ آئیں۔ تمہیں پناہ دی ہے تو اس وقت تک تمہیں پاس رکھوں گی جس وقت تک تمہاری یادداشت لوٹ نہیں آتی......"

ملیحہ نے احسان مندی سے انہیں دیکھا اور بولی "میں یہ نہیں کہنا چاہ رہی تھی۔"

"تو اور کیا کہنا تھا......"

"آنٹی"

"ہاں کہو......"

"آنٹی...... آپ تو میرے متعلق بہت کچھ جانتی ہوں گی۔"

"ہاں...... جانتی ہوں......"

"مجھے...... مجھے بتائیں گی......"

"کیا؟"

"آنٹی میں کون تھی...... آپ لوگوں سے کب ملی کیسے ملی...... پھر کیا ہوا کہ..."

"تم اپنے بارے میں سننا چاہتی ہو......"

"ہاں آنٹی...... شاید اس طرح میرے ذہن کا بوجھ کچھ ہلکا ہو سکے۔ شاید میں کچھ پاؤں اس حوالے سے...... بتائیں گی نا مجھے میرے بارے میں"

"اچھا...... بتاؤں گی...... چلو پہلے منہ پر چھینٹے مارو جا کر......"

"کب بتائیں گی"

"کہہ دیا نا...... بتاؤں گی...... تمہیں سناؤں گی تمہاری ساری کہانی......"

"آج رات سونے سے پہلے......"

"چلو ٹھیک ہے...... سن لینا ساری کتھا...... اب اٹھو تازہ دم ہو جاؤ اور یہ رونا اور سوچنا بند کردو...... جیسے حالات ہیں ان سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرو اور بس"

"اچھا" وہ آنٹی کی اوڑھی ہوئی چادر سنبھالتے ہوئے اٹھی......

اور

باتھ روم کی طرف چل دی......

بیگم سعیدہ اٹھ کا لاؤنج میں آگئیں۔

وہ گرمیوں کی ایک تپتی سہ پہر تھی۔ آسمان کی رنگت تانبے کی سی ہو رہی تھی...... خاک و دھول اڑنے سے فضا گدلائی ہوئی تھی...... درختوں کے پتے اور گھاس کا رنگ سب مٹیالے ہو رہے تھے۔ سڑک کا تارکول لگتا تھا پگھل رہا ہے...... ہوا بالکل بند تھی...... اس وقت کالونی کی طرف آنے جانے والی سڑکیں تقریباً سنسان پڑی تھیں...... کبھی کبھی کوئی گاڑی گزرتی۔ یا اس روٹ پر چلنے والی ویگنیں اور بسیں نظر آتیں۔ اس طرف آبادی چونکہ کچھ زیادہ نہیں تھی...... اس لئے آمد و رفت بھی کم ہی تھی...... یہاں سے جو سڑکیں صدر یا شہر کی طرف نکلتیں تھیں وہاں ٹریفک کا دباؤ زیادہ ہوا کرتا تھا......

ہارون صبح شہر گیا تھا...... ان دنوں امی کے اصرار پر اور کچھ اپنی مصروفیت کے لئے ابا کے چھوڑے ہوئے کاروبار سے دلچسپی لے رہا تھا۔ گو اسے بزنس کے اسرار و رموز سے آگہی نہ تھی...... پھر بھی کوشش کر رہا تھا۔ کہ گرتے ہوئے کاروبار کو سنبھالا دے سکے۔ اس کے ابا مرحوم کے وقت کا مینجر غلام سرور پھر سے اس فرم میں آ گیا تھا...... اور اس کی پرخلوص رہنمائی میں وہ قدم اٹھائے جا رہا تھا۔

کسی کام ہی کے سلسلے میں وہ شہر گیا ہوا تھا...... اور اب واپس دفتر میں جا رہا تھا...... اسی کے لئے کچھ خریداری بھی کی تھی...... راستے میں گھر رک کر یہ چیزیں امی کو دینا تھیں اسی لئے وہ سیدھا مال کیطرف جانے کی بجائے کالونی والی سڑک پر مڑ گیا تھا۔

سڑک اس وقت تقریباً سنسان ہی تھی۔ دائیں بائیں فٹ پاتھوں پر کہیں کہیں کوئی ریڑھی والا کھڑا تھا...... درختوں کے سائے میں ریڑھی کر رکھی تھی شاید گرمی کی وجہ سے آگے جانے یا پیچھے لوٹنے کی ہمت نہ تھی۔ ایسے ریڑھیوں والے اکثر اس جگہ کا رخ کرتے تھے۔ جہاں کوئی بلڈنگ بن رہی ہوتی...... مزدور کھانے پینے کی کوئی نہ کوئی چیز لے لیا کرتے

تھے۔

ہارون ایکسپورٹ کی کچھ آئیٹمز کی ریٹ لسٹ لے کر آ رہا تھا۔ ذہن میں منصو
رہے تھے...... کون کون سی اشیاء وہ آسانی سے ایکسپورٹ کر سکتا تھا انہیں کے متعلق
رہا تھا...... گو یہ سوچ ابھی خام تھی...... اسے پورا علم نہیں تھا کہ ان اشیاء کو خام مال
سے آتا ہے۔ کہاں سے بنوائی جاتی ہیں۔ اور باہر کی فرموں سے کس طرح رابطہ کیا جا
لیکن اسے یہ سلسلہ اب پہلے کیطرح برا نہیں لگ رہا تھا...... نوکری کا جنون ذہن سے
چکا تھا اور اب بزنس کے معاملے میں وہ سنجیدہ ہو رہا تھا......

وہ موڑ گھوما اور گاڑی دوسری سڑک پر آ گئی......

اتفاقاً ہی اس کی نظر بائیں ہاتھ کے فٹ پاتھ پر پڑی...... رنگین کپڑے ہی اسے نظر
آئے۔ کوئی ہاتھ دے رہا تھا...... شاید لفٹ لینے کے لئے......

وہ تیزی میں تھا آگے بڑھ گیا۔

لیکن

پھر اس نے بریک لگائی...... بیک مرر کو اس رخ کر کے پیچھے کی طرف دیکھا۔ فٹ پا
پر کوئی خاتون تھی...... جس کے کندھے پر ایک بڑا سا بیگ جھول رہا تھا...... دوسرا سوٹ کیس
نما بیگ سامنے پڑا تھا...... وہ گاڑی کو ریورس گیئر میں لے آیا...... اس خاتون کی مدد کرنا
اخلاقی فرض سمجھا۔ ایک تو اس بلا کی گرمی پڑ رہی تھی...... دوسرے...... سنسان سڑک پر
اکیلی کھڑی تھی......

وہ گاڑی پیچھے لے آیا۔

اور

عین اس کے سامنے روکتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھا

وہ

بلا کی حسین

گھبرائی

اور

سٹپٹائی ہوئی انیس بیس سالہ لڑکی تھی...... جس نے بڑا خوبصورت اور جاذب نظر لباس

رہا تھا...... سیاہ چشمہ بالوں میں اڑسے وہ قاتلانہ حد تک حسین آنکھوں سے اسے تکتے
ہوئے سر نفی میں ہلانے لگی۔

وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے نفی کے اشارے پر بولا "آپ نے غالباً" لفٹ کے لئے
تھا"

"لیکن...... آپ جائیے" وہ جلدی سے بولی۔

"کیوں پہلے روکا اور اب......" اس نے کہا۔

"میں سمجھی تھی کوئی معمر آدمی ہے۔ وہ کچھ گھبرائی ہوئی تھی۔

وہ اس کی اس بات پر بے اختیارانہ مسکرایا...... اور گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا
ئیے میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔ میں شریف آدمی ہوں۔

وہ ہچکچائی تو ہارون نے سامنے شیشے پر نظریں جماتے ہوئے کہا "گرمی بھی بہت ہے اور
ل بھی سنسان...... شاید آپ کو پھر سواری نہ ملے......"

اس نے سر گھما کر حد نگاہ تک نظر آنے والی سڑک کو دیکھا...... پھر ہارون پر نگا
...... سفید ململ کے کرتے میں وہ وجیہہ شکل نوجوان خاصہ پروقار بھی لگ رہا تھا...... پسینے
اس کا کرتا بھیگ رہا تھا وہ مہذب اور شریف دکھائی دے رہا تھا۔

"آنا ہے تو آ جائیے...... ورنہ میں جاؤں" اس نے پوچھا۔

"ٹھہرئیے" وہ بولی پھر گاڑی کے قریب آ کر کہا "مجھے اگلے بس سٹاپ تک پہنچا دیں
"

"جی ہاں۔ اس لئے تو رکا ہوا ہوں...... جہاں جانا ہے پہنچا دوں گا......"

"اچھا......" وہ مڑی اور اپنے بیگ گھسیٹتے ہوئے گاڑی تک لے آئی...... اخلاقاً
وہ گاڑی سے اتر کر بیگ پچھلی سیٹ پر رکھنا چاہیئے تھا...... لیکن وہ دانستہ گاڑی سے نہیں اترا......
اس آفر پر شک کر سکتی تھی...... اور جانے سے انکار بھی...... جو جانے کیوں ہارون نہیں
چاہتا تھا...... اس لڑکی کو دیکھ کر اس کی جمالیاتی حس سیراب ہوئی تھی۔ اتنی خوبصورت اور
اہٹ کے بھیکے ہوئے انداز میں اس نے کبھی کوئی لڑکی کب دیکھی تھی۔

اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے ہارون نے پچھلی سیٹ کا دروازہ بھی کھول دیا۔ لڑکی نے بیگ
اٹھا کر سیٹ پر ڈالا۔

"تشریف رکھئے" ہارون نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا......

"کوئی بات نہیں" وہ پیچھے بیٹھنے کے لئے دروازے میں جھکی۔

"او...... نو......" ہارون جلدی سے بولا "محترمہ میں آپ کا ڈرائیور نہیں ہوں کیٹس کیا کہتے ہیں......"

وہ جانے کیوں مسکرا دی۔

"آیئے" ہارون بولا......

وہ فرنٹ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی...... کچھ گھبرائی کچھ کترائی سی۔

"ڈرتی کیوں ہیں...... میں نے کہا نہیں کہ میں شریف آدمی ہوں......" وہ اے ہوئے بولا......

"جی" اس نے مختصر سا جواب دیا......

"کہاں جانا ہے" ہارون بولا۔

"وہ جگہ کا پتہ بتاتے ہوئے بولی لیکن آپ مجھے اگلے شاپ پر اتار دیں......"

"میں نہ تو ویگن چلا رہا ہوں نہ بس......" ہارون نے کہا "میں آپ کو آپ کی جگہ تک چھوڑ سکتا ہوں۔"

"شکریہ" وہ بولی "وہ جگہ خاصی دور ہے۔ آپ مجھے بس......"

ہارو بات کاٹ کر بولا "میری گاڑی میں پٹرول ہے۔ کافی دور جا سکتی ہے۔"

لڑکی اب سنبھل چکی تھی...... گرمی اور پسینے نے تو حال خراب کر دیا تھا......

سڑک پر اکیلے کھڑے ہونے سے خوفزدہ بھی تھی......

لیکن

اب وہ خوفزدہ نہیں تھی...... اپنی گھبراہٹ اور پریشانی پر قابو پا چکی تھی۔

ہارون نے گاڑی چلا دی......

"آپ یہاں کیسے کھڑی تھیں...... یہاں تو اردگرد آبادی نام کی کوئی چیز ہی نہیں"

"غلطی سے"

"غلطی سے؟"

"جی ہاں...... بس سے یہاں اتر گئی...... جگہ کا مغالطہ لگا......"

"سنا ہے آپ اس شہر میں نووارد ہیں"

"کچھ ایسی نووار بھی نہیں......"

"یہاں کی رہنے والی نہیں ہیں......"

"اب تو یہاں ہی رہتی ہوں......"

"راستوں سے آشنا نہیں......"

"اپنا راستہ جانتی ہوں"

"تو پھر یہ غلطی......"

اس نے گردن موڑ کر ہارون کی طرف دیکھا۔ دیکھا کیا خاصہ گھورا۔ ہارون زیر لب مسکرا رہا تھا...... لڑکی اسے گھورے ہی گئی۔

وہ اسے غصے سے گھورتے دیکھ کر کھل کر مسکراتے ہوئے بولا "دیکھئے محترمہ گرمی مت کھایئے پہلے ہی چین نہیں لینے دے رہی گرمی اس پر میری گاڑی کا اے سی بھی خراب ہے۔ میرے الفاظ پر یقین رکھئے...... آپ کو باحفاظت آپ کے گھر پہنچا دوں گا......"

"گھر نہیں بس شاپ تک" وہ بولی۔

"کہہ دیا نا گھر تک" وہ ضدی لہجے میں بولا۔

"گھر تک کیوں؟"

"گرمی ہے کہاں بس میں ماری ماری پھریں گی۔

"ہمدردی کا شکریہ" اتنا ہی بہت ہے کہ بس شاپ تک پہنچ جاؤں۔"

"اور جو میں وہاں نہ ڈراپ کروں تو......" ہارون خوشدلی سے بولا۔

"تو!...... تو کسی زعم میں نہ رہئے گا مسٹر...... میں جوڈو کراٹے بہت اچھا جانتی ہوں ایسا نہ ہو آپ کو باہر پھینک کر گاڑی لے اڑوں......"

اس کے انداز گفتگو پر ہارون ہنسی نہ روک سکا بولا "اوہو...... باپ رے مارے گئے" لڑکی مسکراہٹ نہ دبا سکی......

"بہت دلچسپ لڑکی ہیں آپ" وہ اس کی طرف نگاہ و نیم باز اچھالتے ہوئے بولا۔

"آپ بھی کچھ کم نہیں" اس نے جوابا" کہا۔

"شکریہ......"

چند لمحے دونوں چپ رہے۔ پھر ہارون بولا "آپ پڑھ رہی ہیں......"

"کیا؟"

"زیر تعلیم ہیں؟"

وہ ہنسی

ہارون نے اس کی طرف دیکھا اور بولا "میں نے پوچھا آپ پڑھتی ہیں......"

"مسٹر گاڑی چلایئے" وہ بولی "اور میرا حدود اربعہ جاننے کی کوشش مت کیجئے"

اس کی اس بات پر ہنس پڑا...... "اس میں حرج کیا ہے پھر وہی بات کہ ڈرتی نہیں۔

ڈرتی نہیں میں......"

"جوڈو کراٹے کی ماہر ہیں۔ پھر ڈر کیسا؟ میرے سوال کا جواب دے سکتی ہیں۔"

"ضرورت کیا ہے"

"یونہی...... ساتھ بیٹھے ہیں تو باتیں کرنا ہی چاہئیں......"

"یہ بھی ضروری نہیں......"

"نام بتائیں گی اپنا......"

"یہ بھی ضروری نہیں......"

"میں جو کہوں ہے تو......"

"دیکھئے صاحب...... میں اپنا نام و مقام غلط بھی بتا سکتی ہوں۔ اس لئے خاموش رہئے"

"مقام تو آپ بتا چکی ہیں......"

"آپ کو کیا پتہ غلط ہی بتایا ہو"

"ہوں......"

وہ اس پر خوشگوار سی نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرائی۔

ان کی باتوں ہی باتوں میں بس سٹاپ گزر گیا۔

"اوہ رکئے نا بس سٹاپ نکل گیا۔" وہ جلدی سے بولی۔

"اطمینان سے بیٹھے رہئے...... آپکو پہنچا دوں گا آپ کے گھر......"

"بند ہیں......"

"جی ہاں......"

"آپ بقول آپ کے شریف آدمی ہیں۔ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا......"

"شریف آدمی ہوں...... اسی لئے تو چاہتا ہوں آپ کو بہ حفاظت آپ کے گھر پہنچا دوں۔ ویسے بھی اتنی گرمی ہے ہو سکتا ہے آپ احسان اتارنے کو کوئی ٹھنڈا مشروب ہی پلا دیں......"

وہ مسکراہٹ نہ روک سکی اور بولی "آپ ڈیرے ڈالنے کی سوچنے لگے......"

"وہ تو سوچ ہی لیا ہے۔" ہارون نے اسی بولتی نگاہوں سے اسے دیکھا کہ لڑکی کے چہرے پر شوخ رنگ لہرا گئے......

کچھ دیر دونوں چپ رہے۔ لیکن دونوں کے چہروں پر بڑا خوشگوار تاثر تھا۔

"اپنا نام نہیں بتائیں تو میرا ہی پوچھ لیجئے" ہارون نے گنگناہٹوں بھرے لہجے میں کہا۔

"جو میں اس کی ضرورت نہ سمجھوں تو......" وہ بولی

ہارون نے گلہ آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"پوچھ لیجئے...... شاید کبھی کام آئے...... ادھر کا جانا پہچانا آدمی ہوں۔"

لڑکی نے ایک دم گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

وہ مسکراتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر قدرے خم کر کے بولا "بندے کو ہارون کہتے ہیں...... ہارون خان......"

"ہارون خان صاحب گاڑی دیکھ کر چلایئے اب رش والا علاقہ آ گیا ہے......" وہ اس کی طرف شوخ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

ہارون نے محسوس کیا۔ کہ لڑکی خاصی ہوشیار اور زیرک ہے۔ سیدھی سادھی عام سی لڑکی نہیں......

رش والا علاقہ گزر گیا۔ اب گاڑی پھر چوڑی اور صاف ستھری سڑک پر آ گئی تھی۔ لڑکی نے اس سڑک سے اترنے والی کسی لین میں جانا تھا................

"لین نمبر کیا ہے آپ کا" ہارون نے اسے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اندر جانے کی ضرورت نہیں...... باہر مین پر ہی اتار دیجئے گا۔" وہ بولی۔

"گھبرا کیوں رہی ہیں......" وہ جلدی سے بولا "آپ سے ٹھنڈے مشروب کی فرمائش سی

نہیں کروں گا......"

"یہ بات نہیں......"

"تو......"

"باہر ہی اتر جاؤں گی"

"امی ابو سے ڈرتی ہیں کہ لفٹ کیوں لی......"

وہ ایک دم ہی سنجیدہ ہو کر بیچارگی سے بولی "میرے امی ابو نہیں ہیں......"

"اوہ......" ہارون بھی متاسف نظر آیا...... "یہاں کس کے پاس رہتی ہیں......"

"کسی کے بھی نہیں......"

"اکیلی رہتی ہیں......"

"اگر ہاں کہوں تو آپ کو کیا فرق پڑے گا...... جو نہ کہوں تو کیا ہو جائے گا۔ مسٹر...... مجھے وہاں اتار دیجئے...... اس کھمبے کے پاس......"

ہارون نے گاڑی آہستہ کی...... لیکن روکنے کی بجائے ادھر کی لین میں مڑتے ہو۔ بولا...... "آپ نہیں چاہتیں کہ مجھے آپ کے گھر کا پتہ چلے...... نہ سہی...... لیکن یہ اتنا بیگ اٹھا کر جائیں گی کیسے......؟"

وہ چپ رہی۔

ہارون گاڑی اندر لے گیا "بتا دیجئے گا کہاں روکوں......"

"کہیں بھی روک دیں" وہ بولی۔

ہارون مسکرا کر بولا "اپنا گھر نہیں دکھانا چاہتیں؟"

"یہی سمجھ لیں......"

"میں کوئی آوارہ مزاج نوجوان نہیں ہوں میڈم...... ویسے ڈاج دینے کی کوشش کریں...... میں بھی ہاکی کا چیمپئن رہ چکا ہوں......"

وہ بے اختیارانہ مسکرا دی۔ لیکن جلدی سنجیدہ ہو کر بولی۔ "آپ کو اتنا بے تکلف نہیں ہونا چاہئے"

"کیوں؟"

"اچھا نہیں لگتا"

"ٹھیک ہے سنجیدہ ہوں۔ اب اپنے گھر کا گیٹ بتا ہی دیجئے۔"

"میں نے وہاں اترنا ہے۔" اس نے سفید جالیدار گیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ گھر ہے آپ کا"

"میرا نہیں......"

"تو"

"میں یہاں پے اینگ گیسٹ کی حیثیت سے رہ رہی ہوں"

"سچ کہہ رہی ہیں......"

"یہی تو سچ کہا ہے......" وہ بولی۔

"اگر جھوٹ بھی کہا ہے تو کوئی بات نہیں" ہارون بڑے ٹھوس لہجے میں بولا "مجھے اگر آپ کو ڈھونڈنا ہوا...... تو ڈھونڈ نکالوں گا......"

"اگر کی بخ ہے نا......"

"ہاں...... اگر میں نے چاہا تو آپ کو ڈھونڈ نکالوں گا...... لوگ خدا کو ڈھونڈ لیتے ہیں۔ بندے کو ڈھونڈ نکالنا کونسا مشکل ہے۔

وہ چپ ہو گئی۔

ہارون نے گاڑی روکی۔ اور اتر کر گاڑی کے دونوں دروازے کھول دیئے۔ اس کا بیگ باہر نکالا۔

"بہت بہت شکریہ" وہ اترتے ہوئے بولی۔

ہارون نے بیگ گیٹ کے قریب رکھ دیا......

وہ گیٹ کے قریب جاتے جاتے ایک دفعہ پھر بولی "بہت بہت شکریہ......"

ہارون گاڑی کی طرف مڑتے ہوئے بولا "نام بتائے بغیر شکریہ کہنا اچھا نہیں لگتا......"

وہ مسکرائی اور ہاتھ سے بائے کرتے ہوئے گیٹ کھول کر اندر چلی گئی۔

"ملیحہ......"

"ہوں"

"تمہیں ملی کہا کروں"

"ملی کہو ملو کہو یا ملیحہ کہو فرق کیا پڑتا ہے......"

"ملی زیادہ کیوٹ لگتا ہے"

"اور ملو......"

"کچھ زیادہ اپیل نہیں کرتا"

"پھر ملی ہی سہی...... ویسے اس نام سے مجھے پہلے کبھی کسی نے نہیں پکارا......"

"تمہارا پیار کا نام ملی نہیں کیا؟"

"پیار کا نام اور ہے میرا......"

"وہ کیا؟"

"کیوں بتاؤں"

"ہرج ہے کوئی"

"اچھا بتاتی ہوں۔ ویسے یہ نام صرف میرے ابو پکارا کرتے تھے۔ بابا کی میں بہت اور بڑی پیاری بیٹی تھی......"

"لاڈلی اور پیاری تو سب کی ہو...... ہاں بتاؤ تمہارا دوسرا نام کیا ہے"

"بتانے کا نہیں......"

"کیوں"

"کیونکہ وہ کوئی نام نہیں"

"تو کیا ہے"

"پیار کا اظہار......"

"ہمیں بھی تو پتہ چلے"

"ہارون جب بابا کو مجھ پر بہت پیار آتا تھا تو پتہ ہے کیسے بلایا کرتے تھے مجھے۔"

"کیسے؟"

"مرجانیئے......"

"کیا؟"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی......"ہاں ہارون...... یہی کہا کرتے تھے...... یہ نام بنا لیا تھا میرا......"

"مرجانیئے"

"ہاں......"

"لیکن یہ کیسا نام ہے"

"بس...... تھا...... اور ابو جب کہا کرتے تھے تو یہ پیار کے جذبوں میں نہایا ہوا نام ہوتا تھا۔"

"میں تو تمہیں کبھی اس نام سے نہ پکاروں...... یعنی مرجاؤ......"

"تم نہیں سمجھے ہارون...... اسی لئے کہا ہے نا یہ صرف بابا کے پکارنے کا نام تھا اور کوئی اس لفظ کی ادائیگی ان کی طرح کر ہی نہیں سکتا...... پیار کی انتہا تھی......"

"شاید میں پیار کی انتہاؤں سے آگے بڑھ کر بھی تمہیں اس نام سے پکارنا نہ چاہوں"

"میں تمہیں اس نام سے پکارنے کی اجازت بھی نہ دوں گی...... تم مجھے ملیحہ ملی یا ملو جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ میرا دوسرا نام بابا کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔ اب میں ملیحہ ہی ہوں...... ملی ملو جو چاہو ہوں۔"

"ٹھیک ہے"

دونوں شہر سے باہر آئے ہوئے تھے۔ گاڑی سڑک سے نیچے اتار کر پارک کر کے کھلے آسمان تلے درختوں جھاڑیوں اور سرکنڈوں کے ڈھیروں کے درمیان ایک ٹوٹے درخت کے تنے پر ساتھ ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اب زیادہ تر ایسی ہی کھلی خاموش جگہوں پر

آتے تھے...... یہ ہارون کی خواہش و فرمائش ہوتی...... کہ ایسی جگہ وقت گزاریں جہاں دونوں کے سوا کوئی نہ ہو......

ملیحہ کو یہ ویرانے اور خاموشیاں پسند نہ تھیں...... وہ گھما گھمی اور رونق پسند کرتی اسی لئے ہارون کو اس کی خواہش کا احترام بھی کرنا پڑتا اور یہاں سے گھوم پھر کر جب واپس جاتے تو کچھ دیر بازاروں میں اچھے اچھے شورومز میں جاتے۔ چائے اچھے سے ریسٹورنٹ میں پیتے اور کبھی کبھی رات کا کھانا بھی بڑے ہوٹل میں کھاتے۔

"ہارون"

"ہوں"

"اب واپس چلیں"

"ابھی سے"

"گھنٹے سے کچھ اور ہی ہو گیا ہے"

"ملی...... جب ہم اکٹھے ہوں نا"

"تو......"

"تو وقت کو پیمانوں سے مت ماپا کرو......"

"ہائے ہائے......" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "واللہ کیا بات کہہ دی"

"سچ کہتا ہوں......"

"سچ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ لیکن آج مجھے کچھ شاپنگ کرنا ہے"

"بہت وقت ہے...... کر لینا......"

"یہاں تم بور نہیں ہوتے"

"تم میرے پاس ہوتی ہو ملی...... تو ساری کائنات میرے ساتھ ہوتی ہے"

"بڑے شاعرانہ موڈ میں ہو آج......"

"تم اتنی حسین اتنی پرکشش کیوں ہو......؟"

وہ پھر ہنس پڑی...... پھر اترا کر بولی "جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"کون ہو...... کوئی پری"

"اوں ہوں"

"تو اور......"

"شہزادی ہوں شہزادی...... میری ماں سپین کے شاہی خاندان مور سے تعلق رکھتی تھی"

وہ کھلکھلا کر ہنس دی...... "اس حوالے سے شہزادی ہوں......"

ہارون خمار آلود نگاہوں سے اسے تک رہا تھا۔ وہ اس کے دل و دماغ اور حواس پر چھائی ہوئی تھی......

"تم واقعی کوئی شہزادی ہو"

"ہارون میری ماں بے حد حسین عورت تھی"

"تم سے زیادہ نہیں ہو گی"

"زیادہ تھی۔ مجھے تو صرف اس کی سنہری رنگت اور کالی آنکھیں ہی ملی ہیں...... میری آنکھیں بالکل اپنی ماں جیسی ہیں......"

"دیکھوں ذرا" ہارون مستی سے بہکتا اس پر جھکنے لگا۔ تو وہ پیچھے ہٹتے ہوئے ہنس پڑی...... "ذرا ہٹ کے صاحب آنکھیں اس فاصلے سے بھی نظر آ سکتی ہیں۔"

ہارون گہری گہری سرخ ہوئی آنکھوں سے اسے مجنونانہ انداز میں دیکھتے ہوئے بولا "میں ان آنکھوں میں ڈوب جانا چاہتا ہوں ملی۔ یہ آنکھیں نہیں سمندر ہیں بہت گہرا بہت وسیع" ملیحہ کود کر درخت کے سوکھے تنے سے اتری اور ہنسی سے دوہری ہوتے ہوئے بولی "بس بس...... یہ شاعری بند کرو۔ حقیقت کی دنیا میں آؤ ہارون......... شام ہو گئی ہے اور ہمیں واپس جانا ہے...... یاد دلاؤں کہ میں نے کچھ شاپنگ بھی کرنی ہے۔"

"سارا موڈ خراب کر دیا" ہارون جھلا کر بولا "پتہ نہیں تمہیں شاپنگ کا اتنا گریز کیوں ہے۔ شاپنگ کل صبح بھی کر سکتی ہو......"

"جناب عالی صبح میں دفتر جاتی ہوں...... شام ہی ہوتی ہے...... جو تم اپنے نام کر لیتے ہو" وہ اب بھی ہنس رہی تھی جھلایا جھلایا ہارون اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس کی بات پر ہارون مسکرا دیا۔ جلدی سے بولا "جب شام میرے نام ہوتی ہے۔ تو بس وہ میری ہے...... اس میں بھی کوئی دخل و فیل پسند نہیں کرتا......"

"اے ہے...... بڑے خود غرض ہو......"

"یہی سمجھ لو......"

"بھئی ہارون دیکھو نا...... تم تقریباً ہر روز ہی مجھے دفتر سے لے آتے ہو۔ میرے اور کام بھی تو ہوتے ہیں کرنے کے...... وہ کس وقت کیا کروں...... یہیں سے کچھ وقت کر ہی کر سکتی ہوں نا...... پھر صبح گاڑی بھی تو نہیں ہوتی...... اس وقت تو تمہاری گاڑی ہے...... جن شوروموں سے میں چیزیں خریدتی ہوں نا...... وہاں گاڑی پہ جانے سے اور ہوتی ہے۔"

وہ ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی...... ہارون منہ بنانے کے باوجود پیار بھری نظروں سے تکے جا رہا تھا۔

وہ کچھ دیر اور وہاں ٹھہرے۔ پھر ملیحہ نے اصرار کیا ہارون اسے بھلا رد کیسے کرتا وہ شاپنگ پلازہ میں لے آیا......

دونوں ملبوسات کے سیکشن میں گئے۔ یہ شوروم نت نئے فیشن ایبل ڈیزائنوں پر ملبوسات بنانے اور پیش کرنے والوں میں مشہور تھا۔ بڑے سے ہال نما کمرے میں ہینگروں پر لباس لٹک رہے تھے...... رنگ برنگی دیدہ زیب اور فیشن ایبل لباس۔

ملیحہ ہر سٹینڈ کے پاس جاتی اور لباس الٹ پلٹ کر دیکھتی...... پسند تو اسے بہت سے ڈریس آئے...... لیکن اس نے صرف ایک لباس ہی خریدنے کا ارادہ کیا ہوا تھا...... اس سیاہ مقیش والا ڈریس سیل مین سے نکالنے کے لئے کہا۔

سٹینڈ سے ہینگر نکال کر اس نے ملیحہ کے سامنے کرتے ہوئے کہا "مس یہ والا"

"ہاں" ملیحہ نے ہینگر اس سے لے لیا اور ہارون کو دکھاتے ہوئے بولی "کیسا ہے؟"

وہ ہولے سے مسکرایا "جب پہنو گی تب تبصرہ کروں گا۔"

"یہ پارٹی ڈریس ہے جناب" وہ مسکرائی "اور جس پارٹی میں میں پہن کے جا رہی ہوں وہاں آپ مدعو نہیں ہیں۔"

"ہیلو"

"جی صاحب"

"یہ فریسکو اینڈ کمپنی کا دفتر ہے"

"جی صاحب"

"مس ملیحہ ظفر ہوں گی ان سے بات کرنی ہے"

"ہولڈ رکھئے بلاتا ہوں۔"

ہارون اپنی ریوالونگ چیئر پر قدرے جھول گیا...... ریسور کان سے لگائے وہ میز پر رکھی فائل کو یونہی دیکھے گیا...... خوشی سے اسکے چہرے پر چمک سی آ گئی تھی اور آنکھیں روشن روشن ہو گئی تھیں...... وہ اس وقت اپنے دفتر میں تھا۔ کمرے کا اے سی آن تھا۔ اس کی ٹھنڈک خوشگوار تھی...... اس وقت وہ یہاں اکیلا ہی تھا...... غلام سرور ڈاک کی ترسیل کے لئے ڈاکخانے گیا ہوا تھا...... کلرک نے بھی آج چھٹی کر لی تھی...... فون کرنے کے لئے شاید اسے موزوں اور وقت نہ ملتا...... اسی لئے اس نے ملیحہ سے بات کرنے کو فون کیا تھا۔

"ہیلو......" دوسری طرف سے آواز آئی۔ ہارون کو لگا جیسے نقرئی گھنٹیاں کانوں میں رس گھول گئی ہیں......"

"ہیلو......" ہارون نے جواباً کہا۔

"کون؟"

"آپ مس ملیحہ ظفر ہیں نا"

"جی ہوں...... فرمائیے"

"مس ملیحہ...... پہچانا مجھے"

"جی...... نہیں...... کون ہیں آپ"

"حد ہو گئی...... بھول بھی گئیں آٹھ دس دنوں میں...... بھئی میں ایسا بُرا
نہیں جو آپ مجھے ذہن سے اس طرح نکال دیں......"

"آپ...... آ......پ"

"جی...... میں...... ہارون خان......"

"اوہ......"

"کیوں؟"

"آپ نے میرا پتہ......"

"چھوڑیئے میڈیم۔ کہا تھا نا کہ ڈھونڈنے والے تو خدا کو بھی ڈھونڈ لیتے ہیں۔ بند
ڈھونڈنا تو مشکل کام ہی نہیں......"

"ویسے...... حیرانی کی بات ہے۔"

"کہ آپ کے ڈاج دینے کے باوجود...... میں نے آپ کو تلاش کر لیا......"

"ہوں......"

"میں نے آپ سے کہا تھا نا...... کہ اگر میں نے ڈھونڈنا چاہا آپ کو تو ڈھونڈ لا
گا۔

"سو آپ نے چاہا......"

"بالکل......"

"شکریہ...... خاصے پریکٹیکل آدمی ہیں......"

"تھینکس......"

وہ چند لمحے چپ رہی۔

"ہیلو...... ہیلو...... ہیلو مس ملیحہ......" ہارون آگے کو جھک آیا اور بے تابانہ
میں بولا۔

"جی......"

"اوہ...... میں سمجھا آپ نے فون بند کر دیا......"

"بند نہ کروں"

"نہیں"

"کیوں"

"آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"خواہ مخواہ......"

"یہی سمجھئے......"

"آپ تو ایسے ہی گلے پڑ رہے ہیں ہارون صاحب۔"

"پڑ نہیں رہا...... سمجھیں کہ پڑ گیا ہوں۔"

"اس کی مدھر ہنسی کی آواز آئی پھر وہ بولی۔ "زبردست ہے کیا"

"یہی سمجھ لیں......"

"ہائے اللہ......"

"میں سنجیدہ بھی ہوں مس ملیحہ"

"کس بات میں......"

"آپ سمجھ رہی ہیں۔"

"جی نہیں......"

"جھوٹ مت بولئے...... میں اس مقولے کا قائل ہوں۔ کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔"

وہ پھر ہنس پڑی اور نقرئی گھنٹیوں کا ترنم ہارون کے کانوں میں رس گھول گیا۔

"مس ملیحہ......"

"جی"

"میں نے کہا نا میں سنجیدہ ہوں۔"

"کس معاملے میں خان صاحب"

"آپ کے معاملے میں......"

وہ چند لمحے چپ رہی پھر بولی "آپ چاہتے کیا ہیں......"

"روز فون کرنے کی اجازت"

"روز"

"ہاں"

"نہیں بھئی"

"کیوں"

"یہ دفتر ہے صاحب اور مجھے بھرتی ہوئے زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا۔ کیوں ملا
بنانا چاہتے ہیں مجھے......"

"گھر پہ فون ہے"

"وہاں بھی گھر والے ہیں......"

"آپ کے"

"نہیں...... میں وہاں ایک کمرہ لے کر رہ رہی ہوں"

"پھر وہ آپکے رشتہ دار تھوڑے ہی ہیں۔ فون سننے میں انہیں کیا اعتراض ہو
ہے۔"

"بڑی مشکل سے وہاں فٹ ہوئی ہوں صاحب...... یہ نہ ہو وہ نکال باہر پھینکیں۔

"تو......"

"تو کچھ بھی نہیں......"

"یہ تو ناممکن ہے"

"پھر وہی زبردستی"

"جی ہاں...... اس معاملے میں میں انتہا پسند بھی ہو سکتا ہوں...... کل پھر فون م
کروں گا...... نہیں تو کوئی اور راہ نکالئے......"

وہ ہنس پڑی۔

"مس ملیحہ......"

"جی...... جی......"

"میں آپ سے مل سکتا ہوں"

"فون پر......"

"اوہ خدایا" "کیا کوڑ مغز ہیں آپ"

وہ پھر ہنس پڑی۔

"آپ کو چائے پر بلاؤں تو آئیں گی"

وہ خاموش رہی۔

"کل آپ میرے ساتھ چائے پیئیں گی"

"دیکھئے...... جان نہ پہچان...... میں......"

"میں...... آپ کو جان بھی لیا ہے اور پہچان بھی...... آٹھ دس دن یہی تو کھوج لگاتا رہا

...ے متعلق جاننا چاہتی ہیں؟"

"آپ نے مجھے کھوج لیا...... ٹھیک ہے لیکن جانتے کیا ہیں میرے متعلق"

"صرف یہی کہ آپ جیسی لڑکی میری زندگی میں پہلی بار آئی ہے...... یہ پہلی بار آخری
ہے۔"

"اوہو......" وہ ہنس پڑی۔

"آپ شاید خود بھی نہیں جانتیں کہ آپ کیا شے ہیں"

وہ پھر ہنس پڑی۔

"کہئے" ہارون اس کی ہنسی کی پھوار محسوس کرتے ہوئے بولا۔

"کیا"

"کل آپ چائے پی سکتی ہیں میرے ساتھ"

"آپ...... اصرار نہ کریں۔"

"آپ ڈرتی ہیں؟"

"ہاں...... ڈرنا پڑتا ہے۔"

"سب سے ڈریئے صرف اپنے آپ سے نہ ڈریئے۔"

"بڑے پتے کی باتیں کرتے ہیں آپ"

"غلط تو نہیں کہہ رہا نا......"

"شاید......"

"اپنا محاسبہ کیجئے...... اگر اپنے آپ سے کوئی ڈر نہیں...... تو پھر کل ...نے کی حامی بھر
...ے"

"مجھے کچھ سوچنے کا موقعہ دیں......"

"حد ہو گئی۔ آٹھ دس دن میں آپ نے کچھ سوچا ہی نہیں......"

وہ پھر ہنس پڑی "آپ آدمی دلچسپ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں......"

"اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں مجھ میں...... ملیں گی تو کھلیں گی۔"

"جو نہ ملوں تو......"

"میں آپ کو ڈھونڈ سکتا ہوں۔ تو مل بھی سکتا ہوں...... کسی غلط فہمی میں نہ رہئے"

"ہائے...... آپ کیا...... ہیں......"

"ایک شریف آدمی......"

"اچھا...... اب بند کریں...... میری سیٹ پر طلبی ہو رہی ہے شاید......"

"کل......"

"فون کر لیجئے گا"

"او جیو...... شکریہ......"

اس نے ہنستے ہوئے خدا حافظ کہا...... ہارون نے ریسور کو ہونٹوں سے لگا کر پیار کر کے ہوا میں لہرا دیا......

اس کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

پہلی نظر میں محبت ہو جانے کا وہ کبھی قائل نہیں ہوا تھا۔ اس موضوع پر اس کی اکثر دوستوں سے بحث بھی ہو جایا کرتی تھی۔ اس کا نظریہ تھا۔ کہ جب تک کسی کو جانچا نہ جائے۔ اس کی خوبیوں خامیوں کا پتہ نہ چلے اس کے نظریات سوچ و بچار اور افکار سے آگاہی نہ ہو۔ محبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ محبت کے لئے ذہنی سطح کا ہم آہنگ ہونا ضروری ہے اور یہ ہم آہنگی ایک نظر میں ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس کے لئے تو وقت درکار ہے اور سالوں پر یہ وقت محیط ہو سکتا ہے۔ شکل و صورت کو تو وہ اس سلسلے میں شامل ہی نہ کرتا تھا۔ اس کی ہمیشہ یہ پختہ دلیل ہوتی کہ شکل و صورت کا ذہنی اونچ نیچ سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا...... اچھی شکل و صورت کے پیچھے برا کردار بھی ہو سکتا ہے اور عام سی صورت کے انسان کے اندر خوبیوں کا خزینہ بھی...... اس لئے محبت کے سلسلے میں وہ اس بات کا کبھی قائل ہی نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ اچھی شکل و صورت وقتی طور پر انسان کو اپنی طرف متوجہ کر سکتی ہے۔ لیکن جب تک اس کے ساتھ اچھا ذہن منسلک نہ ہو...... یہ جذباتیت

نہیں...... جذبے دودھ کے ابال کی طرح اٹھتے ہیں اور پانی کا ذرا سا چھینٹا بھی مارا جائے تو دودھ ہی کے ابال کی طرح بیٹھ بھی جاتے ہیں...... لیکن محبت...... نہ کبھی مٹتی ہے نہ ... یہ زندہ و جاوید جذبوں کا نام ہے۔ یہ امر ہے......

لیکن اب وہ جس تجربے سے گزرا تھا۔ اسے اپنے نظریات و افکار کی نفی کرنا پڑ رہی تھی۔ اس لڑکی کو لفٹ دی تھی۔ چند منٹوں کا ساتھ رہا تھا۔

لیکن اسے تو یوں محسوس ہونے لگا تھا...... کہ اس کام اور اس لڑکی کا برسوں کا ساتھ ہے۔ الگ مدار میں گھومنے کے باوجود ہمیشہ سے ایک رہے ہیں...... یہ لڑکی اسے اپنے انگ وجود کا اور اپنی شخصیت کا ایک حصہ لگی تھی...... وہ اپنے آپ سے الجھا بھی تھا کئی دن انہی سوچوں میں ڈوب کر بھی گزاری تھیں...... لیکن اس کے دل و دماغ پر اس لڑکی کی گرفت تھی...... جس سے وہ اپنا آپ چھڑا نہیں پایا تھا۔ اسی لئے اس نے اس کی تلاش شروع کر دی تھی...... اس نے اپنے آپ سے کہا تھا۔ کہ اگر اس کے جذبے صادق ہیں ان میں پختگی ہے تو وہ اسے ضرور مل جائے گی۔ لڑکی نے اسے اپنا نام نہیں بتایا تھا...... وہ اس دن اپنے گیٹ پر اتری تھی۔ بلکہ لین بھی دوسری تھی...... ہارون کے جانے کے بعد گھوم کر اپنی لین میں آئی تھی...... اس کے باوجود کہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا اس نے اسے ڈھونڈنے کا عزم کر لیا تھا۔

اور

تین دنوں میں ہی وہ نہ صرف اس کی لین اور گھر کا نمبر لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے اس کا نام بھی معلوم کر لیا تھا اور یہ بھی کہ وہ فریسکو اینڈ کو میں ملازمت کر رہی ہے وہاں کا فون نمبر بھی ڈھونڈ لیا تھا۔

اپنی کامیابی پر وہ نازاں تھا...... خوش تھا اور یہ یقین پختہ ہو گیا تھا۔ کہ ملیحہ اس کی محبت ہے وہ اس کی لاشعوری تلاش کا نام ہے...... اور اسکے ادھورے پن کی تکمیل ہے...... اس کا جانا پہچانا خواب ہے۔ حسن نے بڑے بھرپور انداز میں اس پر وار کیا تھا۔

آج اس نے اسے فون کیا تھا۔ ملیحہ کا انداز و رویہ حوصلہ افزا تھا...... یقیناً وہ بھی اسے

اسی دن پسند کر چکی تھی...... اس نے کل پھر فون کرنے کا کہہ کر اپنی اسی پسند کا اِ
تھا...... پیار کے بندھن آپوں آپ بندھ گئے تھے۔

جو

بے چینیاں اور جو بے تابیاں ان حالات میں انسان کا مقدر ہوتی ہیں...... وہ
سے بھی گزریں...... دن کا رات اور رات کا صبح کرنا محال ہو گیا...... وہ لمحوں کو
ایک ہی لمحے میں وہ وقت لے آنا چاہتا تھا...... جو فون کا متعین ہوا تھا......

لیکن

لگتا تھا...... لمحے اس کی بے چینیوں اور بے صبر بے تابیوں کا مذاق اڑا رہے ہیں
رک کر ٹھہر کر دھیرے دھیرے گذر رہے ہیں...... کسی وقت تو اسے لگتا تھا...... وقت
گیا ہے...... اور فضا کا دل ساکت ہو گیا ہے۔

لیکن

یہ سب اس کی اندرونی کیفیات تھیں...... جنہیں وہ خارجی عوامل کے حوالے
دیکھ رہا تھا۔

کئی دن دونوں کا ملاپ صرف فون تک ہی محدود رہا...... ہارون ہی نمبر ملاتا اور ملیحہ سے
باتیں کر لیتا...... وہ اس سے ملنے کے لئے بے چین تھا...... بار بار اصرار کرتا...... لیکن ملیحہ
کوئی فیصلہ کن رویہ اختیار نہ کرتی...... ہارون کی آتش شوق روز بروز بھڑک رہی تھی...... اس
کی محبت لگتا تھا دیوانگی کی حدوں کو چھونے لگی ہے...... اس نے کئی بار اس کا اظہار بھی فون
پر کیا لیکن ملیحہ نے سوائے ہنسی کی پھوار برسانے کے اور کچھ نہ کہا...... ہارون سمجھ نہیں پا رہا
تھا...... کہ بات کیا ہے...... ملیحہ اسے ملنے سے کیا شرما رہی ہے...... یا کترا رہی ہے حالانکہ
فون پر دونوں کافی بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے تھے۔ اس نے اپنے متعلق اسے بہت کچھ
بتایا تھا اور ملیحہ کے متعلق بھی بہت کچھ جانا تھا۔

ملیحہ جان چکی تھی...... کہ ہارون ماں کا اکلوتا بیٹا ہے...... اس کا گھر کالونی کے ایک
خوبصورت علاقے میں ہے...... اس کے باپ کی ٹریڈنگ کمپنی تھی...... جو ان کی بے وقت کی
موت سے کافی سے زیادہ متاثر ہوئی...... ہارون نے اسے اپنی تعلیم کے متعلق بھی بتایا تھا۔ سی
ایس ایس کرنے کا بھی ذکر کیا تھا...... نوکری کرنے کی خواہش بھی بتا دی تھی...... اور حالات
اور سی ایس ایس کے غیر متوقع نتیجے کی وجہ سے بزنس کی طرف رجوع کرنے کا بھی کہا تھا۔ یہ
امید بھی دلائی تھی کہ وہ محنت اور لگن سے کام کرے گا تو کمپنی کی ساکھ دوبارہ بحال کرنے میں
کامیاب ہی نہیں بلکہ اسے بہت اونچا لے جانے کے خواب بھی پورے کرے گا۔

اسی طرح

ملیحہ بھی فون کی گفتگو میں اپنے متعلق اسے بتا چکی تھی...... اس کے والدین نہیں
تھے۔ بچپن کے چند سال اس نے یو کے میں گزارے تھے۔ اس کی ماں سپینش خاتون تھی
جس کا تعلق پرانے مور خاندان سے تھا...... وہ ایک حادثے میں مرگئی تھی...... اس کے باپ

نے پاکستان میں آ کر دوسری شادی کرلی تھی...... سوتیلی ماں سے ملیحہ کی کبھی نہ بنی تھی۔ یوں وہ دنیا میں اپنے آپ کو اکیلا ہی سمجھتی تھی...... دور پار کے ایک چچا کا ذکر بھی کیا...... ماری پور میں رہتا تھا اور جس نے اس کے باپ کے اثاثے ہضم کرلئے تھے...... وہ آزادار خود مختار تھی...... اپنی قسمت کے فیصلے کرنے کا حق اس نے اپنے لئے محفوظ رکھا تھا...... نوکری کر رہی تھی...... اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے...... گو اس کے پاس کچھ اپنے حصے کے پیسے بھی تھے۔ جو اس نے زبردستی وصول کئے تھے۔ پھر بھی نوکری ضروری تھی...... جس طرح کی زندگی وہ گزارنے کی متمنی تھی۔ اس میں پیسے کا عمل دخل بہت تھا...... اس کی پسند اور ناپسند کا بھی کافی حد تک ہارون کو پتہ چل گیا تھا......

لیکن اتنا کچھ جان لینے کے بعد بھی دوری کیوں؟

اسی لئے

اس دن ہارون نے بڑے شاکی انداز میں کہا "ملیحہ...... میں جاننا چاہتا ہوں کہ مجھ سے ملنے میں تمہیں کیا اعتراض ہے۔

"کچھ بھی نہیں" وہ حسب معمول خوشدلی سے بولی۔

"تو ٹھیک ہے"

"کیا"

"میں آج چھٹی کے وقت تمہیں لینے آؤں گا"

"ہائے نہیں"

"ہائے کیوں"

ہارون نے اس کی نقل اتاری تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی...... پھر قدرے پرے کھڑے ٹیلیفون آپریٹر کو دیکھا تو یکدم سنجیدہ ہو کر بولی "بھئی ایسی باتیں نہ کیا کرو......"

"بس ٹھیک...... میں آج آجاؤں گا۔ دیکھوں گا کہ تم کیسے نہیں آتیں میرے ساتھ"

"دھاندلی" وہ ہنسی

"ہوگی اور ضرور ہوگی" وہ بھی چہکا

"کہاں لے جاؤ گے مجھے......"

"وہاں جہاں سے واپس نہ لوٹ سکو"

"مر گئے......"

"نہیں...... زندہ رہو گی...... لیکن اکیلی نہیں میرے ساتھ......"

"بہت ضدی قسم کے آدمی ہیں......"

"ضدی بھی اور اپنی بات منوانے والا بھی"

"جو میں بھی ایسی ہوؤں تو......"

"خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی......

اس دن ملیحہ نے اس کے ساتھ چائے پینے کی حامی بھر ہی لی......

ہارون خوشی سے بہک بہک گیا۔

وقت سے پہلے ہی وہ فریسکو اینڈ کمپنی کے دفتر کے سامنے جا پہنچا۔ گاڑی ایک طرف کر کے وہ بازار میں یونہی وقت گزارنے کے لئے گھومتا رہا۔ اس نے کئی شو روم ...... ایک پلازہ میں جیولر کی دکان میں بھی گیا...... شوکیسوں میں سجے خوبصورت اور ڈیزائنوں کے زیورات نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کی...... ملیحہ کو کوئی تحفہ بھی تو دینا...... وہ اس خیال سے مختلف چیزیں دیکھتا رہا۔ ایک بریسلٹ بہت پسند آئی...... تصور میں ملیحہ کی حسین کلائی میں پڑی دیکھی...... تو خریدنے کا ارادہ کرلیا......

لیکن

جب وزن کروایا اور قیمت لگوائی تو جیب اس کے مقابلے میں بہت ہلکی پائی...... ویسے اسے زیورات خریدنے کا کوئی تجربہ تھوڑا ہی تھا...... سوا دو تولے کی بریسلٹ کیسے ...... ان دنوں کاروبار بھی مندا تھا...... ابھی تو اسے اٹھانے کے لئے پیسے پیسے کی ضرورت تھی...... پتہ بھی نہیں تھا...... کہ کاروبار کو سنبھالا جائے گا بھی کہ نہیں...... اس ...... چاہتا بھی تو بریسلٹ خریدنے کی عیاشی نہیں کر سکتا تھا...... اسے تھوڑی سی مایوسی ...... کاش اس کے پاس بے پناہ پیسہ ہوتا...... اور وہ اپنا دلپسند تحفہ اپنی ملیحہ کو دے ......

وہ باہر آگیا...... اور اس نے کوئی پرفیوم خریدنے پر ہی اکتفا کی۔ اس لئے جنرل سٹور ...... سیل مین ہی سے اس نے عورتوں کی خوشبو کے بارے میں پوچھا اسے خود تو

پتہ ہی نہیں تھا...... سیل مین نے اسے ایک امپوزنڈ پرفیوم دیتے ہوئے کہا۔

"لڑکیوں میں آجکل بہت مقبول ہے یہ......"

"پیک کردیں"

"تحفے میں دینے کے لئے لاجواب ہے" سیل مین معنی خیز انداز میں مسکرایا...... کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تیر گئی۔

وہ پرفیوم لے کر باہر آگیا...... گھڑی دیکھی اب چھٹی کا وقت ہو گیا تھا...... وہ کا طرف چلا آیا۔

اسے چند منٹ ہی انتظار کرنا پڑا...... ملیحہ باہر آگئی تھی...... وہیں رک کر اس دائیں طرف دیکھا تھا اور پھر بائیں طرف نظر دوڑائی ہی تھی...... کہ ہارون نے ہاتھ ا کے لہرایا......

وہ مسکراتے لجاتے ہوئے اس کی طرف آگئی......

"ہیلو......" ہارون نے چند قدم آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا...... اس کا دل کیوں بے اختیارانہ دھڑک اٹھا تھا۔

"ہیلو" ملیحہ نے بھی جواباً کہا...... اس کے گال گلابی ہو رہے تھے...... اور سیا آنکھوں میں تاروں کی چمک بھر گئی تھی...... وہ کچھ جھجک رہی تھی...... شرما رہی تھی...

"آیئے جناب...... بہت دیر انتظار کیا میں نے......" ہارون نے گاڑی کا کھولتے ہوئے کہا۔

وہ جلدی سے بیٹھ گئی......

ہارون اپنی سیٹ پر آن بیٹھا...... اس نے ایک مسرور اور بھرپور نگاہ ملیحہ پر ڈالی سمارٹ کتنی حسین تھی اور کتنا دیدہ زیب لباس پہن رکھا تھا ہارون تکتا ہی رہ گیا......

"کیا تک رہے ہیں چلایئے نا گاڑی" وہ اس کی نظروں کی حدت و شدت سے ہوئے بولی......

"میں کتنا خوش نصیب ہوں" وہ بن پئے بہک رہا تھا......

ملیحہ نے ایک ادائے دلفریبی سے اسے دیکھا...... "چلیئے نا یہیں کھڑے رہنا ہے؟ کوئی کولیگ آجائے گا۔"

"تو کیا ہو گا......" ہارون مستی سے بولا......

"میری ریپوٹیشن خراب ہو گی اور کیا ہو گا" وہ جلدی سے بولی......

"کس کی ہمت ہے کچھ کہنے کی" اس نے گاڑی چلا دی۔ ملیحہ نے سکون کا سانس لیا۔

دونوں کچھ دیر خاموش رہے۔ گاڑی رش والے علاقے سے باہر کھلی سڑک پر آئی ہارون نے ٹیپ آن کر دیا اور دھیمے سروں میں ایکسریلی رومینٹک دھن بجنے لگی۔ اس دھن پر ہارون کبھی سر دھننے لگتا اور کبھی اس کی انگلیاں دھن کے سنگ بجنے لگتیں۔ ملیحہ کبھی کبھی کنکھیوں سے اسے تک لیتی۔ ہارون بھی گردن گھما گھما کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"ملیحہ......" ہارون بولا۔

"ہوں" اس نے گاڑی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یقین نہیں آرہا" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"کس بات کا" سرپلٹ کر ملیحہ نے بھی اسے دیکھا۔

"کہ تم میرے ساتھ ہو" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔

"گاڑی دیکھ کر چلایئے۔ کہیں ایکسیڈنٹ نہ کر دیجئے گا۔" وہ مسکرا کر شرگین نگاہوں سے اسے دیکھ کر بولی......

"میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ وہ اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے بولا۔

"کیا؟"

"کہ یوں اور بالکل ہی اچانک میری زندگی اتنا حسین موڑ لے گی"

وہ مسکرائے گئی......

"کہیں یہ خواب تو نہیں ملیحہ......"

"جی نہیں......" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی "جاگ جایئے...... سڑک خالی نہیں۔ گاڑیاں آجا رہی ہیں کہیں ٹکر......"

واقعی ہارون تو بہک رہا تھا...... ملیحہ متوجہ نہ کرتی تو شاید سامنے سے آنے والی گاڑی سے ٹکرا ہی جاتا...... جلدی سے اس نے سٹیرنگ گھما لیا تھا...... اور گاڑی نکال لے گیا تھا......

"اف......" ملیحہ کے لبوں سے نکلا۔ اس نے اپنے ہاتھ کانوں پر رکھ لئے تھے۔

"گھبراؤ نہیں" ہارون مسکرایا......"اس میدان کا مشاق کھلاڑی ہوں......"

"پھر بھی......دیکھ کر چلائیے نا......"

"اب کس کس کو دیکھوں...... تمہیں یا سڑک کو......"

وہ مسکرائی......اور بولی "جانا کہاں ہے"

"پتہ نہیں...... میں تو سوچے سمجھے بنا ہی گاڑی چلائے جا رہا ہوں...... ہوش وحوا
چھین لئے میرے......"

اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا...... ہارون نے دیکھا اس کے دانت بھی موتیوں کی طر
تھے......ہموار سفید اور چمکدار......

"تم کیا ہو......" وہ بے اختیار کہہ اٹھا۔

"کیوں...... کیا ہوا......" وہ نگاہ نیم باز اس پر ڈالتے ہوئے بولی۔

"کسی اور دنیا کی مخلوق تو نہیں ہو......"

"کیا؟"

"تم جیسی لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی"

"کیوں...... کیا میرے سر پر سینگ ہیں......" وہ شوخی سے بولی تو ہارون اس کی ادا
دل تھام کر رہ گیا......وہ مسکرانے لگی۔

"ملیحہ...... میں اپنے قسمت پر جتنا بھی ناز کروں کم ہے۔" وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔
وہ تفاخر سے مسکرائی......

"یہ سب حقیقت ہے نا" وہ بے اعتباری سے بولا۔

"ہاں صاحب حقیقت ہے"

"اور ہمیشہ حقیقت ہی رہے گی نا"

"شاید"

"شاید کیا یقیناً کہو"

"اچھا بھئی یقیناً......"

وہ خوش ہو گیا۔

یوں ہی باتیں کرتے کبھی بہکی بکی کبھی ٹھہری ٹھہری۔ وہ ریسٹورنٹ میں آ گئے:

ریسٹورنٹ بڑے صاف ستھرے علاقے میں تھا...... جگہ بھی اچھی تھی...... یہ ریسٹورنٹ تازہ
اور خوش ذائقہ کھانے پینے کی چیزوں کے لئے مشہور بھی تھا......

اس وقت یہاں کچھ زیادہ رونق اور گہما گہمی نہیں تھی۔ بڑے سے ہال میں چند لوگ
تھے...... ایک میز پر کچھ صحافی کافی کی چسکیوں میں حالات حاضرہ پر تبصرہ کر رہے تھے۔
ایک میز پر کوئی جوڑا اپنے دو سالہ بچے کے ساتھ چائے پینے میں مصروف تھا...... ایک میز پر
موٹی توندوں والے تین چار بیوپاری بیٹھے ہوئے تھے...... ہارون ملیحہ کو لے کر ایک کونے والی
میز پر آن بیٹھا...... ایئر کنڈیشنڈ ہال میں آتے ہی دونوں نے خوشگوار سی تبدیلی محسوس کی......
ہلکی ہلکی موسیقی نیم روشن فضا اور ٹھنڈک نے مل کر ماحول کو خاصہ رومانٹک بنایا ہوا تھا۔

انہیں دیکھتے ہی باوردی بیرہ مینو بک لے آیا مودبانہ سر جھکاتے ہوئے دونوں کے
سامنے ایک ایک کاپی رکھ دی...... جسے ہارون نے تو کھولا نہیں...... ملیحہ الٹنے پلٹنے لگی......

"آپ کیا پئیں گی...... چائے کافی یا ڈرنک......" ہارون نے پوچھا۔

"آپ کیا لیں گے"

"چائے......"

"چلئے میں بھی چائے پی لوں گی......"

"نہیں نہیں" ہارون رومال سے چہرہ اور گردن پونچھتے ہوئے بولا "اپنی پسند کی چیزیں
منگوا لو......ہاں ہاں شرماؤ نہیں...... ویسے بھی دفتر سے آ رہی ہو...... بھوک لگی ہو گی"

"ہاں یہ تو ہے...... آج میں نے صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں۔"

"اوہو...... پھر تکلف کیسا...... منگوا لو نا اپنی پسند کی چیزیں...... میں نے آرڈر کیا تو
الٹ پلٹ چیزیں منگوا لوں گا۔"

وہ حیا بار نظروں سے اسے دیکھ کر مسکرائی...... پھر جب ویٹر آرڈر لینے آیا تو اس نے
اپنی پسند کی چکن پیٹیز لانے کا آرڈر لکھوایا...... پھر ہارون سے پوچھا "آپ کے لئے کیا
منگواؤں"

"جو کچھ اپنے لئے منگوایا ہے ویسے میں صرف چائے پیوں گا......"

"میں بھی صرف کوک منگوا لیتی ہوں......"

"ملیحہ...... جو کچھ تم لو گی میں بھی وہی لے لوں گا تمہارے ساتھ...... تم کوک منگوا لو

"میں چائے بس ٹھیک......"

اس نے سر اثبات میں ہلایا......

ویٹر چلا گیا...... تو دونوں باتیں کرنے لگے......

باتوں ہی کے دوران ہارون نے جیب سے پرفیوم کی ڈبیہ نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ...... یہ کیا ہے" اس نے جلدی سے ڈبیہ پکڑلی...... پرفیوم کا نام پڑھ کر وہ زیر لب مسکرائی......

"پسند ہے" ہارون نے پوچھا۔

"میں یہی استعمال کرتی ہوں" وہ بولی "بہت پسند ہے مجھے یہ خوشبو......"

"دیکھا...... کیسے میں نے پہچانا...... وہی خوشبو لی جو آپ کی من پسند ہے۔"

"یہ میرے لئے ہے؟"

"تو اور کیا اپنے لئے لایا ہوں......" وہ بولا پھر جلدی سے کہا "ہے اپنے لئے ہی......"

وہ کچھ نہ سمجھی صرف اسے تکنے لگی۔

ہارون آگے کو جھکتے ہوئے بولا...... "جب بھی میرے ساتھ آؤ گی۔ اسے ہی استعمال کرو گی اس طرح یہ میں اپنے لئے ہی لایا ہوں سمجھیں......"

وہ ہنس پڑی...... پھر ڈبیہ رکھتے ہوئے بولی "اتنا مہنگا تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اپنے لئے" وہ ہنس کر بولا "تو جواباً" وہ بھی ہنس دی۔

چائے آگئی...... ملیحہ کے لئے کوک بھی آئی...... کھانے پینے کی چیزیں بھی...... باتوں کے دوران دونوں نے کھایا پیا......

آمنے سامنے کی پہلی ملاقات تھی۔ اس لئے دونوں ہی کچھ نروس کچھ بہکے کچھ سنبھلے اور کچھ لئے دیئے رہے...... لیکن اگلی ملاقاتوں میں دونوں بہت قریب آگئے...... بے تکلف ہوئے جھجک جاتی رہی...... گھنٹوں باتیں کیں...... حال دل کہا اور سنا...... قصے کہانیاں، حالات وغیرہ موسم، کوئی بھی موضوع ایسا نہ تھا۔ جس پر وہ کھل کر تبصرہ نہ کرتے ہوں......

"کس کی پارٹی ہے" ہارون نے جلدی سے کہا۔

"میرے ایک دوست کی" وہ شوخی سے بولی۔

"کیا؟......" ہارون کا جیسے سانس الٹ پلٹ گیا۔ ملیحہ شوخی سے آنکھیں نچاتے ہوئے پھر ہولے سے بولی "اتنے جیلس کیوں ہو رہے ہو......"

"ملیحہ......" وہ تنگ کر بولا۔

"جی صاحب......" اس نے اب بھی مسکراتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"کس کی پارٹی ہے" اس نے پوچھا۔

"ہائے ہائے" وہ ہینگر کاؤنٹر کی طرف لے جاتے ہوئے بولی "میری کولیگ کے بھتیجے کی برتھ ڈے ہے...... پانچویں برتھ ڈے...... اس پارٹی میں جانا ہے۔ میری تو یہاں کوئی خاص پہچان ہے ہی نہیں...... دونوں کولیگز ہیں...... مسز زہرہ شیخ اور مس فرحانہ سلیم جن کے ہاں کبھی کبھی فنکشنز میں چلی جاتی ہوں...... فرحانہ کے بھتیجے کی برتھ ڈے ہے جمعہ کو...... جانا ہے ہوئی تسلی؟"

ہارون نے سر ہلایا۔

ملیحہ نے ڈریس پیک کرنے کو کہا۔

سیل مین نے جب تک ڈریس پیک کیا وہ ہارون کے ساتھ دوسرے ڈریس دیکھتی رہی......

"یہ کیسا ہے" ایک ہلکے پنک رنگ کے دیدہ زیب ڈریس کو دیکھتے ہوئے ہارون نے کہا۔

"بہت خوبصورت...... رنگ بھی میرا پسندیدہ ہے۔"

"یہ بھی لے لو......"

"اوں ہوں" وہ ہولے سے بولی "میری جیب پر صرف ایک ڈریس کا بار ہی کافی ہے۔"

"تم جیب کی بات چھوڑو...... ڈریس دیکھو پسند ہے۔"

"کہا نا ہے...... لیکن خریدوں گی نہیں......"

"میں خریدوں گا......"

"ہائے نہیں......"

"کیوں نہیں......"

"نہیں نہیں...... تم ایسی......"

"بس......"

ہارون نے سیل مین کو بلایا اور پنک ڈریس بھی نکالنے کو کہا۔ ملیحہ نے کچھ کہنا چاہا! ہارون نے گھور کر دیکھا تو وہ چپ ہو گئی۔ ہاں اس خوبصورت ڈریس کو پانے کی خوشی اس آنکھوں کی چمک سے عیاں تھی۔

دونوں ڈریس پیک ہو گئے۔ تو ملیحہ اور ہارون کاؤنٹر کی جانب بڑھے...... تاکہ قیمت ادا کر کے ڈریس لے لیں......

ملیحہ کے پیسے نکالنے سے پہلے ہی ہارون نے بل لے لیا اور دونوں ڈریسز کی ادائیگی دی۔

"یہ کیا؟" وہ بولی۔

"خاموش" ہارون نے ہنس کر اسے کچھ بولنے سے منع کیا وہ دونوں لفافے اٹھا شوروم سے باہر نکل آیا۔ ملیحہ بھی چلی آئی......

"بری بات ہے ہارون" ملیحہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟"

"تمہیں ایک ڈریس بھی نہیں لینا چاہئے تھا۔ تم نے دونوں کے پیسے دے دیئے ایک کے تو مجھے دینا تھے نا......"

"میں تمہیں تحفہ پیش کر رہا ہوں"

"نہیں بھئی......"

"پسند نہیں......"

"کیا"

"تحفہ......"

"ہائے ہارون...... کیسی باتیں کرتے ہو...... تحفہ اور وہ بھی تمہارا...... پسند نہیں ہو گا مجھے......"

"پھر ایسی تکلف کی باتیں کیوں کرتی ہو...... جب جانتی ہو۔ کہ میں اور تم...... الگ نہیں......"

"لاجواب کر دیتے ہو" وہ توصیفی نظروں سے ہارون کو دیکھتے ہوئے بولی۔

ہارون اپنی سیٹ پر آ بیٹھا...... ملیحہ نے دونوں لفافے پچھلی سیٹ پر رکھ دیئے۔

"اب؟" وہ بولی۔

"اب یہ کہ یہ دونوں ڈریس پہن کر مجھے دکھاؤ گی۔"

"ایک تو پارٹی میں پہننے کا ہے کالے والا......"

"وہ بھی پارٹی سے پہلے پہنو گی۔"

"ہائے وہ ڈریس......"

"جی ہاں......"

"پارٹی والا......"

"پارٹی میں دے دوں گا...... وہ پارٹی کب ہے۔"

"جمعہ کو......"

"ٹھیک ہے کل رات میں تمہیں ڈنر پر لے جاؤں گا......"

"کہاں"

"جہاں کہو گی"

"میری پسند کے ہوٹل جانتے ہو......"

"جہاں چاہوں گی...... سن ویو۔ پرل' ہولی ڈے ان...... جہاں بھی چاہو گی۔"

"واہ وا...... عیش ہو گئی۔"

"بالکل......"

"چلیں اس خوشی میں آج بھی کھانا باہر ہی کھاتے ہیں...... میری طرف سے دعوت پرل چلتے ہیں۔"

ہارون نے چند لمحے سوچا پھر بولا "کل ہی چلیں گے...... آج گھر چلتے ہیں تمہیں بھی ڈراپ کرنا ہے...... پھر میں ذرا دفتر بھی جاؤں گا......"

"کھانا کھا کے چلے جایئے نا......"

"رہنے ہی دو...... امی کو فون کرنا پڑے گا......"

وہ آنکھیں نچاتے ہوئے مسکرائی "اور جھوٹ بھی بولنا پڑے گا کہ دوستوں کے ساتھ کھانا کھانے جا رہا ہوں......"

"بالکل......"

"امی سے بہت ڈرتے ہو......"

"ڈرتا نہیں...... احترام ضرور کرتا ہوں۔ وہ میرے لئے کھانے پر منتظر رہتی ہیں۔ لئے انہیں بتانا پڑتا ہے......"

"ہارون

"ہوں"

"یہ جو تم اتنے پیسے خرچ کرتے ہو...... امی کو بتا دیتے ہو......"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے ہارون زیر لب مسکرایا۔ پھر پیار سے ملیحہ کو دیکھتے ہوئے بو

"میرا جی کیا کچھ کرنے کو کرتا ہے تمہیں اس کا اندازہ نہیں ملی...... میں نے کاروبار میں م تمہاری وجہ سے دلچسپی لینا شروع کی ہے۔ میں اسے اتنا بڑھانا پھیلانا چاہتا ہوں۔ کہ تما اونچی اونچی اڑانوں کے لئے قوت مہیا کر سکوں...... یہ پیسے...... مت پوچھو...... کہ تمہار لئے میں آسمان کے تارے بھی توڑ لاؤں۔ تو بڑی بات نہ سمجھوں گا"

"تم کتنے اچھے ہو" ملیحہ نے اپنا سر اس کے کندھے سے لگا دیا۔

"ہیلو"

"بیگم صاحبہ ہیں جی"

"کون؟"

"غلام سرور بول رہا ہوں اسلام و علیکم......"

"وعلیکم کہئے سرور صاحب کیسے ہیں۔"

"شکر ہے اللہ کا...... آپ ٹھیک ہیں نا"

"بالکل اللہ کا فضل ہے"

"وہ جی ہارون صاحب گھر پہ تو نہیں"

"نہیں......"

"پتہ نہیں کہاں گئے ہیں......"

"بتا کر نہیں گیا...... کوئی ضروری کام ہے؟"

"جی ضروری ہی تھا...... مڈل ایسٹ سے ایک ایجنٹ آیا ہوا تھا...... وہ ملنا چاہتا تھا"

"کسی دوست کی طرف گیا ہو گا......"

"کوئی صاحب کے ہاں بھی نہیں...... افضال اور تسنیم صاحب سے بھی پوچھا ہے۔"

"ضروری تھا ملنا......"

"جی ضروری تھا...... آ جاتے تو اچھا تھا...... ویسے میں نے خود تو بات کر لی ہے۔ کل ہارون صاحب سے ملنے کا بھی کہہ دیا ہے۔"...... "ہوں...... غلام سرور صاحب"

"جی"

"ہارون سے کہا کریں کہ جب بھی کہیں جائے آپ کو بتا کر جایا کرے۔"

"وہ تو روز ہی جاتے ہیں جی...... اب میں کیا کہوں"

"روز کہاں جاتا ہے"

"پتہ نہیں جی...... کچھ دوست ہیں...... ان سے ملنے تقریباً روزانہ پانچ بجے
ہیں...... کبھی سات آٹھ بجے تک لوٹ آتے ہیں۔ کبھی آتے ہی نہیں......"

"ہاں جس دن ان کے ساتھ کھانا کھانا ہوتا ہے۔ گھر بھی رات دیر ہی سے آتا
فون کر دیتا ہے مجھے......"

"بیگم صاحب جی"

"جی"

"ایک بات کہنا چاہتا ہوں......"

"کہئے......"

"ہارون صاحب......"

"ہاں ہاں......"

"ہارون صاحب آج کل ان دوستوں پر کافی پیسے خرچ کر رہے ہیں......"

"جی؟؟"

"ہاں جی...... پہلے تو مہینہ بھر جیب خرچ ختم نہیں ہوتا تھا...... اب...... ہر تیسرے
چوتھے دن اتنے پیسے لیتے ہیں......"

بیگم سعیدہ چند لمحے کو چپ ہو گئیں۔ غلام سرور نے "ہیلو ہیلو" کہا اور پھر بولا "معاف
کیجئے گا بیگم صاحب......"

"نہیں نہیں...... آپ نے اچھا کیا جو بتا دیا...... دوستی بری بات نہیں...... لیکن اس
طرح وقت اور پیسہ......"

"وہ جی" غلام سرور جلدی سے بولا "وقت تو خیر کافی دے رہے ہیں۔ کاروبار میں دلچسپی
بھی اب بڑھ رہی ہے۔ اتفاق ہے جو آج ہی ایجنٹ اس وقت آیا۔ ورنہ ان کی اتنی ضرورت
نہیں ہوتی اس وقت دفتر میں۔ ہاں پیسوں کے متعلق مجھے بھی کچھ تشویش ہوئی تھی۔ اس لئے
آپ کے نوٹس میں لایا ہوں...... ابھی کمپنی اتنے اسراف کی متحمل نہیں ہو سکتی
صاحبہ......" تنکا تنکا اکٹھا کرنے والی پوزیشن ہے ابھی"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں...... میں ہارون سے پوچھوں گی"

"بیگم صاحبہ...... وہ بات یہ ہے...... کہ...... آپ میرا نام......"

"یقین کر لیں" "غلام سرور صاحب...... میں اتنی ناسمجھ نہیں ہوں۔ مجھے بھی پتہ ہے
ماشاء اللہ جوان ہو گیا ہے...... کسی حد تک خود مختار بھی...... طریقے ہی سے
اور پیار سے ہی سمجھاؤں گی...... لگتا ہے کچھ اٹھائی گیرے سے دوستوں کے ہتھے
ہے آج کل...... ہر تیسرے چوتھے دن تو کھانا باہر ہوتا ہے...... مجھے لگتا ہے سارا
دن ہی کرتا ہو گا......"

"جی شاید......"

"بہرحال شکریہ...... مجھے خوشی ہوئی ہے کہ آپ اپنی ذمہ داری پوری ایمانداری سے
ہیں...... اور ہارون پر پوری سچائی سے نظر رکھتے ہیں......"

"میرا فرض ہے جی...... آپ لوگوں کا نمک کھایا ہے...... احتشام مرحوم کے احسانات
نہیں سکتا......"

"مہربانی...... کام کیسے جا رہا ہے......"

"جاپان اور جرمنی کی دونوں پارٹیوں سے خط و کتابت چل رہی ہے۔ بڑے آرڈر زمل
تو دنوں میں کمپنی کہاں سے کہاں جا سکتی ہے...... بہرحال لگے ہوئے ہیں ہارون
بھی اب تو خوب دلچسپی لینے گئے ہیں......"

"لوکل سپلائی......؟"

"وہ تو ٹھیک ٹھاک ہو رہی ہے کراچی سے دو تین آرڈر ملے ہیں خاصے منافع بخش
......"

"آپ کی رہنمائی اور سرپرستی ہارون کے لئے ضروری ہے غلام سرور صاحب"

"بندہ حاضر ہے بیگم صاحبہ...... آپ فکر نہ کریں......"

"شکریہ"

"اچھا جی...... خدا حافظ...... ہاں بیگم صاحبہ یہ پیسے کے متعلق ہارون صاحب سے
مگر تو پلیز میرا نام نہ لیجئے گا......"

"فکر نہ کریں سرور صاحب۔ میں اسے صرف سمجھاؤں گی......"

"ہاں جی...... ہاں جی...... ذرا نرمی سے...... کہیں وہ......"

"میں سمجھتی ہوں غلام سرور صاحب...... اتنے جتنوں سے تو اسے برسر[روزگار کیا] ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ اب کام میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ ورنہ آپ بھی تو جانتے [ہیں] کے دماغ پر نوکری کا ہی بھوت چھایا ہوا تھا......"

"ہاں جی...... جانتا ہوں......"

"اچھا جی...... خدا حافظ"

"خدا حافظ"

"فون رکھ کر بیگم سعیدہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ کسی ڈرامے کی [قسط] جاری تھی...... ساری قسطیں انہوں نے دلچسپی سے دیکھی تھیں...... اس قسط میں ایک نیا موڑ لیا تھا۔ دلچسپی بڑھ گئی تھی...... رحمتے بھی یہ ڈرامہ دیکھ رہی تھی...... سے ذرا پرے ہٹ کر قالین پر بیٹھی تھی......

"بیگم صاحب جی" رحمتے نے بیگم سعیدہ کی طرف دیکھا جو فون رکھ کر اب [پھر] طرف دیکھ رہی تھیں۔ "وہ جو لڑکی ہے نا...... صائمہ......"

وہ کہانی کا وہ حصہ بیگم سعیدہ کو سنانا چاہ رہی تھی...... جو فون کرتے گزر چکا تھا۔

لیکن

بیگم سعیدہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا "تم ڈرامہ دیکھو......"

"رحمتے چپ ہو گئی...... اور انہماک سے ڈرامہ دیکھنے لگی...... ساتھ ساتھ [...] بھی چھیل رہی تھی...... لیکن ڈرامہ اتنا مزے کا ہو گیا تھا...... کہ لہسن اور ٹوکری ایک طرف کر دیئے تھے...... اور پوری توجہ ٹی وی کی طرف مبذول کر دی تھی......

توجہ بیگم سعیدہ کی بھی ڈرامے کی طرف تھی۔

لیکن

یہ ڈرامہ صرف آنکھیں دیکھ رہی تھیں...... ان کے دماغ میں غلام سرور [...] گونج رہی تھیں...... ہارون کے دفتر سے مسلسل غیر حاضریاں...... تیسرے چوتھے [...] لینا۔ اور پھر ہوٹلوں میں کھانا کھانا...... سوچ کے کئی پہلو نکلتے تھے۔ ہارون کے دوستوں [...] جتھ ہی آیا ہوا تھا...... جو ہر تیسرے چوتھے دن وہ رات کا کھانا ان کے ساتھ باہر کھا[تے]

[...] نے کھانا باہر کھانا ہوتا تھا۔ امی کو فون کر دیا کرتا تھا۔ اب تک تو بیگم سعیدہ نے [ا]س کو نوٹس نہیں لیا تھا...... جوان لڑکا تھا۔ دوستوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کچھ معیوب نہ [تھا]

لیکن

یہ پیسوں والا معاملہ تشویش لئے ہوئے تھا...... اس سے تو یہی مطلب نکلتا تھا۔ کہ وہ دوستوں پر ہی پیسہ خرچ کر رہا ہے۔ یہ روز روز کے کھانے گھومنا پھرنا۔ سارا خرچہ اسی کی جیب سے ہو رہا تھا......

بیگم سعیدہ اس کے دوستوں کے بارے میں نہیں جانتی تھیں...... اس کے پرانے دوستوں سے تو وہ آگاہ تھیں...... نومی افضال تسنیم اور دو ایک کالج کے زمانے کے دوست تھے۔ ان لڑکوں کے والدین سے بھی وہ ملتی رہتی تھیں۔ یہ بے ضرر قسم کے دوست تھے۔ کوئی بری عادت ان میں نہ تھی...... صرف افضال سگریٹ پیتا تھا۔ باقی تو سگریٹ تک کو بھی ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ ان کی سرگرمیاں بھی محدود تھیں۔ اکثر ایک دوسرے کے گھر چلے جاتے تھے...... کبھی کبھی مل کر پکنک کا پروگرام بنا لیتے تھے۔ کرکٹ سب کا پسندیدہ کھیل تھا۔ جب بھی جہاں بھی میچ ہوتے یہ اکٹھے دیکھنے جاتے۔ کبھی کسی سینما میں اچھی انگریزی فلم لگتی تب بھی سب اکٹھے ہی جاتے...... ہارون اور ان سب لڑکوں کی بہت سی عادتیں ملتی جلتی تھیں...... اس لئے ان کے ملنے پر بیگم سعیدہ کبھی معترض نہ ہوتی تھیں۔

لیکن

یہ نئے دوست

جو تیسرے چوتھے دن رات کا کھانا کہیں نہ کہیں باہر ہی کھاتے تھے۔ جو گھومنے پھرنے کے لئے ہارون کو ساتھ لے جاتے تھے......

یہ کون تھے؟

کہاں سے آئے تھے؟

اور

فطرتاً" کیسے تھے؟

بیگم سعیدہ ان کے متعلق جاننے میں حق بجانب تھیں۔ ان کی سوچیں اس وقت بھی

انہی کے متعلق گھوم رہی تھیں...... وہ ہارون سے ان کے متعلق پوچھنا اور جاننا چاہتی تھیں...... کہیں یہ ایسے دوست نہ ہوں جو اسے راستے سے بھٹکا دیں...... کن مشکلوں سے انہوں نے اسے بزنس کے راستے پر ڈالا تھا......

ڈرامہ ختم ہو گیا تھا...... اب کوئی اور پروگرام آ رہا تھا۔ رحمتے بڑے خوش تھے ڈرامے کا نیا موڑ اسے بہت اچھا لگا تھا...... وہ اس پر روانی سے تبصرہ کر رہی تھی۔ سعیدہ کو بتا رہی تھی...... کہ فون کی گھنٹی بجی۔

بیگم سعیدہ نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا۔

"ہیلو......"

"امی...... میں ہارون بول رہا ہوں"

"کہاں سے"

"ہولی ڈے ان سے"

"آج پھر کھانا باہر کھانا ہے"

"جی...... آپ کو یہی بتانا تھا۔ کھانے پر میرا انتظار نہ کیجئے گا......"

"کب تک آؤ گے"

"کھانا کھانے کے بعد ہی امی......"

"اچھا......"

"او کے...... خدا حافظ"

"خدا حافظ"

"بیگم سعیدہ نے فون رکھ دیا......

"ہارون صاحب کھانا نہیں کھائیں گے" رحمتے نے اٹھتے ہوئے کہا "پھر باہر کھائیں گے"

"ہاں" وہ بے دلی سے بولیں۔

"آئے ہائے آج تو ان کا پسندیدہ چکن بنایا تھا آپ نے......"

"کل کھا لے گا"

"دوست آئے ہوئے ہیں نا ان کے"

"ہاں...... انہیں کے ساتھ کھائے گا"

رحمتے ٹوکری اٹھائے کچن میں چلی گئی......

بیگم سعیدہ نے سر کرسی کی پشت پر ڈال کر آنکھیں بند کر لیں۔

"ہولی ڈے ان" ان کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ پچھلے ہفتے اس نے پرل سے فون کیا ...دو دن بعد سن ویو میں کھانا کھایا تھا...... اتنے بڑے بڑے اور مہنگے ہوٹلوں میں روز روز ...کھانے کی عیاشی!!

کیا سارا خرچہ ہارون ہی کر رہا تھا......؟

یہ کس قسم کے دوست تھے...... آج تک تو ان کا ذکر نہ سنا تھا۔ اب یہ کہاں سے آ گئے ...کہیں یہ دوستی ہارون کو کسی غلط راہ پر تو نہیں لے جا رہی؟

وہ سوچوں میں الجھتی گئیں...... کئی خیال ذہن میں آئے جنہوں نے انہیں خاصہ پریشان بھی کر دیا...... ایک سوچ یہ بھی ابھری کہ ہارون کہیں لڑکیوں کے چکر میں نہیں پڑ ...جوان آدمی تھا...... شادی کی عمر تھی...... لیکن کچھ اس کی پڑھائی اور کچھ حالات کے ...اس کی ابھی تک منگنی نہ ہوئی تھی...... کوئی زنجیر پاؤں میں نہ پڑی تھی۔ ایسی صورت میں ...ادھر ادھر چاہیں اٹھ سکتے ہیں......؟

وہ سوچتی رہیں سوچتی گئیں......

لیکن

کوئی سوچ ایسی نہ تھی...... جس کا توڑ ان کے دماغ نے پیش نہ کیا ہو۔ ہارون ان کا بیٹا ...اور ایک ماں سے زیادہ اپنے بیٹے کو اور کون جان سکتا ہے۔ بیٹا بھی ایسا جن کے ساتھ ان کا ...نہ صرف ماں ہی کا نہیں دوست کا بھی تھا...... اس نے آج تک اپنی کوئی بات ان سے چھپائی نہ تھی......

"لڑکیوں کا کوئی چکر نہیں ہو سکتا" انہوں نے سر جھٹک دیا "کوئی لڑکی اگر اس کی زندگی ...آ گئی...... تو وہ ضرور انہیں اعتماد میں لیتا...... ایسی تو کبھی ان دونوں میں بات ہوئی نہ ...تھی

خیر

دیکھا جائے گا۔ لڑکی کا معاملہ ہوا تو وہ ضرور انہیں بتا دے گا۔

اور جو دوستوں کی بات ہوئی؟

اور

دوست بھی ایسے جو اسے سیدھی راہ سے بھٹکانے والے ہوئے

تو؟

تو!

وہ اس خیال سے خود ہی گھبرا گئیں...... بری صحبت اچھے اچھوں کو لے ڈوبتی ہے کہیں ان کا بیٹا ان کا ہارون بھٹک گیا...... تو وہ کیا کریں گی......

"انہوں نے ہارون سے اس بارے میں کھل کر بات کرنے کا تہیہ کر لیا...... وا اپنے بیٹے کو بھٹکتے نہیں دیکھ سکتیں...... انہوں نے سوچ لیا کہ وہ موقع محل دیکھ کر اس سے بات کریں گی۔

رات وہ دیر سے لوٹا...... ماں کو سلام کر کے خیر و عافیت پوچھی اور معمول کی طرح او چلا گیا۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا...... کوئی غیر معمولی بات بیگم سعیدہ نے محسوس نہ کی۔ ان کے دل کو گویا تسلی ہوئی......

صبح بھی ماں بیٹے نے اکٹھے ناشتہ کیا...... روز کی سی باتیں ہوئیں...... امی نے کاروبار کے متعلق بھی پوچھا...... ہارون کا جواب ہمت افزا تھا...... اس دن بیگم سعیدہ نے کوئی پوچھ گچھ نہ کی بلکہ انہیں اپنی سوچوں اور الجھنوں پر غصہ بھی آیا۔ ان کا بیٹا ہیرا تھا اور ہیرے کی چمک دمک ماند نہیں پڑتی...... اس بات کی انہیں تسلی ہو گئی تھی۔

اس رات ہارون گھر جلدی آ گیا کھانا امی کے ساتھ ہی کھایا۔

کھانے کے دوران بیگم سعیدہ نے پوچھا "تمہارے دوست چلے گئے؟"

"کون سے دوست؟" وہ چکن پیس اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولا۔

"جن کے ساتھ آئے دن ہوٹلوں میں کھانا کھانے لگے ہو......" امی نے اس کی طرف دیکھا۔

"اوہ" ہارون کی آنکھوں میں چمک بھر گئی۔ چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ پھیل گئی...... کچھ کتراتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا اور بولا "جائیں گے کہاں...... یہیں ہیں......"

...کون؟"

...ت ہیں"

...ے لوگ ہیں"

...ن اچھے بے حد اچھے"

...ے بھی ملاؤ نا...... گھر بلاؤ کسی دن......"

...ں......" وہ مسکرایا "ملاؤں گا امی ضرور ملاؤں گا...... آپ...... اتنی خوش ہوں گی

...ک بس......"

"ٹھیک ہے بلا لو کسی دن کھانے پر"

"پوچھوں گا...... پھر بتاؤں گا...... آپ فکر نہ کریں امی...... آپ......" وہ مسکرائے

اس وقت وہ بیگم سعیدہ کو انتہائی معصوم اور سادہ سا بچہ لگ رہا تھا۔

اس دن موسم ایک دم ہی خوشگوار ہو گیا تھا۔ آسمان پر اودے اودے نیلے اور
بادل چھا رہے تھے...... دور کہیں بارش بھی ہوئی تھی۔ جو ہواؤں کے دوش پر تی
تھی...... کبھی ہوائیں تیز چلنے لگتیں کبھی دھیمی دھیمی چھیڑ چھاڑ کے انداز میں
پھرتیں...... گرمی کی تپش سے سوکھی زمین پر سے مٹی غبار بھی اڑ رہا تھا۔ پھر بھی مو
ہو گیا تھا...... بادلوں کے جھومنے اور گرجنے کا انداز بتا رہا تھا۔ کہ کھل کر یہاں بھی
گے...... کئی دنوں کی تپتی اور جھلستی فضا ہواؤں کے چلنے سے آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو
تھی...... اور جب سورج کی حدت بادلوں نے سینہ فرش خاکی کو جلانے سے روکا اور
خود بھی گوشہ مغرب میں منہ چھپانے لگا۔ اس کا اور دم خم ٹوٹنے لگا...... تو ماحول اور فضا
ہی بھیگے بھیگے اور سہانے محسوس ہونے لگے......

ابھی شام اتری تو نہیں تھی...... لیکن بادلوں نے آفتاب کو جیسے نقاب پہنا دیے
اس لئے یوں ہی لگتا تھا۔ کہ شام ہو گئی ہے۔ جب بھی سورج کسی رخ سے جھانک سکتا
کی اوٹ سے روشنی کی کرن شام کو ڈھلتی سہ پہر بنا دیتی......

ہارون اور ملیحہ اونچی نیچی پہاڑیوں کے دامن میں سبزہ زار میں ٹہل رہے تھے۔ ہا
نے ملیحہ سے اس کی فیملی اور ذاتی زندگی کے بارے میں آج جاننے کے لئے باتوں باتوں
درمیان پوچھ لیا تھا...... ملیحہ پہلے تو کچھ بتانے سے کترائی تھی...... پھر اصرار اتنا بڑھا تھا
کہ اس نے مختصراً "اپنے بارے میں بتا دیا تھا......

"میں سارے رشتے ناطے توڑ کر ایک نئی زندگی کا آغاز کر چکی ہوں" وہ ایک بڑے
پتھر پر بیٹھتے ہوئے گھاس کا تنکا اکھاڑتے ہوئے بولی۔

"تم نے گھر والوں سے کوئی رابطہ نہیں رکھا......" ہارون اس کی روئیداد سن کر

بولا
"صرف کبھی کبھار خط لکھنے کی حد تک......"

"خط امی کو لکھتی ہو......"

"برائے نام امی کو...... ورنہ میں نے اسے کبھی ماں سمجھا ہے نہ جانا ہے۔ نہ ہی اس کا
بھی میرے ساتھ ماؤں جیسا رہا ہے...... میرے ماں باپ دونوں ہی اس دنیا سے کوچ کر
چکے ہیں......"

"تمہارے اتنے اچھے خاندان میں ایسی عورت......"

"پتہ نہیں" اس نے کندھے اچکائے "بابا نے کیسے اس کے ساتھ اتنے سال گزارے
بتا ہوئی تھی یہ میری ماں نہیں۔

"تمہارے بابا کب فوت ہوئے"

"سات سال ہو گئے......"

"کوئی بہن بھائی ہے......"

"اوہ ہارون...... کیوں پوچھتے ہو...... ہیں بھی تو کیا ہوا۔ جو نہیں بھی ہیں تو کیا فرق
پڑے گا تمہیں تمہیں میری بیک گراؤنڈ کے متعلق اتنا تجسس کیوں ہے؟"

"ایسے ہی......"

"جاننا چاہتے ہو کہ میں کس اور کیسے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں......"

وہ صرف مسکرایا

ملیحہ سنجیدگی سے بولی "میں تمہیں اس سلسلے میں پہلے بھی بتا چکی ہوں...... میں کسی
ایرے غیرے خاندان کی نہیں ہوں...... تسلی رکھو۔

"اوہو......" وہ جلدی سے بولا "میں نے یہ تو نہیں کہا"

"پھر کریدتے کیوں ہو......"

"ایسے ہی بات کی تھی......"

"ہارون میں جو ہوں جیسی ہوں تمہار سامنے ہوں...... اچھی ہوں بری ہوں تم جان
گئے ہو میں نے گھر کیوں چھوڑا...... نوکری کیوں کر رہی ہوں...... پچھلوں سے تعلق ناطہ کیوں
توڑ رہی ہوں...... بس میری مرضی...... میں اپنی دنیا خود بسانا چاہتی ہوں...... ایسی دنیا جس

کے خواب برسوں سے میری آنکھوں میں بسے ہیں...... جو وہاں رہ کر پورے ہوں گے
تھے......" ملیحہ نے آنکھیں بند کر لیں......

ہارون نے نظر بھر کر اسے دیکھا...... اس کے خواب کیسے تھے یہ جاننے کی خواہش محسوس کی...... انگلی سے اس کی تھوڑی کو چھوا۔ اس نے خوابوں بھری آنکھیں کر خمار آلود نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیوں؟" اس نے اشارے سے ہی پوچھا۔

"ملیحہ" وہ اس کے قریب پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہوں"

"تمہاری آنکھوں میں کیسے خواب بسے ہیں؟"

وہ مسکرائی ادائے دلفریبی سے کندھے اچکائے اور اس کی طرف نگاہ نیم باز سے ہوئے بولی "خواب میرے اپنے ہیں...... اور میں ہی انہیں پورا کرنے کی جدوجہد کروں گی"

ہارون جلدی سے بولا "میں بھی تو تمہارا ہوں"

وہ خوشگوار انداز میں مسکرائی پھر محبت کی ضوپاشیاں نظروں سے اس پر بکھیرتے ہوئے بولی "تم بھی ان خوابوں کا ایک حصہ ہو"

"اوہ ملیحہ" وہ کچھ بے صبرا اور جذباتی ہو گیا۔ بازو اس کی کمر کی طرف بڑھایا۔ کہ ا کھینچ کر اپنے سینے سے لگائے۔

لیکن

اس نے ہنستے ہوئے مکہ ہوا میں لہرایا۔ اور شوخی سے بولی "میں جوڈو کراٹے کی ما ہوں"

"اوہ...... خدایا" ہارون نے دانت پیس کر غصے سے اسے دیکھا۔

تو

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی......"

"بہت چالاک ہو" وہ جھلایا

"مجھ جیسی لڑکی کو ہونا بھی چاہئے جو دنیا میں تن تنہا اپنا مقام بنانے کو نکلی ہے۔"

"واہ وا......"

"مذاق تھوڑا ہی ہے...... میں سنجیدہ ہوں اور اس معاملے میں......"

"اپنا مقام آپ بنانے میں......"

ہارون چند لمحے مسکراتا رہا...... پھر گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا "اس مقام کے بارے جان سکتا ہوں۔"

"جوابا" وہ بھی مسکرائی......

"ہاں ہاں...... بتاؤ نا...... کچھ ہم بھی اپنے آپ کو ٹٹولیں...... کہیں وہ مقام ہماری پہنچ سے باہر تو نہیں......" ہارون نے بھنوئیں اچکا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ مسکرا دی۔ پھر شوخی سے بولی "اک شہزادی کو حاصل کرنے کے لئے جان جوکھوں میں ڈالنا پڑتی ہے شہزادے صاحب......"

"وہ تو ڈال ہی چکا ہوں...... امی سے ہر دوسرے تیسرے دن جھوٹ بولتا ہوں...... کاروبار میں پوری دلچسپی لینا شروع کر دی ہے۔ اسے بڑھانا چاہتا ہوں پھیلانا چاہتا ہوں......"

وہ ہنستے ہوئے اس کی بات کاٹ کر بولی "تاکہ میرے لئے بے انتہا دولت کما سکو"

"شاید لاشعور طور پر میری یہی سوچ ہو۔

"اے مسٹر لاشعوری نہیں شعوری طور پر یہ کوشش ہونا چاہئے۔ میں خیالی دنیا میں رہنے والی لڑکی نہیں ہوں...... نہ ہی بے جان خواہشوں کے بل بوتے پر زندہ رہنے والی ہوں۔ عملی ہوں...... صرف باتوں پر نہیں عمل پر یقین رکھتی ہوں۔

"پھر تو تمہارے...... ارادے خطرناک حد تک بلند ہیں۔"

"بلند بھی اور مضبوط بھی"

"یعنی...... یعنی......"

"یعنی یہ کہ مجھے ہر آسائش پر تکلف اور جدتوں سے بھرپور زندگی گزارنے کی تمنا ہے جس کے لئے جدوجہد کر رہی ہوں......"

ہارون چپ رہا...... وہ باتیں کرتی رہی...... جو وہ کچھ چاہتی تھی...... اس نے بتا کر خوشگوار زندگی کا جو تصور تھا اس نے ہارون کے سامنے رکھ دیا......

ہارون کافی دیر چپ رہنے کے بعد بولا "ملیحہ...... تم خوابوں کی باتیں کر رہی ہو......

حقیقت اور سچائی اس سے مختلف ہوتے ہیں...... ہم لوگ متوسط طبقے سے تعلق
ہیں...... اس معیار تک پہنچنے کیلئے......"

وہ اس کی بات کاٹ کر بولی "ہمت ہو تو پہنچنا مشکل نہیں ہو گا......"

"لیکن خوشی اور خوشگوار زندگی اس معیار پر ہی نہیں ملتی...... یہ تو انمول چیز ہے
کی قید نہیں...... ویسے بھی مل جاتی ہے۔ کیا تم خوشی کی متمنی نہیں ہو......"

"کیوں نہیں ہوں......"

"پھر اس اونچے معیار ہی کو کیوں مقصد حیات بنایا جائے۔"

"یہ میری اندر کی خواہش ہے۔ ہارون میں وہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتی ہوں
میرے بابا اور میری ماں کے پاس تھا...... اور جسے لوگوں نے بوگس رشتہ داروں نے اور
نام نہاد امی نے رہنے نہیں دیا......"

"کیا تمہارے بابا بہت امیر کبیر آدمی تھے۔

"یقیناً تھے...... ان کے پاس بے شمار پیسہ تھا۔ جائیداد تھی۔ وہ بورژوائی طبقے سے تعلق
رکھتے تھے......"

ہارون کچھ چپ ہو گیا...... ملیحہ بھی سوچوں میں ڈوبی رہی۔

کافی وقت گزر گیا...... پھر......

"اے" ملیحہ نے ہنس کر اسے بلایا۔

"ہوں"

"چپ کیوں ہو گئے"

"ڈر گیا ہوں"

"کس بات سے"

"اپنے حالات اور تمہارے خیالات سے"

وہ ادائے دلربائی سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ہارون نہیں ہنسا۔

"بس؟" وہ اس کی طرف شوخی سے دیکھتے ہوئے بولی "تم تو میری خاطر آسمان کے
تارے توڑ لانا چاہتے ہو......"

"چاہتا تو ہوں"

"پھر میری باتیں سن کر منہ کیوں لٹکا لیا......"

"اور تمہارے لئے اتنا کچھ نہ کر سکوں جتنا تم چاہتی ہو...... تو......"

"تو......"

"ہاں...... تو......"

"تو...... تو...... تو...... تو" وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی۔

"ہاں...... ہاں...... تو......" وہ بولا

وہ اٹھی اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر شوخی سے بولی "تو...... کیا تم سمجھتے ہو۔ میں
چھوڑ دوں گی۔

"وہم تو یہی آ رہا ہے"

"پھر تم بہت......"

"کیا......"

"یا تو بھولے ہو یا......" وہ رکی ہنسی اور بولی "یا بیوقوف"

"ملیحہ......"

"ہاں ہارون...... میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تم سے کچھ نہیں چھپایا۔ دل کی بات کہہ
دی...... اب خواہش پوری ہو یا نہ ہو...... لیکن اس کے ہونے سے انکار نہیں کرتی...... کہ
جھوٹ ہو گا۔"

"ہوں"

"ناراض ہو گئے"

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا "تم سے ناراض ہو کر جاؤں گا کہاں...... میری
زندگی پر تم اس طرح چھا چکی ہو...... کہ زندگی تمہارے بغیر کچھ بھی نہیں......"

"او...... سویٹ ہارٹ......"

"میری زندگی"

دونوں کچھ جذباتی ہو گئے...... اب کے ہارون نے اپنی بانہوں کو اس کے گلے کا ہار
بنایا۔ تو وہ معترض نہیں ہوئی...... لیکن چند لمحے ہی یہ کیفیت رہی۔ پھر وہ اس کی بانہیں گلے
سے نکالتے ہوئے بولی

"اوہ...... ہم نے تو تصویریں لینے جانا تھا۔"

"مجھے یاد ہے"

"تو چلیں...... اب تو شام اتر آئی۔ بادلوں کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی گہری ہو گئی ہے۔"

"ہاں چلتے ہیں۔"

"دونوں ساتھ ساتھ چلتے اونچی نیچی غیر ہموار گھاس پر قدم رکھتے ہوئے گاڑی کی طرف آ گئے۔ گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلے ہارون نے مسکرا کر ملیحہ سے کہا "یہ پرانی گاڑی تو تم کو کھٹیچر سی لگتی ہوگی...... یہ بھی نئی خریدنا پڑے گی......"

"بالکل" وہ ہنسی...... "نئے ماڈل کی چم چم کرتی گاڑی کی گریس ہی اور ہوتی ہے۔"

ہارون نے سر ہلایا اور پھر گاڑی چلا دی...... دونوں فوٹو گرافر کے پاس جا رہے تھے مختلف جگہوں اور مختلف موقعوں پر ملیحہ کی لی ہوئی تصویریں ہارون نے بنانے کے لئے دی ہوئی تھیں......

"کیوں نہ ایک تصویر سٹوڈیو سے بھی اتروالی جائے۔" ہارون نے ملیحہ کی طرف دیکھا۔

"ابھی"

"ہاں"

"ہائے نہیں...... اس لباس میں...... اور صبح سے نہ منہ ہاتھ دھویا ہے نہ بال بنائے ہیں۔"

"تم ایسے بھی بہت اچھی لگ رہی ہو...... بالوں میں برش کر لو...... اور بس......"

"کپڑے؟"

"بہت اچھے ہیں"

"ٹھیک ہے"

ملیحہ نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی ہینڈ بیگ کھولا...... اس میں برش لپ اسٹک اور پرفیوم موجود تھا۔ وہ چاہتی تو تھی کہ سٹوڈیو میں تصویر بنوائے۔ لیکن اس کے لئے تیاری کر کے کل یا پرسوں اتروانا چاہتی تھی...... ہارون مصر ہوا تو وہ رضامند ہو گئی...... بال سنوارے لپ اسٹک لگائی...... پنسل سے آنکھوں کو ہلکا سا ٹچ دیا...... حسن کو کسی آرائش اور زیبائش کی

رت ہی نہیں ہوتی۔ ذرا سے میک اپ ہی سے وہ قاتلانہ حد تک حسین نظر آنے لگی۔ ہارون جو اس کے خیالات سن کر کسی حد تک ڈسٹرب ہوا تھا...... اب بالکل نارمل ہو گیا۔ اتنی خوبصورت دلکش اور نفیس لڑکی اس کی اپنی تھی...... اس سے بڑھ کر خوشی کی ر کونسی ہو سکتی تھی۔ اتنی حسین اور جوان لڑکی جس کا ماضی شاندار رہ چکا تھا اگر ایسی رکھتی بھی تھی...... تو کونسی بڑی بات تھی بلکہ یہ تو اس کا حق تھا......

دونوں سٹوڈیو کے اندر گئے۔

پہلی تصویریں تیار تھیں۔ دونوں وہ تصویریں دیکھنے لگے۔ ہارون کی تو دو چار ہی ...... ساری تصویریں تو ملیحہ کی تھیں...... اس کی دو تصویروں کے سوا باقی ساری یں اتنی دیدہ زیب اور جاندار تھیں کہ ہارون کا جی چاہ رہا تھا تصویروں کو چوم لے......

"یہ میں لوں گی" ملیحہ نے دو تین تصویریں الگ کر لیں...... "یہ بہت اچھی ہیں......"

"سب کی سب اچھی ہیں بلکہ بہت ہی اچھی ہیں۔ تم تو الپسرا لگ رہی ہو......"

"نوازش اتنی تعریف نہ کریں۔" وہ مسکرائی......

"تم ہو ہی تعریف کے قابل کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔"

"اچھا صاحب یہ تصویریں لے لوں"

"نہیں

"کیوں"

"تم نے کیا کرنی ہیں...... میں البم میں لگاؤں گا...... یہ ہمارا یادگار البم ہو گا ہاں چاہو تو ہاری کاپی بنوا دیتا ہوں۔"

"نہیں رہنے دیں...... البم جو بنے گا وہی کافی ہے"

ہارون نے تصویریں لفافے میں ڈال دیں۔ پھر فوٹوگرافر سے ملیحہ کی تصویر بنانے کو کہا......

جب دونوں تصویر کھنچوا کر باہر نکلے تو بہت خوش تھے۔ ہارون ملیحہ کے پوز کی تعریف کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "بہت اچھی تصویر آئے گی۔"

"آئے گی تو پتہ چلے گا"

"اگر اچھی ہوئی تو میں اس کی پینٹنگ میں بنواؤں گا...... میرا ایک دوست بہت

خوبصورت پورٹریٹ سی بناتا ہے......"

ملیحہ نے حیران ہو کر کہا "تصویر پر سے بنائے گا پورٹریٹ مجھے ماڈل بنا کر بنائے نا..."

"ہٹ" ہارون نے مسکرا کر غصیلہ لہجہ بنانا چاہا......

"کیوں"

"میں تمہیں ماڈل بنتے دیکھوں...... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا......"

وہ ہنس پڑی تو وہ بھی ہنستے ہوئے بولا "میرا بس چلے تو تمہیں سات پردوں میں چھپا رکھا کروں تاکہ کوئی غیر نظر تم پر نہ پڑ سکے۔"

"اوہے ہوئے" وہ خوشی سے بہکی۔

"ہاں...... سچ کہہ رہا ہوں...... میں چاہتا ہوں...... تمہیں صرف میں اور میں ہی دیکھا کروں۔

"برقعہ نہ پہن لیا کروں۔" وہ شوخ ہو گئی......

"جی تو چاہتا ہے...... برقعہ بہترین چیز ہے۔" وہ بھی ہنس کر بولا۔

ملیحہ شوخ ہوئی جا رہی تھی بولی "کونسی برقعہ پسند کرو گے وہ شٹل کاک یا دوسرا......" ہنستے ہوئے شوخی سے آنکھیں نچاتے ہوئے وہ اتنی دلفریب اور پرکشش لگ رہی تھی...... ہارون کو اپنے اوپر قابو رکھنا مشکل لگ رہا تھا۔

اس نے گاڑی تیز کر دی اور رخ بھٹی روڈ کی طرف موڑ دیا۔

ڈیپارٹمنٹل سٹور میں بہت رش تھا...... سیل لگی ہوئی تھی...... اس لئے خواتین طور پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں...... گرمیوں کے ملبوسات سستے داموں بک رہے تھے۔ کراکری ـٹ مل رہی تھی...... ہوزری بھی سستی تھی بچوں کی چیزیں دس فیصد کم قیمت پر دستیاب ...... آرائش اور زیبائش کی چیزوں پر بھی قیمتیں کاٹ کاٹ کر کم لکھی ہوئی تھیں...... کم ...کشش کی وجہ سے لوگ خریداری کے لئے بھاگم بھاگ آرہے تھے۔

بیگم سعیدہ بھی رحمتے کو ساتھ لے کر سٹور میں آئی ہوئی تھیں...... انہیں کچھ بیڈ ...ں چاہئیں تھیں...... نومی کی امی بڑی خوبصورت اور خاصی سستی بیڈ شیٹس یہاں سے ...کر گئی تھیں۔ ان کی خریداری دیکھ کر بیگم سعیدہ کو بھی خیال آیا تھا...... کہ گھر کی کچھ ...ری اشیاء لے ہی آئیں...... ہارون کے کمرے کے پردے بدلوانے تھے...... اس کے لئے ...کپڑا دیکھنا تھا......

وہ رحمتے کو ساتھ لئے مختلف کاؤنٹرز پر جا کر چیزیں دیکھ رہی تھیں...... کچھ ضروری اور ...غیر ضروری چیزیں خرید چکی تھیں...... خوبصورت چیزوں کی کشش بلاضرورت خریداری ...مجبور کر دیتی ہے۔

...لینے تو آئی تھیں صرف بیڈ شیٹس...... لیکن دو خوبصورت کمبل بھی خرید لئے تھے۔ ...اور رنگ دار تولئے پسند آ گئے تھے۔ ٹیبل میٹس اچھی لگی تھیں...... اور کچن کے لئے کچھ ...برتن کپڑا اور پیلر وغیرہ بھی لے لئے تھے۔

اب وہ گرمیوں کے ملبوسات دیکھ رہی تھیں...... کہ ان کی نظر سٹینڈ کے دوسری ...طرف کھڑی ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی۔ جو سٹینڈ پر لٹکے ملبوسات دیکھ رہی تھیں...... لڑکی ...اتنی پرکشش اور حسین تھی کہ بیگم سعیدہ تو اسے تکتی ہی رہ گئیں۔

لڑکی کی نگاہ بھی ان پر پڑی۔ اتنی محویت سے انہیں اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ مسکرائی
پھر ڈریس دیکھنے لگی......

"بیگم صاحب جی" رحمتے نے بیگم سعیدہ کو بلایا۔ تو وہ چونکیں اور رحمتے کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولیں "کتنی پیاری لڑکی ہے"

رحمتے نے گردن اونچی کر کے اس طرف دیکھا "واقعی...... بہت خوبصورت ہے۔ بیگم صاحب جی آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں اور رنگت کیسی سنہری...... لگتا ہے اللہ میاں نے اسے فرصت کے وقت میں بڑے چاؤ سے بنایا ہے......"

بیگم سعیدہ مسکرا دیں......

لڑکی ایک ڈریس نکال کر کاؤنٹر کی طرف جا چکی تھی...... بیگم سعیدہ اور رحمتے اب سٹینڈ پر ٹنگے کپڑوں کی بجائے سر گھما گھما کر اسے تکے جا رہی تھیں......

"ہائے جی چاہتا ہے اسے تکے ہی جاؤں" بیگم سعیدہ بولیں۔

"پتہ نہیں کون ہے......"

"جو بھی ہے...... دل میں گھر کر گئی ہے۔"

رحمتے مسکرا کر بولی...... "آپ تو اسے اور ہی نظر سے دیکھ رہی ہیں...... اپنے ہارون بیٹے کی دلہن کی نظر سے ہیں نا......؟"

"کاش میرے بیٹے کے نصیب میں ایسی ہی لڑکی ہو...... گھر سج جائے۔"

"واقعی......"

"پتہ نہیں کون ہے"

"نام پتہ پوچھوں"

"اے ہے کہیں برا نہ مان جائے...... میرے خیال میں اکیلی ہی آئی ہوئی ہے شاپنگ کے لئے"

دونوں باتیں کرتے کاؤنٹر کی طرف آ گئیں...... وہ لڑکی پیسے دے کر اپنا لفافہ اٹھا رہی تھی...... رحمتے آگے بڑھی اور پیار سے اسے دیکھتے ہوئے بولی "اے بچی"

"جی"

"تم کون ہو؟"

وہ مسکرائی اور بولی "دیکھ نہیں رہیں...... اک لڑکی ہوں"

"وہ تو ہو...... نام کیا ہے"

"کیوں نام کیوں پوچھ رہی ہیں......"

"وہ...... وہ بیگم صاحبہ......"

لڑکی نے ایک مسکراہٹ بیگم سعیدہ کی طرف اچھالی...... اور اپنا لفافہ ہاتھ میں لئے بغیر بتائے سٹور سے باہر نکل گئی......

"تم پاگل تو نہیں ہو رحمتے" بیگم سعیدہ نے کہا۔

"کیوں جی"

"جان نہ پہچان اور نام پوچھنے لگ گئیں......"

"بیگم صاحب جی نام پتہ چلتا تو جان پہچان ہوتی نا"

"چل ہٹ...... چیزیں کاؤنٹر پر لے گیا ہے سیل مین...... دیکھو تو......"

سیل مین مختلف چیزوں کے مختلف لفافے ادائیگی والے کاؤنٹر پر رکھ رہا تھا......

"اور کچھ خریدنا ہے" رحمتے نے پوچھا۔

"بس اب گھر چلتے ہیں۔"

"چینی، پتی اور گرم مصالحے بھی لانے والے ہیں۔ یہیں سے لے چلتے ہیں......"

"ٹھیک ہے چلو بیسمنٹ میں گرانسری شاپ ہے لے لیتے ہیں......"

بیگم سعیدہ کاؤنٹر پر گئیں...... گرانسری کی خریداری ابھی کرنا تھی...... اس لئے اپنی چیزیں چیک کر کے ایک طرف رکھوا دیں...... سب چیزوں کا بل اکٹھا ہی ادا کرنا تھا۔

دونوں گھماؤ دار چوڑی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئیں...... مختلف اشیاء دیوار گیر ریکس پر ترتیب سے پڑی تھیں...... درمیانی چیزوں پر بھی چیزیں رکھی تھیں...... یہاں بھی کافی مرد و خواتین خریداری میں مصروف تھے۔ کچھ بچے بھی تھے جو ماں باپ سے مچل مچل کر ٹافیاں اور بسکٹ لے کر دینے کی ضد کر رہے تھے۔

بیگم سعیدہ نے جو جو چیزیں رحمتے نے بتائی تھیں...... خرید لیں......

"اور بھی کچھ چاہئے تو یاد کر لو" انہوں نے رحمتے سے کہا "روز گاڑی نہیں مل سکتی۔"

آج بھی شکر ہے ہارون نے عارف کو گاڑی دے کر بھیج دیا۔ سارے کام کر لوں گی۔"
رحمتے کو جو کچھ یاد آیا کہتی گئی...... مہینے کا آغاز تھا۔ کچن کا سودا لینا ہی تھا۔ سوا ر
ساری سوکھی چیزیں خریدنے کو کہہ دیں......
چیزیں اٹھوا کر بیگم سعیدہ اوپر آ گئیں...... وہ آخری زینے پر تھیں...... کہ دائیں ہا
پڑے بچوں کے رنگا رنگ کھلونوں پر پڑی......
"ہا......" ان کے منہ سے نکلا......"
"کیا ہے بیگم صاحب جی......" رحمتے چیزیں اٹھائے اٹھائے ان کے برابر آ گئی۔
"یاد ہی نہ رہا تھا"
"کیا"
"شنو کے بچے کی سالگرہ ہے جمعے کو......"
"ہاں جی"
"اس کے لئے تحفہ لینا تھا"
"لے لیں نا......"
بیگم سعیدہ کھلونے دیکھنے لگیں۔ رحمتے ان کے برابر ہی کھڑی رہی۔
انہیں ایک از خود چلنے والی رنگین کار بچے کے لئے پسند آ گئی۔ اسے اٹھا کر دیکھا سا
مین نے فرش پر دوڑا کر دکھائی...... قیمت بتائی۔
"دے دو" بیگم سعیدہ نے کہا......
سیل مین نے گاڑی ڈبے میں ڈال کر انہیں پکڑا دی......
اب وہ کاؤنٹر پر آئیں...... اور ساری چیزوں کا بل بنوا کر پیسے دیئے۔ رحمتے سودا اٹھا
لئے کھڑی تھی۔
"جاؤ یہ چیزیں گاڑی میں رکھ کر آؤ...... اور یہ اٹھا کر لے چلو......"
"جی اچھا"
"لائیے میں لے چلتا ہوں" عارف بیگم سعیدہ کے پیچھے کھڑا تھا آگے بڑھ کر بولا۔
"چلو ٹھیک ہے اٹھا لو عارف بیٹے" وہ چیزیں لے کر چل دیا رحمتے اور بیگم سعیدہ
گاڑی میں آ بیٹھیں۔

خوب خریداری کی آج" عارف گاڑی چلاتے ہوئے بولا
گاڑی جو ہاتھ آ گئی تھی" بیگم سعیدہ مسکرا کر بولیں "کبھی کبھی ملتی ہے' ورنہ ہارون
کے کام ہی ختم نہیں ہوتے......"
آج کل کام کافی بڑھ گیا ہے......"
خدا برکت دے"
آمین......"
عارف انہیں گھر چھوڑ کر واپس دفتر چلا گیا۔ رحمتے چیزیں اٹھا اٹھا کر جگہ جگہ پہ رکھنے
چی خانے کا سامان وہیں لے گئی اور دالیں مرچ مصالحے ڈبوں میں ڈالنے لگی۔
دوسری چیزیں بیگم سعیدہ اپنے کمرے میں لے آئیں۔ اور ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے
آج کی شاپنگ اچھی تھی۔ جو کچھ بھی خریدا تھا انہیں پسند تھا۔
پسند کے احساس کے ساتھ ہی انہیں وہ خوبصورت لڑکی بھی یاد آ گئی۔ جو انہیں دیکھتے
ہا پسند آئی تھی...... کہ بے اختیار جی چاہ رہا تھا۔ کہ اسے دوبارہ دیکھیں اسے ملیں اس
غلق جائیں...... وہ انہیں بہت ہی اچھی اور پیاری لگی تھی۔ کچھ چہرے اللہ میاں نے
زمت کے اوقات میں بڑی ہریت اور لگن سے بنائے ہوتے ہیں...... ان چہروں میں
جاذبیت اور ایسی کشش ہوتی ہے۔ کہ دیکھنے والا آپوں آپ ان کی طرف کھنچا چلا جاتا

یہ چہرہ شاید بیگم سعیدہ کے ذہن سے محو ہو جاتا...... وقتی احساس ابال کی طرح خود ہی
بھی جاتے ہیں...... ذہن پر بنا ہر نقش دائمی نہیں ہوتا۔ کچھ اجاگر تو بہت ہوتے ہیں......
پائیدار نہیں ہوتے...... بنتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں۔
لیکن تیسرے ہی روز جب بیگم سعیدہ شنو کے بچے کی سالگرہ کی تقریب میں گئیں......
لیکن وہاں وہ من موہنی صورت نظر آئی...... برتھ ڈے پارٹی کیا تھی...... اچھی خاصی
تقریب تھی۔ شنو اور اس کے میاں دعوتیں دینے میں بڑے فراخ دل تھے۔ حیلے بہانے
دوستوں سے ملنے والوں اور ملنے والوں کے ملنے والوں کو مدعو کرتے رہتے تھے۔ یوں ان کی
جان پہچان شہر کے تقریباً ہر چوتھے گھرانے سے تھی۔ بڑے زندہ دل بڑے مخلص اور بڑے دل
والے تھے۔ دونوں ہی......

ڈرائنگ ہال میں کافی لوگ تھے عورتیں مرد اور بیشمار ننھے منے پیارے پیار
بچے...... جو کیک کاٹنے کے بعد کھانے پینے میں مصروف تھے......

بیگم سعیدہ کو وہ ایک چوڑے دریچے کے قریب چند لڑکیوں کے ساتھ باتیں کرتے
پلیٹ ہاتھ میں لئے کھڑی نظر آئی...... آج تو وہ اور بھی خوبصورت اور پیاری لگ رہی تھ
بالوں کو بڑے خوبصورت انداز میں سنوارا ہوا تھا اور پھولدار لباس بھی بڑا دیدہ زیب تھا
تھا پھول اس کے بدن پر سجے مہک رہے ہیں۔ وہ ہنستی تھی تو اس کے گال میں ننھا سا گڑھ
جاتا تھا...... خاصی باتونی لگتی تھی۔ کیونکہ جب سے بیگم سعیدہ اسے تک رہی تھیں۔
مسلسل بولے جارہی تھی۔ ارد گرد کھڑی لڑکیاں اس کی باتوں سے محظوظ ہو رہی تھیں......

بیگم سعیدہ کا جی چاہ رہا تھا۔ اسے پاس بلائیں...... نام پوچھیں باتیں کریں...... انہوں
نے دو ایک جان پہچان کی عورتوں سے اس کے متعلق پوچھا۔

"یہ لڑکی کون ہے؟"

"پتہ نہیں...... ہم تو نہیں جانتے......"

"انہیں ہی سے کسی کی دوستی ہوگی"

"شاید"

بیگم سعیدہ نے شنو سے بھی پوچھا تو وہ ہنس کر بولی "آنٹی...... میرے لئے یہ نیا چہرہ
آپ خود ہی پوچھ لیں...... شاید کسی کے ساتھ آئی ہے...... سنعہ رابعہ فری فرحانہ کی
دوست ہے......"

"بیگم سعیدہ کو اس سے باتیں کرنے کا موقعہ مل ہی گیا...... وہ میز پر سے چاٹ لینے
تو انہوں نے اسے بلایا "بچی ذرا ادھر آنا......"

وہ صوفے پر بیٹھی تھیں...... کچھ لوگ کھڑے تھے کچھ ٹولیوں میں بٹے تھے۔ چند
خواتین صوفوں پر بیٹھی تھیں...... بیگم سعیدہ، بیگم بشیر، بیگم عاطف اور ناظمہ کے ساتھ ایک
طرف بیٹھی تھیں...... بیگم سعیدہ نے اسے بلایا تو وہ گردن موڑ کر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ میں سے کسی نے مجھے بلایا۔"

"ہاں" بیگم سعیدہ مسکرائیں "میں نے بلایا ہے"

"جی فرمایئے......"

تو میرے پاس تھوڑی دیر بیٹھو۔"

جی......"

بیگم سعیدہ نے مسکرا کر کہا "چاٹ ڈال لو پلیٹ میں پھر ذرا ادھر آؤ......"

چاٹ پلیٹ میں ڈال کر ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی "جی......"

"ادھر بیٹھو میرے پاس" انہوں نے صوفے پر ہاتھ رکھا۔

وہ مسکراتے ہوئے بیٹھ گئی اور ان کیطرف دیکھ کر بولی "میں آپ کو نہیں جانتی"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ اب مل ہو تو جان لو...... میں سعیدہ ہوں...... آنٹی کہہ سکتی

"جی......"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"ملیحہ......"

"نام بھی پیارا ہے خود بھی بہت پیاری ہو۔"

وہ ہنس کر بولی "شکریہ......"

"کہاں رہتی ہو"

"بھٹی روڈ پر......"

"ابو کیا کرتے ہیں......"

اس نے جلدی سے کہا "نہ میرے ابو ہیں نہ امی۔ میں اکیلی یہاں رہتی ہوں" فریسکو
"میں ملازمت کرتی ہوں...... بھٹی روڈ پر ایک کوٹھی کا گیسٹ روم کرائے پر لے رکھا
ہے الگ گیسٹ کی طرح رہتی ہوں...... بس...... یہ ہے میرا تعارف......"

بیگم سعیدہ نے مسکرا کر اس کا کندھا تھپتھپایا...... "تم نے تو گاڑی ہی چلا دی۔ میں تم
سے باتیں کرنا چاہ رہی تھی...... مجھے بہت اچھی لگی ہو تم...... میری کوئی بیٹی نہیں...... اس
لئے پیاری پیاری بچیوں کو دیکھ کر بیساختہ جی چاہتا ہے کہ انہیں اپنی بیٹیاں بنا لوں۔"

ملیحہ خوشدلی سے ہاتھ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی "بس بن گئی آپ کی بیٹی......
کی"

بیگم سعیدہ نے اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر پیار سے دبایا "سچی سچی پکی پکی بیٹی"

"بالکل"

"میرے گھر آؤ گی"

"ضرور...... آپ بلائیں گی تو ضرور آؤں گی......"

بیگم سعیدہ نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ساتھ بیٹھی بیگم بشیر سے بولیں "دیکھو یہ بیٹی کتنی پیاری ہے۔"

"واقعی" بیگم بشیر اور ناظمہ بیک وقت بولیں۔ "پھر بیگم بشیر نے ملیحہ سے کہا "یہ بہت اچھی ہیں...... انہیں ایک عدد بیٹی کی ضرورت ہے۔"

ناظمہ نے شوخی سے آنکھیں مٹکائیں اور بولی "ضرورت نہیں تلاش...... سو آج کی تلاش لگتا ہے انجام کو پہنچ گئی بہت پیاری بچی ڈھونڈلی......"

ملیحہ ان کی شوخ باتوں سے ان کا مطلب پا گئی...... آنٹی اسے بھی بہت اچھی تھی...... لیکن صرف آنٹی کی حد تک۔ اس لئے جلدی سے بولی "آنٹی میں جاؤں وہ لڑکی میری دوست بنی ہیں......"

اس نے اٹھتے ہوئے ان لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا جن کے ساتھ وہ کھڑی باتیں کر تھی۔

"جاؤ" بیگم سعیدہ نے بڑے پیار سے کہا۔ "وہ ادھر چلی گئی۔ ان لڑکیوں کو بھی شا اس نے آنٹی کے متعلق بتایا۔ اس لئے وہ سب مسکرا مسکرا کر بیگم سعیدہ کو دیکھ رہی تھیں۔

بیگم سعیدہ تو ملیحہ پر جیسے عاشق ہو گئی تھیں۔ پارٹی ختم ہونے سے پہلے انہوں نے اس پھر انٹرویو لے لیا۔ خاصہ کچھ جان لیا۔ جہاں وہ رہتی تھی وہاں کا پتہ بھی لے لیا اور اپنے گھ ایڈریس اسے دیتے ہوئے سارے راستے بھی سمجھا دیئے اور گھر آنے کی بہت تاکید کی......

نوی جیٹ طیارے کی طرح گاری اڑائے چلا جا رہا تھا۔ ٹیپ آن تھا اور اس پر بڑی م کی دھن بج رہی تھی۔ گاڑی میں اکیلا تھا...... اس لئے ٹیپ خاصی سپیڈ سے آن ساتھ ساتھ وہ خود بھی گنگنا رہا تھا...... تین گھنٹے کی مسلسل ڈرائیو کے بعد یہاں پہنچا ابھی بھی شہر پانچ چھ کلو میٹر دور تھا...... راستہ یہاں نسبتاً کم ٹریفک ہونے کی وجہ سے تھا۔ سڑک چوڑی اور دو رویہ درختوں سے گھری تھی۔ اپنے شہر کی شادابی اسے یہاں نظر آنا اور محسوس ہونا شروع ہو گئی تھی......

وہ چلا جا رہا تھا...... کبھی کبھی کوئی گاڑی یا بھاری بھرکم ٹرک اسے کراس کرتا۔ دو ایک سے بھی زیادہ تیز رفتار گاڑیوں نے اسے اوور ٹیک کیا...... جواباً اس نے بھی ریس ...... لیکن اس سڑک پر مڑنے پر اس نے ریس لگانے یا اوور ٹیک کرنے کا ارادہ ترک یا تھا۔ اسی لئے دھن کے ساتھ ساتھ گنگناتا مزے سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ رفتار گو ئی لیکن خطرناک نہیں...... اسی لئے تو اسے سڑک سے قدرے اتر کے پارک کی ہوئی ن کی گاڑی نظر آ گئی......

شام اترنے والی تھی...... سورج گوشہ مغرب میں منہ چھپا رہا تھا۔ غروب آفتاب کی یاں سینہ چرخ پر پھیلی ہوئی تھیں۔ کوئی دم میں یہ لالیاں سانولی ہونے کو تھیں۔ اس وقت ن کی گاڑی یہاں شہر سے اتنے فاصلے پر؟

نوی گاڑی کو کراس کر گیا تھا۔

لیکن

گاڑی کی رفتار کم کئے بغیر اس نے اپنی گاڑی ریورس کی۔ اور اس گاڑی کے قریب لا ک دی اس نے گاڑی کا شیشہ اتار کر دیکھا گاڑی ہارون کی ہی تھی۔

لیکن

یہاں کیوں تھی؟

وہ خود گاڑی میں نہیں تھا۔

کہیں گاڑی خراب تو نہیں ہو گئی تھی۔

نومی سڑک کے کنارے گاڑی کھڑی کر کے باہر نکلا...... اور ہارون کی گاڑی کی ط گیا۔

اس نے گاڑی کے اردگرد پھر کر گاڑی دیکھی۔ پہیئے چیک کئے۔ بظاہر گاڑی خ نہیں تھی۔

پھر

اس ویرانے میں یہاں کیوں کھڑی تھی۔ وہ خود کہاں تھا...... کہیں کسی مشکل پھنس گیا ہو کسی نے گاڑی روک کر اسے اغوا نہ کر لیا ہو...... لوٹ نہ لیا ہو......

برے برے خیالات اس کے ذہن میں آنے لگے...... وہ ان خیالوں سے پریشا گیا...... اس نے وہیں کھڑے کھڑے چاروں طرف دیکھا...... سڑک سیدھی اور تھی...... دونوں رویہ گھنے درخت تھے۔ جس طرف گاڑی رکی ہوئی تھی...... اس طرف درخت ہی درخت تھے۔

وہ کچھ دیر حیران و پریشان کھڑا منتظر رہا۔ کہ کہیں سے ہارون کی آواز آجائے۔

لیکن

وہاں خاموشی تھی...... کبھی کبھی ہوا کے جھونکے درختوں میں سرسراہٹ پیدا ک گزر جاتے یا کوئی تیز رفتار گاڑی آواز پیدا کرتی گزر جاتی......

وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا......

پھر

اس نے ہارون کو زور زور سے پکارنے کا ارادہ کیا۔

لیکن

آواز دینے سے پہلے ہی اسے قدموں تلے پتے چرچرانے کی آواز نے متوجہ کر لیا۔ وہ آواز کی سمت گردن موڑ کر دیکھنے لگا......

دیکھنے کا دیکھتا ہی رہ گیا......

ہارون ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ گپیں ہانکتا درختوں تلے سے گزرتا اپنی گاڑی کی طرف آ رہا تھا...... نومی کو اس نے نہیں دیکھا۔

نومی نے مسکراتے ہوئے اپنا سر ہلایا اور دل ہی دل میں بولا "تو یہ بات ہے"

وہ دونوں اب اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ہارون نے کچھ فاصلے پر کھڑی نومی کی گاڑی دیکھ لی تھی...... اس لئے وہ اپنی گاڑی کھولنے سے پہلے اس کی گاڑی کی طرف آیا تھا۔ اس کی خالی گاری دیکھ کر وہ بھی شاید اس کی طرح حیرن ہوا تھا۔

لیکن

یہ حیرانگی دیرپا نہیں تھی۔ نومی مسکراتا ہاتھ ہلاتا درختوں تلے سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف آ رہا تھا......

"تم؟......" ہارون کے منہ سے اسے دیکھتے ہی نکلا...... پاس کھڑی ملیحہ نے بھی نگاہ ڈالی۔

"جی میں......" نومی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر قدرے خم کرتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں کہا

"تم یہاں کہاں؟" وہ اب بھی حیران تھا۔

"کیوں...... یہ جگہ تم نے ٹھیکے پر لے رکھی ہے۔" ملیحہ پر نگاہ ڈالتے ہوئے نومی بولا۔

"بک بک نہیں کرو" ہارون بولا "کہاں سے آ رہے ہو......"

"پہلے تم بتاؤ تم یہاں کیا کر رہے ہو اور...... یہ...... میڈم......"

"ملیحہ......"

"ملیحہ اور......"

"میری دوست...... اور ملیحہ یہ ہے میرا سخت بدتمیز قسم کا پیارا سا ست نومی۔"

ملیحہ نے خوشگوار سی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے سر ہلکا سا خم کیا۔ نومی نے ماتھے تک

ہاتھ لے جاکر اسے آداب کہا۔ اسے یہ اندازہ کرتے دیر نہ لگی۔ کہ دونوں خاصے بے
ہیں اور جان پہچان نئی نہیں...... دونوں محبت کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں
محبت کے استحکام پر انہیں اتنا اعتماد و یقین ہے کہ دونوں ہی نومی کو دیکھ کر نہ گھبرا
شرمائے۔

"یہاں فوٹوگرافی کرنے آئے ہوئے تھے......" نومی نے ہارون کے کندھے پر ہا
دیکھ کر بات کرنے کو بات کی۔

"ہاں کچھ تصویریں لی ہیں......" ہارون بولا...... "لیکن تم یہاں کیسے آن پہنچے"

"تمہاری تلاش میں......"

"وہ کیوں؟"

"آج کل تم شام کو اکثر گم ہو جاتے ہو نا...... دفتر میں ملتے ہو نہ گھر پر...... اس
تلاش ضروری ہو گئی تھی...... پا ہی لیا تمہیں...... صرف تمہیں ہی نہیں......" اس نے
انکھیوں سے ملیحہ کی طرف مسکرا کر دیکھا...... پھر ہولے سے بولا "یہ کب سے"

ہارون صرف مسکرا دیا...... پھر بولا "پشاور گئے تھے......"

"سوات سے آرہا ہوں......"

"وہاں موسم کیسا تھا؟" ملیحہ نے جلدی سے پوچھا "خوشگوار ہو گا۔"

"یہاں کچھ زیادہ ہی خوشگوار ہے۔" نومی خوشدلی سے مسکراتے اور آنکھیں شوخی
نچاتے ہوئے دونوں کو دیکھ کر بولا......

"سوال گندم جواب چنا...... ملیحہ یہ ہمیشہ ہی پٹڑی سے اترا رہتا ہے۔ اس کی باتوں
برا نہیں ماننا...... دل کا اچھا ہے۔"

"خاصے دلچسپ آدمی ہیں" ملیحہ مسکرائی۔

"شکریہ" نومی نے کورنش سلام کیا۔

"چلو اب راستہ ناپو......" ہارون نے مسکراتے ہوئے نومی سے کہا "گھر پہ انتظار ہو
ہو گا

"بھاگو...... دیر لگادی تو آنٹی ڈانٹیں گی۔"

"تمہیں آنٹی نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے؟" نومی نے شوخی سے کہا "جا کے بتا دوں

یہ کہ تم دیر سے آؤ گے؟"

"ضرورت نہیں شکریہ۔ تم یہ تکلیف نہ ہی کرنا۔ میں خود فون کر دوں گا۔"

"تو گویا واقعی دیر سے گھر لوٹو گے"

"ارادہ تو نہیں ہے۔ ملیحہ نے کچھ شاپنگ کرنا ہے اور شاید ہم کھانا بھی باہر کھائیں......

"کھانا نہیں" ملیحہ بولی "شاپنگ کے بعد مجھے ڈراپ کر دینا۔"

"اچھا" ہارون نے جواب دیا۔

"پھر ٹھیک ہے رات گھر پہ ہو گے نا......"

"ہاں"

"میں نو بجے کے بعد آؤں گا۔ ذرا تمہاری خبر تو لوں چھپے رستم...... کچھ بتایا ہی نہیں
......"

ملیحہ اور ہارون مسکرا دیئے۔

"اچھا بھئی...... آجانا......" ہارون نے چند لمحوں کے بعد کہا پھر ملیحہ کی طرف دیکھ کر
"چلیں"

"چلئے"

"خدا حافظ" نومی نے دونوں سے کہا۔

"خدا حافظ" ہارون اور ملیحہ نے بیک زبان کہا۔

"رات کو ملیں گے" نومی ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنی گاڑی میں آبیٹھا......

ملیحہ اور ہارون بھی گاڑی میں آن بیٹھے...... دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چل دیں۔ لیکن
چند لمحوں بعد ہی نومی گاڑی اڑاتا انہیں اوورٹیک کر گیا......

"گاڑی نہیں جیٹ چلاتا ہے کم بخت" ہارون نے ملیحہ سے کہا۔

"خاصہ بے تکلف دوست ہے تمہارا" ملیحہ بالوں میں برش کرتے ہوئے بولی۔

"بچپن کا دوست ہے...... ہمارے گھر بھی ایک ہی کالونی میں ہیں......"

"ہوں"

"بہت شرارتی اور شوخ ہے۔ جو منہ میں آئے بلا تکلف بک دیتا ہے۔ لیکن دل کا بہت
نا اچھا ہے...... بے ضرر قسم کا آدمی ہے۔

"یہ بھی بزنس مین ہے۔"

"نہیں انجینئر ہے"

"جاب......"

"واپڈا کے واٹرونگ میں ہے۔"

ہارون نومی کے متعلق ملیحہ کو بتانے لگا۔ پوری تفصیل سے اس کا تعارف کروایا۔ ...
کی کئی شوخیاں اور شرارتیں بتائیں...... اس کی وجہ سے کئی بار ہارون کی بھی پٹائی ہو...
تھی۔ اس نے یہ باتیں بھی ملیحہ کو بتائیں۔

وہ بڑے شوق سے ساری باتیں سنتی رہی۔ نومی اسے بھی اچھا لگا تھا......

"میرے سارے دوست بہت اچھے ہیں۔" ہارون نے باتیں کرتے ہوئے کہا۔

"پتہ ہے کیوں؟" ملیحہ شان سے مسکرائی۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تم......" وہ جان بوجھ کر رکی۔

"میں کیا؟"

"اس لئے کہ تم بہت ہی اچھے ہو۔"

"سچ کہہ رہی ہو" ہارون نے خمار بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"اس سچائی کا احساس تمہیں خود ہی ہونا چاہیے ہارون......" وہ بڑے دلفریب اند...
میں اس کی طرف قدرے جھکتے ہوئے بولی۔

"اچھی تو تم ہو میری جان میری زندگی" ہارون بدمست شرابی کی طرح بہکنے لگا تھا۔
دونوں چند منٹ ایسی ہی جذباتی لہروں پر بہتے باتیں کرتے رہے۔

اب

وہ

شہر کی رونق کی طرف جا رہے تھے اس لئے دونوں سنبھل گئے......

ملیحہ سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے بولی "ہارون"

"ہوں"

"نومی آج رات تمہارے ہاں آئے گا"

اس نے کہا ہے تو ضرور آئے گا۔ ویسے بھی بقول اس کے کافی دنوں سے اس سے مل
...... گپ شپ رہے گی۔"

"ہمارے متعلق اس نے کچھ سوچا ہو گا"

"وہ سب کچھ جان گیا ہے"

"وہ...... وہ...... تمہارے گھر آیا تو...... ہمارے متعلق...... تمہاری امی کو سب کچھ بتا
دے گا......"

ہارون چند لمحے چپ رہا پھر بولا "پیٹ کا ہلکا تو وہ ہے ہی...... شاید بتا ہی دے"

"ہائے......"

"کیوں"

"تمہاری امی کیا سوچیں گی۔ تم نے تو ابھی انہیں کچھ نہیں بتایا نا......"

"ہوں"

وہ پھر چپ ہو گیا۔ ابھی اس نے امی کو اشارۃً بھی ملیحہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ امی
ابھی تک اسی خوش فہمی میں مبتلا تھیں۔ کہ وہ دوستوں کے ساتھ ہی گھومتا پھرتا ہے۔ کسی لڑکی
سے بھی وہ دل کے ناطے جوڑ چکا ہے اس کا انہیں کب علم تھا...... گو وہ اپنی امی سے کافی بے
تکلف تھا۔ اپنی کوئی بات امی سے کبھی نہ چھپائی تھی۔

لیکن

ملیحہ ابھی ان کے لئے راز ہی تھی۔ وہ جانے کیوں اب تک انہیں بتا نہیں پایا تھا۔
حالانکہ دائمی بندھن کا ارادہ تو شاید اس نے پہلی ملاقات ہی میں کر لیا تھا۔ اس بندھن کو
باندھنے کے لئے ماں کے ہاتھوں ہی کی ضرورت تھی۔ اسے یہ بھی احساس تھا۔ کہ اس کی پسند
پر امی معترض نہیں ہوں گی بلکہ فخر ہی کریں گی۔ لیکن وہ اب تک انہیں اعتماد میں نہیں لے سکا
تھا۔ شاید وہ اپنی رومانوی زندگی میں اس طرح ڈوب گیا تھا۔ کہ اسے ایسا کرنے کی ضرورت ہی
...ئی تھی۔

اب

اب اگر اس کی بجائے نومی نے امی کو سب کچھ بتا دیا تو ہو سکتا ہے امی کو اچھا نہ لگے۔
...سے بھی وہ شاکی ہو جائیں اور یہ بھی ممکن ہے انہوں نے خاندان کی کسی لڑکی کو اس

کے لئے منتخب کر رکھا ہو...... زارا شفو نگی رابعہ وغیرہ سبھی اچھی لڑکیاں تھیں۔ ان
بھتیجیاں بھانجیاں تھیں...... آنا جانا بھی تھا...... شاید ان لڑکیوں کے والدین کی بھی ان
نظریں تھیں۔ ایسی صورت میں معاملہ سنگین بھی ہو سکتا تھا......

"ہارون"

"ہوں"

"چپ کیوں ہو گئے"

"کچھ نہیں...... سوچ رہا تھا"

"کیا؟"

"یہی کہ ہمارے متعلق امی کو نومی سے پتہ چلا تو کیا وہ خوش ہوں گی"

"پھر......"

"میں چاہتا ہوں امی کو خود تمہارے متعلق بتاؤں"

"لیکن آج وہ تمہارے گھر آیا تو یقیناً انہیں بتا دے گا"

"یہی تو سوچ رہا ہوں"

"ہوں"

دونوں چند لمحے چپ رہے۔ اب شاپنگ پلازہ قریب آ گیا تھا...... ہارون نے ملیحہ سے
پوچھا

"آج کیا خریدنا ہے"

"زیادہ دیر نہیں لگے گی میں نے شیمپو اور ہینڈ لوشن ہی لینے ہیں......"

شاپنگ پلازہ میں ملیحہ نے صرف شیمپو اور لوشن ہی نہیں خریدے۔ دو جوتے بھی
خریدے ایک کورٹ شو اور دوسری سینڈل۔ امپورٹڈ جوتیاں مناسب داموں پر ہی مل گئی
تھیں۔ سینڈل تو بہت ہی خوبصورت تھے۔ جو ملیحہ کے سڈول اور گورے گورے سنہری سنہری
پیروں میں بہت ہی اچھے لگے۔

شاپنگ کے بعد دونوں گاڑی میں آ بیٹھے "اب کدھر؟" ہارون نے پوچھا تو ملیحہ بولی

"گھر"

"کس کے گھر میرے یا تمہارے" ہارون خوشی سے چہکا۔

ملیحہ جواباً "خوشدلی سے بولی "اپنے گھر لے جانے سے پہلے وہاں میری جگہ تو بنا دو۔"
"جگہ میرے دل میں بن چکی ہے جانم...... گھر میں بنانا کیا مشکل ہے۔" وہ بن چکے
نا چاہیے ملیحہ ہنس پڑی...... اس کی ہنسی کی مترنم پھوار ہارون کو سیراب کر گئی "جی تو
نہیں آج اپنے گھر ہی لے جاؤں۔ امی سے متعارف براہ راست ہی ہو جاؤ......"

"ہائے نہیں......" وہ سمٹ کر بولی

"کیوں؟" گاڑی چلاتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"نہیں بھئی...... پہلے تم اپنی امی کو میرے متعلق بتاؤ...... کیا پتہ انہیں تمہارا انتخاب
بھی لگتا ہے یا نہیں...... ضروری تو نہیں تمہاری پسند ان کی پسند بھی ہو......"

"کتنے آرام سے یہ بات کہہ رہی ہو......"

"ہر ممکن بات ذہن میں رکھنی چاہئے"

ہارون نے گھور کر ملیحہ کو دیکھا...... وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی...... اس طرح ہنستے ہوئے
ہارون کو کتنی اچھی لگتی تھی...... قربان ہو جانے کو اس کا جی مچل اٹھتا تھا۔

ایسی ہی باتیں کرتے وہ بھٹی روڈ پر آ گئے تھے...... ملیحہ اب مین گیٹ پر نہیں اترتی
تھی۔ اس کے کمرے کا دروازہ بغلی گلی میں کھلتا تھا۔ وہ وہیں سے آتی جاتی تھی......
وہ اپنے دروازے پر اتری۔ لوہے کا چھوٹا سا گیٹ کھول کر وہ کوٹھی کی گلی میں آئی اور
اپنے دروازے کا لاک کھولا...... اس کی خریدی ہوئی چیزوں کے پیکٹ ہارون اٹھائے اس کے
پیچھے کھڑا تھا۔

"بیٹھو گے" ملیحہ نے کمرے کی بتی جلا کر چیزیں اس سے لیتے ہوئے پوچھا۔

"اب چلتا ہوں" ہارون نے اس کے گال کو اپنی انگلیوں سے چھوا "کافی وقت ہو گیا
ہے نومی کے آنے سے پہلے مجھے گھر پہنچنا ہے خدا حافظ......" وہ باہر نکلا......

"خدا حافظ" وہ دروازے میں کھڑے کھڑے بولی۔

ہارون گاڑی میں آ بیٹھا......

لیکن

وہ اپنے گھر جانے کی بجائے نومی کے ہاں چلا گیا...... نومی کو اس نے وہیں جا لیا...... وہ
رات دیر تک اکٹھے رہے۔ خوب باتیں کیں...... ملیحہ کے متعلق نومی نے کرید کرید کر پوچھا۔

ہارون نے بھی اس سے کوئی بات نہیں چھپائی...... نومی کو بھی ملیحہ اچھی لگی...... اتنی حسیں لڑکی شاید اس نے بھی پہلی بار دیکھی تھی......

ہارون نے نومی سے وعدہ لے لیا...... کہ ملیحہ کے متعلق وہ اس کی امی کو نہیں بتائے گا۔ موقع محل دیکھ کر وہ امی سے خود ہی بات کرنا چاہتا تھا......

اور

ہارون کی محبت کی گہرائی اور گیرائی کو بھانپتے ہوئے نومی کو پورا یقین ہوگیا تھا۔ کہ آخر ان دونوں کو ایک بندھن میں ضرور باندھ دیں گی۔

"بیگم صاحب جی"

"ہوں"

"ایک بات کہوں"

"کہو"

"لڑکی تو بہت اچھی ہے سوہنی ہے۔ اس کی اک اک اکھ سوا سوا لکھ کی ہے۔ رنگت پیاری ہے...... اللہ میاں نے لگتا ہے فرصت میں اسے بڑی پریت سے بنایا ہے۔ جی چاہے اسے تکے ہی جاؤ...... لیکن......"

"لیکن کیا رحمتے"

"بیگم صاحب جی...... سگھڑ سیانی نہیں ہے...... نہ ہی طریقہ سلیقہ ہے کوئی...... کمرہ تھا نا آپ نے توبہ کیا کباڑ خانہ بنایا ہوا تھا...... کپڑے جوتے کتابیں تولئے سب بکھرے تھے۔ وہ جو میز پر کپ رکھا تھا نا لگتا تھا چائے پینے کے بعد کئی دنوں سے وہیں رکھ چھوڑا ہے۔ اور میں نے تو غسلخانے میں بھی جھانک لیا۔ صابن زمین پر پڑا تھا۔ تولیہ گول مول کر کے ٹنک پر۔ شیمپو کی شیشی کہیں ڈھکنا کہیں...... اور...... اور وہ بستر...... لگتا تھا۔ کبھی جھاڑا ہی نہیں گیا۔ اسی طرح اس میں سے نکل کر چلی جاتی ہوگی اور واپس آکر پڑ جاتی ہوگی......"

رحمتے بولے جا رہی تھی۔

بیگم سعیدہ زیر لب مسکراتے ہوئے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ رحمتے نے جو کچھ ...... کہہ رہی تھی...... بیگم سعیدہ کو بھی اس کا کمرہ کباڑ خانہ ہی لگا تھا۔ کوئی چیز اپنی جگہ ...... خاصہ بڑا کمرہ تھا...... فرش پر میٹنگ بھی تھی...... سامنے بڑی سی الماری بھی ...... کوٹھی کا بڑا سا گیسٹ روم تھا۔ لیکن یہاں ہر شے گڈمڈ تھی۔ افراتفری کا سا سماں

لگتا تھا...... اس سے کمرے کے مکین کے طریقے سلیقے کا پتہ چلتا تھا۔ کہ وہ ان باتوں سے
ناآشنا ہے۔ رحمتے کو یہی بات کھٹکتی تھی اور وہ اپنی رائے بلا تکلف دے رہی تھی۔ اسے
بھی اندازہ تھا کہ بیگم سعیدہ کو یہ لڑکی پسند آ گئی ہے اور پسند یقیناً ہارون کے سلسلے ہی میں
ہے۔ پھر بھی وہ اپنی رائے کا اظہار کھلم کھلا کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ بیگم سعیدہ کتنی سلیقہ
شعار اور کیسی سگھڑ عورت ہیں۔ ان کو بہو بھی ان صفات کی حامل ہونا چاہیے۔ شکل و صورت
سے زیادہ سیرت دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے...... ان کو طریقے سلیقے کے توسط سے جانچا پرکھا
جاتا ہے۔ یہاں اسی چیز کا فقدان تھا۔ وہ شاید شعوری طور پر بیگم سعیدہ کو متنبہ کر رہی تھی۔
لیکن

بیگم سعیدہ اس کی باتوں پر مسکرا رہی تھیں...... جب وہ چپ ہوئی تو ہنس کر بولیں "کچھ
اور کہنا ہے"

"بیگم صاحب جی میں تو جو دیکھ آئی وہی کہہ رہی تھی...... کھانا پکانا بھی اسے بالکل
نہیں آتا خود ہی بتا رہی تھی۔ ہنس ہنس کر......"

"تجھے بتایا"

"ہاں جی۔ جب وہ چائے بنانے گئی۔ تو میں بھی کچن میں چلی گئی۔ لیکن اسے تو چائے
بھی بنانا نہیں آتی...... میں نے ہی بنائی...... ٹرالی پر چیزیں البتہ وہ رکھتی رہی...... ٹرالی سجالیتی
ہے...... یہ میں ضرور کہوں گی۔"

بیگم سعیدہ ہنس پڑیں۔ پھر تحمل سے بولیں "رحمتے وہ اکیلی جان ہے۔ سنی نہیں تم نے
اس کی کتھا کہانی۔ ماں نہ باپ...... گھر نہ بار...... یہاں نوکری کر رہی ہے۔ صبح گئی شام کو
آئی...... کون کرے اس کے کام...... کوئی نوکر تو الگ سے رکھ نہیں سکتی...... پھر...... ہمارے
گھروں کی لڑکیاں کون سے کام کرتی ہیں...... گھر میں ماں ہوتی ہے نوکر ہوتے ہیں...... لڑکیاں
تو لاڈ پیار ہی میں رہتی ہیں یہ زارا' شفو' نکی...... دیکھی ہیں کبھی کام کیا ہے انہوں نے
کوئی...... یہ بیچاری تو نوکری بھی کرتی ہے......"

رحمتے نے سر نفی میں ہلایا بے شک ان گھرانوں کی لڑکیاں خود کوئی کام نہ کرتی تھیں۔
لیکن طریقہ سلیقہ اور اور بات ہوتی ہے۔ رکھ رکھاؤ اپنی جگہ ہوتا ہے۔ رحمتے کو تو محسوس ہوا
تھا۔ کہ اس لڑکی کو سوائے اوڑھنے پہننے کے اور کچھ نہیں آتا تھا......

بیگم سعیدہ ہوسپٹل کسی عزیز کی عیادت کو گئی تھیں...... رحمتے بھی ساتھ
اتفاق ہی سے گزر ملیحہ کے گھر کی طرف سے ہوا...... تو بیگم سعیدہ اسے دیکھنے رک

ابھی ابھی دفتر سے لوٹی تھی......
دونوں کو دیکھ کر حیران بھی ہوئی تھی۔ لیکن بیگم سعیدہ نے اسے جن شفقتوں اور
سینے سے لگا لیا تھا...... وہ خوش ہو گئی تھی۔
"ادھر سے گزر رہے تھے...... جی چاہا تمہیں دیکھتی جاؤں...... پتہ بالکل ٹھیک تھا۔ ہم
دروازے کے عین سامنے رکے......"
"خوشی ہوئی آنٹی......" وہ بولی تھی۔
اس نے جلدی سے کرسی پر پڑے میلے کپڑے اٹھا کر الماری میں ٹھونس دیئے تھے۔
سعیدہ کو بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔ رحمتے خود ہی بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی تھی۔ اور جن
ملیحہ کے کمرے میں بکھری چیزوں اور گند مند کو دیکھ رہی تھی۔ اسے ندامت سی ہو
ئی......
"کیسی ہو بیٹی...... کیا حال چال ہے۔" بیگم سعیدہ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔
"ٹھیک ہوں...... ابھی دفتر سے آ رہی ہوں......"
"بس تمہیں دیکھنا ہی تھا۔ ہم چلتے ہیں...... تم آرام کرو۔"
"نہیں آنٹی...... اب آئی ہیں تو کچھ دیر بیٹھئے نا...... آپ سے مل کر خوشی ہوئی
...... یقین مانیں ماما یاد آ گئی ہیں......"
"آؤ میرے پاس" بیگم سعیدہ نے بازو پھیلا دیئے۔ اور میز کے قریب کھڑی ملیحہ بے
اختیارانہ ان بازوؤں کی طرف کھنچ گئی...... انہوں نے اسے خوب پیار کیا۔
ملیحہ الگ ہوئی تو بولی "میں چائے بناتی ہوں آپ کے لئے"
"اے ہے کیا تکلیف کرو گی۔ چائے کہاں بناؤ گی"
"میں یہاں پے انگ گیسٹ ہوں...... چائے کھانا یہاں ہی سے ملتا ہے۔ کبھی کبھی
اگر بے وقت پینا ہو تو خود ہی بنانا پڑتی ہے......"
"کون لوگ ہیں یہ......"

"ملیحہ نے مختصرا" اہل خانہ کے متعلق بتایا۔ ان کے متعلق اس کی رائے اچھی
"کھانا پینا ڈھنگ کا ملتا ہے......"
"بس گزارہ ہو جاتا ہے......"
"ہائے میں صدقے" بیگم سعیدہ نے پیار سے کہا "میرے گھر آ جایا کرو......
ایک دو بار گھر کا کھانا کھالیا کرو۔"
ملیحہ ہنس دی...... اس کی ہنسی بڑی مسحور کن تھی...... بیگم سعیدہ کا پیار امنڈا
ملیحہ چائے بنانے گئی تو رحمتے بھی ساتھ اٹھ گئی......
درمیانہ سا کچن تھا...... قدرے پرانی کوٹھی تھی اس کا کچن بھی پرانی طرز کا تھ
طرف سنک تھا...... دوسری طرف گیس کا چولہا...... سامنے کھڑکی تھی۔ جہاں سے
درخت نظر آتا تھا...... ایک طرف الماری رکھی تھی۔ جس میں برتن پڑے تھے۔ ٹرال
کے ساتھ ہی پڑی تھی......
"مجھے تو ڈھنگ کی چائے بنانا بھی نہیں آتی......" ملیحہ نے ہنس کر رحمتے
"تم بنا دو نا......"
"اچھا......"
"میں ٹرالی میں چیزیں رکھتی ہوں...... شکر ہے آتے آتے میں کچھ بسکٹ اور
لے آئی تھی...... وہ میں ٹرالی میں رکھتی ہو تم چائے بنا دو......"
ملیحہ نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر برتن نکالے۔ پلیٹوں میں بسکٹ اور پیٹیز سجائیں۔
رکھی پلکن رکھے پیالیاں نکالیں......
وہ ٹرالی سیٹ کرتی رہی اور رحمتے نے چائے دم کرلی۔ دونوں اس دوران با
کرتی رہیں...... ملیحہ نے اسے سچ سچ بتا دیا کہ اسے کچن وچن کا کام نہیں آتا۔
ملیحہ چائے لے کر اپنے کمرے میں آ گئی...... اس نے چائے بنا کر بیگم سعیدہ
کی۔ ایک پیالی اپنے لئے اور ایک رحمتے کے لئے بنائی۔
رحمتے اپنی چائے اٹھا کر باہر چلی آئی...... گھر کی مالکن اور اس کی اماں دوسر
میں بیٹھی تھیں۔ ان سے گپ شپ لگانے کی غرض سے وہ ادھر آ گئی تھی...... کچھ
متعلق بھی ان سے پوچھ پڑتال کرنے کی نیت تھی۔

والے ملیحہ کو صرف اسی حد تک جانتے تھے۔ کہ وہ ان کی کرایہ دار تھی۔ کھانا بھی
ذمہ تھا۔ وہ کون تھی۔ کہاں سے آئی تھی...... اس کا انہیں اتنا ہی علم تھا جتنا ملیحہ
نا۔ اپنے ایک رشتہ دار کی ضمانت پر انہوں نے ملیحہ کو جگہ دے دی تھ۔ یہ رشتہ دار
وایڈ کمپنی میں ملازم تھا......
ائے کے دوران بیگم سعیدہ ملیحہ سے باتیں کرتی رہیں...... انہوں نے کرید کرید کر اس
ان اور رشتہ داروں کے متعلق پوچھا لیکن ملیحہ کا وہی سپاٹ سا جواب تھا۔ "میرا کوئی
دنیا میں اکیلی ہوں۔ ماں باپ مر گئے تو رشتے ناطے بھی ختم ہو گئے۔ میں اپنے پاؤں پر
وں کسی پر بار نہیں کسی کی محتاج نہیں...... زندگی خوب اچھی گزر رہی ہے......"
بیگم سعیدہ اسے چمکارتے ہوئے بولیں "تمہارے رشتہ دار ضرور ہوں گے لیکن لگتا
ب سے ناراض ہو...... کسی سے وابستہ نہیں ہونا چاہتیں...... کسی کو اپنا کہنا نہیں
...... کیا میں ٹھیک کہہ رہی ہوں"
اس نے جھٹکے سے بال پیچھے ہٹائے اور کسی قدر مضطرب و بے چین ہو کر بیگم سعیدہ کو
ہوئے بولی "آنٹی...... میں اپنے ماضی سے کٹ جانا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھ سے کوئی سوال
گا...... میرے والدین فوت ہو چکے ہیں بس...... رشتہ داری...... کیا ہوتی ہے اس کا
تجربہ ہو چکا ہے......"
اس نے دکھے دکھے لہجے میں اپنے رشتہ داروں کے متعلق چند باتیں بتائیں......
ماں تھی شاید بہن بھائی بھی تھے...... لیکن وہ سب سے ناخوش تھی...... اپنے آپ کو
تی تھی۔ اس لئے کہ وہ اکیلی تھی......

اکیلی ہی رہنا چاہتی تھی۔
اکیلی ہی خوش تھی۔
بیگم سعیدہ نے اسے زیادہ دکھی کرنا مناسب نہیں سمجھا اس لئے گفت گو کا رخ موڑ
اکی جاب کے متعلق باتیں کرنے لگیں......
ب وہ واپس جانے کے لئے اٹھیں۔ تو ملیحہ کو خوب پیار کیا اور اپنے گھر آنے کے لئے
نے اصرار کیا...... "بیٹی بن گئی ہو تو ماں کے گھر کے دروازے ہمیشہ کھلے پاؤ گی" انہوں

نے جاتے جاتے کہا تھا۔

ان کی محبت نے ملیحہ کو کچھ دیر کے لئے سرشار ضرور کر دیا تھا۔

ملیحہ کے لئے بیگم سعیدہ کے دل میں جو پیار امنڈا تھا وہ دکھاوا نہیں تھا۔ وہ انہیں دل کی گہرائیوں سے اچھی لگی تھی۔ ایک ایسی ہی لڑکی کے لئے ان کے دل کا فریم شاید اب تک خالی تھا۔ اس فریم میں کبھی زارا اور شگوفہ نہیں بیٹھی تھیں۔ حالانکہ وہ اچھی اور پیاری بچیاں تھیں۔ خون کے رشتے بھی تھے...... اور ہارون سے جوڑ بھی برے نہیں تھے......

لیکن

جانے کیوں بیگم سعیدہ نے ان کے متعلق کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا۔ ہر ماں کی طرح وہ بھی ہارون کے بچپن ہی سے اس کے سہرے کے پھول دیکھنے کی تمنا کر رہی تھیں...... اب تو وہ خوبرو جوان ہو چکا تھا...... یہ دیکھی بھالی بچیاں رشتوں کے لحاظ سے موزوں بھی تھیں لیکن انہوں نے بیٹے کی دلہن کا جو روپ من میں سجا رکھا تھا وہ کسی طور ان سے مناسبت نہ رکھتا تھا...... ہاں ملیحہ کو دیکھا تو پہلی نظر ہی میں یہ لگا...... کہ انہیں اسی کی تلاش تھی اور ہارون کی دلہن صرف یہی لڑکی بن سکتی ہے......

اس بات پر انہیں اتنا پکا اور سچا اعتماد تھا کہ اس سے بار بار ملنے کی راہیں خود ہی استوار ہو گئیں۔ وہ انہیں برتھ ڈے پارٹی پر ملی۔ پھر وہ اس کے گھر جا پہنچیں......

آج رحمتے سے وہ اسی حوالے سے باتیں کرنا چاہ رہی تھیں۔ رحمتے جہاندیدہ عورت تھی۔ وہ ان کے کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ملیحہ کی خوبیاں خامیاں پوری سچائی سے ان کے سامنے بیان کر رہی تھی

لیکن

پسند کی اپنی رائے ہوتی ہے۔ یہ معاملے عام سے نہیں ہوتے...... دل جب کسی پر پیار نچھاور کرنے پر آ جائے تو پھر خامیاں خوبیوں میں مدغم ہو جاتی ہیں...... خامی خامی لگتی ہی نہیں...... خامیاں نظر آنے لگیں تو دل پیار کے معاملے میں بخیل ہو جاتے ہیں۔

رحمتے نے ملیحہ کے حسن کے ساتھ اس کے سلیقے سگھڑاپے سے نا آشنائی کی باتیں کیں۔ تو بیگم سعیدہ نے بڑی فراخدلی سے انہیں نظرانداز کرتے ہوئے کہا "سب لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ وہ تو کام کرتی ہے صبح سے شام تک دفتر میں ڈیوٹی دینا آسان ہے بھلا......"

رحمتے ہنس کر بولی "لگتا ہے بٹیا جی جان سے پسند آ گئی آپ کو"

"اور کیا...... میرا بس چلے تو اسے یہاں ہی لے آؤں...... جب تک ہارون شادی کے امند نہیں ہوتا اسے بیٹی بنا کر رکھوں"

"ہارون صاحب سے آپ نے بات کی" رحمتے کو اچانک سوچ آئی۔

"کس کی"

"اس لڑکی کی"

"اوں ہوں"

"تو کریں نا...... کیا خبر انہیں پسند آ جائے۔"

"وہ تو آئے گی ہی...... ویسے جہاں تک میرا خیال ہے ہارون ابھی کسی لڑکی کے بارے بجیدہ نہیں ہوا......"

"جی؟"

"بھئی خاندان میں کتنی لڑکیاں ہیں...... سب سے ملنا جلنا ہے اسکا بے تکلفی بھی ...... لیکن میرا نہیں خیال کہ اس نے کسی لڑکی کو رفیقہ حیات بنانے کی نظر سے اب تک اہے۔"

"کیا خبر جی...... کچھ پوچھیں گی تو بتائیں گے نا......"

"پوچھوں گی...... اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ وہ مجھ سے کچھ چھپائے گا نہیں......"

"اور جو بیگم صاحب جی......"

"کیا؟"

"ہارون صاحب نے خاندان ہی کی کسی لڑکی کو پسند کر لیا ہوا تو آپ کی یہ پسند......"

"نہیں رحمتے...... میں صرف ماں ہی نہیں ہارون کی دوست بھی ہوں...... پسند ناپسند کھوں کی جلتی بجھتی چمک سے عیاں ہوتی ہے۔ اور میں نے اپنے بیٹے کی آنکھوں میں ایسی ئی چمک نہیں دیکھی......"

"اچھی بات ہے"

"ہاں......"

"تو پھر ان سے پوچھیں...... بتا دیں اس لڑکی کے بارے میں"

"موقعہ دیکھ کر بات کروں گی کسی دن......"

وہ چند لمحے چپ ہو گئیں پھر جیسے کوئی نیا خیال ذہن میں آگیا جلدی سے؛

"رحمتے"

"جی"

"بھئی جیسے کل ہم دونوں اس کے گھر جا پہنچے تھے۔ کسی دن اچانک ہی ہارون کو جاؤں...... وہ اسے دیکھ لے۔ مجھے تو پورا یقین ہے۔ کہ ایک بار وہ اسے دیکھ لے تو پر کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھے گا......"

"جیسے آپ کی مرضی"

وہ دونوں کافی دیر ملیحہ ہی کی باتیں کرتی رہیں...... بیگم سعیدہ نے تو اسے بہو بنا مصمم ارادہ کرلیا ہوا تھا...... اور انہیں پورا اعتماد و یقین تھا...... کہ ہارون ان کی پسند کو کبھی نہیں کرے گا۔

ہارون ایک چھوٹے سے پتھر پر سر ٹکائے گھاس پر لیٹا تھا۔ ملیحہ اس کے قریب ہی بڑے سیاہ پتھر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ موسم ایکا ایکی خوشگوار ہو گیا تھا۔ آسمان پر ے نیلے بادل منڈلاتے پھر رہے تھے۔ سیاہ بدلیاں آسمان کے کناروں پر جمع ہو رہی تھیں۔ بک خرامی سے زیادہ مستی دکھا رہی تھی۔ اور جب یہ بہت ہی زور آور ہوتی تو بیشمار ؤں کی جھکی جھکی ٹہنیاں سر پٹخنے لگتیں۔ جس سے فضا میں ایک مترنم سا شور بکھر جاتا...... ور گونج بن جاتا...... اور اس گونج میں پتوں کی سرسراہٹیں مدغم ہو جاتیں...... ہوائیں نم د تو نہیں تھیں۔ لیکن گرم بھی نہ تھیں۔ لگتا تھا دور کہیں بارش نے گرم ہواؤں کے ن بھگو کر ٹھنڈے کر دیئے ہیں......

ملیحہ اور ہارون ایک دوسرے کی قربت سے سرشار موسم کی نوازش سے بھی لطف دوز ہو رہے تھے...... زمانے بھر کی باتیں کر چکے تھے۔ پھر بھی طبیعت سیر نہ ہوئی تھی۔ جی چاہ اتھا سے یہیں تھم جائے اور وہ دونوں ایک دوسرے کی قربت کی سرشاری اس طرح ہمیشہ س کرتے رہیں...... بولتے رہیں۔ سنتے رہیں۔

"ملیحہ"

"ہوں"

"بادل گھر رہے ہیں"

"ہمیں چلنا چاہئے کہیں بارش نہ آلے"

"بہت بدذوق ہو"

"کیوں"

"میں یہی تو چاہ رہا ہوں......"

"کہ بارش آجائے"

"ہاں...... کتنا لطف آئے...... بھیگ جائیں ہم......"

"آئے ہائے...... میں نے آج یہ نیا ڈریس پہنا ہے۔ تم چاہتے ہو۔ آج ہی اس
باچہ ہو جائے۔"

کیا فرق پڑتا ہے بارش میں بھیگنے کی جو خوشی ملے گی۔ اس کی قیمت کچھ زیا
نہیں...... ایک چھوڑ ہزار ڈریس قربان کر سکتا ہوں اس خوشی پر......"

"اوئے ہوئے...... لگتا ہے بزنس کچھ زیادہ ہی چمک اٹھا ہے۔"

"اوں ہوں"

"تو......"

"حوصلہ چاہئے...... پیسہ کیا شے ہے""

"ہوں"

"ہاں"

دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

پھر

ملیحہ بولی "بھئی اٹھو نا...... بارش لگتا ہے آنے والی ہے۔ جانا بھی ہے آج"

"کہاں"

"نومی صاحب کی دعوت بھول گئے"

"اوہ ہاں...... میں تو واقعی بھول گیا تھا...... تم سامنے ہوتی ہو تو تمہارے سوا کچھ
نہیں رہتا آٹھ بجے وہ پرل میں پہنچ جائے گا...... خیر ابھی کافی وقت ہے۔"

"یہ نومی صاحب کو دعوت دینے کی سوجھی کیا؟"

"وہ میرا جگری دوست ہے۔ تمہارے متعلق سب کچھ جان چکا ہے۔ اس لئے مرا
بڑھانے کو دعوت دی ہے تمہیں...... وہ اپنی منگیتر کو بھی ساتھ لائے گا۔ تم مل کر خوش ہو گی
ان کی منگنی ہو چکی ہے......"

"وہ پیدائشی منگیتر ہے......"

ملیحہ ہنس پڑی۔

ہا ن کہنی کے بل ہو کر اسے نومی اور عدیلہ کے متعلق بتانے لگا۔ دونوں چچا زاد تھے۔
ے منسوب تھے۔ عدیلہ نے اس سال بی اے کر لیا تھا...... اگلے سال شادی ہونا
نا عدیلہ اور نومی دونوں ہی جھگڑالو سے تھے آپس میں لڑائی جھگڑا ہی رہتا...... لیکن پیار بھی
غا دونوں میں...... ایک دوسرے کے بغیر جی بھی نہ سکتے تھے۔

"واقعی" ملیحہ خوشگوار لہجے میں بولی۔

"ہاں آج ان سے ملوگی نا تو دیکھنا۔ جھڑپ تو ضرور ہو گی دونوں میں......"

"ہارون" ملیحہ چند لمحے مسکرانے کے بعد سنجیدگی سے ہارون کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہوں" وہ اب اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"آج ہم نومی اور عدیلہ سے ملیں گے"

"ہاں......"

وہ چپ ہو گئی۔

کیا بات ہے ملی......" وہ قدرے آگے کو جھکا۔ "یہ ایک دم ہی پریشانی کیسی"

"عدیلہ ہمارے متعلق کسی کو بتائے گی تو نہیں......"

"بتا دے گی تو کیا ہو گا...... ہم کوئی ڈرتے ہیں کسی سے"

"اپنی ماں سے تو ڈرتے ہو نا...... کیا انہیں بتا دیا ہے میرے بارے میں"

"ابھی تو نہیں......"

"کس بات کا انتظار ہے؟"

"کسی کا بھی نہیں...... وقت ہی نہیں ملتا۔ جو ان سے بات کروں۔"

"وقت نکالو نا......"

"چلو ٹھیک ہے...... آج ہی کوشش کروں گا امی سے بات کر سکوں...... اب تو......
زش"

ہارون نے ملیحہ کی ٹھوڑی کو انگلیوں سے چھوا۔ وہ ادائے دلفریبی سے اسے دیکھ کر
کرا دی۔ ہارون بہکنے لگا۔ شوخی سے اس کی حسین آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا "بہت
لدی ہے؟"

"کس بات کی؟" وہ حیرانی سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے بولی۔

"امی کی بہو بننے کی" ہارون نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر کہا۔

"ہٹو...... شریر...... کوئی جلدی ولدی نہیں مجھے......" وہ شرما کر جھنجلا گئی۔

اس نے اپنا چہرہ اس کے ہاتھوں سے چھڑا لیا...... اور پاس پڑا سیاہ چشمہ اٹھا کر آنکھو
پر دھرنے لگی۔"

اوں ہوں" ہارون نے چشمہ اس سے چھین لیا۔ "تمہارے چہرے پر یہ چشمہ بہت
لگتا ہے۔ لیکن میں ان قاتل آنکھوں کو ان کالے شیشوں کے پیچھے چھپا نہیں دیکھنا چاہتا۔"

بس بس...... بہکنے لگے...... اٹھیئے جناب...... چلتے ہیں اب وہ اٹھی ہارون نے ا
ہاتھ پکڑ کر اسے پھر سے بٹھا لیا......

"ابھی نہیں......"

"بہت دیر سے یہاں بیٹھے ہیں...... اب......"

"جب تک میں چاہوں گا تمہیں بیٹھنا پڑے گا"

"زبردستی ہے"

"ہاں......"

"جو میں زبردستی برداشت نہ کروں تو......"

"تو...... تو میں تمہاری بات مان لوں گا......"

دونوں پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے......

کافی دیر وہ وہاں ہی رہے...... پتھروں پر سے ہٹے تو پھولدار جھاڑیوں کے قریب ٹہ
رہے کبھی چھتنار درختوں تلے کھڑے ایک دوسرے سے حال دل کہتے اور سنتے رہے۔

جب

وہ واپس گاڑی میں آ کر بیٹھے تو سات بجنے والے تھے...... ہارون نے گھڑی دیکھی ا
بولا "ابھی ہوٹل جانے میں پورا گھنٹہ باقی ہے۔"

"جناب اب تو اندھیرا پھیل چکا ہے۔ اس جگہ اب رات گئے تک تو ٹھہرنے
رہے۔"

اب؟"

"ونڈو شاپنگ کر لیتے ہیں گھنٹہ بھر......"

"اوہ خدایا......" ہارون جھلا کر بولا "تمہیں شاپنگ کا کتنا کریز ہے۔"

تم کیا جانو کتنا مزہ آتا ہے۔" وہ ہاتھ میں ہاتھ پکڑتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے
میرا بس چلے نا تو دنیا جہاں کی خوبصورت اور مہنگی چیزیں خرید لوں"

"خطرناک ارادے ہیں......"

"خواہش ہی ہے نا کونسا انہیں عملی جامہ پہنا سکتی ہوں۔"

"خواہشیں تند و تیز سیلابی صورت اختیار کر جائیں۔ تو بہت کچھ بہا کر لے جاتی ہیں
ساتھ......""

وہ اسے ناگواری سے دیکھ کر ہنس پڑی۔ ہارون نے پیار سے اس کا منہ چڑایا۔

اب وہ شہر کی سمت جا رہے تھے......

"ہارون"

"ہوں"

"ایک بمبار خبر تو تمہیں سنائی ہی نہیں......"

"کونسی...... خدا خیر کرے......"

"بھئی مجھے ایک بہت ہی اچھی جاب کی آفر آئی ہے۔"

"کمال ہے آفر آئی ہے اور پتہ نہیں کہ کہاں سے آئی ہے۔"

"وہ ہنس کر بولی۔ "میرے دفتر میں ایک صاحب ہیں...... انہوں نے کل سرسری ذکر
کیا تھا آج آفر بھی لے آئے......"

"دفتر کونسا ہے"

"پتہ نہیں......"

"بدھو ہو بالکل......"

"شاید" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ہارون کچھ نہیں بولا۔ تو وہ خود ہی بولی۔ "میں نے
کوئی خاص دلچسپی نہیں لی...... ہو سکتا ہے وہ صاحب ایسے ہی ہانک رہے ہوں۔ کل پتہ کروں
گی...... جو واقعی اچھی جاب ہوئی تو ضرور فائدہ اٹھاؤں گی۔"

"ملی"

"ہوں"

"اب تم جاب واب کے چکروں میں نہ پڑو......"

"کیوں؟" خوب سے خوب تر کی تلاش غیر فطری تو نہیں......"

"اب اچھی بچیوں کی طرح سسرال سدھارنے کی تیاری کرو۔ گولی مارو جاب کو۔"

ہارون نے شوخ مستانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ نگاہیں چراتے ہوئے بولی "وہ وقت دور ہے ابھی"

"بہت نزدیک بھی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں بھئی......"

"کیوں؟"

"میں تمہارے بلند ارادوں کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہتی۔ تم اپنی بھرپور توجہ کا ہی کی طرف رکھو...... اس میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر کچھ اور سوچنا......"

"کیا کہا؟"

"جو کہا ہے وہ تم نے سن بھی لیا ہے خان صاحب......"

"ملی......"

"ہوں"

"میرا کاروبار اب بھی اتنا ہے نہ میں تمہارا بار اٹھانے کا متحمل ہو سکتا ہوں......"

"وہ ہنس پڑی اور لہرا کر بولی "میں بہت بھاری ہوں...... میرا بار اٹھانا آسان نہ سمجھو۔"

"میں جانتا ہوں...... تمہارے آدرش تمہارے ارادے تمہارے خواب بہت او ہیں......"

"تو پھر...... اتنی جلدی مچانے کی کیا تک...... میں کہیں بھاگتی تھوڑی جا رہی ہوں۔ جب تک جاب ہے کر رہی ہوں......"

"اور دوسری جاب"

"وہ تو کہا نا ایسے ہی بے تکی ہانکی ہو اس نے...... لیکن پتہ ضرور کروں گی......"

ہارون چپ ہو گیا۔

"اب وہ مین صدر روڈ پر تھے۔ سڑک کے دو رویہ دکانیں اور شورومز روشن ہو

ہماہمی تھی۔ رونق تھی۔ لوگ خریداری کے لئے آ جا رہے تھے۔ کار پارکنگ کی جگہ رہی تھی......

وہ بھی کار پارک کر کے باہر نکل آئے......

کچھ دیر گھومے چیزیں دیکھیں لوگوں کو آتے جاتے دیکھا اور پھر گاڑی میں واپس آ

"ابھی بھی آدھ گھنٹہ باقی ہے" ہارون بولا۔

"میں گھر جاؤں گی" ملیحہ بولی۔

"کیوں...... کھانے پہ نہیں جانا......"

"جانا ہے...... تیار ہونے گھر جاؤں گی"

"لو...... تیاری کیسی؟ اچھی بھلی تو ہو"

"نہیں جناب...... عدیلہ بھی آ رہی ہے۔ میں ایسے تو جانے سے رہی......"

"اتنا خوبصورت ڈریس ہے...... اور کیا کرنا ہے۔"

"تم مجھے لے چلو نا......"

"تم تیار ہوتی رہو گی تو میں کیا کروں گا۔"

"تم کمرے میں بیٹھ کر میگزین دیکھنا۔"

"کمرے میں آنے کی اجازت ہے اب؟"

"مجبوری ہے" وہ ہنس کر بولی "ہارون اسے ڈراپ کرنے جایا کرتا تھا لیکن کبھی بھی نے اسے اندر آنے کے لئے نہ کہا تھا۔ باہر ہی سے بائے بائے ہو جاتی...... آج اس نے کا کمرے میں بیٹھنے کی بات کی تو ہارون بھی تیار ہو گیا۔

"لیکن وہ تمہارے مالک مکان؟" ہارون نے قدرے تذبذب سے کہا۔

"ہم اپنے دروازے سے آتے جاتے ہیں جناب...... پھر ان کا تعلق بھی کیا ہے مجھ" وہ اترا کر بولی "میں اپنی مالک آپ ہوں۔"

"ٹھیک ہے" ہارون نے جواب دیا اور گاڑی کا رخ بھٹی روڈ کی طرف موڑ دیا......

ملیحہ کا کمرہ حسب معمول الٹ پلٹ تھا...... ہارون پہلی بار اندر آیا تھا۔ یہ کباڑ خانہ وہ کچھ چپ سا ہو گیا......

"کیا بات ہے" ملیحہ بھانپ گئی۔

"کچھ نہیں......"

"یہ الٹ پلٹ دیکھ کر پریشان ہو گئے ہو"

"شاید...... تم خود تو اتنی......"

"بس بس...... وہ ہنس کر بولی "یہ سب تمہاری ہی وجہ سے ہے"

"کیوں؟ میری...... وجہ سے کیوں؟"

"جناب میں صبح دفتر جاتی ہوں...... شام کو واپس آکر کمرہ ٹھیک کیا کرتی تھی۔ لیکن جب سے تم مجھے اڑا لے جاتے ہو...... کمرے کا یہی حشر ہوتا ہے نا...... اب سوچو نو دس بجے واپس آؤں گی تو اتنی ہمت ہو گی کہ کمرہ ٹھیک کروں...... نوکر میرے پاس ہے کوئی نہیں......

ہارون مسکرانے لگا۔

ملی واقعی ٹھیک کہہ رہی تھی...... یہ ہارون کا خیال تھا۔ ورنہ ملیحہ اور طریقہ سلیقہ دا... دو متضاد چیزیں تھیں......

کوٹھی کی پشت پر پھیلی اونچی نیچی ڈھلان دار پہاڑیوں کے سلسلے اوپر ہی اوپر اٹھتے چلے ...تھے...... اوپر نیچے آنے جانے کے لئے کچھ راستے تو از خود بن گئے تھے۔ کچھ بنائے گئے ...... بہت سی کوٹھیوں کے مکینوں نے اپنے اپنے گھروں کے آگے سے گزرنے والے ...وں کو پتھروں اور اینٹوں سے پکا کر لیا ہوا تھا۔ یہ ٹیڑھے میڑھے راستے غیر ہموار تھے۔ ...سیدھے کہیں بل کھاتے ہوئے اور کہیں ڈھلانی...... اب تو یہاں خوب آبادی ہو گئی ...چھوٹے چھوٹے سرخ چھتوں والے بنگلے اور کئی جگہ جہازی کوٹھیاں وجود میں آ چکی ...... یوں یہ کالونی بس گئی تھی...... اور اب تو آئے دن کسی نہ کسی حصے میں کسی نہ کسی ...نا پر مکانوں کی بنیادیں کھودی جاتی تھیں...... لگتا تھا جلد ہی ہر ڈھلان پہاڑی کی ہر اوٹ ...ہر سلسلہ چند ہی سالوں میں کوٹھیوں اور بنگلوں کا بار سینے پر اٹھائے ہو گا۔

بیگم سعیدہ اپنی دوست آسیہ کے ہاں سے واپس آ رہی تھیں...... اس کے نواسہ ہوا ...... مبارک دینے گئی تھیں...... وہ دائیں طرف سے نیچے کو اترنے والے کچے راستے پر ...اتر رہی تھیں...... یہ راستہ بہت اوپر سے آکر نیچے سڑک تک جاتا تھا۔ کہیں کہیں سے پکا ...... جہاں کوئی بنگلہ یا کوٹھی تھی وہاں یہ راستہ پختہ اینٹوں کا ہو جاتا تھا......

ایک بجنے کو تھا...... بیگم سعیدہ کا پہلے تو ارادہ تھا۔ کہ حشمت علی کے ہاں سے بھی ہو ...... ان کا بیٹا امریکہ جا رہا تھا۔ وہاں اسے انجینئرنگ میں داخلہ مل گیا تھا...... ان کا گھر ...راستے ہی میں پڑتا تھا...... لیکن وقت موزوں نہیں تھا۔ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو رہا ...تھا اس لئے ان کے گھر کے سامنے سے وہ جلدی سے گزر گئیں...... مبادا کوئی دیکھ لے ...انہیں اندر بلا لے۔ پھر کسی دن آنے کا ارادہ کر کے وہ نیچے اتر رہی تھیں۔ کہ اچانک ہی ...ہنسنے بولنے کی ملی جلی آوازیں انہیں پرلی طرف کی پکی سڑک پر سے سنائی دیں...... کچھ

دل نیچے جا رہے تھے۔ بیگم سعیدہ نے بے دھیانی ہی میں ادھر دیکھا۔

لیکن

بے دھیانی دھیان بن گئی۔ انہوں نے دیکھا دو تین مرد اور دو عورتیں باتیں کرتے ہنستے مسکراتے نیچے جا رہے تھے۔

ان عورتوں میں سے ایک ملیحہ تھی......

وہ ملیحہ ہی تھی

اس کو انہوں نے دور ہی سے پہچان لیا......

ملیحہ نے انہیں نہیں ... وہ اپنی ساتھی لڑکی اور دوسرے مردوں سے باتیں کرتی احتیاط سے قدم اٹھاتی نیچے جا رہی تھی......

بیگم سعیدہ نے اسے آواز دے کر متوجہ کرنا چاہا...... لیکن اتنے فاصلے سے آواز دینا کچھ اچھا نہیں لگا...... ... تھے اور لوگ بھی تھے یوں پکارنا معیوب تھا......

لیکن

ملیحہ انہیں نظر آئے اور وہ اسے نہ ملیں یہ بھی ممکن نہ تھا...... وہ ان کے گھر کے قریب آئی تھی۔ پھر بھلا وہ اسے اپنے گھر کیوں کر نہ لے جاتیں......

انہوں نے سڑک اور کچے راستے کے درمیان کی اونچی نیچی پہاڑی پر نگاہ ڈالی۔ یہاں جھاڑیاں بھی تھیں پتھر بھی اور درخت بھی۔ کہیں کہیں پھسلن بھی تھی۔ لیکن ان کے لئے شارٹ کٹ یہی تھا۔ چنانچہ وہ سنبھل سنبھل کر درختوں کی شاخوں کو پکڑتے پتھروں اور کہیں کہیں زمین پر پیر رکھتے سڑک کی طرف بڑھنے لگیں...... راستہ مشکل تو نہ تھا لیکن اتنے بھاری بھرکم وجود کے ساتھ یہاں سے گزرنا مشکل ضرور تھا...... شوق اور تجسس جب سر اٹھائیں تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ بیگم سعیدہ بھی اس سڑک تک جا پہنچیں۔ جس کے اوپر والے گھماؤ پر وہ لوگ آ چکے تھے......

"ملیحہ" چند منٹ کے فاصلے پر بیگم سعیدہ کو وہ نظر آئی تو پیار اور شفقت سے پکارا۔ ملیحہ کے ساتھ سبھی نے ان کی طرف دیکھا۔ چونکہ اور کوئی انہیں جانتا نہیں تھا۔ اس لئے ملیحہ کی طرف دیکھا۔

"آنٹی......" وہ ان کی طرف تیزی سے بڑھی۔

...ہوں نے بازو پھیلا دیئے اور وہ ان بازوؤں میں سما گئی......" بیگم سعیدہ نے اسے سینے ...لگائے اس کی پیشانی چومی......

...ی سب بھی قریب آ گئے۔ ملیحہ کی آنٹی کو سلام کیا۔ بیگم سعیدہ نے اسے بازوؤں میں ...ے سب کو سلام کا جواب دیا۔

...تم ادھر کہاں" چند لمحوں بعد جب ملیحہ ان سے الگ ہوئی تو انہوں نے اس سے پوچھا

... ادھر" ملیحہ نے گردن موڑ کر اوپر کی طرف اشارہ کیا "ہمارے باس کی ماں فوت ہو ...... پرسوں؟......" اس نے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"نہیں پانچ دن ہو گئے ہیں......" ایک ساتھی نے کہا۔

"یہ میرے دفتر کے کولیگ ہیں......" ملیحہ نے سب کا تعارف کروایا......"ہم افسوس ...ئے تھے۔ آنٹی سچی مجھے تو افسوس کرنا آتا ہی نہیں تھا......"

"تمہیں آتا کیا ہے" ساتھی لڑکی نے ہنس کر کہا۔

"یہ تو بڑے بوڑھوں کی ذمہ داری ہوتی ہے نا آنٹی" ملیحہ آنٹی کے پیار کرنے سے شیر ...تھی۔

آنٹی مسکرا دیں......

کچھ دیر وہ سب وہیں کھڑے باتیں کرتے رہے

پھر اسلم بولا "اب چلیں......"

"یہ نیچے میرا گھر ہے" آنٹی بولی "چل کر کوئی چائے پانی پی لو......"

"اوہ یہ گھر ہے آپ کا......" ملیحہ بولی۔

"ہاں...... چلو نا......" وہ پیار سے بولیں۔

"پھر آؤں گی آنٹی...... اب یہ سب ساتھ ہیں......"

"تو کیا ہوا...... سب چلیں......"

"ملیحہ کے سوا سب نے معذرت کی۔ اسلم نے سکول سے اپنے بچوں کو لانا تھا۔ فرحانہ ...بیمار تھیں...... جمال اور سعید بھی یہیں سے آنٹی کو خدا حافظ کہنے کا سوچ رہے تھے۔

"تو تم چلو نا......" بیگم سعیدہ بولیں۔

"ہائے نہیں آنٹی۔ پھر گھر کیسے جاؤں گی......"

"میں پہنچا دوں گی......"

"چلوں؟"

"پوچھنا کس سے ہے۔ انہیں جانے دو...... سب نے کوئی نہ کوئی بہانہ بنایا ہے۔"

"آنٹی بہانہ نہیں...... بہت خوشی ہوتی آپ کے ہاں جا کر...... لیکن......"

"چلیے مان لیا...... لیکن اسے تو کوئی کام نہیں نا......"

"جاؤ ملیحہ...... اب دفتر تو جانا نہیں...... چھٹی تو ہو ہی گئی ہے"

"آپ بھی آتے تو خوشی ہوتی...... کھانے کا وقت بھی ہو رہا ہے......"

"اسی لئے تو واپس جانا ضروری ہے......"

"خیر تم لوگوں کی مرضی...... ملی میرے ساتھ جائے گی۔"

"اچھی بات......"

سب باتیں کرتے نیچے جانے لگے...... باقی سب تو بڑی سڑک کی طرف بڑھ گئے۔ بیگم سعیدہ ملیحہ کو لے کر کچے راستے پر ہو گئیں...... جو ان کے گھر کے دائیں طرف تھا......

بیگم سعیدہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ وہ ملیحہ کو بار بار پیار کر رہی تھیں...... اس کا احوال پوچھ رہی تھیں......

"میں بالکل ٹھیک ہوں آنٹی ایک دم فرسٹ کلاس" وہ ہنس کر بولی۔

"خدا تمہیں ہمیشہ ہی فسٹ کلاس رکھے" انہوں نے پیار سے اسے دیکھا۔

گھر آکر انہوں نے ڈرائینگ روم کا دروازہ کھولا اور ملیحہ کو ایک صوفے پر بیٹھنے کو کر خود دروازے کی طرف منہ کر کے بولیں "رحمتے...... اے رحمتے......"

"جی بیگم صاحب جی" اس نے کچن سے ہانک لگائی۔

"ادھر تو آ...... دیکھ تو سہی کون آیا ہے......" وہ ملیحہ کی طرف پیار بھری نظروں دیکھ کر کہہ رہی تھیں......

"کون ہے جی" رحمتے ہاتھ دوپٹے کے کنارے سے پونچھتے ہوئے ادھر آگئی۔

"ملیحہ آئی ہے...... ملی...... جس کے گھر ہم اس دن گئے تھے......" وہ تو جیسے باؤ[illegible] ری تھیں۔

رحمتے نے دروازے سے اندر جھانکا...... صوفے پر ملیحہ کو دیکھ کر آگے بڑھی...... ملیحہ نے سلام نہیں کیا۔ وہ خود ہی بولی "کیسی ہو بیٹی......"

"ٹھیک ہوں" ملیحہ نے بے تکلف نوکرانی کو زیادہ لفٹ نہ دی......

بیگم سعیدہ ملی کے اچانک مل جانے کا رحمتے کو بتانے لگیں۔

"چلو جی اچھا ہوا...... آپ لے آئیں انہیں...... روز ہی تو انتظار کرتی تھیں بٹیا" رحمتے نے کہا۔

"ہاں ملی...... میں روز ہی تمہارا انتظار کرتی تھی...... مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے اپنے گھر پا کر"

"ہوں" ملیحہ یونہی مسکرائی۔

"چائے پیو گی یا کوک......"

"کچھ نہیں آنٹی......"

"لو کیوں...... میں تو تمہیں کھانا بھی کھلاؤں گی...... اچھا ٹھیک ہے پہلے کوک پی لو...... کھانا کھائیں گے...... چائے بعد میں ہو گی۔"

"ہائے آنٹی" وہ بولی "آپ نے تو اتنا لمبا چوڑا پروگرام بنا لیا...... میں نے گھر بھی جانا ہے...... آج دفتر سے چھٹی کر لی آدھی...... گھر میں کام پڑے ہیں......"

"ہوتے رہیں گے" وہ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں "کام ہوتے [illegible]"

"آنٹی آپ کے ہاں بھی آتی رہوں گی...... آج مجھے جلدی جانا ہے۔"

"نہیں میری بچی کھانا تو کھاؤ گی ہی" رحمتے بولی۔

"نہیں مائی...... پھر کبھی کھا لوں گی" اس نے بے مہر سے لہجے میں کہا تو رحمتے کو کچھ ناگوار گزرا۔ بڑوں سے چاہے وہ نوکر ہی ہوں چھوٹوں کو تمیز سے بات تو کرنی چاہئے۔ رحمتے تو نوکر کب تھی۔ وہ تو سب خاندان کی اماں تھی۔ کوئی بھی اسے اس کے نام سے نہیں بلاتا تھا سوائے بڑوں کے......

وہ جانے کو مڑی تو بیگم سعیدہ نے کہا "کوک لے آؤ ٹھنڈی ہو دیکھ لینا......"

"آنٹی بس خالی کوک کھانا پھر کسی دن کھاؤں گی" وہ بولی۔

"نہیں بھئی...... کھانا تیار ہے جو کچھ بنا ہے دونوں کھائیں گے۔"

"آنٹی"

"ہوں"

"آپ کی بیٹی کوئی نہیں......"

"صرف ایک بیٹا ہے۔ بیٹی تو تم بنی ہو۔"

رحمتے دو گلاس کوک لے آئی...... ملیحہ اور بیگم سعیدہ کو دے کر وہ واپس چلی گ

سعیدہ نے آواز دی "رحمتے کھانا بھی لگا دو...... بیٹی کو جانے کی جلدی ہے۔"

دونوں کوک پینے لگیں۔

گلاس میز پر رکھتے ہوئے بیگم سعیدہ اٹھیں "میں دیکھوں ذرا میز لگا دیا ہے رحمتے

آج جو کچھ پکا ہے کھانا پڑے گا تمہیں...... شاید پالک گوشت ہے......"

"مجھے بہت ہی پسند ہے" ملیحہ بے اختیارانہ بولی۔

"پھر ٹھیک" وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے باہر نکل گئیں۔

ملیحہ نے بھی گلاس میز پر رکھ دیا اور ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتے ہوئے بیگم سعیدہ حیثیت کا اندازہ اسے خود ہی ہو گیا۔ پرانی کوٹھی پرانا ہی فرنیچر...... کارپٹ تو خاصہ گ تھا۔ گو ایرانی تھا۔ لیکن خاصہ پرانا...... باقی چیزیں بھی بس ایسے ہی تھیں...... کسی چیز تو اندازہ نہ ہوا...... کہ گھر کی مالک کوئی امیر کبیر عورت ہے۔ اچھے متوسط طبقے کے گھر جو کچھ ہو سکتا تھا۔ وہ یہاں تھا۔ لیکن بے پناہ دولت کی جھلک چھوڑ سایہ بھی اسے نظر

وہ چیزیں دیکھتے ہوئے کچھ ایسے ہی خیالات میں الجھ گئی۔ بیگم سعیدہ کا ایک ہی وہ اس پر جس طرح پیار نچھاور کرتی تھیں...... ملیحہ کے لئے جاننا کیا مشکل تھا۔ کہ بیٹی کس روپ میں بنانا چاہتی ہیں۔

لیکن ایک تو یہ کہ وہ ہارون سے وابستہ ہو چکی تھی۔ دوسرے...... وہ تو خو خوب تر کی تلاش میں تھی۔ اسے اپنا مستقبل کسی ایسے گھر سے کوئی جوڑنا تھا......؟

وہ

تو

آج ہی باس کا گھر دیکھ کر آئی تھی...... پورے کا پورا ایئر کنڈیشنڈ اور کئی

شاندار گھر اتنا شاندار لش تھا۔ کہ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں......

گھر ہو تو اس گھر جیسا۔ اس نے وہیں سوچا تھا۔ "تین تین تو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ نوکر بے شمار تھے...... اور وہ باس کی بیگم کتنے ڈائمنڈ پہن رکھے تھے...... کوئی سات انگوٹھیاں نے خود گنی تھیں...... ایک ایک انگلی میں تین تین پہنی ہوئی تھیں...... اور کانوں میں بڑے بڑے ٹاپس......

ملیحہ جو اپنے گھر کو چھوڑ چھاڑ اکیلی ہو بیٹھی تھی۔ اس کا منتہائے مقصود ہی یہی تھا۔ حسن کے حدود ارنعے سے بخوبی واقف تھی...... اور اسی سہارے وہ زندگی کے اس پر پہنچنے کی متمنی تھی......

پہلا آدمی اسے ہارون ہی ملا تھا۔ جو جوان تھا خوبرو تھا سلجھا ہوا تھا اور کافی انٹیلی جنٹ...... اس کی بزنس کے متعلق اسی کی زبانی ملیحہ کو تھوڑا بہت معلوم ہو چکا تھا۔ لیکن گھر بار نہیں دیکھا تھا۔ دونوں محبت کے بندھن میں بندھ گئے تھے۔

لیکن

ملیحہ لاشعوری طور پر خالی خولی محبت کی قائل نہ تھی۔ اسے بہت کچھ چاہئے تھا۔

بہت کچھ

جو

ہارون نے دے دیا تو ٹھیک

ورنہ......

اس ورنہ سے آگے ابھی اس نے کچھ سوچا ہی نہیں تھا۔ لیکن سوچ کے لئے راہیں بن تھیں۔

اس نے عہد کر لیا تھا۔ کہ جب تک ہارون اس کی ہر خواہش پوری کرنے کے قابل نہ ہو جاتا وہ شادی نہیں کرے گی۔ خوبصورت گھر شاندار گاڑی اور سیر و تفریح کے لئے دوران اک بیرون ملک جانے آنے کے لئے وافر پیسہ یہ تو وہ اپنی بنیادی ضروریات سمجھتی اس کی اڑانیں بہت اونچی تھیں اور یہ بات وہ گاہے بگاہے ہارون پر بھی واضح کرتی رہتی

بیگم سعیدہ رحمتے کے ساتھ کھانا بنانے میں لگ گئیں...... انہوں نے دو ایک اور

اچھی اچھی ڈشیز تیار کر لیں...... ابلا ہوا چکن تو ہمیشہ ہی فرج میں رکھا رہتا تھا...... انہوں نے دو کھانے اور بنا لئے......

میز لگا کر انہوں نے ملیحہ کو بلایا......

"آنٹی آپ نے خواہ مخواہ ہی تکلف کیا......" وہ کھانے کی میز پر بیٹھتے ہوئے بولی

بیگم سعیدہ بڑے پیار سے اسے کھانا کھلانے لگیں۔ کبھی ایک چیز اس کی طرف بڑھاتیں...... کبھی دوسری ملیحہ باتوں کے درمیان کھانا کھانے لگی۔ پالک گوشت اسے مرغوب تھا...... بنا ہوا بھی بہت اچھا تھا...... اس نے دو دفعہ سالن پلیٹ میں نکالا۔

کھانا کھاتے ہوئے باتیں بھی ہوتی رہیں۔ بیگم سعیدہ اسے پیار سے بھی منی بیٹی کبھی ننھی دوست اور کبھی جانو کہہ کر بلا رہی تھیں......

ابھی وہ کھانا ختم ہی کر رہی تھیں کہ کچھ لوگوں کے آنے کی آوازیں لاؤنج سے آ

"کوئی آیا ہے" ملیحہ نے ہاتھ نیپکن سے پونچھے اور میز سے اٹھی۔

"ہاں ہمارے عزیز ہی ہیں...... ہاجرہ کی آواز ہے" وہ بھی اٹھیں پھر ملیحہ سے بولیں "تم نے ٹھیک سے کھانا کھا لیا نا......"

"جی آنٹی ضرورت سے زیادہ ہی کھا لیا ہے" وہ مسکرائی...... بیگم سعیدہ کمرے سے باہر نکلیں تو ملیحہ بھی ان کے ساتھ لاؤنج میں آ گئی...... جہاں دو عورتیں چار لڑکیاں جوان لڑکے کھڑے تھے۔ سب بیگم سعیدہ سے بے تکلفی سے گھل مل کر سلام دعا کر رہے خاصہ شور مچا رہے ہیں۔ افضال اور شفو کی نگاہ پڑی۔

"یہ...... یہ کون ہیں......" شفو نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ اس نے پہلے اسے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے پوچھنے پر سب ہی کی مستفسرانہ نگاہیں ملیحہ پر پڑیں۔

"ہائیں یہ کون؟"

"پہلے تو کبھی نہیں دیکھا"

"ہمسائے میں رہتی ہے کیا؟"

"نام کیا ہے"

سب ملیحہ کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ بیگم سعیدہ نے مسکرا کر سب سے کہا "آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ ملیحہ ہے...... میری بیٹی...... ننھی منی پیاری پیاری بیٹی"

"بیٹی" کچھ بڑبڑاہٹیں سی ابھریں۔

"ہاں بھئی...... اللہ نے پلی پلائی بیٹی دے دی مجھے...... دیکھیں نا کتنی پیاری ہے۔"

"ہاں...... بہت ہی پیاری ہے" عصمہ نے کہا "مبارک ہو آنٹی"

"شکریہ"

شفو، زارا اور ہاجرہ تو چپ کی چپ ہی ہو گئیں...... بھابی طاہرہ کو بھی بیگم سعیدہ کا پیار بھرا انداز کچھ بھایا نہیں......

چند لمحے سب کھڑے کھڑے باتیں کرتے رہے۔

"بیٹھ تو سہی" بیگم سعیدہ نے کہا۔

"نہیں آنٹی" افضال بولا "ہم سب ایئرپورٹ جا رہے ہیں۔"

"کیوں خیریت"

"انکل عثمانی آ رہے ہیں امریکہ سے......"

"اوہ اچھا...... مجھے تو یاد ہی نہ تھا۔"

"چلیں گی آپ کو لینے آئے تھے...... لیکن اب آپ کی بیٹی آئی ہوئی ہیں......"

"مجھے بھی واپس جانا ہے آنٹی نے زبردستی کھانے پہ روک لیا تھا۔" ملیحہ بولی...... تو بیگم سعیدہ نے کہا "چلو میں بھی چلتی ہوں...... عثمانی کو لینے...... ملیحہ کو راستے میں ڈراپ کر دیں گے جگہ تو ہو گی"

"دو گاڑیاں ہیں" عصمہ نے کہا "بیٹھ ہی جائیں گے۔"

"انہوں نے کہاں جانا ہے" فخری نے پوچھا۔

"بھٹی روڈ......" بیگم سعیدہ نے کہا "راستے ہی میں پڑتا ہے اس کا گھر......"

"ٹھیک ہے" عصمہ نے کہا ملیحہ اسے بہت اچھی لگی تھی۔ شفو اور زارا کی طرح اسنے کسی خطرے کی گھنٹی محسوس نہیں کی تھی۔ اس لئے کہ اس کی نسبت ٹھہر چکی تھی اور زارا اور شفو، ملکی، رابعہ کی طرح وہ ہارون کی امیدوار نہ تھی۔

ملیحہ پہلی دفعہ ہی اس گھر میں آئی تھی۔ اتفاق ہی تھا جو پہلی دفعہ ہی وہ بیگم سعیدہ کے خاندان سے متعارف ہو گئی تھی...... اور جیسے ہاجرہ کی عادت تھی...... بات پورے خاندان میں پھیلا دیا کرتی تھی۔ یوں جس نے ملیحہ کو دیکھا اور جس نے نہیں بھی دیکھا ہاجرہ کے توسط سے انہیں اس کا پتہ ضرور چل گیا۔

بریف کیس دائیں ہاتھ پڑے صوفے پر اچھال کر ہارون دوسرے صوفے پر دُ
بیٹھ گیا...... کوٹ اتار کر صوفے کے بازو پر ڈالا اور جھک کر بوٹوں کے تسمے کھولنے لگا۔

"آگئے بیٹا" بیگم سعیدہ سیڑھیاں اتر رہی تھیں۔

"اسلام وعلیکم امی" ہارون نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔

امی نے جواب دیتے ہوئے دعائیں دیں۔

ہارون جوتے اتار کر پاؤں درمیانی میز پر پسار کر صوفے میں نڈھال سا پڑ گیا۔

"ہارون بیٹے" امی نے پشت پر آتے ہوئے جھک کر اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام ل
ہے بہت تھک گئے ہو......"

"مار ڈالا آپ کے بزنس کی دوڑ دھوپ نے" وہ لاڈ سے بولا۔

امی نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور گھوم کر اس کے سامنے آتے ہوئے مسکر
لگیں۔ "کوئی کام آسان نہیں ہوتا بیٹا۔ محنت تو کرنا ہی پڑتی ہے کہو کیسے جا رہا ہے کا
کل۔

وہ اس کے قریب صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ہارون نے میز سے پاؤں ہٹا کر قالین
دیئے۔ آگے کو جھکتے ہوئے بولا "ٹھیک ہی جا رہا ہے...... لوکل کام تو کافی ہے۔
اور جاپان کی دو کمپنیوں سے خط و کتابت چل رہی ہے......"

"انشاء اللہ کام بن جائے گا۔ اس عمر میں تھکاوٹ کا لفظ زیب نہیں دیتا......" وہ
کر بولیں......

"واہ امی...... انسان ہوں...... تھک بھی سکتا ہوں...... دیکھیں نا آج پاؤں دکھ
ہیں۔"

وہ شوخی سے ماں کی طرف دیکھ کر بولا "کوئی ہے بھی نہیں جو کم از کم پاؤں ہی دبا دیا کرے"

"اوہ" امی اس کی بات سمجھتے ہوئے مسکرائیں۔ "تو یہ بات ہے"

"غلط بھی نہیں"

"لا میں دبا دوں پیر"

"توبہ توبہ...... کیوں گنہگار کرتی ہیں۔ بھلا پاؤں بھی کبھی مائیں دباتی ہیں......"

"آجکل بیویاں بھی نہیں دباتیں۔" وہ ہنس کر بولیں۔

"یہ تو بعد میں پتہ چلے گا بیوی ہو تو سہی......" وہ بھی شوخی سے بولا۔

"لا دوں؟" انہوں نے ذومعنی نظروں سے اسے دیکھا۔

"بازار میں ملتی ہیں" وہ شوخ ہوا جا رہا تھا۔

"بازار سے کیوں؟"

"خاندان سے لانے کا نام لیا تو میرا ابھی سے انکار لکھ لیں۔ اس نے جلدی سے کہہ

"کیوں بے......" وہ جان بوجھ کر اسے ستانے کے ارادے سے بولیں "ایک سے ایک
ی لڑکی ہے خاندان میں......"

"سب ہی بہت ہی اچھی ہیں"

"تو پھر انکار کی کیا بات"

"میں نے خاندان میں شادی نہیں کرنی......"

"اور جو میں کہوں کہ واقعی خاندان میں شادی نہیں کرنی تو......"

"تو......"

"ماں بیٹا ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

بیگم سعیدہ موقع کی تلاش میں کئی دنوں سے تھیں...... کہ ہارون سے ملیحہ کی بات
یں۔ لیکن ہارون اکثر لیٹ آتا...... یا تھکا ہوا ہوتا تو بات ہی نہ ہوتی...... ملیحہ دو تین دفعہ
آچکی تھی کل بھی آئی تھی...... اس کے جانے کے بعد رحمتے نے کہا تھا "بیگم صاحب جی
ہارون بیٹے سے بات کر ہی لیں...... آج کتنا اچھا موقعہ تھا ملیحہ بی بی آئی تھی۔ ہارون بیٹے

کو فون کر دیتیں۔ گھر آ جاتے لڑکی دیکھ لیتے...... ملیحہ کو پتہ بھی نہ چلتا اور ہارون کی مرضی بھی
چل جاتی۔"

بیگم سعیدہ کو بھی افسوس ہوا تھا رحمتے سے کہا تھا "اب کہہ رہی ہے۔ جب وہ چلی گئی
ہے پہلے کہتی نا......"

"مجھے بھی خیال بعد میں ہی آیا...... اب وہ آئیں تو ضرور ہارون صاحب کو فون کر کے
بلا لیجئے گا بات ایک طرف ہو...... آپ کے سارے خاندان میں بات پھیل گئی ہے۔ کہ ہارون
کے لئے آپ نے لڑکی تلاش کر لی ہے۔"

"میں جانتی ہوں...... اس دن اتفاقاً" ہی اتنے لوگ آ گئے تھے۔ ہاجرہ کا تو تمہیں پتہ
ہے ہی...... بات منٹوں میں پورے خاندان میں پہنچا دیتی ہے۔ اگلے دن بھی ملی آئی تو شور
گئی تھی......"

"طاہرہ بی بی بھی تو ساتھ تھی۔"

"اسی لئے تو سب نے مشہور کر دیا ہے۔ ہارون کے لئے میں نے لڑکی تلاش کر لی
ہے۔"

"وہ تو کر ہی لی ہے۔"

"بھئی جب تک ہارون کو دکھا نہ دوں...... بات پکی تو نہیں ہوئی نا...... اس کی مرضی
بھی تو دیکھنا ہے...... یقین تو مجھے قوی ہے کہ ملیحہ جیسی لڑکی کو وہ ناپسند کر ہی نہیں سکتا۔ پھر
بھی۔"

"تو دکھا دیجئے نا انہیں"

"یہی سوچ رہی ہوں۔ کسی دن بات چھیڑوں اور اسے ملیحہ کے ہاں لے چلوں۔"

بات آج خود بخود ہی چھڑ گئی تھی۔ خود بخود کیا ہارون ہی نے چھیڑ دی تھی۔ دراصل
بھی امی سے ملیحہ کے سلسلہ میں بات کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا۔ کہ امی کو ملیحہ پسند آ گئی
ویسے بھی ان دنوں ملیحہ جانے کیسی کیسی باتیں کرنے لگی تھی۔

کل ہی اس نے ہارون سے بڑے شوخ انداز میں کہا تھا "کچھ کرنا ہے تو کر لو۔ ورنہ ہاتھ
سے نکل جاؤں گی۔ ایک آنٹی مجھ پر اتنی مہربان ہو گئی ہیں اتنی مہربان کہ کیا بتاؤں...... پسند کر
لیا ہے مجھے لیکن میں جانتی ہوں وہ مجھے اپنے بیٹے کے لئے منتخب کر چکی ہیں...... ہوں......

"تو یہ بات ہے۔" ہارون اس کی شوخی سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

"ہاں...... بڑی ڈیمانڈ ہے میری......"

"وہ کیونکر......"

"ایک دوست ہے میری...... اس نے مجھے اپنے کسی کزن کے لئے جو امریکہ میں ڈاکٹر
ہے...... کارڈیالوجی میں سپیشلائز کر رہا ہے۔ اس کے لئے مجھے فٹ کر لیا ہے۔"

"واقعی بڑی ڈیمانڈ ہے۔ پر یاد رکھو میں بھی موجود ہوں...... کوئی نظر بھی تم پر اس
طرح سے پڑی نا...... تو آنکھیں نکال لوں گا...... کوئی ہاتھ بڑھا تو توڑ کے رکھ دوں گا......
سمجھیں"

"اوئے اوئے" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ "بڑے خطرناک ہو تم تو......"

"صرف تمہارے معاملے میں" وہ مستحکم لہجے میں بولا......

"سچ"

"بالکل سچ......"

وہ اترا کر اسے دیکھنے لگی تھی......

اس طرح کی باتیں تو وہ اکثر ہی کرتی رہتی تھی...... آج بھی اس نے ہارون پر اپنی نئی
جاب کے متعلق انکشاف کیا تھا......

"اتنی اچھی آفر ہے جی چاہتا ہے قبول کر ہی لوں"

"کتنی اچھی ہے"

"بھئی اس آدمی کا کاروبار پورے یورپ میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں تو صرف ایک آفس
ہے۔ جرمنی، ہالینڈ اور لندن میں کاروبار ہے۔ اسے ایک سیکرٹری کی ضرورت ہے۔"

"اور تم......"

"مجھے تو اس نے انٹرویو کے بغیر ہی سلیکٹ کر لیا ہارون...... تین ہفتے کے لئے یورپ
جانا ہے مجھے...... صرف آفس دیکھنے کے لئے...... عیش ہے نا......

"تم نے جاب لے لی......"

"اے کہاں......"

"کیوں؟"

"بس ایک وجہ ہے"

"وہ کیا؟"

"تم"

"کیا مطلب؟"

وہ ہنس کر بولی "تم......"

"میں؟"

"ہاں تم...... تم یہ جاب پسند نہیں کرو گے نا......"

"میں تو تمہارا جاب رنا ہی سرے سے پسند نہیں کرتا۔"

"خیر یہ تو ابھی میری مجبوری ہے۔ لیکن وہ اتنی اچھی جاب...... بس تم سے ڈر لگتا ہے۔"

"کیوں؟"

"خطرناک آدمی ہو...... کہیں اس سیٹھ بیچارے کا گلا ہی نہ دبا دو" وہ حسب عادت کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"یہ مذاق نہیں......" وہ سنجیدہ بنتے ہوئے بولا......

"اچھا چھوڑو...... وہ جاب تو میں ویسے بھی نہ لیتی...... اتنا بدوضع سا آدمی ہے۔ بہ موٹا...... بڑی بڑی خوفناک مونچھیں...... آنکھیں سرخ انگارہ...... میں تو اسے دیکھتے ہی ڈر گئی...... وہ اگر اتنی شائستگی اور ملائمت سے بات نہ کرتا تو میں تو بھاگ لی تھی......"

وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی......

لیکن

ہارون کے ذہن میں کچھ دھماکے سے ہونے لگے...... لاابالی سی لڑکی تھی ملی سر پر کوئی چھوٹا بڑا تھا نہیں من مانی کرنے کی عادی تھی۔ کسی حد تک مزاج میں ضد کا عنصر بھی تھا۔ کچھ کر گزرنے پر آئے تو اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا...... اور خوب سے خوب ترکی تلاش تو اس کا نصب العین تھا۔ اونچے معیار زندگی کے لئے مرتی تھی...... پیار کے بندھن تھے جو ا ہارون سے جوڑ چکی تھی۔ اسی لئے کچھ پابندی سی ہو گئی تھی...... ویسے بھی وہ اس انمول ہیرے کی طرح تھی۔ جو کھلے عام پڑا تھا...... اس کی حفاظت کے لئے کوئی اقدام نہیں کئے گئے

تھے...... حفاظتی اقدامات یہی ہو سکتے تھے۔ کہ اس ہیرے کو کسی انگوٹھی کی بندش میں رکھ دیا جائے...... سو ہارون نے یہی ضرورت سمجھا۔

اور

اسی لئے

آج اس نے اس کے بارے میں امی سے بات کرنے کا سوچا تھا۔

بات چھڑ گئی تھی۔

وہ اشاروں کنایوں میں امی کو ملیحہ کے متعلق بتانا چاہ رہا تھا۔ لیکن کچھ جھجک بھی مانع تھی...... اس سے وہ لاکھ بے تکلف سہی۔ لیکن یہ معامہ تو تکلف کا پابند تھا۔

"ہاں تو ہارون" بیگم سعیدہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی بے تکلفی سے کہا۔

"جی امی......"

"خاندان میں نہیں کرنی شادی"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پہلے میرا خیال تھا۔"

"کیا؟"

"خاندان ہی میں رشتہ کرنے کا"

"اف نہیں......"

"سنو تو"

"ہوں"

"مجھے ایک لڑکی پسند آگئی ہے۔"

"خاندان سے باہر کی"

"ہاں بالکل ہی باہر کی......"

"امی......" وہ قدرے وقفے کے بعد قدرے ہچکچاتے ہوئے بولا۔

"کیا؟"

"اگر......"

"ہاں ہاں کہو...... جھجکو نہیں...... شادی بیاہ مذاق نہیں ہوتا...... پوری زندگی کے معاملے ہوتے ہیں...... لڑکی یا لڑکے کے چناؤ میں بزرگوں کے تجربے کے دخل کی قائل تو ہوں...... لیکن بچوں پر جبری فیصلہ مسلط کرنے کو بھی عقلمندی نہیں سمجھتی...... تمہیں اگر کوئی......"

"امی" وہ ماں کی باتوں سے قدرے ہمت پا کر مسکرایا۔

"تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو بتا دو...... ویسے میں نے ایک لڑکی تمہارے لئے پسند کی ہے۔ مجھے وہ دل و جان سے پسند ہے...... میں چاہتی تھی تمہیں دکھا دوں...... اور پھر تم سے فیصلہ پوچھوں...... لیکن...... ہاں اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو ٹھیک ہے...... دکھا دینا مجھے...... میں تمہاری پسند کو اپنی پسند پر ترجیح دے دوں گی۔"

"اوہ امی" ہارون نے ماں کے کندھے پر سر رکھ دیا...... ماں اس کا سر تھپکنے لگی۔

"ٹھیک ہے امی" ہارون چند لمحوں کے بعد سر اٹھاتے ہوئے بولا "میں دو ایک دن میں آپ کو اس سے ملا دوں گا......"

"ہوں" امی کچھ چپ ہو گئیں...... ہارون کو لگا اس نے امی کی پسند کو ایک دم ہی رد کر کے کچھ اچھا نہیں کیا......

وہ چند لمحے سوچوں میں گم رہا...... بیگم سعیدہ بھی چپ ہو گئیں...... انہیں ذہنی سا لگا تھا ایک تو انہیں کبھی بھولے سے بھی خیال نہیں آیا تھا۔ کہ ہارون کسی لڑکی کے چکر میں پڑ گیا ہو گا۔ دوسرے ملیحہ...... جو ان کی پسند تھی...... اور جسے وہ بہو کے روپ ہی میں دیکھتی تھیں۔ ہارون کے لڑکی کے چکر کی وجہ سے ان سے چھن جائے گی...... آج پہلی انہیں خواہش ہوئی کہ کاش ان کے دو بیٹے ہوتے......

امی کو اس طرح گم صم دیکھ کر ہارون چونکا......

"امی"

"ہوں"

"آپ چپ کیوں ہو گئیں"

"کچھ نہیں......"

"میرے دلیرانہ انکشاف سے......"

"نہیں بیٹے تم نے اچھا کیا جو بتا دیا......"

"امی"

"ہوں"

"ایک بات کہوں"

"ہاں"

"میں نے جو لڑکی......"

"ہاں ہاں......"

"جو لڑکی میں نے...... پسند کی ہے نا...... آپ اسے دیکھیں گی...... تو مجھے یقین ہے پانچ سو فیصد یقین ہے امی کہ آپ اسے پسند کریں گی۔"

"یقین کی بات چھوڑو...... جو میں کہوں کہ جو لڑکی میں نے دیکھی ہے مجھے ہزار فیصد یقین ہے کہ تم اسے پسند کرو گے تو......"

وہ چند لمحے چپ ہو گیا......

پھر

کچھ سوچ کر بولا "چلیں امی آپ نے جو لڑکی دیکھی ہے مجھے دکھا دیں...... اور میں نے جو دیکھی ہے وہ آپ کو دکھا دوں گا...... فیصلہ آپ ہی کیجئے گا......"

بیگم سعیدہ مسکرائیں۔

پھر بولیں "اٹھو...... چلتے ہیں......"

"کہاں؟"

"اس کے ہاں...... آج ہی دکھا دیتی ہوں تمہیں...... وہ اس وقت گھر ہی ہو گی۔ ایک نظر ہی ڈالنا ہے تم نے"

"لیکن......"

"اپنی بات پر قائم رہو...... چلو چلتے ہیں......"

"اس طرح......"

"صرف دیکھنا ہی ہے تم نے...... کپڑے ٹھیک ٹھاک ہیں...... چلو جوتے پہنو ابھی چلتے ہیں......"

وہ جانے سے ہچکچایا...... لیکن بیگم سعیدہ کو اپنے انتخاب پر اتنا مان اور یقین تھا کہ
موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہتی تھیں۔

کچھ ہی دیر بعد ماں بیٹا بیرونی سڑک کے فاصلے ماپ رہے تھے۔ ہارون بجھا بجھا سا تھا
بھی چپ تھیں۔

"کہاں جانا ہے" ہارون نے دوراہا قریب آتے دیکھ کر پوچھا۔

"بھٹی روڈ" امی نے کہا تو ہارون چونک کر بولا "بھٹی روڈ......"

"ہاں لے چلو

......میں راستہ بتاتی جاؤں گی......"

وہ بھٹی روڈ پر آ گیا۔ لیکن ذہن میں غیر محسوس سی ہلچل مچی تھی۔ اس نے امی سے
پوچھنا چاہا لیکن وہ خاموشی ہی میں مصلحت سمجھی......

لیکن

جب امی نے بھٹی روڈ سے دائیں ہاتھ اترنے والی وہ لین بتائی جس میں ملیحہ رہتی تھی
تو وہ سیٹ سے جیسے اچھل پڑا۔ سٹیرنگ قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا...... دل اس طرح دھڑکا
دھڑکن کنپٹیوں پر محسوس ہوئی...... چہرہ گلگوں ہو گیا اور وہ بے اختیاری سے بولا "لڑکی کا
نام......"

"اب دیکھ ہی لو گے نام بھی پتہ چل جائے گا۔ ادھر چلو...... اس گیٹ کے پاس......"

"آپ...... آپ امی......"

"گھبراؤ نہیں...... مرد ہو تم......" امی مسکرائیں تو وہ بے اختیارانہ امی کے گلے میں
بازو حمائل کرتے ہوئے بولا "آپ ملیحہ کے ہاں تو......"

"تم...... تم اسے جانتے ہو۔" امی نے اس کی بات جلدی سے کاٹ کر کہا۔

"وہی...... وہی تو...... ہے امی......" ہارون مستانہ انداز میں بولا۔

"سچ" امی نے اس کا کندھا فرط جذبات سے مغلوب ہو کر پکڑ لیا۔

"ہاں امی ملیحہ...... ملی...... جو یہاں ایک کوٹھی کے گیسٹ روم میں رہتی ہے۔
اینڈ کو میں ملازم ہے......"

"اچھا...... تو تم اسے اس حد تک جانتے ہو۔" امی کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

"واپس چلیں اب" ہارون نے مسرور نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔

"کیوں...... اسے نہیں بتانا کیا......؟"

"کیا"

"کہ ہم ماں بیٹے کی نظر حسن کو پرکھنے میں ایک جیسی ہے...... اف ہارون...... کچھ نہ
میں کتنی خوش ہوں۔ شکر ہے ہم دونوں کی پسند ٹکرائی نہیں...... ملیحہ میری بہو بنے گی
بات پکی" بیگم سعیدہ خوشی سے جیسے بہک رہی تھیں۔ کچھ یہی حال ہارون کا بھی تھا......
وقت اسے پوری کائنات جھومتی گاتی مسکراتی لگ رہی تھی...... خوشیاں جب ایکا ایکی مل
یں۔ تو نڈھال کر دیتی ہیں۔ شاید آدمی اتنی خوشیوں کا بار اٹھانے کا متحمل ہی نہیں ہو سکتا۔
تو بیگم سعیدہ کو لگ رہا تھا جیسے ان پر غشی کی سی کیفیت طاری ہے اور ہارون کا حال بھی
ے مختلف نہیں تھا۔

وہ

دونوں تو حیران کن انکشاف کی بے بہا خوشیوں سے نپٹ لئے۔

لیکن

جب ملیحہ نے دروازہ کھولا...... اور بیگم سعیدہ کے ساتھ ہارون کو دیکھا تو اس کی
یں پھیل گئیں اور منہ کھل گیا...... ہارون آنٹی کا بیٹا

آنٹی ہارون کی امی

اس کا دماغ چکرا گیا اور بڑھ کر سعیدہ اسے گلے نہ لگا لیتیں تو شاید وہ لہرا کر گر جاتی۔

ماں بیٹے کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا...... رات گئے تک دونوں اس حسین ٹکراؤ اور خوبصورت انکشاف ہی کی باتیں کرتے رہے۔ ہارون امی کے پاس ہی کافی دیر لیٹا رہا۔ وہ ملیحہ سے ملنے کی روئیداد امی کو سنا رہا تھا...... کیسے ملاقات ہوئی کیسے اس نے اس کا پتہ نکالا اور پھر کیسے دونوں میں دوستی ہوئی اس نے ڈھکے چھپے انداز میں سب کچھ ہی امی کو بتا دیا...... اس۔ الماری میں تالے میں بند کر کے رکھی ملیحہ کی تصویریں بھی لا کر امی کو دکھائیں...... اور پورٹریٹ بھی جو اسکے دوست نے بنایا تھا......

"تو معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے" امی نے سرہلاتے ہوئے مسکراتی نظروں سے ہارون کو دیکھا ہارون ملیحہ کے لئے امی کے جو جذبات تھے ان سے آگاہ ہو چکا تھا۔ اس لئے شوخی سے بولا "اگر آپ کو پسند نہ ہو...... تو معاملہ ختم بھی کیا جا سکتا ہے"

"ہٹ...... شریر کہیں کا' خبردار جو ایسی بات بھی منہ سے نکالی" انہوں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"او میری اچھی اچھی پیاری پیاری ماں جی......" ہارون نے ماں کو بازوؤں میں بھر لیا۔

"ایک بات سن" بیگم سعیدہ نے اس کے بازوؤں سے اپنا آپ چھڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"اب ملیحہ سے تیرا ملنا جلنا بند"

"کیوں امی......"

"اب وہ میری بہو بننے والی ہے۔ کوئی آزاد لڑکی نہیں رہی...... میں سوچ رہی منگنی کی رسم کر ہی دیں......"

"پترا......"

"شوخ کیوں ہوا جا رہا ہے۔ اب ذرا سنجیدگی سے بات سن اور کر......"

"فرمایئے محترمہ امی جان صاحبہ......"

بیگم سعیدہ نے مسکرا کر اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی...... پھر کچھ سوچتے ہوئے بولیں "سارے خاندان میں ملیحہ کے یہاں آنے جانے کی خبر پھیل چکی ہے......"

"وہ کیسے؟"

"دو تین دفعہ وہ یہاں آ چکی ہے۔ اتفاق ہی سے دونوں دفعہ کوئی نہ کوئی آیا ہوتا تھا۔ پچھلی دفعہ تو ہاجرہ آئی تھی...... تم جانتے ہو...... وہ سارے خاندان میں بات منٹوں میں پھیلا دیتی ہے......"

"ہوں...... تو پھر......"

"میں نے ملیحہ کو بیٹی کہہ کر ان سے متعارف کروایا تھا۔ سب کو شک پڑ گیا تھا...... کہ میں نے اسے بیٹی کس لئے بنایا ہے۔"

"اس میں بڑی کیا بات ہے امی......"

"تم نہیں جان سکتے...... خواہ مخواہ کی باتیں بننے لگتی ہیں...... اسی لئے تو کہا ہے اب تم ملیحہ سے زیادہ نہیں ملنا......"

"تھوڑا تو مل سکتا ہوں نا امی" اس نے انگلیوں کے پوٹوں تلے اپنا انگوٹھا پھیرتے ہوئے امی کو دکھایا۔ تو وہ بے اختیارانہ ہنس پڑیں......

پھر سنجیدگی سے بولیں "میں نہیں چاہتی کہ خاندان میں سے کوئی بھی ملیحہ پر انگلی اٹھائے......"

"ہوں"

"سمجھ گئے"

"جی جناب"

دونوں ماں بیٹا ایسی ویسی ہی باتیں کرتے رہے خوش ہوتے رہے پلان بناتے رہے۔

"ایک بات ہے" بیگم سعیدہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولیں۔

"کیا؟"

"ملیحہ کے رشتے کے لئے کس سے بات کریں۔ اس کا چھوٹا بڑا یہاں تو کوئی ہے

نہیں۔"

"اس کا کوئی ہے ہی نہیں امی...... وہ اپنی مالک آپ ہے"

"ہے تو سہی...... سوتیلی ماں ہے بہن بھائی ہیں......"

"لیکن وہ ان کا نام لینا بھی گوارہ نہیں کرتی...... میں اسے جانتا ہوں امی...... جو کچھ کرنا ہے اس نے خود ہی کرنا ہے۔"

"پھر بھی کوئی بڑا تو ہونا چاہئے نا......"

"بڑا ہے"

"کون؟"

"نومی"

"نومی؟"

"ہاں امی...... وہ ملیحہ کو چھیڑتا رہتا ہے۔ کہ میں تمہارا سرپرست ہوں۔ میں ہی کنیا دان کروں گا۔"

"تو وہ بھی جانتا ہے ملیحہ کو......"

"کافی دنوں سے...... کنیادان ایسے ہی کرنے کو تیار نہیں......"

"کنیادان کا کچھ لگتا۔ فلموں کا اثر ہو گیا ہے۔ میں بات سنجدگی سے کر رہی ہوں۔ اس کا ایک ہی حل ہے"

"کیا؟"

"یا تو آپ خود ملیحہ سے بات کر لیں۔ یا نمائندہ بنا کر نومی کو اس کے پاس بھیج دیں۔ ویسے ان تکلفات کی ضرورت ہے تو نہیں......"

"پھر بھی...... ملیحہ کو بھی تو سوچنے کا موقعہ ملنا چاہئے۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں اب تک اس نے سوچا ہی نہیں۔"

وہ ہنس رہا تھا...... لیکن بیگم سعیدہ اب معاملے کو سنجیدگی سے لے رہی تھی......

"امی"

"ہوں"

"لمبے چوڑے چکروں میں نہ ہی پڑیں...... ملیحہ اپنی ماں کو اس معاملے میں لا...

...سے پوچھے گی وہ فیصلہ خود کرے گی...... اس لئے آپ یوں کریں مجھے انگوٹھی لے دیں۔ ...اسے پہنا دوں گا بس معاملہ ٹھپ......"

"واہ رے واہ...... اپنے ایک اکلوتے بیٹے کی منگنی کیا میں ایسے چپ چپاتے کروں گی؟"

"مارے گئے......"

"ہاں تم انگوٹھی ملیحہ کی پسند کی خرید لینا کسی دن......"

"سونے کی......"

"ڈائمنڈ کی...... اچھی سی......"

"زندہ باد امی......"

"پھر میں خود ملیحہ سے مل کر سب کچھ طے کر لوں گی۔"

"انگوٹھی تو ہم دونوں خریدیں گے نا......"

"ہاں ہاں...... اس کی پسند کو ملحوظ رکھنا ہے......"

"لیکن امی......"

"کیا"

"ڈائمنڈ کی انگوٹھی تو خاصی مہنگی ہو گی"

"ہونے کا کیا ہے...... پانچ دس ہزار سے لے کر پانچ دس لاکھ تک کی ہوتی ہوں گی۔ ہم نے تو اپنی حیثیت کے حساب سے لینی ہے...... بس واجبی قیمت کی ہو...... لیکن خوبصورت ...نہیں...... زیور تو میرے پاس ہے...... جوڑا بنانا ہو گا...... پھر منگنی کروں گی۔"

ادھر ماں بیٹا خوشی خوشی پلان بنا رہے تھے...... ادھر ملیحہ پر رات بھاری ہو رہی تھی۔ وہ ...بے چین و مضطرب تھی...... ہارون اور آنٹی...... ماں بیٹا...... یہ بات اسے خوشی سے ...ڈپریشن میں مبتلا کر رہی تھی...... بے شک آنٹی اسے اچھی لگتی تھی...... اس کے گھر بھی ...دفعہ صرف اسی لئے جا چکی تھی۔ کہ اسے آنٹی سے محبتوں اور چاہتوں کی خوشبو آتی ...اس کے اندر بھوک تھی۔ ماں کے پیار کی بھوک...... جب وہ آنٹی سے ملتی تھی تو ...تا یہ بھوک مٹ رہی ہے۔ سیرابی کا احساس بڑا جانفزا تھا۔ وہ ان سے مل کر بہت خوش ...تی تھی۔

لیکن

یہ آنٹی ہارون کی ماں تھی......

ہارون کے حوالے سے اس نے ایک سنہری اور چمکتے دمکتے مستقبل کے خواب رکھے تھے۔ یہ خواب آنٹی کے گھربار اور مالی حیثیت کو دیکھ کر ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔

آنٹی کا گھر عام سا گھر تھا...... پرانا...... جس کی ہر چیز ہی ایام رفتہ کی یادگار لگتی تھی یہ گھر ملیحہ کے خیالوں اور تصورات کی کسوٹی پر بالکل بھی پورا نہیں اترتا تھا...... اسے ہی دیر یہ باور کرنے میں لگی۔ کہ ہارون کا بھی وہی گھر ہے جو آنٹی کا ہے...... پیسے کی ریل دولت کی چمک دمک اسے یہاں نظر نہ آئی تھی۔

ایسا گھر

اس کی منزل ہرگز نہیں تھا...... یہ بات ہوتی تو وہ دنیا میں تنہا ہو کر جدوجہد کر کیوں نکلتی...... ایسا گھر تو اسے وہ ماں بھی دے سکتی تھی۔ جو کہ بے شک سوتیلی تھی ماحول سے فرار اس نے کیا اسی لئے کیا تھا پھر ویسے ہی ماحول میں جا پھنسے۔

نہیں!

نہیں!!

نہیں!!!

وہ بار بار اپنا سر تکیے پر پٹخ رہی تھی......

پیار کی بھوک کے علاوہ بھی تو بھوک ہوتی ہے...... دولت کی بھوک خو بھوک...... بلند سے بلند تر ہونے کی بھوک...... اس کے اندر یہ بھوک اتنی شدید کہ پیار کی بھوک پر بھی غالب آسکتی تھی......

وہ رات بھر بے چین رہی...... کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتی۔ کبھی لیٹ جاتی۔ آنکھ بھی لگتی تو بیداری کا احساس غالب رہتا......

وہ

تھک گئی

سوچ سوچ کر نڈھال ہو گئی۔

اس نے کئی فیصلے کئے...... کئی فیصلے مٹائے...... کئی فیصلے بدلے......

لیکن

ایک فیصلہ اٹل تھا۔

خوبصورت سنہرے چمکتے دمکتے مستقبل کو حاصل کرنے کا......

اسی لئے اس نے یہ بھی فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ نئی جاب کو مسترد نہیں کرے گی۔ اسے سامنے مستقبل کا خوبصورت چہرہ اس جاب کی وساطت سے نظر آرہا تھا۔

صبح وہ اتنی بے حال اور بیدم تھی کہ دیر تک پڑی سوتی رہی۔

اس دن وہ آفس بھی نہ گئی۔

اور

جب ہارون اسے لینے وہاں پہنچا۔ تو اسے غیر حاضر پا کر پریشان ہو گیا...... وہ وہاں سے سیدھا اس کے گھر جا پہنچا۔

وہ اپنے کمرے میں ہی تھی۔

دن بھر آرام کرنے سے اس کی جسمانی تکان تو دور ہو گئی تھی۔ لیکن ذہن ابھی تک تھکا تھکا تھا۔ ذہنی تکان دور کرنے کے لئے اس نے آج سگریٹ بھی پھونکے تھے...... سگریٹ پینے کا بھی اسے شوق تھا...... کبھی کبھی اکیلے میں وہ سگریٹ کے کش پہ کش لگا کر یہ شوق پورا کر لیا کرتی تھی...... جب کبھی پریشان ہوتی تب بھی پی لیا کرتی......

آج تو وہ واقعی بہت پریشان اور بڑی ڈیپرسڈ تھی...... اسی لئے کتنے ہی سگریٹ رات اور دن میں پھونک ڈالے تھے...... ایش ٹرے میں چھوٹے بڑے ٹکڑے پڑے تھے کچھ میز پر پڑے تھے......

ہارون اچانک ہی آگیا......

ملیحہ اسے دیکھ کر مسکرائی تو سہی لیکن ہمیشہ کی طرح خوشی اس کے چہرے سے عیاں نہ ہوئی۔

"خیریت؟" وہ کمرے میں آتے ہی بولا "ملیحہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ کچھ پریشان ہو گیا۔

وہ بال سمیٹتے ہوئے پھیکی سے مسکراہٹ سے بولی "مجھے یقین تھا تم آؤ گے"

"کیسے نہیں آتا...... آج دفتر کیوں نہیں گئیں۔"

"طبیعت ٹھیک نہیں تھی" وہ بستر کے کنارے پر ٹکتے ہوئے بولی اس نے کرسی کی

طرف اشارہ کر کے ہارون سے بھی بیٹھنے کو کہا۔

"ضرورت سے زیادہ خوشی سے؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرایا۔

وہ مسکرادی......

"رات بھر نیند نہیں آئی مجھے تو ملی......" وہ اپنی ہی لے میں ڈوبا تھا۔

"کیوں؟"

"مجھے کیا امی بھی خوشی سے رات بھر سو نہیں سکیں۔ تین بجے تک تو ہم ماں بیٹا پلان ہی بناتے رہے۔ ویسے ملی کیسا عجیب اتفاق ہے...... امی نے بھی تمہیں ہی منتخب کیا...... میری اور امی کی پسند ٹکرا جاتی تو...... اچھا ہی ہوا...... ہے نا عجیب اتفاق"

"واقعی...... میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا...... کہ آنٹی تمہاری امی ہیں......"

"کتنا پیار کرتی ہیں تمہیں...... تم شاید اندازہ نہیں کر سکتیں......"

"ہوں......

"ملی......"

"ہوں"

"امی کا بس چلے نا تو تمہیں ابھی سے اپنے گھر لے جائیں......"

وہ صرف مسکرائی......

"لیکن وہ تو بڑے دھوم دھام سے ہر تقریب کریں گی۔ ایک تو میں ایک اکلوتا دوسرے تم ان کی دل پسند...... وہ تمہارے پاس آئیں گی۔"

اچھا......"

"بھئی تمہارا بڑا تو کوئی ہے نہیں...... امی تو چاہتی تھی تمہاری امی میرا مطلب سوتیلی امی ہی کے پاس جا کر تمہارا ہاتھ طلب کریں......"

"میری کوئی امی نہیں ہے" وہ ایک دم تلخ ہو گئی۔

"اوہو...... میرا مطلب...... تمہاری دوسری ماں سے تھا......"

"وہ بھی نہیں ہے......"

"کیا"

"مر گئی وہ بھی...... میرا کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی فیصلہ کرنا ہے تو میں نے خود

ہے"

ہارون چند لمحے چپ ہو گیا۔

پھر بولا "چلو ٹھیک ہے امی تم ہی سے بات کر لیں گی...... ویسے انہوں نے مجھے اجازت دی ہے کہ تمہیں ساتھ لے جا کر انگوٹھی خرید لوں...... چلو گی نا؟"

"ہارون...... میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ابھی...... تمہیں بھی احساس ہونا چاہئے کہ بڑے فیصلے کے لئے مجھ جیسی تنہا لڑکی کو وقت کی ضرورت ہے۔"

"اور وقت جتنا چاہو لے سکتی ہو جانم......" وہ بہکا آگے بڑھا تو ملیحہ نے ہاتھ اونچا کر کے پرے ہی رہنے کا اشارہ کیا۔

"اوہو...... کتنی ظالم ہو تم......" وہ کرسی میں گر گیا۔

ملیحہ کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... وہ کچھ کہنے ہی کو تھی...... کہ ہارون ایک دم کھڑا ہوا اور بیڈ سائیڈ کی ٹیبل پر پڑی ایش ٹرے دیکھتے ہوئے بولا "یہ سگریٹ؟...... کوئی آیا ہوا تھا؟"

"وہ زیر لب مسکرائی اور سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی "آئے گا کون"

"تو یہ سگریٹ؟"

"وہ بلا جھجک ڈھٹائی سے بولی "میں نے پیئے ہیں......"

"تم...... تم...... سگریٹ پیتی ہو......"

اس نے اثبات میں سر ہلایا "کبھی کبھی......"

ہارون کی آنکھیں جیسے پھٹ سی گئیں...... "مذاق کر رہی ہو......"

"نہیں"

"لیکن یہ اچھی بات نہیں......"

"ہوں......"

"ملیحہ"

"کیا ہے"

"تم واقعی سگریٹ پیتی ہو"

"یقین دلانے کے لئے پی کر دکھا دوں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر تکیے تلے سے ڈبیہ اور

ماچس نکالی لیکن سگریٹ نکالنے سے پہلے ہی ہارون نے اٹھ کر اس سے ڈبیہ اچک لی"
بیہودگی ہے" اسے کچھ غصہ آگیا۔

ملیحہ کچھ نہیں بولی اٹھتے ہوئے کہا "چائے لاؤں پیو گے؟"

"نہیں" وہ ناراض ہو گیا......

"میں نے پینی ہے...... تم بیٹھو میں چائے بنوا کر لاتی ہوں۔"

وہ کمرے سے نکل گئی......

ہارون کچھ بجھ سا گیا۔ ملیحہ کی سگریٹ نوشی سے اسے خاصہ پریشان کن ذہنی دھچکہ تھا۔ اسکے خاندان میں تو مردوں کی سگریٹ نوشی معیوب سمجھی جاتی تھی...... چہ جائیکہ عورتیں پیئیں...... یہ تو لڑکی تھی...... ہارون کی پریشانی حق بجانب ہی تھی...... وہ جتنا خوش یہاں آیا تھا۔ اتنا ہی مایوس ہو کر بجھ سا گیا۔

ملیحہ دو کپ چائے لے آئی......

اس نے ہارون کی خفگی کو بھانپ لیا تھا۔ اس لئے ہنس ہنس کر اسے مناتے ہوئے پیش کی......

"اپنے ہاتھوں سے پلاؤں تو انکار نہیں کرو گے نا" اس نے ادائے دلربائی سے ہارون مسکرا دیا......

پھر

چائے پیتے ہوئے اس نے کہہ ہی دیا "ملی مجھے سخت کوفت ہوئی ہے۔ پلیز سگریٹ کو ہاتھ نہیں لگانا...... میرے لئے میری خاطر......"

وہ مسکرا مسکرا کر سر ہلاتی رہی......

ہارون شام واپس چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد

ملیحہ پر پھر ڈپریشن کا دورہ پڑا۔ اور اس نے ذہنی دباؤ اور کوفت مٹانے کے لئے کا سہارا لیا۔

بیگم سعیدہ نے بڑی مدت کے بعد سیف میں سے اپنے زیورات نکالے...... عرصہ ہوا انہوں نے بیاہ شادیوں پر بھی کبھی گلے یا کانوں میں بھاری زیور نہیں پہنے تھے...... زیور تو ان کے پاس اگر ہوتا تو اتنا تھا۔ کہ وہ بہو رانی کو سر سے پاؤں تک پیلا کر سکتی تھیں۔ لیکن احتشام خان کے فوت ہونے کے بعد کاروبار کے ٹوٹنے بکھرنے سے ضرورتیں اس طرح گھیرنے لگی تھیں کہ کبھی کبھی انہیں ان زیورات کا بھی سہارا لینا پڑتا تھا...... انہوں نے بیوگی اور ہارون کی طالب علمی کے زمانے میں کبھی کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلایا تھا۔ نہ ہی کاروبار کو ابھارنے کے لئے کسی سے پیسے کا سہارا لیا تھا...... شاید سہارا لیتیں تو کاروبار اتنے خسارے میں نہ جاتا۔ لیکن وہ بااصول اور باغیرت خاتون تھیں۔ شوہر نے ہزاروں لاکھوں کمائے تھے...... شاہی خرچ رہے تھے...... جب وہ نہ رہے تو شان بان ویسے ہی رکھی...... مہمانداری میں وہ خاندان بھر میں مشہور تھیں...... تحفے دینے دلانے میں بھی کسی سے کم نہ تھیں...... خاندان میں شادی بیاہ ہوتے تو پہلے ہی کی طرح دیتی دلاتیں...... تنگدستی کا انہوں نے کبھی کسی کو احساس ہی نہ ہونے دیا تھا کسی کو کیا اپنے بیٹے تک کو بھی خبر نہ ہونے دی تھی...... زیورات ان کے بڑے کام آئے تھے۔ اب بھی کچھ پرانے زیورات تھے۔

جنہیں نکال کر وہ دیکھ پرکھ رہی تھیں۔ دو سیٹ تو خاصے وزنی تھے۔ کچھ کڑے چوڑیاں تھیں۔ جنہیں تڑوا کر نئے ڈیزائن کا بنوایا جا سکتا تھا۔ جھومر بھی خاصہ وزنی تھا اور ایک پرانی مالا تھی...... جھومر اور مالا کو ہاتھوں پر رکھ رکھ کر وہ وزن کا اندازہ کر رہی تھیں۔ دونوں چیزیں دے کر نئے سیٹ بن سکتے تھے۔ کچھ انگوٹھیاں تھیں...... ٹوٹی ہوئی زنجیریں اور بالے وغیرہ تھے...... تین چار تولے سونا تو ان میں سے بھی نکل سکتا تھا۔

منگنی کے لئے انہوں نے ایک سیٹ نکال کر الگ رکھا۔ ڈائمنڈ کی انگوٹھی خریدنا تھی۔

ایک بھاری جوڑا بھی بنوانا تھا۔ جی تو چاہتا تھا۔ ملیحہ کے لئے دنیا بھر کی قیمتی چیزیں اٹھا
لیں...... ایک ہی ایک تو بہو بننا تھی...... کونسا بار بار یہ عمل کرنا تھا...... اس لئے زیور
انتخاب کر رہی تھیں......

وہ ابھی زیور دیکھ ہی رہی تھیں...... کہ انہیں لاؤنج میں ہاجرہ کی آواز آئی۔ بیگم س
نے جلدی جلدی زیور سمیٹا اور صندوقچی میں ڈال دیا۔ ایک سیٹ باہر ہی پڑا رہا...... وہ
الگ کر چکی تھیں۔

لیکن ابھی وہ صندوقچی ہی سیف میں رکھ پائی تھیں...... سیٹ اٹھایا ہی نہیں تھا
ہاجرہ اندر ہی آ گئی۔

سلام دعا کے بعد بولی "کیا ہو رہا ہے......"

پھر

خود ہی بیڈ پر پڑے مخملی ڈبے کو دیکھتے ہوئے بولی "زیور نکال رہی تھیں......"

"ہاں دیکھ رہی تھی......"

"ہاجرہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے بولی "یہ کونسا سیٹ ہے دیکھ لوں۔"

"دیکھ لو" وہ اور کیا کہتیں۔

ہاجرہ نے ڈبہ اٹھا کر گھٹنوں پر رکھا...... کھولا اور سیٹ دیکھ کر بولی "یہ تمہاری
والا تو نہیں......"

""نہیں بعد میں بنوایا تھا۔"

"ہاں کسی شادی پہ تم نے پہنا تھا...... احتشام بھائی تب زندہ تھے۔"

"ہاں"

"اس کے بعد تو دیکھا ہی نہیں......"

"ان کے بعد میں نے یہ زیورات پہننا چھوڑ دیئے تھے......"

"ہاں...... جانتی ہوں...... اب کیوں نکالا ہے......"

"ایسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ہاجرہ نے آنکھیں گھمائیں اور منہ بناتے ہوئے بولی "سنا ہے ہارون کی منگنی کر
ہو"

"جب کروں گی تو تم سب کو پتہ چل ہی جائے گا۔"

تیاریاں ہو رہی ہیں......"

"یہی سمجھ لو......"

وہ ڈبہ بند کر کے پلنگ پر رکھتے ہوئے بولی۔ "لڑکی کہاں سے ڈھونڈ نکالی...... شفو نے
تھا...... کوئی بیٹی بنائی ہے تم نے......"

"ہاں ملیحہ سے وہ مل چکی ہے۔"

"کیا نام ہے اس کا"

"ملیحہ"

"ہے کون؟"

"لڑکی ہے اور کون"

"میرا مطلب ہے کس خاندان کی ہے۔ ماں باپ کیسے ہیں...... باپ کیا کرتا ہے۔"

بیگم سعیدہ نے ڈبہ اٹھا کر سیف میں رکھا۔ اور ہاجرہ کے قریب آ کر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"کہیں سے آئی ہو یا جا رہی ہو۔"

"اے ہے تمہارے ہاں آ رہی ہو سیدھی"

"چائے پیو گی"

"کیوں نہیں پیو گی۔ آج تو ساتھ مٹھائی بھی کھاؤں گی...... ہارون کے لئے تم نے لڑکی
ند کر لی ہے۔"

"تمہیں کس نے بتایا"

"لو ایسی باتیں چھپی رہتی ہیں بھلا......"

"خیر چھپانے کی بات ہے بھی نہیں...... لڑکی مجھے پسند آ گئی...... بس فیصلہ کر لیا"

"صرف تمہیں ہی پسند آئی یا ہارون کو بھی......"

"ظاہر ہے ہارون کی پسند مجھے دیکھنا تھی...... شکر ہے اسے بھی پسند آ گئی......"

"سنا ہے کہیں نوکری کرتی ہے۔" ہاجرہ کے لہجے میں طنز تھا۔

"ہاں......"

"پڑھی لکھی تو ہو گی جو نوکری کر رہی ہے...... ماں باپ کی مدد کر رہی ہے......"

"ہاجرہ اس کے ماں باپ نہیں ہیں......"

"اوہ...... اور کوئی ہو گا"

"اس کا کوئی بھی نہیں...... اس دنیا میں بالکل اکیلی ہے۔ سوتیلی ماں تھی وہ مر گئی......"

"ہائے...... پر کوئی رشتہ دار عزیز تو ہو گا ہی......"

"بیگم سعیدہ نے پیچھا چھڑانے کی غرض سے کہا...... "ہو بھی تو ہمیں کیا...... تو صرف لڑکی سے ہوتی ہے یا اس کے ماں باپ، بہن بھائیوں سے جب وہ ہے ہی نہیں تو کیا پڑتا ہے دور پار کے عزیز رشتہ دار ہوں بھی تو......"

"اوں ہوں......" ہاجرہ نے گال پر انگلی رکھ کر آنکھیں مٹکائیں...... "رشتے تو داروں ہی سے اچھے لگتے ہیں۔ آگے پیچھے کوئی ہو ہی نہیں...... بات جچتی نہیں......"

"چھوڑو تم ان باتوں کو...... جب بات چلے گی تو پتہ بھی کر لیں گے۔"

"ابھی بات چلنا ہے"

"ہاں ہاجرہ...... ابھی تو ہم دونوں ہی نے اسے پسند کیا ہے......"

"اسکی طرف سے کس کو پوچھیں گی" ہاجرہ بولی پھر خود ہی کہا "اسی سے پوچھو گی ویسے نوکری کرنے والی لڑکی ہے ہوشیار ہی ہو گی......"

"چائے بنواؤں" سعیدہ نے اٹھتے ہوئے کہا "رحمتے کچن میں تھی؟"

"میں نے دیکھا نہیں وہیں ہو گی۔ میں تو سیدھی اندر ہی چلی آئی...... طاہرہ کی طرف صبح گئی تھی۔ اسی نے بتایا ہارون کی منگنی ہو رہی ہے...... اس لئے رہ نہ سکی تمہیں پوچھنے......"

"طاہرہ سے کس نے کہا......"

"بھائی دو تین دفعہ بچے اس لڑکی کو تمہارے ہاں دیکھ چکے ہیں...... اور ہاں تھی ہارون اور وہ لڑکی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ طاہرہ کو اللہ جانے بتایا......"

بیگم سعیدہ چپ ہو گئیں۔ ہاجرہ سے باتیں کرتے ہوئے وہ محتاط ہی رہنا چاہتی تھیں۔ بات کو اڑانے پھیلانے میں وہ بڑی ماہر تھی۔ اور بیگم سعیدہ کو یہ بھی احساس تھا۔

ہارون کی منگنی کی کوئی خوشی نہیں ہو سکتی۔ دل ہی دل میں اسے دکھ ہو رہا ہے۔ شفو کے لئے نے ہارون پر نظر رکھی ہوئی تھی۔ یہی حال طاہرہ بھابی کا تھا...... زارا جوان ہو چکی تھی اور ہارون کے ساتھ ان کے روابط بھی اچھے تھے۔ اب جو ایکا ایکی ہارون کا ناطہ کہیں اور ہی جڑ رہا ہے تو ظاہر ہے ان امیدواروں کو ناکامی کا دکھ تو تھا ہی۔ اس لئے باتیں بننا ہی تھیں۔

بیگم سعیدہ ہاجرہ کی بات کا جواب دیئے بغیر لاؤنج میں آ گئیں...... ہاجرہ بھی ساتھ ہی باہر آ گئی۔

"رحمتے...... اے رحمتے......" بیگم سعیدہ نے پکارا۔

"جی بیگم صاحب جی......" رحمتے کچن سے باہر تھی وہیں سے جواب دیا۔

"بھئی ہاجرہ آئی ہوئی ہے۔ چائے شائے بناؤ نا......"

"اچھا جی......"

"لاؤنج ہی میں لے آؤ بنا کر"

"بہت اچھا......"

رحمتے کچن میں آئی پانی کی کیتلی چولھے پر چڑھائی اور ہاجرہ کو سلام کرنے لاؤنج میں آئی۔

"سلام بیگم صاحب جی۔" اس نے ہاتھ اونچا کرتے ہوئے ہاجرہ کو سلام کیا۔

"کیا حال ہے" ہاجرہ بولی "تم بھی سعیدہ کی طرح آج کل بہت مصروف ہو گی۔"

"کیوں جی......"

"اے ہے منگنی ہو رہی ہے۔"

"ہاں جی۔ خیر سے ہارون بیٹے کی...... خدا مبارک کرے"

"لڑکی تو اچھی مل گئی......"

"اچھی؟ لاکھوں میں ایک ہے جی...... دیکھیں گی تو دیکھتی رہ جائیں گی۔"

"ہوں...... اتنی ہو شربا ہے......"

رحمتے کچھ کہنے کو تھی...... کہ بیگم سعیدہ نے اشارہ کیا کہ جاؤ چائے بناؤ وہ کچن میں چلی گئی......

ہاجرہ کے ساتھ بیگم سعیدہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔ لیکن وہ گھوم پھر کر اسی لڑکی

کا ذکر کرنے لگی۔ جو بیگم سعیدہ کی بہو بن رہی تھی۔ جس کا کوئی آگے تھا نہ پیچھے۔ پتہ ٹھکانہ نہ ٹھکانہ...... صرف حسین تھی۔ اسی لئے ماں بیٹا پسر گئے تھے۔ خاندان کی اتنی اچھی اچھی صاحب حیثیت پڑھی لکھی اور خوبصورت لڑکیاں جو جہیز کی صورت میں لاکھوں ساتھ لاتیں تھیں ماں بیٹے نے نظرانداز کردی تھیں۔ ہاجرہ کے تو پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے تھے۔

رحمتے لے آئی۔ اور چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے ہاجرہ بولی "سعیدہ برا نہ منانا۔ تو ایک بات کہوں؟"

"کیا......"

"بھئی لڑکی کا آگے پیچھے کوئی ہے نہیں......"

"ہوں"

"پتہ نہیں کون ہے کس خاندان کی ہے...... کچھ نہ کچھ تو ادھر ادھر سے پتہ کروا لینا چاہئے تھا۔"

بیگم سعیدہ جبراً مسکرائیں۔ "تمہیں اس بات کی اتنی فکر کیوں ہے ویسے گھبراؤ نہیں وہ کوئی گری پڑی نہیں ہے۔ اس کا باپ ایک امیر آدمی تھا۔ اس کا بچپن لندن میں گزرا۔ اس کی ماں سپین کے پرانے مسلم مور خاندان کی شہزادی تھی......"

ہاجرہ کی آنکھیں کچھ کھل گئیں......

"ماں باپ کے مرنے کے بعد رشتہ کے ایک چچا نے جائیداد ہڑپ کرلی۔ کچھ سوتیلی نے ادھر ادھر کردیا......"

بیگم سعیدہ کو جو کچھ ہارون اور ملیحہ سے پتہ چلا تھا۔ جان بوجھ کر بڑھا چڑھا کر ہاجرہ کو بتانے لگی تاکہ ہاجرہ جو ملیحہ کو گری پڑی لڑکی سمجھ رہی ہے ذرا سنبھل جائے...... دوسرے خاندان میں بھی جو ملیحہ کے متعلق چرچے ہونے لگے ہیں اور ہر کوئی اسے گری پڑی لڑکی سمجھنے لگا ہے وہ بھی یہ بات ذہنوں سے نکال دیں۔ ہاجرہ بات مشہور کرنے میں لگی لپٹی نہیں رکھا کرتی تھی...... اسی لئے بیگم سعیدہ نے خوب بڑھا چڑھا کر ملیحہ کا سلسلہ نسب اسے بتایا۔

ویسے ہاجرہ جو بات بات پر طنز و تمسخر سے کام لے رہی تھی۔ ملیحہ کے بارے میں مرعوب ضرور ہو گئی......

بیگم سعیدہ نے بروقت بڑا موثر گر اختیار کیا تھا۔ ہاجرہ ہی نہیں خاندان کے وہ لوگ

ملیحہ کی وجہ سے ناگواری محسوس کرنے لگے تھے۔ اب کھلم کھلا اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر رہے تھے۔

طاہرہ نے ملیحہ کے بارے میں ہاجرہ سے سنا تو آنکھیں مٹکا مٹکا کر بولی۔ "میں بھی سوچتی تھی سعیدہ نے کیسے یہ رشتہ کرنے کا سوچا۔ بھئی خالی خولی لڑکی کو کون لاتا ہے بہو بنا کر اس کی ماں شہزادی تھی۔ تو شاہی ترکہ اس لڑکی کے حصے میں بھی ضرور آنے والا ہوگا۔"

"اور کیا...... بڑی گھنی ہے سعیدہ" مکھی کی امی بھی پاس ہی تھی بولی "اچھی جگہ ہاتھ مارا ہوگا...... لڑکی کہتے ہیں ہے بڑی خوبصورت......"

"خوبصورت تو ہوگی ہی...... ماں شہزادی تھی...... شاہی خون اس کی رگوں میں ہے حسن بھی تو ورثے میں ملا ہوگا......" طاہرہ بولی۔

"میں نے تو خود دیکھی ہے۔" ہاجرہ بولی "واقعی اتنی حسین لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ خدا لگتی کہتی ہوں......"

"نصیب کی بات ہوتی ہے۔ چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کہاں وہ پیدا ہوئی اور کہاں اس کا نصیب آ جڑا......"

ہاجرہ ہنس کر بولی "ابھی جڑا نہیں جڑنے والا ہے۔ ویسے سعیدہ منگنی کی تیاریاں کر رہی ہے......"

"منگنی تو کرے گی ہی سعیدہ...... ساری عمر میں یہی تو پہلی خوشی دیکھے گی وہ......"

"ساری عمر تو نہ کہو احتشام بھائی نے تو جتنی عیش بہار اسے کروائی کوئی کیا کروائے گا۔"

"ہاں بھئی...... اس کے تو ہم بھی چشم دید گواہ ہیں...... ہتھیلی پر چھالا بنا کر رکھا ہوا تھا سعیدہ کو......"

"لیکن بیوہ ہوئے بھی تو عرصہ گذر گیا...... ان کے بعد تو بیچاری مصیبتوں ہی سے نپٹتی رہی۔ اب کہیں جا کر ہارون نے کام سنبھالا ہے تو اسے سکون ملا......"

"ویسے ہارون نے بھی بڑا ستایا کھپایا تھا بیچاری کو...... بزنس کی طرف تو آتا ہی نہیں تھا۔"

"لیکن اب تو افضال اور فخری بتا رہے تھے بڑی سنجیدگی سے لگا ہوا ہے کام میں......"

"کام کرے گا کمائے گا تو شادی دھوم دھام سے ہو گی نا......"

"ہاں...... شادی تو دھوم دھام ہی سے کرے گی سعیدہ......"

سب اسی قسم کی باتیں کرتی رہیں۔

وہ سب کیا

خاندان کے ہر گھر میں ان دنوں اسی قسم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ ملیحہ اور ہارون کی
چرچے تھے۔

بڑے ارمان بڑے چاؤ بڑی لگن اور بڑے ہی شوق سے بیگم سعیدہ ملیحہ سے ملنے
یں۔ شگن کے لئے مٹھائی اور کچھ پھول بھی ساتھ لائیں...... ملیحہ گھر پہ ہی تھی۔ گھر پہ تو وہ
دن سے تھی آفس بھی نہیں گئی تھی۔

اور

گھر پہ بھی بے چین و مضطرب رہی تھی۔

سوچ سوچ کر اس نے اپنا دماغ گویا ماؤف کر لیا تھا......

ہارون اور ہارون کا پس منظر ملیحہ کی نظر میں اتنا تضاد رکھتے تھے...... کہ وہ متذبذب اور
یشان ہو گئی تھی...... اس کا ذہن قبول ہی نہیں کرتا تھا...... شادی کا فیصلہ تو بہت بڑی بات
ی...... وہ تو پہلے قدم پر ہی بکھر گئی تھی۔

لیکن

دو تین دنوں کی مسلسل سوچ کے بعد اس نے دل سے نہیں دماغ سے فیصلہ کیا تھا۔ وہ
ن حالات میں ہارون سے وابستہ نہیں ہو سکتی تھی۔

اس کی سوچ کی انتہا یہ نہ تھی۔ کہ ہارون کی بیوی بن کر بیگم سعیدہ کی بہو بن جائے۔
یک پرانے گھر میں جس میں جدید دور کی نئی چیزیں تقریباً ناپید تھیں۔ وہاں قید ہو جائے زندگی
ف کھانے پینے اور اوڑھنے پہننے کا نام اس کی نظر میں ہرگز نہیں تھا۔ عام عورتوں کی طرح
ے شام گھر گرہستی کی شوہر کی خدمت ساس کی خدمت آئے گئے کی خدمت۔ وہ تو اس
وری سے گھبرا گئی تھی۔

زندگی بہت خوبصورت بھی ہو سکتی تھی اور اس کی ایک جھلک اسے نئی جاب میں نظر
تی...... روپے پیسے کی ریل پیل یورپ' لندن اور امریکہ کے چکر...... سیر و تفریح بہت

شاندار آفس...... اور بیشمار سہولتیں...... اسے کیا پڑی تھی کہ آزادی کو بیٹھے بٹھائے
لے...... اور اک عام سی زندگی گزارنے کی حامی بھر لے۔

نہیں

اسے تو ابھی دنیا کے کئی رنگ دیکھنا تھے۔

ڈرائیونگ اس نے سیکھ لی تھی

رائیڈنگ سیکھ رہی تھی۔

اور

سوئمنگ کا شوق بھی جنون کی حد تک تھا۔ وہ کلب کے فارم تو کئی دنوں سے لا
تھی...... صرف ہارون کی وجہ سے وہ تذبذب میں تھی۔ لیکن اب اس نے فیصلہ کر لیا
وہ اپنی ساری خواہشیں پوری کرے گی۔ شادی کی اسے جلدی تھی ہی نہیں......

ہاں

یہ سارے فیصلے کرنے کے لئے اسے دور کی منزلوں سے بھی گزرنا پڑا تھا......
سے کنارہ کشی اتنی آسان نہ تھی...... اسی لئے اس نے سوچا تھا کہ ہارون سے ہر
کھل کر بات کرے گی...... وہ متفق ہوا تو ٹھیک نہ ہوا تو پھر اپنا راستہ الگ بنا لینے
جرات اور ہمت تھی......

بیگم سعیدہ رحمتے کے ساتھ آئی تھیں...... رات ہارون سے کھل کر بات
تھی...... وہ نہیں چاہتا تھا...... کہ امی باقاعدہ روائتی انداز میں ملیحہ کے لئے پیغام
جائیں۔

"اس کی ضرورت نہیں امی......"

"ہے بیٹے...... ہو سکتا ہے اس کو فیصلہ کرنے کے لئے کسی عزیز کے سہارے
ضرورت ہو پوچھنا پڑے کسی سے......"

"اوہ امی نہیں...... اس کا ہے کون جس سے اسے پوچھنا پڑے گا۔"

"چلو اپنے آپ ہی سے سہی...... اسے موقع تو دینا ہے نا......"

ہارون ہنس پڑا تھا "امی دراصل آپ اپنے سارے شوق پورے کرنا چاہتی ہیں
ملیحہ کے لئے اس طرح پیغام لے جانے کی ضرورت نہیں تھی......"

"تم چپ رہو جی...... میں جو مناسب سمجھتی ہوں کر رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے جایئے" اس نے ہنس کر کندھے اچکائے تھے۔ "لیکن ایک بات کہہ دوں"

"کیا"

"آپ اس کے پرابلم کھڑی کر دیں گی۔"

"کیسے؟"

"کیا آپ سمجھتی ہیں کہ وہ آپ کے پیغام کا جواب یوں دے گی کہ آنٹی مجھے یہ رشتہ
ر ہے......"

"چل ہٹ...... یہ کہنے کی اسے ضرورت نہیں......"

"تو پھر آپ کے جانے کی کیا ضرورت ہے...... میں جو کہہ رہا ہوں...... انگوٹھی
یئے اور میرے حوالے کر دیجئے......"

بیگم سعیدہ اس کی بات پر مسکرائیں "اتنا بے صبرا کیوں ہو رہا ہے۔ انگوٹھی بھی خرید
گے بغیر انگوٹھی کے منگنی تو نہیں کرنی......"

"کب خریدیں گی انگوٹھی......"

"کل میں ملیحہ کے ہاں ہو آؤں...... شام ہی چلے جانا اسے ساتھ لے کر......"

"ساتھ لے کر......"

"تو اور...... اس کی پسند ہی کی لوگے نا...... پہلے وقت اور تھے۔ جو کچھ لڑکیوں کو
اوے میں دے دیا جاتا تھا...... چپ چاپ پہن لیتی تھیں......"

"اوہ میری گریٹ گریٹ اور ویری گریٹ ماں"

ہارون نے ہنس کر ماں کے گلے میں بازو ڈال دیئے تھے۔

اور

اب وہ ملیحہ کے ہاں پیغام لے کر آئی تھیں...... ملیحہ کا چہرہ ستا ہوا تھا...... بال اور لباس
ی بے ترتیب سے ہو رہے تھے۔ لگتا تھا ابھی بستر سے نکلی ہے۔

بیگم سعیدہ نے اسے محبت سے گلے لگا لیا اور ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔ "قربان
ؤں۔ لگتا ہے جی کچھ اچھا نہیں......"

"ٹھیک ہوں آنٹی......" وہ ان سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔

"دفتر نہیں گئیں؟"

اس نے پلنگ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے سر نفی میں ہلایا...... بیگم سعیدہ خود بھی پر بیٹھ گئی تھیں اور رحمتے کونے میں پڑے ایک سٹول کو گھسیٹ کر بیگم سعیدہ کے دائیں بیٹھ گئی......

"چہرے مہرے سے تو لگتا ہے طبیعت کچھ پریشان ہے بٹیا کی" رحمتے نے بھی ک

"بس ایسے ہی......" وہ بولی "کچھ نہیں ہوا مجھے...... کبھی کبھی تھک جاتی ہوں سے چھٹی کر کے یوں ہی آرام کرتی ہوں......"

"میری مانو تو بٹیا...... تو اب نوکری چھوڑ ہی دو" رحمتے دلار سے بولی۔

"کیوں! کیوں چھوڑ دوں نوکری......" وہ قدرے تلخ لہجے میں بولی تو رحمتے نے آنکھ گھما کر بیگم سعیدہ کیطرف دیکھا۔

"ابھی کیوں چھوڑے نوکری" بیگم سعیدہ نے جلدی سے کہا "مصروف رہنے کے کچھ تو کرنا ہوتا ہے نا......"

ملیحہ نے جواب میں کچھ کہنا چاہا...... لیکن خود کو روک لیا...... آہستگی سے بولی

"چائے بنواؤں"

"چائے تو پئیں گے" بیگم سعیدہ نے ہنس کر کہا "میں تمہارے لئے مٹھائی لائی ہوں"

"پھول بھی" رحمتے نے کہا۔

"شکریہ" ملیحہ نے کہا "آنٹی اتنی مٹھائی کی کیا ضرورت تھی۔ میرا کون کھائے گا۔"

"اے ہے شگن کی ہے...... گھر والوں کو دے دینا...... ہمسائے میں کوئی ہو تو انہیں بھجوا دینا......"

ملیحہ نے سپاٹ سی نگاہ رحمتے پر ڈالی...... اور بیگم سعیدہ کے ہاتھ سے ڈبہ لے کر رکھ دیا......

"میں چائے لاتی ہوں۔" ملیحہ کمرے سے نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد رحمتے نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا "کچھ بگڑی بگڑی سی ہے آج۔"

"رحمتے" بیگم سعیدہ نے سرزنش انداز میں کہا "بگڑی کس سے ہے اداس لگ رہی ہے...... ویسے ایسے موقع پر تو ماں باپ کے سائے تلے لڑکیاں گھبرا جاتی ہیں...... خائف سی ہیں...... یہ بیچاری تو پہلے ہی تنہا......"

"ہاں یہ بات تو ہے جی......"

"مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی...... کہ اس سے بات کیسے کروں"

"بات گھما پھرا کر تھوڑا ہی کرنی ہے...... سیدھے سیدھے کہہ دیجئے گا۔ کہ منگنی کرنی ہے......"

بیگم سعیدہ مسکرا دیں...... پھر بولیں "جا چائے بنا لا...... وہ کہاں بناتی پھرے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بی بی کو آتی نہیں چائے بنانی......"

"کوئی بات نہیں...... سر پر پڑے تو سب کچھ آ جاتا ہے...... سیکھ لے گی سارے ...... ہاں جاؤ تم چائے بنا لاؤ...... آج تو لگتا ہے مالک مکان بھی گھر پہ ہیں۔ باتوں کی یں آ رہی ہیں......"

"ہاں ہوں گے" رحمتے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بولی۔

"رحمتے" بیگم سعیدہ نے اسے پکارا۔

"جی"

"دیکھ"

"ہاں جی"

"مالکن سے کوئی بات کرنا ابھی۔"

"لو جی میں کوئی بے وقوف ہوں"

بیگم سعیدہ نے مسکرا کر کہا "بے وقوف تو نہیں ہو۔ جذباتی بہت ہو۔ خوشی میں بات پھیلا نہ دینا......"

"جی اچھا" وہ چلی گئی۔

کچھ دیر بعد رحمتے ہی چائے لے کر آئی...... ملیحہ نے اس سے کچھ تلخ ترش بات کی ...... جو اس کا منہ بنا ہوا تھا...... رحمتے کی گھر میں بہت عزت تھی...... ہارون تو اسے ی سے اماں کہتا تھا کبھی بدتمیزی سے بات نہ کی تھی...... بیگم سعیدہ بھی ہمیشہ اس کی

عزت نفسی کو پیش نظر رکھا کرتیں۔ لیکن ملیحہ نے پہلے ہی دن سے اسے نوکرانی سمجھا۔
کہا...... جس کا رحمتے کو بہت برا لگا۔ آج بھی کچن میں کچھ ایسی ہی بات ہوئی تھی۔ بیگم
نے بات محسوس کی۔ لیکن پوچھا نہیں...... ملیحہ بھی اس کے پیچھے ہی اندر آ گئی تھی۔

ایک پیالی چائے پینے کے بعد بیگم سعیدہ نے پیالی میز پر رکھ دی۔

"اور بناؤں" ملیحہ نے پوچھا۔

"نہیں شکریہ۔" بیگم سعیدہ بولیں "تم نے تو پی نہیں......"

"جی نہیں چاہ رہا"

"رحمتے"

"جی"

"یہ برتن چھوڑ آؤ کچن میں۔"

رحمتے ٹرے اٹھا کر چل دی۔

"کیا بات ہے بیٹے" چپ چاپ بیٹھی ملیحہ سے بڑے پیار سے بیگم سعیدہ نے پوچھا
"چپ چپ ہو......"

"بس ایسے ہی" اس نے بال ہاتھوں سے سمیٹتے ہوئے کہا۔

"میں تو تمہارے ہاں آئی تھی...... کہ......" وہ رکیں ملیحہ نے نظر اٹھا کر انہیں
دیکھا۔

"کہ تم سے بات کر لوں"

"کیسی بات"

"بیٹے...... یہ باتیں تو بڑے بزرگوں سے کرنے کی ہوتی ہیں...... لیکن بدقسمتی
کہیں...... کہ تمہارا چھوٹا بڑا کوئی ہے نہیں...... اس لئے تم ہی سے بات کرنا ہے......"

وہ سر جھکائے چپ بیٹھی رہی......

"مجھے خوشی ہے...... کہ تم اور ہارون ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہو...... اس
لئے میں اپنے بیٹے کے متعلق تم سے کیا کہوں...... شریف ہے پڑھا لکھا ہے محنتی ہے......"

"جی......" اس نے آہستگی سے کہا...... اس انداز میں بیٹھی رہی۔ بیگم سعیدہ اسے
ایک لڑکی کی فطرح شرم و حیا سمجھ رہی تھیں...... وہ کن کن طوفانوں سے ٹکرا رہی تھی

"جان نہ پائیں......

"میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ میرا جو کچھ ہے اس کا ہے۔ ہارون کے ابو کے وقت میں کچھ
تھی...... دھن دولت کی کمی نہ تھی۔ اب بھی مجھے امید ہے ہارون جس طرح محنت کر
وہ بزنس کو بہت اونچا لے جائے گا......"

وہ کچھ نہیں بولی۔ چند لمحے بیگم سعیدہ بھی چپ رہیں۔ پھر انہوں نے اٹھ کر ملیحہ کے سر
پھیرا اور بولیں "تمہارے لئے یہ مشکل لمحہ ہے بیٹی۔ لیکن ہم اب غیر نہیں مجھے ماں ہی
سمجھو...... میں ہمیشہ تمہاری ماں ہی رہوں گی......"

ملیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اب ہم چلتے ہیں" رحمتے بھی کمرے میں آ گئی تھی۔ اس لئے بیگم سعیدہ نے کہا۔
منگنی کے لئے جو وقت اور دن تمہیں ٹھیک لگے اسے ہی بتا دینا...... وہ دو ایک دن میں
مارے پاس آئے گا...... انگوٹھی خریدنے چلی جانا...... اپنی پسند ہی کی لے لینا......
...... اچھا اب چلیں۔"

ملیحہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

اس کے چہرے پر پہلے سے کہیں زیادہ پژمردگی تھی۔

بیگم سعیدہ اسے پیار کر کے باہر نکل آئیں۔ ملیحہ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہی۔
تے کو اچھا نہیں لگا۔ ملیحہ کو خدا حافظ کہنے دروازے تک تو آنا چاہئے تھا۔

رحمتے نے واپسی پر بیگم سعیدہ سے بھی شکوہ کیا...... کچن میں ملیحہ نے جو بلاوجہ اسے
ٹا تھا وہ بات بھی بتائی۔

"اے ہے رحمتے" تیرے سینے میں دل نہیں پتھر دھرا ہے۔"

"وہ کیسے جی"

"ملی کی حالت نہیں دیکھ رہی تھیں...... مجھے تو اللہ قسم رونا آ رہا تھا...... ہائے ہائے بن
باپ کے بھی لڑکی کیا ہوتی ہے......"

"وہ تو ٹھیک ہے جی...... پر سارا دکھ اور غصہ اس نے مجھ پر ہی انڈیلنا تھا۔"

"چلو کیا ہوا...... بچی ہے...... پہلے ہی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی...... ہو ہی جاتا
برا کیا"

رہتے چپ ہو گئی...... بیگم سعیدہ کا لحاظ و پاس تھا۔ ان کی انتہائی خوشی کا خیال نہ ہ
تو وہ ملیحہ کے بارے میں خوب جلی کٹی ان کے گوش گزار کرتی...... ملیحہ بیشک شکل وصورت
کے لحاظ سے یکتا تھی...... لاکھوں میں ایک تھی...... لیکن اخلاق کے جن پہلوؤں سے رئیـ
کا اس سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ اس کی نظر میں صفر کے برابر تھی۔

نومی آیا ہوا تھا۔ ہارون اور وہ منگنی ہی کی باتیں کر رہے تھے۔ ہارون محبت کی جن
ناؤں کو چھو رہا تھا نومی کو اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا۔ وہ خود بھی کئی بار ملیحہ سے مل چکا
۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ملیحہ بے حد حسین لڑکی تھی...... باتیں بھی بہت خوبصورت
راز میں کرتی تھی...... ہنسی مذاق بھی مزاج کا عنصر تھا...... یہ سب اچھی باتیں تھیں......
ان پتہ نہیں کیوں نومی کو یہ لڑکی سیمابی صفت لگتی تھی...... سیمابی...... جو ایک جگہ پہ
رنے کی خاصیت نہیں رکھتی اس کی باتوں سے غیر شعوری طور پر اسے یہ بھی احساس ہوا
ا کہ وہ زندگی میں بہت بڑا مقام حاصل کرنا چاہتی ہے۔ یہ مقام علم یا اخلاق کی عظمتوں سے
ں پیسے کے کرشمے سے۔ ماڈرن وہ تھی ہی وہ الٹرا ماڈرن بننے کی طرف بھی گامزن تھی۔ اس
نومی سے بھی اپنی دلی خواہشات کا اظہار کیا تھا...... وہ زندگی کو خوابناک اور تصوراتی حد
حسین دیکھنے کی متمنی تھی۔ کسی قسم کی روک ٹوک کو پسند نہیں کرتی تھی۔ بعض اخلاقی
بندیاں جو معاشرے کی طرف سے عائد ہوتی ہیں...... وہ کبھی کبھی ان سے بھی بغاوت کرتی
راتی تھی۔

یہ سب باتیں نومی نے محسوس تو کی تھیں۔

اور

ان سے وہ قدرے متفکر بھی ہوا تھا۔

لیکن ان کا ذکر اس نے کبھی ہارون سے نہیں کیا تھا۔ بے شک ہارون اس کا جگری
ت تھا لیکن بیوی کے معاملے میں وہ کتنا فراخدل اور لبرل ہو سکتا ہے۔ یہ تو اسے پتہ نہیں
ا اور یہ تجربہ ہی بتا سکتا تھا۔

دوسرے ہارون اور اس کی امی کی چاہتیں جو ملیحہ کے لئے تھیں۔ ایسی کوئی بات کرنے

کی گنجائش ہی نہیں رہتی تھی

ایک بار یوں بھی ہنستے ہنستے نومی نے ہارون سے کہا تھا "بھئی ہماری ہونے والی بھا
شوق بڑے بمبار قسم کے ہیں......"

"یعنی" ہارون نے تفاخر سے کہا تھا۔

نومی صرف ہنس دیا تھا۔ تو ہارون نے کہا تھا "ملی کوئی عام سی لڑکی نہیں میرے دوست
جب وہ عام سی نہیں تو اس کی باتیں اس کے شوق اس کی خواہش کیسے عامیانہ ہو سکتی ہیں"

بعض اوقات مصلحتیں ہمارا منہ بند کر دیتی ہیں۔ ہمیں جو کچھ برملا کہہ دینا چاہئے
نہیں دیتیں...... یہ مصلحتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں...... کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ ہم تلخ سچائی
لئے بھی ظاہر نہیں کرتے۔ کہ ہمیں اس دکھ کا احساس ہو جاتا ہے۔ جو اپنے پیاروں کو
سچائی کے انکشاف سے ہو گا۔ کبھی غیر محسوس طور سے ہم خود غرض بن جاتے ہیں۔ دوسر
کے پھٹے میں ٹانگ اڑانے سے گریزاں رہتے ہیں...... جو گزرے گی دوسرے پر گزرے گی
کیا۔ اور کبھی کبھی سچائی کا زہر ہمیں بزدل بنا دیتا ہے۔ ہم کوئی تبصرہ کرنے یا کچھ بتانے
خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ سچائی کے زہر کو ہم جانتے ہیں۔

کچھ ویسی ہی کیفیات سے نومی بھی غیر محسوس طور پر دوچار رہا تھا...... ملیحہ لاکھ
سہی لاکھوں میں ایک سہی لیکن کوئی بات تھی ضرور جو محسوسات کے آلوں پر گراں گز
تھی۔ پھر بھی وہ اس کا اظہار ہارون یا آنٹی پر نہیں کر پایا تھا......

آج بھی دونوں دوست بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کچھ دیر آنٹی نے بھی ان کا ساتھ
تھا۔ ماں بیٹا اتنے خوش تھے کہ لگتا تھا...... اللہ میاں نے دنیا بھر کی خوشیاں ان کی جھولی
ڈال دی ہیں۔ آج آنٹی رشتے کی نام نہاد ملیحہ سے کر کے آئی تھیں۔ دل نرم تھا۔
آنکھیں بھر آتی تھیں...... ایسے موقع پر ملیحہ کا کوئی چھوٹا بڑا تھا ہی نہیں......

"کتنے دکھ کی بات ہے۔" انہوں نے آہ بھری تھی...... "میں تو بات کر کے پریشا
گئی بیچاری سر جھکائے بیٹھی رہی...... کیا کہتی......"

وہ دیر سے اسی موڈ میں باتیں کر رہی تھیں۔ ہارون بھی کچھ دلگرفتہ سا ہو گیا تھا
کے دکھ کا اندازہ وہ نہ کرتا تو بھلا اور کون کر سکتا تھا۔

ماحول کو افسردگی میں ڈوبتے دیکھ کر نومی نے قہقہہ لگایا اور ہنستے ہوئے بولا "واہ آنٹی

"کیوں" ماں بیٹے دونوں نے کہا۔

"بھئی آپ کو یہ بات تو پہلے سے پتہ تھی۔ کہ ہارون کا کوئی چھوٹا بڑا ہے نہیں......
ائے ایک کے"

"ایک کے" آنٹی بولیں۔

"وہ کون ہے" ہارون نے پوچھا۔

نومی نے ہنستے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھا اور چہکتے ہوئے بولا "جناب ہم۔ ملیحہ کے باپ
ای بھی کچھ......"

ہارون اور امی ہنس پڑے۔

"سچی بات......" نومی بولا "میں نے تو کئی بار ملیحہ سے کہا ہے تمہارا سرپرست میں بنو گا
رمیں ہی کینا دان کروں گا تیری......"

سب ہنس پڑے...... ماحول خاصہ خوشگوار ہو گیا...... ہارون چہک کر بولا "اب اپنی
ت پہ قائم رہنا...... میں بارات لے کر تمہارے ہی ہاں آؤں گا......"

نومی جھٹ سے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا "توبہ توبہ کیوں مروانا ہے ڈیڈی سے"

"بس بلند بانگ دعوے یہیں تک تھے......" ہاروان بولا۔

"نہیں بھئی دعوے اپنی جگہ۔ بارات تو کسی ہوٹل ہی میں جائے گی۔ وہاں استقبال
رنے والوں میں تم مجھے پاؤ گے......"

"یہ بات"

"بالکل"

"وہاں استقبال کے لئے ہوٹل کے ملازمین بھی ہو سکتے ہیں......"

"تف ہے...... مجھ میں اور ہوٹل کے ملازمین میں کوئی فرق ہی نہیں ہو گا...... میرے
اتھ مدیلہ بھی ہو گی"

"ہو گی"

"اب بات ہوئی نا......"

"اور ہاں"

"کیا"

"بارات میں بیس پچیس لوگ ہوئے نا تو خرچہ بھی میرے ذمے زیادہ ہوئے تو......"

"اے ہے" آنٹی اترا کر بولیں "ہارون کی بارات اور بیس پچیس لوگ؟"

"آنٹی میں تو اتنی بات کروں گا جتنی میری جیب اجازت دے گی"

"جیتے رہو...... تمہارا خوشی سے شامل ہونا ہی کافی ہو گا...... بارات سینکڑوں میں ہوگی اور خرچہ بھی تمہاری آنٹی ہی کرے گی...... سمجھے...... میرے کون سے دو چار بچے ہیں... اللہ کا دیا یہی ایک ہے سارے ارمان خود ہی پورے کروں گی انشاء اللہ......"

آنٹی اور ہارون بارات کی باتیں کرنے لگے تو ہارون ہنس کر بولا "پہلے منگنی تو کر لیں بارات کی بات تو بعد میں ہو گی"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" نومی بولا "منگنی بھی دھوم دھام سے ہی ہو گی نا......"

"بالکل......"

"دعوت کہاں ہو گی" نومی بولا "پی سی، ہلٹن یا سن وے میں......"

"جہاں تم کہو......"

"سوچ کر بتاؤں گا کہ سب سے مہنگا ہوٹل کونسا ہے۔"

"شریر" آنٹی نے پیار سے ٹوکا "مہنگا اور اچھا کہو"

"چلیں یہی سہی......"

وہ سب باتیں کرتے رہے...... پھر انگوٹھی خریدنے کی بات ہوئی شفقت جیولرز سعیدہ کے واقف اور شہر کے چوٹی کے جیولر تھے۔ اس لئے طے پایا کہ انگوٹھی وہیں سے خریدی جائے۔

"میں بھی ساتھ جاؤں گا" نومی شوخی سے بولا۔

"اوں ہوں...... صرف مابدولت اور......" وہ رکا تو نومی نے ہنس کر کہا "مابدولتی" سب نے ایک قہقہہ لگایا......

"انگوٹھی تو ملیحہ کی پسند ہی کی خریدی جانی ہے......" آنٹی نے کہا پھر اٹھتے ہوئے بولیں "تم کسی دن اس کے ساتھ جا کر لے آنا۔"

"بندہ حاضر ہے" ہارون چہکا "لیکن انگوٹھی کی مالیت بتا دیجئے گا......"

"بتاؤں گی فکر نہ کرو اچھی ہی خریدو گے۔"

"آنٹی انگوٹھی تو دو ہزار کی بھی ہوتی ہے دو لاکھ کی بھی...... اچھی سے آپ کی مراد۔" نومی بولا۔

"اپنی حیثیت کے مطابق...... یہ ہے میری مراد" وہ اٹھتے ہوئے بولیں......

"اور اگر ملیحہ نے اپنی حیثیت کے مطابق لینا چاہی تو" جانے کیسے نومی کے منہ سے نکل گیا......"

"یہ تو دیکھیں گے نا" ہارون نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

امی کے جانے کے بعد وہ اور نومی باتیں کرتے رہے...... ہارون کا انگ انگ مسرتوں کا آئینہ دار تھا...... محبت خمار بن کر اس کی آنکھوں میں بھر پھیل رہی تھی......

نومی کے جانے کے بعد ہارون اپنے کمرے میں چلا آیا...... امی کے بیڈ روم کی لائٹ بند تھی وہ غالباً سو چکی تھیں......

اس رات ہارون دیر تک ٹیپ پر اپنے پسندیدہ رومانوی گانے سنتا رہا...... ملیحہ کی تصویروں کے البم دیکھتا رہا...... اس کی پورٹریٹ سامنے رکھ کر مختلف زاویوں سے اسے دیکھ دیکھ کر محظوظ ہوتا رہا......

تیسرے دن امی نے اسے انگوٹھی کے لئے رقم دی...... اور کہا "ملیحہ دفتر سے آگئی ہو گی اسے ساتھ لے جاؤ...... دو چار ہزار اور ڈالنے پڑے تو کوئی بات نہیں...... اس کی پسند کا خیال رکھنا......"

"بہت اچھا" ہارون خوشی سے بے حال سا ہو گیا...... رقم پرس میں ڈالی اور امی کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا......

وہ خوشی سے طربیہ نغمہ گنگناتا گاڑی اڑاتا بھٹی روڈ کی طرف جا رہا تھا...... ملیحہ کو انگوٹھی کا سرپرائز دینے کی خوشی میں بہکا جا رہا تھا......

ملیحہ گھر پہ ہی تھی۔

لیکن اسے شاید ہارون کے آنے کی توقع نہ تھی...... اسی لئے دروازہ کھولتے ہی ہارون نظر پڑی...... تو خوش ہونے کی بجائے وہ کچھ پریشان سی ہو گئی۔ قدرے گھبرا بھی گئی......

وہ کہیں اور جانے کے لئے تیار ہوئی تھی۔ سرخ لیس والا بلاؤز اور جینز پہن رکھی تھی بالوں کو بھی بڑے خوبصورت انداز میں سنوارا ہوا تھا اور میک اپ بھی بڑی محنت اور

چا بکدستی سے کیا ہوا تھا۔

ہارون نے مسکرا کر بڑے ہی پیار سے اسے دیکھتے ہوئے ہیلو کہا۔

"ہیلو" وہ دروازے سے پلٹ کر اندر آ گئی......

"مجھے یقین تھا کہ تم دفتر سے آ چکی ہو گی" ہارون اس کے سراپا پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔

"میں آج دفتر گئی ہی نہیں تھی" وہ بولی اس کے لہجے میں رکھائی تھی...... لیکن ہارون بھرے پیالے کی طرح چھلک رہا تھا...... اس رکھائی کو محسوس نہیں کیا۔

"کیوں؟ چھٹی پہ چھٹی مارے جا رہی ہو۔ طبیعت تو ماشاء اللہ ٹھیک ہی لگتی ہے۔"

"ٹھیک ہوں......"

"لگتا ہے میری آمد کا تمہیں پتہ چل گیا تھا......"

"نہیں......"

"تیار جو کھڑی ہو"

"میں نے کہیں جانا ہے"

"کہاں"

وہ چند لمحے چپ رہی پھر بولی "ایک سہیلی کے ہاں پارٹی ہے"

"اوہ...... ہو......"

"کیوں"

"میں تو تمہیں لینے آیا تھا......"

"کیوں"

"ہارون نے پیار سے بھری نگاہ اس پر ڈالی اور گنگنانے کے انداز میں بولا "بازار جانا تھا تمہیں......"

"میں نے تو نہیں کہا تھا جانے کو......"

"اب تم کیوں کہو گی...... ہماری مرضی جب چاہیں تمہیں لے جائیں...... خریداری جو کرنی ہے۔ لیکن اڑچن یہ ہے کہ امی کہتی ہیں تمہارے لئے جو کچھ خریدا جائے تمہاری پسند اور مرضی سے خریدا جائے...... آج انہوں نے انگوٹھی خریدنے کے لئے کہا ہے۔"

...آیا ہوں"

"میں پارٹی پر جا رہی ہوں"

"اوہ گولی مارو پارٹی کو" ہارون اس کے سامنے آیا اور اسے بازوؤں میں بھرنے کے لئے ...ں پھیلا دیں۔

لیکن

وہ پھسل کر پرے ہٹ گئی......

ہارون کھسیانا سا ہو کر ہنسنے لگا...... "یار ایک تو تمہارے اس جوڈو کراٹے کی مصیبت

وہ نہ تو ہنسی نہ ہی کچھ بولی بلکہ اور بھی سنجیدہ ہو کر رکھائی سے بولی "دیکھو ہارون میں ...رٹی میں جانا ہے......"

"ضروری؟"

"بہت ضروری"

"انگوٹھی خریدنے کب چلو گی"

وہ چند لمحے چپ رہی...... پھر سپاٹ سے لہجے میں بولی "جانے تم لوگوں کو اتنی جلدی ...بات کی ہے"

"ہمارا شوق ہماری محبت ملی ہم ماں بیٹا تو بے چین و بے تاب ہیں۔ ہمارے دل لبالب ...کی طرح پیار سے بھرے ہیں۔ چھلک چھلک پڑ رہے ہیں...... اور تم کہتی ہو اتنی جلدی ...ات کی ہے......؟"

"میں ابھی تک ذہنی طور...... پر اپنے آپ کو...... تیار...... نہیں کر پا رہی......"

وہ رک رک کر جھجک کر بولی۔ تو ہارون کا دل دھک سے رہ گیا...... لیکن جلدی سے ...ا چونکہ یہ فیصلہ تمہیں خود اکیلی کو کرنا پڑ رہا ہے نا اس لئے شاید تمہاری یہ حالت ہے ...یا ہونا نہیں چاہئے...... ہم تم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں......"

ملیحہ نے نفی میں سرہلایا......

"کیا" وہ حیرانی سے جیسے چیخا......

وہ بڑے اطمینان سے بولی "ہارون...... شادی بہت بڑا قدم اٹھانے والی بات ہے جس

کے لئے میں ابھی تیار نہیں......"

"کیوں؟"

"میں...... میں ابھی جینا چاہتی ہوں۔"

"تو شادی مرنے کا نام ہے کیا"

"عورت کی آزادی کی اس کی خواہشوں کی اس کی تمناؤں کی موت ہی واقع
ہے۔"

وہ اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ گو یہ ہنسی مدقوق سینے سے نکلی کھانسی
تھی......

"تم سمجھ نہیں سکتے" وہ بولی

"تو سمجھا دو نا"

"ہارون خان...... میں نے تم سے بلاشبہ بے تکلفانہ دوستی کی ہے...... لیکن

"ملی................"

ملیحہ نے ہاتھ سے اسے قابو میں رہنے کا اشارہ کیا اور بولی "میں ابھی آزادانہ زندگی
کرنا چاہتی ہوں...... پابندی قبول کرنا میری سرشت میں نہیں ہے اور شادی صرف پابندی
کا نام ہے۔"

"تم کیا کہہ...... رہی...... ہو ملی......"

"ہارون میں بے باک قسم کی بے دھڑک بات کہنے والی لڑکی ہوں۔ مجھے کئی ایک
ہیں جو تم پسند نہیں کرتے نہ ہی کرو گے۔ سگریٹ پینا تم معیوب سمجھتے ہو نا؟ مخلوط پارٹیوں
میرا جانا تمہیں پسند نہیں۔ غیر مردوں کے ساتھ ڈانس تمہاری غیرت کو للکارتا ہے۔"
ملی......"

"میں رائڈنگ کے لئے جاتی ہوں...... سوئمنگ سیکھتی ہوں مجھے جس کلب
بدنام زمانہ کہتے ہو۔ میں اس کی ممبر ہوں...... میرا جی جہاں چاہتا ہے جاتی ہوں
ہوتا ہے کرتی ہوں...... کیا شادی کے بعد تم مجھے یہ سب کچھ کرنے دو گے۔ تمہاری
کریں گی۔

"ملو......"

"میں شادی کر کے نہ تو صرف بیوی بننا چاہتی ہوں نہ ہی ساس کے رعب تلے آئی
ہے...... اپنے آپ کو محدود نہیں کرنا چاہتی...... پابند نہیں کرنا چاہتی...... فی الحال میرا ایسا
کوئی ارادہ نہیں...... میں تو ابھی نئی نئی راہیں کھوج رہی ہوں...... نئی دنیا تلاش کر رہی
ہوں۔ چمکتی دمکتی ہنستی مسکراتی چھم چھم کرتی دنیا......"

ہارون کے لبوں سے آواز تک نہیں نکلی۔ اس کی آنکھیں درد و کرب سے پھٹنے
گئیں۔ رنگ فق ہو گیا۔

پھر بھی

وہ ملیحہ کی سب باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے قریب آیا اور بولا "تم یہ سب کیا
کہہ رہی ہو۔" وہ چپ رہی......

"ملیحہ" وہ اس کے بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا "تمہاری اوٹ پٹانگ میں سمجھ نہیں
پایا...... تم نے پارٹی پہ جانا ہے تو ضرور جاؤ۔ لیکن اس انداز میں باتیں تو نہ کرو...... کہ میرا دل
سینے میں بیٹھنے لگے......"

وہ چپ رہی

تو

ہارون نے جذباتی ہو کر اسے کندھوں سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور بولا "میں نے تمہیں چاہا
ہے پیار کیا ہے عشق کی انتہاؤں کو چھوا ہے...... یہ صرف دوستی نہیں تھی...... تم میری
ہو...... میری اور صرف میری...... سمجھیں......"

ہارون کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں......

ملیحہ نے اس کے ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹائے اور پرے ہٹتے ہوئے بولی "پھر کسی
وقت بات کریں گے۔ ابھی تو میں جا رہی ہوں...... گاڑی مجھے لینے آنے ہی والی ہے۔"

ہارون چند لمحے بت بنا کھڑا رہا۔

پھر

غصے سے پاؤں پٹختا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد ملیحہ کو لینے کالی مرسیڈیز آ گئی...... اور وہ اس میں بیٹھ
کر چل دی......

سہیلی کے ہاں نہیں...... نئے باس کے ہاں...... جہاں س نے نئی جاب کی شرائط کر کے ایگریمنٹ سائن کرنا تھا۔

ماں بچے کی رگ رگ سے واقف ہوتی ہے۔ وہ اپنے رنج و غم خوشی و مسرت کا اظہار ے نہ کرے ماں اس کی ذہنی کیفیات کو خود ہی سمجھ جاتی ہے۔ بچہ اس سے کچھ چھپانا چاہے ہی چھپا نہیں سکتا۔

ہارون ملیحہ کے ہاں سے واپس آیا تھا۔ تو بیگم سعیدہ نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی لیا تھا۔ کہ کوئی ناگواری دونوں کے درمیان سر اٹھا چکی ہے۔ وہ تو ملیحہ کے لئے انگوٹھی گیا تھا اور اتنی جلدی واپس آ گیا تھا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا۔ کہ ملیحہ اسے ملی ہی نہ ہو اور وہ پس آگیا ہو......

لیکن ایسی صورت میں ہارون کے چہرے کی روشنیاں اور جگمگاہٹیں تو گل نہیں ہونا ں نا اب تو وہ اس کا چہرہ دیکھ کر ہی من ہی من میں کانپ گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں د اذیت کی کیفیت نے دل وہلا دیا تھا۔ ہارون نے کچھ نہیں کہا تھا...... لیکن باتیں بن کہے تو کہی جاتی ہیں......

وہ آتے ہی اوپر چلا گیا تھا......

اور

جب کافی دیر نیچے نہیں آیا...... تو بیگم سعیدہ خود اوپر گئیں...... اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہی تھا اور وہ بیڈ پر اوندھا پڑا تھا...... کپڑے بھی نہیں بدلے تھے اور جوتے بھی ں اتارے تھے۔

وہ چند لمحے دروازے میں کھڑی رہیں...... "ہو سکتا ہے ہارون کی ملیحہ سے لڑائی ہو گئی" انہوں نے سوچا اور پھر خود ہی دل کو تسلی دی "پیار میں لڑائی جھگڑا ہو ہی جاتا ہے کوئی بڑی ت نہیں......"

لیکن

ان کے دل ہی نے اپنی ہی بات کی نفی کی...... یقیناً کچھ اور ہی ہوا ہے اور جو ہوا ہے
وہ کسی طور پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا...... اسی لئے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتیں آگے بڑھیں
اور بیڈ کے قریب آکر جھکتے ہوئے بڑی ملائمت سے پکارا "ہارون بیٹے......"

ہارون نے بازو میں سر رکھا تھا اٹھائے بغیر صرف مریل ہی آواز میں جی کہا۔

بیگم سعیدہ سرہانے بیٹھتے ہوئے شفیق لہجے میں بولیں۔ "کیا ہوا ہارون بچے......"

وہ کچھ نہیں بولا۔

بیگم سعیدہ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "یوں کیوں پڑ گئے۔ اٹھ کے
بتاؤ"

وہ پھر بھی کچھ نہیں بولا۔

امی پریشان ہو گئیں۔ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔ "کچھ بتاؤ
نہیں کہ کیا ہوا۔ اتنے خوش خوش گئے تھے۔ یوں پڑ گئے آن کر...... ملیحہ نہیں لی
انگوٹھی......"

وہ ایک دم اٹھ بیٹھا...... بیڈ کی پٹی پر پاؤں لٹکاتے ہوئے ہاتھ گود میں رکھ کر ملے
اس کے بال منتشر تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"کیا ہوا ہارون" امی نے قریب بیٹھ کر اس کے بال ماتھے پر سے ہٹاتے ہوئے پیار سے
پوچھا۔

"کچھ نہیں......" وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔

"پھر بھی"

"کہا نا کچھ نہیں......"

"کچھ تو ہوا ہے...... لڑائی ہو گئی ملی کے ساتھ......"

اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ دانت بھینچ گئے...... ایک ہاتھ کا مکہ اس
دوسری ہتھیلی پر مارا......"

"کوئی بات ہوئی ضرور ہے" امی بولیں......

"کوئی بات؟" وہ بے اختیارانہ بولا۔

"ہاں ہاں......" امی نے جلدی سے کہا "شکر ہے کہ تم کچھ بولے تو سہی۔"

ہارون نے بے اختیارانہ اپنا سر ماں کے کندھے پر رکھ دیا اور رک رک کر بولا
ابھی شادی...... نہیں کرنا چاہتی......"

دل تو بیگم سعیدہ کا بھی دھک سے رہ گیا لیکن اس کی بات پر دانستہ مسکرا کر بولیں "تو کیا
اس میں اتنا دکھی ہونے کی کیا بات...... ابھی نہ سہی کچھ عرصے بعد سہی......"

"لیکن......وہ......"

"کیا؟"

"انگوٹھی لینے بھی نہیں گئی......"

سعید چند لمحے چپ ہوئیں۔ پھر مسکرا کر بولیں "ہم سب لوگ حالات و واقعات کو اپنی
ے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں بیٹے...... ہم چاہتے ہیں کہ وہی جو ہمیں پسند ہے یا ہمیں
لگتا ہے یا ہمیں جس کی ضرورت ہے...... لیکن ہم کبھی نہیں سوچتے۔ کہ جس سے ہم
توقعات وابستہ کرتے ہیں۔ اس کی بھی مرضی ہوتی ہے پسند ہوتی ہے حالات کی مجبوریاں
ی ہیں...... ہم اپنے معاملے میں ہمیشہ ہی خود غرض ہوتے ہیں بیٹے...... ملیحہ ابھی شادی
ں کرنا چاہتی...... تو کوئی وجہ ہو گی مجبوری ہو گی......"

"ہونہہ......" ہارون کے نتھنوں سے صرف یہی آواز نکلی...... ملیحہ کی کیا مجبوری تھی۔
ای کو بتا دیتا تو شاید وہ بھی اس کی طرح دکھی ہو جاتیں...... اس نے کچھ نہیں کہا امی ہی اسے
ل دلاسہ دیتی رہیں۔

تسلی دلاسے جو وہ جانتا تھا کہ صرف طفل تسلیاں ہی ہیں۔

ملیحہ نے اس کا دل توڑ دیا تھا......

"ہارون" کئی ہر مغزداریوں کے بعد امی نے کہا۔

"جی"

"میں خود ملیحہ سے ملوں گی"

وہ جھٹ سے بولا "نہیں امی"

"پاگل نہ بنو...... پتہ نہیں تم نے کیا جذباتیت دکھائی اور اس نے کس لہجے میں بات
نہ...... میں خود اس سے مل کر پوچھوں گی...... ہو سکتا ہے وہ تم سے اس معاملے میں کھل کر

بات ہی نہ کر سکی ہو۔ لڑکی ہے شرم و حیا بھی مانع ہو سکتی ہے......"

ہارون نے کوئی جواب نہ دیا۔ امی کی باتوں سے دل قدرے سنبھل ضرور گیا... نے بھی تو کہا تھا کہ اس سلسلے میں وہ پھر بات کرے گی۔ امید ٹوٹی ضرور تھی ڈوبی نہیں تھی...

اسی لئے

امی نے جب بار بار کہا کہ وہ خود ملیحہ سے مل کر بات کریں گی...... تو ہارون نے... نہیں...... خاندان میں کچھ ایسی باتیں ہو گئیں...... کہ بیگم سعیدہ پانچ چھ دن تک فرصت... ہی نہ سکیں...... بھابی کی بہن کے سسرال کا جھگڑا تھا...... جو بیگم سعیدہ کے بھی سسرال... تھے...... اس لئے کبھی وہ ان کے ہاں جھگڑا اٹھانے آجاتے کبھی انہیں بلا بھیجتے۔ بیگم... وقت ہی نہ مل سکا...... لیکن اس دوران ملی کا بھی فون نہیں آیا اور نہ ہی ہارون نے اسے... کیا...... وہ اس سے روٹھا ہوا تھا...... لیکن فون کی جب بھی بیل ہوتی اس کا دل دھڑک... یقین ہوتا کہ دوسری طرف ملیحہ ہی ہو گی۔

لیکن

اس کی ہر امید بکھر گئی...... مایوسی نے اسے بے حال و نڈھال کر دیا۔

ملیحہ نے فون نہیں کیا۔

اور

کچھ انا کا مسئلہ بھی بن گیا اس لئے ہارون نے بھی اس سے رابطہ نہیں کیا۔ بے شک... رنج و غم اور دکھ کی آگ میں دن رات جلتا رہا۔

کوئی ہفتے بھر کے بعد بیگم سعیدہ کو فرصت ملی۔ تو انہوں نے ملیحہ کے ہاں جا... پروگرام بنایا۔

"کیا کریں گی جا کر امی" ہارون کی مایوسی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔

"کیوں" انہوں نے پوچھا۔

"وہ...... آپ کو بھی کورا جواب دے دے گی۔"

"یہ تم نے کیسے جانا......"

"اتنے دن ہو گئے اس نے فون تک کیا نہیں......"

"تم نے اسے کیا فون"

اس نے نفی سر ہلا دیا۔

وہ مسکرا کر بولیں۔ "مرد ہو اس لئے چاہتے ہو کہ عورت ہی منانے میں پہل کرے۔"

وہ چپ ہو گیا......

امی تیار ہو گئیں...... گاڑی گھر پہ ہی تھی۔ لیکن ہارون نے خلیل کو بلا بھیجا وہ خود امی ساتھ نہیں جانا چاہتا تھا چھٹی حس بڑی چیز ہوتی ہے۔ معاملات کو جانچنے پرکھنے کا یہ خود کار... اللہ تعالے نے انسان کے اندر رکھ دیا ہوا ہے۔ اس کی جانچ پڑتال کبھی غلط نہیں... خوشی کی بات ہو یا دکھ کی یہ پکار پکار کر انسان کو بتا دیتی ہے...... ہم بعض اوقات... اتنا صاف اور سیدھا پاتے ہیں۔ کہ کسی غلط نتیجے کی توقع ہی نہیں ہوتی۔ اسی لئے ہم... اس کی پکار کو بھی پس پشت ڈال کر اسی بات پر یقین کرنا چاہتے ہیں جو بظاہر دکھائی دیتی...

لیکن

ہمیں مایوسی کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہمیں اپنے اخذ کئے ہوئے نتائج کی نفی سے دوچار ہونا پڑتا ہے...... اس لئے کہ چھٹی حس اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ میزان ہے۔ اس میں سچ غلط صحیح کی پڑتال خود ہی ہو جاتی ہے......

ہارون کے من کے اندر بھی اسی پڑتال سے بہت کچھ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ مایوسی کے ڈیرے پھیل گئے تھے...... امید ٹوٹ گئی تھی۔ تب بھی اس نے جھوٹے سہارے پر تکیہ کیا تھا...... خیال تھا کہ امی جا کر اسے رضامند کر لیں گی...... اور اسے یہ بھی خیال بار بار ستا رہا تھا...... کہ شاید اس نے ہی جلد بازی کی ہے۔ اس معاملے میں اسے سنجیدگی سے بات کرنا چاہئے تھی......

بہر حال

بیگم سعیدہ شام گئے ملیحہ کے ہاں گئیں...... ان کا خیال تھا۔ دفتر سے آ کر وہ کچھ دیر آرام کر کے تازہ دم ہو جائے۔

لیکن

جب وہ اس کے کمرے تک پہنچیں تو دروازہ لاک پایا۔ ... ابھی تک واپس نہیں لوٹی... کچھ پریشان تو ہوئیں۔

لیکن پھر وہ مین گیٹ کی طرف آ گئیں...... مالک مکان سے پوچھنے کے لئے...... انہ
نے بیل دی......

گیٹ کھلا ہی تھا...... وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہیں...... پھر سامنے والے برآمد
انہیں گھر کی مالک کی صورت نظر آئی۔

"اسلام وعلیکم" بیگم سعیدہ ڈرائیو وے پر آتے ہوئے بولیں۔

"وعلیکم......" اس نے جواب دیا۔ "پینتیس چھتیس سالہ سانولی لیکن صاف
عورت برآمدے سے ادھر ہی آ گئی۔

"فرمایئے" اس نے بیگم سعیدہ کے پاس آتے ہوئے کہا۔

"آپ کو تکلیف دی ہے"

"کوئی بات نہیں......"

"میں ملیحہ کے پاس آتی تھی۔ اس کا کمرہ بند ہے۔"

"ابھی آئی نہیں ہو گی"

"دفتر سے تو شاید پانچ بجے آجاتی ہے۔"

"پتہ نہیں جی...... ویسے آج کل کافی لیٹ آتی ہے۔"

"کچھ پتہ ہو گا آپ کو اندازہ کتنے بجے آجاتی ہے۔"

اس نے سر نفی میں ہلایا اور بولی "دراصل وہ سائیڈ والے چھوٹے گیٹ سے آتی
ہے نا اور اب تو شاید کچھ زیادہ ہی مصروف ہے کئی کئی دن ہمیں تو نظر ہی نہیں آتی......"

"ہوں"

"آپ نے ضروری ملنا ہے تو آیئے ہماری طرف بیٹھئے...... کچھ دیر انتظار کر لیجئے۔"

وہ چند لمحے سوچ میں پڑ گئیں۔

لیکن

پھر یہی سوچا کہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کر ہی لیا جائے۔ یہاں بیٹھ کر انتظار کر
کوئی تک نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے یہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ایک دوست کے ہاں گزار
سوچا جو بھٹی روڈ پر ہی رہتی تھی...... یہاں سے فاصلہ ڈیڑھ کلو میٹر ہی تھا......

چنانچہ

انہوں نے مالکن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "میں پھر آؤں گی۔ یہاں ایک اور
ے بھی ملنا ہے۔ پہلے ادھر ہو آتی ہوں......"

"جیسے آپ کی مرضی...... ورنہ خانہ ما حاضر است......" وہ مسکرائی۔

"شکریہ"

بیگم سعیدہ نے جانے کو قدم اٹھایا۔ لیکن پھر رکتے ہوئے بولیں "ملیحہ آ جائے...... تو
میں آؤں گی...... میرا نام سعیدہ ہے اور میں ہارون کی امی ہوں۔"

"آپ غالباً پہلے بھی یہاں آ چکی ہیں......"

"ہاں جی"

"ملیحہ آپ کی کیا لگتی ہے"

وہ اس بات پر مسکرائیں پھر خوشدلی سے بولیں "ابھی تو کچھ نہیں لگتی۔ پر کوشش کر
ہوں...... کہ میری کچھ لگے......"

وہ بھی مسکرائی اور بولی "ہے بہت خوبصورت لڑکی......"

"جب کوئی دل کو اچھا لگے تو اس کا سب کچھ ہی خوبصورت لگتا ہے......"

"یہ بات تو ہے......"

چند لمحے دونوں وہیں کھڑی باتیں کرتی رہیں۔ اس عورت کا لہجہ ملیحہ کے معاملے میں
ئی نہیں تھا۔ یہ بات بیگم سعیدہ نے محسوس کی۔ شاید اسی لئے اس سے پوچھا۔ "ملیحہ تو
سے یہاں رہ رہی ہے...... آپ تو اسے اچھی طرح جانتی ہوں گی......"

وہ عجیب انداز سے مسکرائی اور بولی "پہلے تو جان پہچان تھی۔ لیکن اب؟"

"اب؟"

"اب وہ گھر پہ ٹکتی نہیں...... میں نے بتایا نا کئی کئی دن اس کی شکل ہی نظر نہیں آتی۔
کل تو صبح جاتی ہے اور خاصی دیر کے بعد لوٹتی ہے...... کھانا بھی باہر ہی کھا کے آتی ہے۔
الی اکثر ٹرے واپس ہی لاتی ہے......"

"بیگم سعیدہ کا ماتھا ٹھنکا...... جلدی سے بولیں دو دو جگہ تو نوکری نہیں کرنے لگی"

"اللہ جانے جی...... ویسے آج کل کالی بڑی سی گاڑی اسے لینے چھوڑنے آتی جاتی ہے
س پہ جایا آیا کرتی تھی...... گاڑی میں کوئی مشٹنڈا سا آدمی دیکھا ہے میں نے دو ایک

دفعہ مشکوک سے لوگ نہیں ہوتے؟ ویسے...... پر کیا پتہ...... کوئی اچھا ہی آدمی ہو......"
ہنس دی۔

بیگم سعیدہ کچھ پریشان سی ہو گئیں......

وہاں ٹھہرنا زیادہ مناسب نہیں تھا اس لئے خدا حافظ کہہ کر گیٹ کی طرف بڑھیں
ان کی گاڑی سائیڈ والے گیٹ کے پاس کھڑی تھی۔ اس لئے گیٹ سے نکل کر او
گئیں۔

"چلیں بیگم صاحبہ......" خلیل نے مودبانہ پوچھا۔

"چلتے ہیں...... ملیحہ تو گھر پہ نہیں......" انہوں نے کہا خلیل نے آگے بڑھ کر
دروازہ کھولا......

اور

بیگم سعیدہ بیٹھنے ہی والی تھیں...... کہ لمبی سی کالی گاڑی دوسری طرف سے آئی اور
کے دروازے کے سامنے رک گئی......

بیگم سعیدہ دروازہ پکڑے گاڑی کی طرف دیکھنے لگیں......

ملیحہ گاڑی سے باہر نکلی...... ایک آدمی بھی باہر آیا...... وہ اونچے قد کا بھاری بھرکم
تھا۔ کچھ کچھ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اس لئے بیگم سعیدہ اس کی صورت تو اچھی طرح نہ
سکیں ہاں اس کی بھاری مونچھیں انہیں نظر ضرور آئیں...... ملیحہ نے ادھر ادھر دیکھا نہ
ویسے بھی بیگم سعیدہ کی گاڑی اس کے بغلی گیٹ سے دو تین گز ہٹ کے کھڑی تھی۔

وہ آدمی بھی اندر چلا گیا...... اس کے ہاتھ میں کچھ لفافے اور پیکٹ تھے......

وہ آدمی کون تھا؟

ڈرائیور

یا

مالک

بیگم سعیدہ کچھ نہ جان پائیں......

"چلیں؟" خلیل نے بیگم سعیدہ سے پوچھا تو وہ بولیں "نہیں ٹھہرو ابھی۔ ملیحہ آ گئی
اسے مل کر ہی جاؤں گی......"

"جی اچھا"

بیگم سعیدہ کئی منٹ اس آدمی کے باہر آنے کا انتظار کرتی رہیں......

اس طرح بارہ منٹ اور گزر گئے وہ باہر نہیں نکلا...... تو بیگم سعیدہ نے دروازہ بند کیا
ملیحہ کے کمرے کی طرف جانے کے ارادے سے بغلی گیٹ کی طرف بڑھیں۔

لیکن

وہ کمرے کے اندر نہیں گئیں...... ان کے قدم دروازے کے پاس ہی رک گئے......
اور وہ آدمی بڑی بے تکلفی سے خوشگوار موڈ میں باتیں کر رہے تھے۔ بات بات پہ ملیحہ کے
نے بکھر رہے تھے۔ آدمی کی بھاری مردانہ آواز بھی پرمسرت ہنسی کی پھوار میں ڈوبی لگتی
......

بیگم سعیدہ ٹھیک طرح سے سن نہ پائیں کہ باتیں کیا ہو رہی تھیں...... ہاں دو ایک دفعہ
وں نے ملیحہ کو شکریہ ادا کرتے ہوئے سنا...... کسی قیمتی تحفے کی تعریف بھی اس کی زبانی
...... مردانہ آواز میں بھرپور قہقہہ بکھرا اور انہوں نے یہ بھی سنا ان معمولی چیزوں کا شکریہ
ا کے شرمندہ نہ کرو۔

اور

کچھ اور باتیں جو وہ سن نہ پائیں...... صرف گنگناہٹیں اور بھنبھناہٹیں ہی تھیں جو
انوں میں اتریں۔

ہاں یہ انہوں نے سن لیا مرد کہہ رہا تھا...... اصلی شاپنگ تو تمہیں باہر کراؤں گا......
ئی' ہالینڈ' پیرس 'لنڈن...... اور شاید امریکہ بھی چلے جائیں......"

ملیحہ نے خوشی کی چیخ دباتے ہوئے کہا تھا "ہائے...... سچ......"

بیگم سعیدہ الٹے پاؤں پلٹ آئی تھیں......

ان کا دل جیسے بیٹھ ہی گیا تھا......

یہ سب کیا تھا؟

ان کا دماغ جیسے شل ہو گیا تھا...... کچھ سمجھ ہی نہ پا رہی تھیں......

نومی دفتر گیا تو ہارون مل ہی گیا۔ کئی دنوں سے وہ مل ہی نہیں رہا تھا۔ گھر پہ فون
پتہ چلتا کہ باہر گیا ہوا ہے۔ دفتر میں رابطہ کرتا تو معلوم ہوتا ہے۔ دفتر میں آج کل اس
حاضری نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ ہارون سے ملنا چاہتا تھا۔ اس کے من میں کچھ کھد بد
رہی تھی...... ملیحہ کے متعلق وہ اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا...... کچھ بتانا چاہتا تھا۔

ہارون اپنے کمرے میں تھا۔ بڑی سی میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر تقریباً نیم دراز
آنکھیں بند کر کے گردن کرسی کی پشت پر ڈال رکھی تھی...... دونوں ہاتھ گود میں تھے اور
کو ہولے ہولے دائیں بائیں موڑ رہا تھا۔ میز پر ٹیلیفون قلمدان اور فائلوں کے ریک
تھے۔ لیکن لگتا تھا ہارون نے ابھی کسی فائل کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا
پریشان بال پیشانی پر پڑے تھے۔

نومی اسے اس طرح پڑے دیکھ کر کچھ حیران سا ہوا...... لگتا ہے اس کی طبیعت
خراب ہے۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھا میز کے گرد گھوم کر ہارون کی کرسی کے قریب
اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

ہارون نے آنکھیں کھول دیں "اوہ...... تم...... کب آئے۔"

"سو رہے تھے کیا" نومی بولا "لگتا ہے راتوں میں نیند پوری نہیں ہو پاتی۔"

"کچھ ایسا ہی ہے"

"انتظار بڑی بری بلا ہوتی ہے یار......"

"انتظار؟"

"تو اور کیا...... تم بھی تو منگنی کے انتظار میں گھلے جا رہے ہو شکل دیکھو اپنی"

ہارون مسکرایا۔ لیکن یہ مسکراہٹ بڑی دکھی تھی۔

نومی اس کے سامنے میز کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے بولا "منگنی کی تاریخ طے ہو گئی"

"نہیں" وہ بولا

"کیوں" وہ خاصہ متعجب تھا۔ "تم لوگ تو بڑی جلدی میں تھے۔"

"ہم تھے نا...... وہ نہیں تھی......"

"وہ کون...... ملیحہ؟"

"ہاں......"

"وہ کیوں"

"اس کی مرضی"

"کوئی تو وجہ ہو گی"

"معقول وجہ تو کوئی نہیں......"

"یہ کیا بات ہوئی"

ہارون نے مجروح سی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے نومی کی طرف دیکھا اور ہولے سے بولا

"کسی پر اپنی مرضی تھوپی تو نہیں جا سکتی......"

"کیا پہیلیاں بجھوا رہے ہو...... سیدھی طرح بات کرو"

"کر تو دی ہے"

"کیا"

"کہ ابھی ملیحہ شادی یا منگنی کرنے کے موڈ میں نہیں......"

"آخر تو کرے گی نا"

"کیا پتہ"

"اتنے بوکھلائے ہوئے اسی لئے ہو......"

"بس......"

نومی چند لمحوں کے لئے چپ ہو گیا۔ ہارون کے رویے سے لگتا تھا۔ کہ بات کچھ سنگین اور سنجیدہ ہے۔

قدرے توقف کے بعد بولا "لڑائی تو نہیں ہو گئی ملی سے"

اس نے نفی میں سرہلایا۔

"تو پھر یہ حالت کیا بنا رکھی ہے"

اس نے ایک گہری سانس لی...... دکھ سے مسکرایا اور بولا "یار پتہ نہیں دل کیوں
گیا ہے...... ملیحہ نے مجھے توڑ پھوڑ دیا ہے۔"

"کچھ کھل کر کہو بھی میرا تو دل ہول کھانے لگا ہے ہوا کیا ہے آخر......"

"چلو کسی وقت بتا دوں گا...... بات کوئی خاص تو نہیں ہوئی...... اس کے رویے
مجھے دکھ ضرور پہنچا ہے۔ تم کہو کیسے آئے چھٹی ماری ہے آج کیا......"

"تمہاری خاطر......"

"میری خاطر"

"ہاں ملتے جو نہیں تھے۔ نہ گھر پہ نہ آفس نہ کہیں اور آج پکڑائی دیئے اتنے
سے"

"کوئی کام تھا......"

"کام ہی سے ملنا ہوتا ہے۔ واہ یار اچھی دوستی ہے۔

"دراصل...... کئی دنوں سے میں بہت پریشان تھا نومی...... تم سے کیا اپنے آپ
بھی چھپتا پھرتا تھا......"

"اوہ میرے خدا...... یقیناً کوئی سنگین ہی معاملہ ہے۔"

"سنگین ہی کہہ لو"

"ملیحہ پھسل گئی"

"لگتا ایسا ہی ہے۔ اس کا رویہ ایک دم ہی بدل گیا......"

"تم کب ملے تھے اس سے"

"تب ہی...... جب انگوٹھی خریدنے کے لئے جانا تھا......"

"اس بات کو تو بہت دن ہو گئے......"

"ہاں......"

نومی چند لمحے چپ رہا پھر بولا "اس نے انگوٹھی نہیں خریدی"

"کہہ تو رہا ہوں...... کہتی تھی مجھے ابھی جلدی نہیں نہ ہی منگنی کی نہ ہی شادی کی

"تو...... تو پھر وہ جیولر......"

"کیا؟" نومی کچھ کہتے کہتے رک گیا تو انتہائی بے صبری سے آگے کو جھکتے ہوئے ہارون
نے "کیا؟"

"چند دن ہوئے" نومی کچھ ہچکچاتے ہوئے بولا "وہ جیولر کے پاس بیٹھی تھی...... میں نے
تھا شادی کی تیاری کر رہی ہے زیورات خریدنے آئی ہو گی"

"یہ...... یہ کب کی بات ہے"

"چار پانچ روز ہوئے۔"

"اکیلی تھی"

"نہیں...... ساتھ معمر سا آدمی تھا پچاس پچپن کا ہو گا اونچا لمبا اور موٹا تازہ...... باپ
نہیں سکتا کیونکہ اس کا باپ ہے ہی نہیں...... کوئی چچا......"

"ہونہہ......" ہارون نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پیپر ویٹ میز پر زور سے پٹخا......

نومی بولا "اس نے تو غالباً تین چار سیٹ خریدے تھے......"

"تمہیں دیکھا تھا اس نے"

"پتہ نہیں...... ہم لوگ دوسرے حصے میں تھے امی اور چچی جان کچھ پرانے زیورات
کے لئے دینے آئی تھیں...... میں ان کے ساتھ تھا......"

"ہوں"

"یار میں تو یہی سمجھا...... کہ وہ شادی کی خریداری کر رہی ہے......"

"ہونہہ"

"یہ کیا بات ہوئی...... تم کئی دنوں سے اس سے ملے نہیں...... تمہیں کیا پتہ چپکے چپکے
لیوں میں لگی ہو......"

بات دل کو کہاں لگتی تھی۔ جو ہارون یقین کر لیتا۔ جس آدمی کا حلیہ نومی نے بتایا تھا۔
نے بھی تو اس حلیے کے آدمی کو اس کے ساتھ دیکھا تھا......

"وہ کون تھا؟"

"یقیناً ملیحہ کا چچا تھا نہ ماموں...... وہ...... یقیناً ملیحہ کی نئی دریافت تھا۔ کالی گاڑی اسی کی
س میں ملیحہ اکثر آتی جاتی تھی......"

اچانک ہی ہارون کے ذہن میں خیال آیا "کہیں ملیحہ نے جاب تو نہیں بدل لی...... اور یہ وہی آدمی تو نہیں جس نے اسے دیکھتے ہی سلیکٹ کر لیا تھا؟

یقیناً اور یقیناً یہ وہی آدمی تھا......

اور

ملیحہ ؟؟؟

کئی سوال ہارون کے ذہن میں کانٹوں کی طرح چبھنے لگے۔

نومی ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا لیکن ہارون کا ذہن حاضر ہی کب تھا...... نومی یہ جانتا تھا اور ہارون کی ذہنی کیفیات سے بھی آگاہ ہو گیا تھا...... اسی لئے تو اس نے اس وقت بھی سوئمنگ کی بات نہ کی...... وہ اپنے دوست کی پریشانی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ حالانکہ وہ بتانے یہی آیا تھا...... کہ بدنام زمانہ سوئمنگ کلب میں اس نے ملیحہ کو عریاں سوئمنگ کاسٹیوم میں سوئمنگ کرتے دیکھا تھا۔

نومی بوجھل دل و دماغ کے ساتھ واپس چلا آیا...... ہارون نے چائے منگوانے کی بات بھی کی لیکن اس نے نہیں پی......

نومی کے جانے کے بعد ہارون نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ "ملیحہ زیورات کی خریداری؟"

یہی گونج اس کے ذہن کے پرخچے اڑا رہی تھی۔

کافی وقت ایسے ہی گزر گیا۔ دو دفعہ فون کی گھنٹی بجی جو اس نے نہیں اٹھائی دوسرے کمرے سے مجبوراً غلام سرور کو اٹھ کر آنا پڑا۔

لیکن فون چونکہ کاروباری نہیں تھے اس لئے کچھ فرق نہیں پڑا۔ ویسے غلام سرور نے ضرور کہا۔

"ہارون صاحب...... برائے مہربانی فون اٹھا لیا کریں...... ہو سکتا ہے کوئی ضروری کاروبار ہی سے فون ہو"

"اچھا بھئی......" ہارون نے بیزاری سے جواب دیا...... غلام سرور بھی دیکھ رہا تھا کہ ان دنوں ہارون نے پھر کام میں دلچسپی لینا چھوڑ رکھی ہے...... جس طرح شروع شروع میں لاپرواہی دکھاتا تھا۔ شوق اور لگن کا فقدان تھا۔ اسی طرح ان دنوں بھی اس کا وطیرہ

رہا ہے کیوں ہو رہا ہے؟

یہ بات وہ نہیں جانتا تھا...... اور اسی لئے سوچ رہا تھا۔ کہ کسی دن بیگم صاحبہ سے اس سلسلے میں بات کرے...... پہلے تو وہ دفتر سے ہی پچھلے وقت غائب رہتا تھا۔ دوستوں پر پیسے بھی خوب لٹائے تھے۔ یہ بات اس نے بیگم سعیدہ کے گوش گزار بھی کر دی تھی۔

اب

وہ شام کو باقاعدگی سے کہیں نہیں جا رہا تھا۔ نہ ہی وقت بے وقت پیسے طلب کرتا تھا...... لیکن کام میں دلچسپی بالکل ہی نہیں لے رہا تھا......

غلام سرور دل ہی دل میں بیگم سعیدہ سے اس سلسلے میں بات کرنے کا سوچتے ہوئے دوسرے کمرے میں اپنی سیٹ پر جا بیٹھا......

اور

اس کے جاتے ہی ہارون نے فون اپنی طرف کھینچا...... فون اٹھایا اور جلدی جلدی ملیحہ کے آفس کا نمبر ڈائل کیا......

"ہیلو" دفتر کی ریسپشنسٹ کی آواز آئی۔

"مس ملیحہ ظفر سے بات کرنی ہے" وہ بولا

"جی وہ تو نہیں ہیں......"

"کیا مطلب؟"

"ایک ماہ کی چھٹی پر ہیں......"

"کچھ بتا سکتی ہیں کب سے"

"غالباً" ایک ہفتے سے"

"کہیں گئی ہوئی ہی......"

"جی پتہ نہیں...... ایک ماہ کی چھٹی پر ہیں بس اتنا پتہ ہے۔"

"شکریہ"

ہارون نے فون پھینکنے کے انداز میں رکھا...... اس کی ذہنی حالت عجیب سی ہو رہی تھی...... چند لمحے وہ ریوالونگ چیئر پر کبھی ادھر کبھی ادھر گھوما...... پھر ایک دم ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

تھوڑی ہی دیر بعد

وہ گاڑی بھٹی روڈ کی طرف اڑائے چلا جا رہا تھا۔

لیکن

وہاں جا کر بھی اسے ناکامی ہوئی...... ملیحہ کے کمرے کا دروازہ بند تھا...... وہ کچھ دیر بند دروازے کو کھڑا گھورتا رہا......

پھر

بیگم سعیدہ ہی کی طرح اس نے اہل خانہ سے ملیحہ کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لئے مین گیٹ کی طرف رخ کیا۔

اس نے بیل دبائی۔

اور

چند منٹ کے بعد کسی ملازمہ قسم کی عورت نے آکر پوچھا "کون؟"

ہارون نے اس کے سراپا پر نگاہ ڈالی۔ جو بیگانہ سی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی

"جی صاحب" وہ بولی "صاحب تو گھر پہ نہیں ہیں......"

"مجھے...... دراصل مجھے مس ملیحہ کے متعلق پوچھنا ہے...... وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔"

عورت نے پھر ہارون کے سراپا پر نگاہ ڈالی اور بولی "وہ اس وقت یہاں کہاں ہوتی ہے۔"

"کس وقت آتی ہیں......"

"پتہ نہیں جی......"

"وہ یہاں ہی ہیں یا کہیں گئی ہوئی ہیں......"

"ابھی تو یہاں ہی ہے...... عنقریب جانے والی ہے"

"کہاں؟"

"پتہ نہیں جی...... ولایت جانے والی ہے شاید......"

ہارون کا دل دھک سے رہ گیا...... اس نے کچھ اور پوچھنا چاہا...... لیکن ملازمہ ادھ کھلے گیٹ سے منہ باہر نکالتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں کہا "آج کل تو وہ بی بی جی سے ہم

ہیں ملتی پتہ نہیں کب آتی ہے اور کب جاتی ہے آپ اس کے دفتر سے پتہ کریں...... زیادہ یشان نہ ہوں۔"

اس نے گیٹ بند کر دیا اور واپس اندر چلی گئی۔

ہارون وہیں بت بنا کھڑا رہ گیا۔

ہارون ملیحہ کیطرف سے اب بالکل ہی مایوس ہو گیا تھا۔ وہ جتنی تیزی سے اس کی دنیا ں آئی تھی اتنی ہی تیزی سے نکل بھی گئی تھی...... ہارون دل لگا بیٹھا تھا...... سنجیدگی سے یار کی منزلیں طے کر لی تھیں...... عشق کی انتہاؤں کو چھو رہا تھا۔

لیکن

ملیحہ شاید سرے سے سنجیدہ تھی ہی نہیں...... اسے صرف جیون ساتھی کی تلاش نہیں ھی...... اسے تو ایسے آدمی کی تلاش تھی...... جو اسے دنیا بھر کی آسائشیں دے سکے......

اور

اور

شاید

اس نے ایسا آدمی ڈھونڈ ہی لیا تھا۔

"ہائے ہائے یہ منگنی لٹک ہی گئی"

"میں نے تو نئے کپڑے بھی بنا لئے تھے"

"تیاری تو ہم سب نے ہی کر لی تھی"

"لیکن ابھی تک کوئی اتہ پتہ نہیں......"

"اب منگنی نہیں ہوگی...... میں نے اڑتی اڑتی سنی ہے"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے...... ہارون تو دیوانہ ہے اس چڑیل کا"

"چڑیل تو نہ کہو...... اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی"

"واقعی یہ بات تو صحیح ہے...... کم بخت قاتلانہ حد تک حسین ہے۔"

"مرد تو مرد ہم لڑکیاں بھی اس کے حسن کی معترف ہیں......"

"لیکن لگتا ہے حسینہ ناز نینا کچھ چالبازسی ہے"

"کیسے؟"

"افضال بتا رہا تھا۔"

"کیا"

"کہ ہارون سے کنی کترا رہی ہے"

اے بس کرو......"

"سچی...... آج کل ہارون کو دیکھا نہیں...... باؤلا ہوا پھرتا ہے۔"

''ہاں یہ بات نوٹ میں نے بھی کی......"

"لیکن وہ تو بیمار رہا ہے کچھ دن۔"

"اے ہے میری جان عصمہ جی...... بیماری وماری کچھ نہیں تھی...... اس کا روگ

بیٹھا تھا افضال ہی نے تو بتایا......"

"کیا"

"یہی کہ اب ملیحہ او ہواؤں میں اڑ رہی ہے۔"

"افضال کو بے پر کی اڑانے کی عادت ہے۔"

"نہیں بھئی...... بات ٹھیک ہی لگتی ہے۔ ایک تو یہ کہ ملیحہ کے متعلق ہارون کو پتہ چلا
وہ چھٹی لے کر گھر گئی ہوئی ہے۔"

"اس کا کونسا گھر ہے۔"

"ہارون کو یہی پتہ چلا...... لیکن"

"لیکن کیا؟"

"وہ یہیں رہی...... افضال نے خود اسے صنم پلازہ میں شاپنگ کرتے دیکھا...... بہت
قیمتی ڈریسز خرید رہی تھی۔"

"ڈریسز تو ہمیشہ قیمتی ہی ہوتے ہیں اس کے"

"صنم پلازہ کے بوتیک کی قیمتیں جانتی ہو۔"

"ہاں...... وہاں سے ہمارا خریدنے کا تو کبھی اتفاق نہیں ہوا...... دگنی تگنی قیمتیں ہوتی
ں۔ ان کی......"

"وہ وہاں سے خریداری کر رہی تھی"

"بھئی شادی کی تیاریوں میں لگی ہو گی۔ سنا تو یہی ہے کہ اس کا کوئی ہے نہیں۔ خود ہی
رتا ہوگا سب کچھ......"

"شادی کی نہیں مس زارا صاحبہ...... باہر جانے کی...... تین ہفتے کے لئے وہ ملک سے
اہر گئی ہوئی ہے اور لطف کی بات یہ کہ ہارون کو بتایا تک نہیں۔"

"تمہیں کیسے پتہ چلا"

"افضال نے بتایا ہوگا"

"نہیں......"

"تو پھر......"

"آنٹی سعیدہ نے امی سے بات کی تھی...... امی نے جو پوچھا کہ منگنی میں تاخیر کیوں ہو

رہی ہے...... توانہوں ہی نے بتایا...... ویسے آنٹی سعیدہ بھی بہت دلگرفتہ اور مایوس مایوس نظر آتی ہیں......"

"لگتا ہے بہو بنانا راس نہیں آیا"

"ایسے ہی مت ہانکو...... ہو سکتا ہے کوئی اور ہی بات ہو...... معاملہ التوامیں کسی وجہ سے پڑا ہو گا"

ساری کزنز زارا کے ہاں اکٹھی ہوئی تھیں...... لڑکیوں نے پکنک کا پروگرام بنایا تو اکٹھی ہوئی تھیں۔ کہ پروگرام کو آخری شکل دیں۔ جگہ کا انتخاب تو ہو چکا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں مشروبات چائے وغیرہ کس کس کے ذمہ لگانا تھی۔ ٹیپ ریکارڈر کس نے لانا تھا کیسٹیں کونسی لے جانی تھیں...... اس کے علاوہ گیمز بھی تیار کرنا تھیں۔ گو ساتھ لڑکے کزن بھی جا رہے تھے۔ لیکن ساری ذمہ داری اور انتظام لڑکیوں کے ہاتھ میں تھا۔ کھانے پینے کا سارا خاندان شوقین تھا۔ اس لئے چٹپٹی چیزیں بطور خاص تیار کرنا تھیں۔

لیکن

پکنک کے پلان اور پروگرام پر تو کم ہی باتیں ہوئیں......ہاں ہارون اور ملیحہ کا ذکر چھڑا تو باتیں نکلتی ہی چلی گئیں۔

ان دنوں خاندان میں کچھ ایسے ہی چرچے تھے۔ اس منگنی پر کوئی فرد بھی تو دلی طور پر خوش نہ تھا...... کچھ کی تو ویسے ہی ہارون پر نظر تھی۔ خاندان کا نیک شریف دیکھا بھالا لڑکا کون جوان بیٹی والا نہیں چاہتا تھا۔ کہ اس کی فرزندی میں آئے۔

اور

جن کے جوان بیٹیاں نہیں بھی تھیں انہیں بھی یہ رشتہ کچھ دل سے پسند نہ آیا تھا بے شک لڑکی حسین تھی۔ صورت و شکل بلاشبہ لاکھوں میں ایک تھی۔ لیکن گھر تھا نہ گھرانہ چھوٹا بڑا کوئی تھا ہی نہیں۔ مدوبین نظریں تو پس منظر کو دیکھتی ہیں۔ کوئی کھوٹ کوئی ملاوٹ خوبصورتی کا داغ بھی بن سکتی ہے۔ پھر بیگم سعیدہ اور ہارون تو اکیلے ہی تھے۔ انہیں تو رشتہ کسی ایسے خاندان میں کرنا چاہئے تھا۔ جو دکھ سکھ میں ان کی سانجھ رکھتا...... ان کی نظر میں یہ سب سے بڑی خامی تھی کہ لڑکی کا ماضی بند ڈبہ تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس میں کیا ہے......

کئی بزرگ تو بیگم سعیدہ کو خاصہ ہوشیار دانشمند اور معاملہ فہم سمجھتے تھے...... وہ تھیں بھی ان صفات کی حامل...... لیکن ہارون کے لئے جس لڑکی کا انہوں نے انتخاب کرلیا تھا...... ان کی عقل پر فاتحہ پڑھ رہے تھے......

بڑوں کا یہ حال تھا تو جوان لڑکے لڑکیوں کا ردعمل تو ایسا ہونا ہی تھا۔ زارا اور شفو تو لڑکی سے بے حد جیلس تھیں...... اور جب سنا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے...... منگنی لٹک ہی گئی ہے تو مانو ان کے من میں لڈو پھوٹنے لگے تھے۔ ملیحہ کی بدتعریفی کرنے میں دونوں ہی پیش پیش تھیں......

اب بھی ایسی ہی باتیں ہو رہی تھیں...... بات سارے خاندان میں پھیل گئی تھی۔ اور اب تو بدکردار لڑکی کے آئینے میں دیکھا جانے لگا تھا......

وہ سب باتیں کر ہی رہی تھیں...... کہ جلال اور فخری آ گئے...... لڑکیوں کا جمگھٹا دیکھا تو طاہرہ آنٹی کو سلام کر کے ادھر ہی آ گئے۔

"کیوں بھئی کیا ہو رہا ہے" جلال ایک کرسی اپنی طرف کھینچتے ہوئے عصمہ کے قریب آ بیٹھا۔

"باتیں......" زارا بولی۔

"وہ تو ظاہر ہے جہاں چند خواتین ہوں گی وہاں بے تکی باتیں ہی ہو رہی ہوں گی۔" فخری وہیں سے شفو کے قریب صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا......

"اچھا...... خواتین باتیں کرتی ہیں اور وہ بھی بے تکی" رابعہ نے اسے گھورا......

"تو اور کیا" عصمہ بولی "اس وقت تو ہم لوگ واقعی بے تکی باتیں کر رہے تھے۔"

"ضرور ہارون اور ملیحہ کا ذکر ہو گا" جلال نے تک بندی کی۔

"ہائے ہائے تمہیں کیسے پتہ چلا......" تقریباً سب لڑکیاں چیخیں۔

فخری نے زوردار قہقہہ لگایا...... "جان لیا نا......"

"ہاں...... تم نے ٹھیک جانا......" عصمہ نے کہا۔

"اچھا باتیں بعد میں کرنا تم دونوں چائے پیو گے" زارا نے جلال اور فخری سے پوچھا۔

"تم لوگوں نے پی لی......"

"یہ جگہ جگہ پیالیاں نہیں دیکھ رہے۔"

"ہم پیچھے کیوں رہیں...... خوب مزے دار سی چائے لاؤ......"

"اے زارا...... خالی چائے نہیں...... ساتھ کچھ لوازمات بھی......"

"اوہو بڑے آئے مہمان بن کر...... ہم نے خالی چائے پی تو تم بھی خالی چائے پیو گے"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

"تو جاؤ آنٹی طاہرہ سے کہو کوئی کباب سموسے پیٹیز کیک اور اور......"

"واہ وا...... منہ دھو رکھو...... چائے اور بسکٹ ملیں گے اس وقت...... یہاں کوئی تقریب تو نہیں......"

"اوئے ہوئے تقریب تو زبردست ہونا تھی۔ پر رہ ہی گئی۔"

"کہاں ہونا تھی"

"اجی اپنے ہارون کی منگنی......"

"لٹک گئی"

"لٹکی کیا گڑھے میں ہی گر گئی......"

سب اس وقت زارا کے کمرے میں تھے...... اس لئے بے تکلفی سے گپ شپ لگا رہے تھے۔

"مجھے تو بیچارے ہارون پر ترس آتا ہے۔" جلال بولا۔

"مارا گیا کم بخت" فخری نے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو تم......" نگی نے کہا "لیٹ ہو جانے سے معاملہ چوپٹ نہیں ہو جاتا۔"

"اجی جناب بالکل چوپٹ ہو چکا ہے۔"

"اپویں ای......"

"سچی...... وہ لڑکی فلرٹ تھی۔"

"ایسے ہی کسی کے متعلق نہیں کہتے جلال"

"لو فخری...... ایسے ہی کہہ رہے ہیں۔ رات کا قصہ سنا دو انہیں بھی"

"وہ کیا؟؟" سب ہی تجسس حیرانگی اور کرید کے جذبے سے دونوں کو دیکھتے ہوئے

"رات ہم نے ملیحہ کو دیکھا تھا" فخری بولا۔

"کہاں" کسی نے کہا۔

"سن ویو میں کھانا کھانے آئی تھی" جلال بولا "اتفاق سے ہم دونوں نے بھی رات کھانا کھایا......"

"تو......"

"تو...... اپنے کسی نئے بڈھے دوست کے ساتھ آئی ہوئی تھی......"

"بڈھے...... دوست؟"

"ہاں بھئی پچاس سے اوپر عمر ہو گی اس کی...... موٹا تازہ اونچا لمبا...... شکل سے خاصہ لالہ لگتا تھا...... کیا کیا ناز نخرے دکھا رہی تھی۔ بس۔ ہم تو اپنا کھانا بھول کر اسے ہی دیکھتے رہے۔"

"جھوٹ پکڑا گیا" ایک دم عصمہ بولی "جھوٹ پکڑا گیا"

"کیوں" فخری اور جلال نے حیرانگی سے کہا۔

"ملیحہ تو ملک سے باہر گئی ہوئی ہے جناب......"

"آپ کی اطلاع کے لئے عرض کروں کہ اگر گئی بھی تھی تو واپس آ چکی ہے...... اور تو اس کے رنگ ڈھنگ بھی نرالے ہو گئے ہیں...... کیا لباس زیب تن تھا اور کیا میک اپ تھا...... واہ وا......"

دونوں رات ہوٹل میں کھانے کی باتیں کرنے لگے۔

"ملیحہ نے تم دونوں کو دیکھا......؟"

"دیکھا ہو گا"

"بلایا نہیں......"

"وہ خود مصروف تھی ہمیں کیا کرنا تھا" جلال نے فخری کو آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا......

"اب تو وہ بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومتی پھرتی ہے۔" جلال بولا "میں نے دو تین دفعہ دیکھا ہے"

"سفید گاڑی تو شاید اس نے خرید لی ہے" فخری بولا "کل میں نے بھی اسے دیکھا
تھا......"

"اسی موٹے رئیس نے خرید دی ہو گی...... ملیحہ کے پاس گاڑی خریدنے کو کہاں سے
پیسہ آگیا...... سنا ہے دفتر سے بھی مسلسل چھٹی پر ہے"

سب اس کی باتیں کر رہے تھے۔

عصمہ کچھ اداس سی ہونے لگی تھی...... اسے ہارون کا خیال آ رہا تھا۔ اتنا پیارا کزن
اس کا...... اس صدمے سے دوچار ہو کر ہی وہ پچھلے دنوں بیمار پڑا ہو گا۔ وہ ہارون کے بارے
میں ہی سوچ رہی تھی۔

سب ملیحہ ہی کی باتیں کرنے لگے اور اس کے حوالے سے ہارون اور آنٹی سعیدہ کا
ذکر ہوتا رہا...... کچھ اس واردات سے خوش تھے کچھ کو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ جن کی ہارون
سے دوستی تھی وہ تو خاصے پریشان نظر آ رہے تھے...... ان میں سرفہرست عصمہ تھی......

"ہارون سے ملے تم لوگ" عصمہ نے جلال اور فخری سے پوچھا۔

"کس لئے"

"اسے بتایا نہیں......"

"کیا؟"

"ملیحہ کے متعلق"

"کیا وہ خود نہیں جانتا"

"کیا پتہ اسے خبر ہی نہ ہو"

"سب خبر ہے" نکی جھٹ سے بولی "اسی لئے تو بیمار پڑ گیا تھا۔ تم لوگ دیکھنے
گئے تھے......"

"گئے تھے" عامرہ بولی "لیکن وہ کسی سے ملا ہی نہیں...... امی کے ساتھ میں گئی
آنٹی سعیدہ کے پاس ہی بیٹھ کر چلے آئے۔"

"حالت بیچارے کی قابل رحم ہی ہے۔" جلال بولا "چند دن ہوئے میں اس
تھا......"

"سادہ ہے بہت......" فخری بولا۔

"بے وقوفی کی حد تک" جلال نے فقرہ کسا

"کیوں" زارا بولی۔

"بھئی سراب کے پیچھے جو بھاگے گا وہ بے وقوف نہیں تو اور کیا ہو گا۔"

"تمہارا خیال ہے ملیحہ سراب تھی"

"ایسی لڑکیاں جن کا تھاں ٹھکانہ نہ ہو...... آگے پیچھے کا پتہ نہ ہو...... گھر بار شہر کچھ علم
ان سے اتنی سنجیدگی سے دل لگا لینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے......"

"بات تو تم نے عقل کی کی...... لیکن دل کے معاملے......"

"ہٹ ایسے دل کی...... سینے سے نکال باہر پھینکنا چاہئے" فخری نے اتنے مضحکہ خیز انداز
کہا کہ سب ہنسنے لگے۔

جب سب ہنس چکے قہقہے لگا چکے تو عصمہ بولی "آئے ہائے...... تم کیسے کزن ہو......
بھر ہمدردی نہیں ہارون سے......"

"تو چلو اٹھو چلتے ہیں ہارون کے پاس...... ملیحہ کی تعزیت کر ہی آئیں۔" جلال نے منہ
رکہا......

سب پھر ہنسنے لگے

عصمہ چپ ہو گئی......

"آنٹی"

"جی بیٹے"

"ہارون اوپر ہی ہے"

"ہاں شاید سو رہا ہے"

"ابھی تک گیارہ بج رہے ہیں......"

"تم جانتے تو ہو...... شاید رات بھر جاگتا رہتا ہے......"

"آنٹی اسے سمجھائیں نا......"

"میری سنتا ہی نہیں......"

"اسے سخت صدمہ پہنچا ہے نومی...... اسے کیا میں خود اس پریشانی سے ابھی تک نہیں پائی...... سوچا کیا تھا ہو کیا گیا۔"

"دیکھیں آنٹی نومی ان کے قریب کھسک کر آ گیا جو کچھ ہوا ہے نا میرے خیال میں اچھا ہی ہوا ہے......"

"شاید"

"ملیحہ جیسی لڑکی اس گھر کے لئے موزوں تھی ہی نہیں......"

بیگم سعیدہ نے سر ہلایا

"آنٹی...... اس کے گن تو اب کھل رہے ہیں...... پرسوں میں کسی کام کے لئے گیا۔"

"وہاں......"

"کیا ہوا وہاں"

"ملیحہ کو پول میں سوئمنگ کرتے دیکھا...... آنٹی مجھے شرم آ گئی...... سوئمنگ سوٹ بھی اس نے سکن کلر کا پہنا ہوا تھا...... بس ایک دم کیا بتاؤں ننگی لگ رہی تھی اور پول کے کنارے کئی لوگ چھتریوں تلے بیٹھے تھے کچھ سوئمنگ کر چکے تھے...... کچھ چھلانگیں لگانے کو تیار تھے۔ دو تین پول میں تیر بھی رہے تھے۔ صرف ملیحہ ہی ایک لڑکی تھی تیرنے والی......"

بیگم سعیدہ پوری آنکھیں کھولے نومی کو دیکھ رہی تھیں۔

"ایسی الٹرا ماڈرن لڑکی...... آپ ہی کہیں اس گھر میں پنپ سکتی تھی۔ اس طرح جو کچھ ہوا کیا اچھا نہیں ہوا؟"

"ہوں"

"صرف حسین صورت ہی تو زندگی گزارنے کے لئے کافی نہیں ہوتی آنٹی......"

"ہاں"

"میں نے تو اور بھی بہت کچھ سنا ہے اس کے متعلق......"

"کیا؟"

"بس سمجھ لیجئے...... کوئی اچھی باتیں تو ہیں نہیں جو آپ سے کہوں"

بیگم سعیدہ چپ ہو گئیں...... نومی بھی چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔

"وہ ہوتی کہاں ہے" قدرے توقف کے بعد انہوں نے پوچھا "اس سے ایک بار ملنا تو چاہئے"

"کس لئے؟"

"اس سے پوچھوں تو سہی آخر اس نے ایسا کیوں کیا ہارون سے"

"فلرٹ تھی وہ...... ہارون ہی نہ سمجھ سکا اسے...... سنجیدہ ہو گیا اس حد تک......"

"ہوں"

نومی اور بیگم سعیدہ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ بیگم سعیدہ نے بھی اس بات کا دل و دماغ پر خاصہ اثر لیا ہوا تھا...... نومی کو بہت پریشانی ہوئی...... وہ بڑے بزرگوں کی طرح انہیں بھی سمجھانے لگا ملیحہ کے متعلق جو کچھ اڑتی اڑتی باتیں اس نے سنی تھیں آنٹی کے گوش گزار کر دیں...... جنہیں حیرت سے آنکھیں پھیلائے بیگم سعیدہ سنتی رہیں...... چونکہ وہ خود پاکباز

اور ایماندار عورت تھیں..... اس لئے ایسی بیہودہ باتوں کا انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ ملیحہ لڑکی نہیں لٹیری تھی..... فلرٹ تھی..... جانے کس کس کو لوٹا اور کس کس سے فلرٹ کیا۔

وہ دونوں باتیں کر ہی رہے تھے کہ ہارون بھی نیچے آ گیا۔

نومی سے ہیلو ہیلو ہوئی۔

"سوئے تھے" امی نے پوچھا

"نہیں"

"اتنی دیر سے اوپر کیا کر رہے تھے۔ دفتر نہیں جانا تھا۔" نومی نے کہا۔

"طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی یار....." وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ نومی نے اس کے سراپا پر نگاہ ڈالی۔

وہ کتنا بدلا بدلا لگ رہا تھا۔ رنگت پیلی تھی..... بال خشک اور آنکھیں ویران۔ شیو بھی نہیں کی ہوئی تھی..... بیمار لگ رہا تھا..... حالانکہ پچھلے دو ایک روز ڈپریشن میں رہنے کے بعد اس کی حالت کچھ سنبھلی تھی۔

"تم گئے نہیں" ہارون نے نومی سے پوچھا۔

"یار ہفتہ کو بھی چھٹی ہوتی ہے..... سب کچھ بھولتے ہی جا رہے ہو۔"

"اوہ..... ہاں......"

"تو پھر ہمت سے کام لو..... حلیہ دیکھو اپنا کیا حال بنا رکھا ہے۔"

"ابھی تو بستر سے نکل کر آیا ہوں" ہارون دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بالوں میں پھیرتے ہوئے قدرے خفت سے مسکرایا۔

"چائے پیو گے" بیگم سعیدہ اٹھتے ہوئے بولیں "وہ دانستہ اٹھ گئی تھیں۔ چاہتی تھیں کہ نومی نے جو کچھ انہیں بتایا ہے ہارون کو بھی بتائے..... اسے سمجھائے اور زندگی کے قریب لائے۔

"پی لوں گا" ہارون بولا۔

"میں بھی پیوں گا آنٹی" نومی بولا

"ضرور..... ضرور......" وہ اٹھ کر چلی گئیں۔

"ہاں تو سناؤ..... کہاں تک پہنچے ہو" نومی نے ہارون کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے پر ہاتھ مارتے ہوئے خوشدلی سے کہا۔

ہارون نے کرب زدہ نظروں سے صرف اسے دیکھا۔

"یار تم نے تو حد ہی کر دی۔ مجنوں کو بھی مات کر دیا۔"

"محض خیال ہے تمہارا......"

"میری آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں وہی کہہ رہا ہوں"

"ٹھیک ہو جائے گا سب..... نومی..... ٹھیک ہو جائے گا......"

"سمجھو کہ وہ مر گئی......"

"کسی کے مرنے کا دکھ بھی تو ہوتا ہے..... اور یہ دکھ آہستہ آہستہ ہی ختم ہوتا ہے"

"ایک دم ختم کر دو......"

وہ مسکرا دیا......

"یہ لڑکی تمہارے لئے موزوں تھی ہی نہیں یار....." نومی بولا "ہمارے طبقے سے اس سطح ہی نہیں تھا..... وہ بہت اونچی ہواؤں میں اڑتی تھی۔"

"ہوں"

"تمہیں پتہ ہے۔ وہ سوئمنگ کلب بھی جاتی ہے۔"

"ہوں......"

"میں نے تو اسے سوئمنگ کرتے ہوئے بھی دیکھا......

ہارون نے دکھی نظروں سے اس کی طرف دیکھا..... نومی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستگی سے کہا "اس میں کوئی شک نہیں..... پانی میں اس کا بے انتہا خوبصورت مچھلی کی طرح لگ رہا تھا..... لیکن پتہ ہے سکن کلر کو سٹیوم میں تھی..... توبہ..... مجھے تو آ گئی..... بالکل ننگی لگ رہی تھی......"

ہارون نے سر جھکا لیا اور بے بسی سے گود میں رکھے دونوں ہاتھ مسلنے لگا۔

"جس لڑکی کے شوق اس قسم کے ہوں..... وہ اس گھر میں بہو بن کر رہ سکتی ہے؟"

"ہوں......"

"ہمارے کچھ رواج ہیں طور طریقے ہیں آداب ہیں۔ وہ تو ان چیزوں کو بھی
نہیں......"

"ہاں......وہ کوئی پابندی قبول کرنے کو تیار نہیں تھی"

جب اس نے صاف صاف تم سے کہہ بھی دیا تھا۔ تو گولی مارو اسے۔"

"گولی ہی تو مارنا چاہتا ہوں۔" ہارون کا چہرہ ایک دم ہی سرخ ہو گیا "لیکن کہیں
تو سہی......"

"ہارون...... ایسی کسی حماقت کو ذہن میں جگہ نہ دو...... وہ گئی سو گئی......
رہے یا جہنم میں جائے...... تمہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہئے...... جوش
میں کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کر بیٹھنا...... تم ایک باعزت اور شریف خاندان کے
نوجوان ہو۔"

"تو میں کیا کروں......" ہارون نے دونوں ہاتھوں پر سر گرا لیا "مجھے اس سے نفر
اس نے مجھے دھوکہ دیا......"

"غلط کہتے ہو" نومی نے جلدی سے کہا "اس نے ایک ہی تو بات اچھی کی......
دھوکے میں نہیں رکھا۔ پوری سچائی سے سب کچھ بتا دیا...... وہ تم سے صرف دوستی کرنا
تھی...... تم نے اسے محبت جان لیا...... تم نے خود ہی تو بتایا کہ اس نے آخری بار تم
کچھ کہا...... اب اسے بھول جاؤ نکال دو ذہن سے اس کی ہر بات اور زندگی کی طرف
انداز میں لوٹ آؤ۔ ایسا ہوتا ہی ہے...... تمہارے ساتھ کچھ نئی بات نہیں ہوئی......"

ہارون نے ایک گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا...... پھر بولا "تم اس تم
تجربے سے نہیں گزرے نا......"

"گزرتا بھی تو تمہاری طرح ضرر جاں نہ بنا لیتا سمجھے......"

"بڑے دل گردے والے ہو"

"مرد ہوں......"

نومی ہنسا تو ہارون بھی مسکرانے لگا۔

چائے آ گئی...... رحمتے ٹرے میز پر رکھ کر لوٹ گئی۔

ٹرے کافی دیر ویسے ہی پڑی رہی......

"بناؤ چائے" نومی نے ہارون سے کہا۔

"تم بناؤ" ہارون نے صوفے میں نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"میں کیوں بناؤں......"

"پینی جو ہے"

"تم نے بھی تو پینی ہے۔"

"میرے لئے بھی بنا دو......"

"جی نہیں مابدولت مہمان ہیں...... اس لئے چائے بنا کر پیش کرو" وہ سینے پر دونوں
ہاتھ باندھ کر اکڑتے ہوئے بولا۔ تو ہارون مسکرانے لگا۔

"بنا کر پیش کرو" نومی اسی انداز میں بولا "ورنہ میں بن پئے ہی اٹھ جاؤں گا۔ اور آنٹی
سے تمہاری شکایت بھی کروں گا۔"

"اب زیادہ بڑھتے نہ جاؤ" ہارون بھی جیسے خول سے نکل آیا۔ "تمہیں میری خاطر کرنی
چاہئے۔"

"کیوں کیا تکلیف ہے جناب کو"

"ستم خوردہ ہوں" ہارون نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو نومی نے بھی ہنستے ہوئے اس
کے ہاتھ پر ہاتھ مارا...... "تت تت قابل رحم ہو"

"ہوں تو سہی"

"چلو مان لیا......" نومی نے ٹرے اپنے سامنے کر لی اور دونوں پیالیوں میں چائے بنا
دی...... ایک ہارون کو دی اور دوسری اپنے سامنے کر لی......

چائے پیتے ہوئے دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ نومی نے دانستہ رخ اس کے
کاروبار کی طرف پھیر دیا......

پھر باتیں کرتے کرتے ہارون کا کان پکڑ کر مروڑنے کے انداز میں کہا "سیدھے ہو جاؤ
اور توجہ کام کی طرف دو...... تم نے ان دنوں سب کچھ غلام سرور پر ڈال رکھا ہے۔ سنا ہے
فارن کے وہ آرڈر تمہاری عدم توجہی کی وجہ سے کسی دوسری فرم نے اچک لئے۔"

ہارون نے مایوسی سے سر ہلایا......

"حد ہی کر دی تم نے تو......" نومی اسے سرزنش کرنے لگا۔ ہارون کچھ نہیں بولا "نومی

کی اتنی حوصلہ افزائی باتوں کے باوجود اس کے اندر جو توڑ پھوڑ ہو رہی تھی وہ ہوتی رہی۔۔۔۔ اس کے سینے میں جلن تھی آگ تھی۔۔۔۔ غصے کی بے عزتی کی اور انتقام کی۔۔۔۔ جسے وہ اس وقت دبائے بیٹھا تھا۔۔۔۔ نومی کی باتوں پر ہنس رہا تھا مسکرا رہا تھا۔۔۔۔ اپنے نارمل ہونے کا پورا ثبوت دے رہا تھا۔

لیکن

اندر سے وہ ٹوٹا بکھرا ہوا تھا۔۔۔۔ آگ میں جل رہا تھا

اور

شاید اسی لئے وہ ایک بار ملیحہ سے ضرور ملنا چاہتا تھا۔ اس کے متعلق ساری باتیں سننے کے باوجود اس سے ملنا چاہتا تھا۔۔۔۔

وہ کئی بار اس کے آفس فون کر چکا تھا۔۔۔۔ دو تین دفعہ خود بھی گیا تھا۔ لیکن وہ چھٹی پر ہی تھی۔۔۔۔ وہ اس کے گھر کے چکر بھی لگاتا رہتا تھا۔۔۔۔ لیکن وہ وہاں بھی نہ ملتی۔ کبھی واپس نہیں آئی ہوتی تھی اور کبھی جا چکی ہوتی تھی۔۔۔۔

ایک بار اس نے اسے گاڑی میں جاتے دیکھا تھا۔ وہ آ رہا تھا اور ملیحہ کی گاڑی جا رہی تھی ملیحہ نے شاید اسے نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔

ہارون نے گاڑی ریورس کر کے اس کا تعاقب کرنا چاہا تھا۔۔۔۔ لیکن بازار میں اتنی بھیڑ اور ٹریفک کا اتنا رش تھا۔ کہ وہ ایک دم ہی گاڑی ریورس نہ کر سکا۔ اور جب کافی آگے جا کر اس نے گاڑی موڑی تھی۔۔۔۔ تو ملیحہ کا تعاقب لاحاصل تھا۔ وہ تو جانے کہاں پہنچ چکی تھی۔ ہارون کافی دیر تک سڑکوں پر آوارہ ہی پھرتا رہا تھا۔۔۔۔

گاڑی ملیحہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ اکیلی ہی تھی کہاں سے آئی تھی کہاں جا رہی تھی۔۔۔۔ ان گنت سوال گرم سلاخیں بن کر ہارون کے دل و دماغ کو داغتے رہے تھے۔ وہ اسی شہر میں تھی۔ اس لئے اس سے ایک بار ملنے کی شعلہ بار لگن لئے وہ اسے ڈھونڈتا پھرا۔۔۔۔

اور

آخر

ایک دن وہ اس تک جا ہی پہنچا۔۔۔۔ نومی کی ساری نصیحتیں پس پشت ڈال کر وہ اپنے من کی آگ بجھانے ملیحہ تک جا ہی پہنچا۔

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے ملیحہ کو پانے کا حل نکالا تھا۔ صبح صبح اس کے ہاں جا کر وہ اس سے مل سکتا تھا۔۔۔۔

اسی لئے اس دن جب دن ابھی نکلا ہی تھا۔۔۔۔ وہ اس کے ہاں جا پہنچا۔۔۔۔ ملیحہ کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ کہ اتنی سویرے ہارون آ جائے گا۔۔۔۔ اس لئے اس نے دستک پر اٹھ کر دروازہ کھولا۔۔۔۔

وہ اس وقت بڑا ہی خوبصورت گاؤن پہنے ہوئے تھی۔۔۔۔ دروازہ کھولا۔۔۔۔ تو ہارون کو سامنے کھڑے پایا۔

وہ ایک لمحہ کو تو چکرا ہی گئی۔۔۔۔ بے جان سی نظروں سے اسے تکنے گئی۔۔۔۔ ہارون بھی جیسے بت بن گیا۔ کئی لمحوں کے بعد ملیحہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آہستگی سے بولی "تم۔۔۔۔ اس وقت۔۔۔۔"

"پہچان لیا مجھے؟" ہارون نے طنز سے کہا۔

"میری یادداشت اتنی خراب بھی نہیں۔۔۔۔" وہ مڑی۔۔۔۔ ہارون دروازے میں کھڑا ہو گیا۔

"میں اندر آ سکتا ہوں"

"چاہتے ہو تو آ جاؤ"

وہ دو قدم بڑھا کر اندر گیا۔ اس کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ جان نہ پایا کہ ملیحہ کو دیکھ کر اس کے زخم کھل گئے ہیں یا سِل گئے ہیں۔۔۔۔ ایک عجیب سی وارفتگی کا عالم اس پر طاری تھا۔ اس کی بانہوں میں پھیل جانے کی کسک ہو رہی تھی۔ وہ برق کی سی تیزی سے ملیحہ کو اپنے بازوؤں میں بھر لینے کو مچل اٹھا تھا۔ بازوؤں میں بھر کر اسے پیار کر لینا چاہا تھا۔ یا دبوچ کر اس کی ہڈی پسلی توڑ کر اسے مسخ کر دینا چاہا تھا۔۔۔۔ وہ یہ بھی اندازہ نہ کر پایا۔۔۔۔

ملیحہ قدرے پرے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگے میز سے پشت لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اس پر اب نہ تو گھبراہٹ طاری تھی نہ جذباتی سکر۔ بلکہ وہ بیگانہ سی بے تعلق سی نظروں سے ہارون کو دیکھ رہی تھی۔

"کیسے آئے ہو" جب ہارون کافی دیر صرف سرخ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا تو وہ خود ہی بولی۔

"تمہیں کئی دنوں سے ڈھونڈ رہا تھا...... آخر آج مل ہی گئیں" وہ بولا

"کس لئے ڈھونڈ رہے تھے۔ کیا آخری بار جو باتیں ہوئی تھیں۔ وہ کافی نہیں تھیں۔"

"نہیں......"

"ان سے کومپرومائز کر سکتے ہو"

"نہیں......"

وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی......

ہارون جذباتی سا ہو کر آگے بڑھا اور ملیحہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا "ملی۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں میرے جذبات کو مجروح کر رہی ہو...... کیوں مار رہی ہو مجھے...... کیا جرم ہے میرا کس گناہ کی سزا دے رہی ہو...... میں نے کیا کیا ہے میری خطا تو بتا دو...... بتا دو میں نے کیا کیا ہے...... تم سے پیار کرنے کی غلطی...... عشق کا جرم......"

"اگر میں کہوں ہاں......" دوستی میں پیار اور خلوص ہوتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں یہ شادی پر پہنچ ہو...... میں تم لوگوں کے نظریے سے اتفاق نہیں کرتی...... میری کچھ ڈیمانڈز ہیں خواہشیں ہیں امنگیں ہیں...... جو تم پوری نہیں کر سکتے...... صرف پیسے ہی کی نہیں ذہنی سوچ کی بھی...... تم ان سے کسی طور پر مطابقت نہیں کر سکتے اور میں ان کی قیمت پر کوئی فیصلہ کرنے کو تیار نہیں...... میں جس طرح کی زندگی گزر رہی ہوں...... یہ اس منزل کا راستہ ہے جس پر میں نے پہنچنا ہے...... تم اس راستے ہی کے مخالف ہو...... تمہاری امی اس راستے پر قدم رکھنا بھی گوارہ نہیں کر سکتیں سچے بنو اور سچائی سے سوچو...... میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں اور اب بھی کہہ رہی ہوں...... میں مرنا نہیں چاہتی...... پابندی میری موت ہے...... اگر پابند ہی رہنا ہوتا تو میں اپنا گھر چھوڑ کر الگ تھلگ ہو کر اپنا راستہ بنانے یوں نہ نکل کھڑی ہوتی......"

"تمہاری سوچیں تمہیں تباہ کر دیں گی" ہارون تیزی سے بولا۔

"فی الحال تو نہیں کیا......" وہ تفاخر سے بولی۔ "اور ب میں نے واقعی محسوس کیا۔ کہ میں ان ارادوں سوچوں اور خواہشوں کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہوں تو پھر تمہاری طرف لوٹ آؤں گی۔"

"ملیحہ

"بس...... جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں...... بروقت پتہ چل گیا کہ ہماری راہیں ...ری نہیں مخالف سمتوں کو جاتی ہیں...... تم بھی بچ گئے میں بھی...... سچے انسانوں کی طرح ...اس بات کو تسلیم کر لینا چاہئے......"

"تمہیں دولت کی اتنی ہوس ہے" ہارون بے بس ہو کر بولا......

"صرف دولت کی نہیں...... آسائشوں کی...... آزادیوں کی...... من مانی کرنے ...... میں جو چاہوں وہ کروں بس...... میں گھریلو لڑکی ہوں نہ ہی بن سکتی ہوں اور نہ ہی بننے ضرورت سمجھتی ہوں تمہیں اور تمہاری امی چھوڑ تمہاری اس نوکرانی تک کو گھریلو لڑکی کی ...رت ہے۔ جو میں نہیں ہوں...... نہیں ہوں...... سمجھے...... نہ ہی بننے کی مجھے ضرورت ......"

وہ چیخی

ہارون صرف اسے تکتا رہ گیا۔ کس ڈھٹائی سے وہ اپنی خامیوں کا اعتراف کر رہی ...۔ وہ جھوٹ بھی نہیں کہہ رہی تھی...... ایسی باتیں وہ پہلے بھی کیا کرتی تھی۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔" ہارون کافی دیر چپ رہنے کے بعد بولا۔

"آخری بھی اور بہت سوچ سمجھ کر کیا ہوا بھی...... یہ فیصلہ بے لچک ہے۔ اس میں ...ف میری ہی نہیں تمہاری بھی بہتری ہے...... پر سکون ہو کر سوچو گے۔ تو تمہیں تسلی ہو ...ے گی۔"

"ہونہہ" ہارون نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھا اور پھر غصے میں اس کے جی میں ...یا کہہ دیا اسے ذلیل' کمینی' ڈائن' فریبی' دھوکہ باز' ہوس پرست' مادہ پرست جانے کیا ...ہ کہہ دیا جسے کمال تحمل سے وہ کھڑی سنتی رہی۔

اور

جب وہ بول بول کر تھک چکا

تو

ملیحہ نے سپاٹ چہرے سے اسے دیکھا اور ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کر دیا۔ ...ن غصے سے غرایا "جا رہا ہوں...... لیکن کہے جا رہا ہوں۔ کہ پچھتاؤ گی ایک دن پچھتاؤ ...ہ"

وہ

کمرے سے نکل گیا۔

اور

ملیحہ

نے کھٹاک سے دروازہ بند کردیا......

دروازہ اس طرح بند ہوا تھا۔ کہ لگتا تھا ملیحہ اور ہارون کے درمیان یہ بند دروازہ ہمیشہ کے لئے حائل ہوگیا ہے۔

لیحہ کو یوں لگا جیسے بند ہونے والا دروازہ کھٹاک سے اس کے دماغ پر لگا ہو۔ اس نے نوں ہاتھوں میں سر تھام لیا......

وہ بیڈ پر بیگم سعیدہ کے پاس بیٹھی ساری روئیداد سن رہی تھی۔ اس نے خود ہی آنٹی کو بور کیا تھا۔ کہ وہ اسے اس کے ماضی کے متعلق جو کچھ جانتی ہیں بتادیں...... اور رات سونے ے پہلے بیگم سعیدہ نے اسے وہ سب کچھ بتایا تھا جو وہ جانتی تھیں...... ملیحہ گھٹنوں کے گرد بازو پیٹے خاموش بیٹھی یہ کتھا سن رہی تھی...... اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا...... آنکھیں پھیل پھیل گئی تھیں...... وہ ایسی تھی؟ اسے اب بھی یقین نہ آ رہا تھا...... سعیدہ جیسی شفیق اور پیار کرنے والی آنٹی اور ہارون جیسا وجیہہ شریف اور پیارا سا انسان اس نے اتنی بیدردی سے ٹھکرا دیا تھا؟ اس کا ذہن یہ بات قبول نہیں کر رہا تھا...... وہ پہلے سے بھی زیادہ مضطرب اور بے چین ہو گئی تھی...... کچھ تو ان باتوں سے جو اس نے سنی تھیں اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ ساری رام کہانی سننے کے بعد بھی اسے پتہ نہ چل سکا تھا کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی تھی...... وہ کہاں سے آئی تھی...... اس کا خاندان کہاں تھا؟ خاندان کے افراد کتنے تھے۔ ان کے نام کیا تھے وہ کام کیا کرتے تھے۔ ان گنت ادھورے اور بے جواب سوالوں کا بوجھ اس کے ذہن پر پڑ گیا۔

بیگم سعیدہ دو تکیوں سے ٹیک لگائے نیم دراز تھیں...... کہانی ختم ہو گئی تو تکئے درست کرتے ہوئے سیدھی ہو کر بولیں "کہانی تو ختم ہو گئی تھی۔ ہم بھی اس کا بوجھ ذہنوں سے اتار چکے تھے...... ہارون بھی کچھ نارمل ہو کر اس شکست کو قبول کر چکا تھا۔ کہ تم پھر آ گئیں...... ٹھہراؤ آیا ہوا تھا تمہارے آنے سے اس میں پھر سے ہلچل مچ گئی ہے...... جانے وہ کون تھا جس نے تمہیں گاڑی سے باہر پھینکا۔ اس کی نیت تمہیں مار ڈالنے کی تھی؟ یا صرف گاڑی

سے اتارنے کی...... تم پھسل کر گریں...... یا اس دھکے سے جو گاڑی میں سے نکالتے وقت تمہیں دیا گیا۔ ان باتوں کا ہمیں کیا علم...... اور بدقسمتی کہ تم بھی نہیں جانتیں...... تمہیں اب تک کچھ پتہ نہیں کچھ یاد نہیں آیا......"

ملیحہ نے سر اٹھایا وہ رو رہی تھی۔ اس کی حسین آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے...... وہ کتنی دکھی ہو رہی تھی۔ کتنی پریشان نظر آ رہی تھی بیگم سعیدہ کا دل جیسے مسل گیا۔ انہوں نے چاہا کہ اس مظلوم سی لڑکی کو کھینچ کر بازوؤں میں بھر لیں۔ سینے سے لگا لیں۔ تاکہ اس دکھیاری کے دکھ کچھ کم ہو سکیں۔

لیکن

انہوں نے ایسا نہیں کیا......

یہ

لڑکی

ان کے بیٹے کی خوشیوں کی قاتل تھی...... ان کی خوشیوں کی قاتل تھی۔ اس وقت مجبور تھی بے بس تھی...... لیکن جب وہ ٹھیک تھی اپنے حواسوں میں تھی یادداشت نہیں کھوئی تھی...... اس وقت اس نے کتنے دکھ دیئے تھے ماں بیٹے کو...... کس طرح دھتکارا تھا...... کس طرح روندا تھا...... زخموں کی کسک ابھی تک باقی تھی......

بیگم سعیدہ نے کروٹ اس کی طرف سے بدل لی منہ دوسری طرف کرتے ہوئے بولیں۔ "سب کچھ سن لیا ہے میں نے اس میں رتی بھر غلط بیانی نہیں کی...... بلکہ بہت سی بیہودگیوں کا بھی ذکر نہیں کیا۔ بہرحال تم سن چکی ہو...... اب اگر ہارون کا رویہ تمہارے ساتھ جارحانہ ہوتا ہے تو تم خود فیصلہ کرو...... کہ کیا وہ حق بجانب ہے یا نہیں......"

ملیحہ سسکیوں سے رونے لگی......

"بس...... اب چپ ہو جاؤ...... رات کافی گذر گئی ہے...... لیٹ جاؤ...... سونے کی کوشش کرو۔"

انہوں نے کمبل سینے تک کھینچتے ہوئے کہا......

لیکن

ملیحہ لیٹی نہیں......

ای طرح بیٹھی روتی رہی......

بیگم سعیدہ نے پھر کچھ نہیں کہا۔ انہیں نیند آنے لگی تھی...... ملیحہ کی طرف پشت کئے نہیں...... کچھ دیر انہیں ملیحہ کی سسکیوں کی آوازیں سناتی دیتی رہیں۔ پھر وہ نیند میں گئیں...... گہری نیند نے جلد ہی انہیں آلیا اور وہ خراٹے بھرنے لگیں۔

ملیحہ رو رو کر خود ہی چپ ہو گئی...... وہ آہستگی سے بستر میں سے نکلی اور گدے دار آن بیٹھی...... نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ذہن میں الجھاؤ تھے۔ ہلچل بے چینی اور اضطراب تھا......

بیگم سعیدہ نے جو کہانی سنائی تھی...... یقیناً وہ ٹھیک ہی ہو گی...... لیکن ملیحہ کو ایسی کہانی نہیں آ رہا تھا۔ وہ سر ادھر ادھر جھٹکتی لیکن پھر بھی خود ہی اپنے آپ سے کہتی "آنٹی کو کہنے کی کیا ضرورت یقیناً وہ ایسی ہی ہو گی...... ہارون کا رویہ بھی تو اس بات کی کھلی تھا......

دو گھٹنوں کو بازوؤں میں سمیٹے ان پر تھوڑی ٹکائے گٹھڑی سی بنی کرسی پر بیٹھی اب ای کے متعلق سوچ رہی تھی...... ہارون جیسا وجیہہ خوبصورت اور شریف آدمی اس ٹھکرا دیا تھا...... اس کی بے عزتی کی تھی...... اسے کسی قابل نہیں سمجھا تھا...... یہ کتنے ای کی بات تھی......

سوچ سوچ کر اسے اپنے آپ سے نفرت سی ہونے لگی......

حسن کا اتنا گھمنڈ!

اس حسن کے بل بوتے پر اس نے دنیا کی ہر آسائش پانے کی تمنا کی تھی؟

کیا اسے سب کچھ مل گیا تھا؟

اور

اگر مل گیا تھا تو اب کہاں تھا۔

وہ موٹا تازہ اونچا لمبا آدمی کون تھا؟

اس کے ساتھ وہ یورپ و لندن گئی تھی؟

اس کے ساتھ اس کے کیسے تعلقات تھے؟

کیسے مراسم تھے؟

کیا وہ اس آدمی سے پیار و محبت کے رشتے استوار کر بیٹھی تھی؟

یا

صرف اس کی دولت لوٹنے کے لئے اس کی طرف بڑھی تھی؟

عیش اور آسائشیں پانے کے لئے اس کا ہاتھ پڑا تھا؟

وہ آوارہ تھی؟

اس کا کردار داغدار تھا؟

"نہیں......" وہ زور سے چیخ اٹھی...... بیگم سعیدہ نیند ہی میں بڑبڑائیں..... "سو جاؤ"

ملیحہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر دوسری از خود نکلنے والی چیخ کو روکا...... اس کا دل بے طرح گھبرانے لگا تھا...... اپنی پاکیزگی کے متعلق سوچ سوچ کر تو وہ جیسے پاگل ہونے لگی۔ وہ اٹھ کر لاؤنج میں آ گئی......

وہاں بے قراری سے ٹہلتی رہی...... کسی پہلو قرار نہ آ رہا تھا...... کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی۔ اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔ اس کو ایسا کرنا نہیں چاہئے تھا۔ وہ بار بار اپنے آپ کو کہہ رہی تھی۔ کافی دیر وہ بے ربط اور بے ڈھب طریق سے سوچوں کے تانے بانے بنتی رہی۔

پھر

وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی...... اس کا جسم اس کا دل و دماغ سب تھک چکے تھے۔ لیکن اب وہ پرسکون ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ تاکہ آئندہ کے لئے کوئی مثبت راہ اپنا سکے۔ جو ہو چکا تھا اس پر اب اس کا قطعاً "اختیار نہیں تھا۔ لیکن جو کچھ وہ اب کرنے کی تھی وہ تو اس کے اختیار میں تھا۔

لیکن

پریشانی تو یہی تھی

کہ

اب وہ کیا کرے؟

کون سی راہ اختیار کرے؟

کیا قدم اٹھائے؟

ہارون سے تو مصالحت کی توقع کرنا ہی احمقانہ بات تھی...... جس نے اتنے زخم صرف جسم ہی نہیں انا پر بھی کھائے تھے وہ کبھی اسے معاف کر سکتا تھا؟

تو

تو...... تو...... تو

اس کے دماغ میں تو تو کی گونج قیامت خیز بن گئی۔ گھبرا کر اس نے سر جھٹکا...... دونوں ہاتھوں پر سر گرا لیا...... لگتا تھا اس کے اندر باہر آگ ہی آگ ہے۔ وہ جل رہی ہے۔ اس جلنے کا سلسلہ ختم ہی ہوتا نظر نہیں آتا......

پھر

ہنگامی انداز میں اس نے اس گونجنے والی تو تو کا جواب ڈھونڈا...... اسے یہاں سے چلے جانا چاہئے......

کہاں؟

ہیبت ناک سے سوال نے شیش ناگ کی طرح پتلی اور لمبی زبان نکالتے ہوئے اس کا ... ا۔

"کہیں بھی" وہ سر تھامے اندر ہی اندر چیخی......

"نہیں......" اس کی نسوانیت نے جواب دیا "تو اکیلی جوان جہاں لڑکی کہاں جائے"

"پھر"

اس نے خود ہی کہا "پہلے بھی تو میں اکیلی رہتی رہی ہوں...... نوکری کرتی تھی۔ کسی کے گیسٹ روم میں رہتی تھی...... مجھے ادھر ہی رجوع کرنا چاہئے۔ شاید نوکری مل ......"

"لیکن"

وہ مایوس ہو گئی...... "اسے نوکری کیسے ملے گی اسے تو دفتری کام کہاں آتے ہیں...... اسے تو یاد نہیں...... کچھ بھی......"

"تو پھر میں کیا کروں" وہ پھک سے رو دی...... وہ رونے لگی۔ روتی گئی...... ہچکیوں ہچکیوں سے......

اور

اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ سیڑھیوں کی ریلنگ تھامے ہارون کب سے کھڑا اسے تک رہا ہے۔

آج نیند ہارون کی آنکھوں سے بھی دور تھی۔ شام اس نے اپنے بہت سے گروپ کے سامنے سوئمنگ کاسٹیوم کا جو مضحکہ خیز ملیحہ کا مذاق اڑایا تھا اور ملیحہ جس طرح پھر کرارا سا جواب پتھر سے دے کر کاسٹیوم اس کے منہ پر مار کر گئی تھی اور پھر کمرے میں جا کر چھپ رہی تھی۔ یہ ہارون کے حواس پر مسلط تھا۔ وہ بار بار اپنے آپ سے سوال کر رہا تھا۔ کیا اسے ایسا کرنا چاہئے تھا۔ ایسی حالت میں دوسروں کے سامنے اس لڑکی کی تذلیل کرنا چاہئے تھی۔ جو اپنا ماضی بھول چکی تھی۔ جس کا ذہن کورے کاغذ کی طرح ہو چکا تھا۔ جو اتنا بھی نہیں جانتی تھی۔ کہ وہ ہے کون؟

یہی ندامتیں ہارون کو سونے نہ دے رہی تھیں۔ انتقام کی آگ اس کے دل میں ضرور بھڑکتی تھی۔ لیکن مد مقابل اپنے آپ میں تھا ہی کب موجود انتقام کی آگ بجھانے کی اس طرح کوشش کر رہا تھا۔ مجبوری ملیحہ کو اس کے ہاں لے آئی تھی...... پتہ نہیں کیا حالات تھے۔ کیا ہوا تھا؟ جو اسے گاڑی سے باہر پھینک کر کوئی چل دیا تھا...... کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس طرح انتقام لینا آئین مردانگی کے خلاف ہی تو تھا...... اتنی دولت ایسی تحقیر...
یہی سوچ سوچ کر اسے نیند نہ آئی تھی......

اور

اب وہ نیچے آ رہا تھا...... کافی بنانے کے لئے...... جب اسے رات دیر تک جاگنا ہوتا یا نیند نہ آنے کی وجہ سے بے چینی ہوا کرتی تو وہ خود ہی آ کر کافی یا چائے بنا لیا کرتا تھا۔ کیونکہ رات کے کسی پہر میں بے وقت رحمتے یا دینو کو جگانا مناسب نہ ہوتا تھا۔

اب بھی

وہ کافی بنانے آیا تھا......

لیکن

لاؤنج میں صوفے پر گھٹنوں پر سر رکھے سسک کر روتی ملیحہ کو دیکھ کر وہ آخری سیڑھی پر ہی رک گیا تھا...... لکڑی کی ریلنگ پر ہاتھ رکھے وہ سٹپٹایا سا کھڑا اسے تک رہا تھا......

کیا وہ اب تک رو رہی تھی؟

شام کے تضحیکی رویے سے وہ اتنی دل برداشتہ ہوئی تھی؟

وہ ذلت دکھ کی دھار ابن کر اس کا کلیجہ کاٹ رہی تھی؟

ہارون بے چین اور پریشان پہلے ہی تھا...... ان سوالوں نے اسے اور بے کل کر دیا۔ وہ کافی دیر کھڑا رہا۔

پھر

ریلنگ چھوڑ کر آخری سیڑھی سے لاؤنج میں قدم رکھا۔

ملیحہ نے یونہی سر اٹھایا......

ہارون کو دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔ ایک دم ہی آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی......

ہارون سامنے آ گیا۔

ملیحہ متورم بھیگی اور سرخ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ملیحہ" ہارون کا لہجہ اتنا نرم تھا۔ کہ ملی نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا...... وہ کچھ نہیں بولی ہارون نے اس کی آنکھوں کی متلاطم گہرائیوں میں جھانکتے ہوئے کہا "شاید شام کے رویے سے تم اب تک پریشان ہو...... میں نے سب کے سامنے تمہاری تضحیک کی...... تم اب تک رو رہی ہو...... شاید اس حالت میں کہ تم ماضی بھول چکی ہو...... مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا...... لیکن...... خیر...... آئی ایم سوری......"

ہارون واپس اوپر جانے کے لئے مڑا ہی چاہتا تھا۔ کہ ملیحہ جلدی سے بولی "ہارون آپ کو سوری کہنے کی ضرورت نہیں...... میں نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا...... اس کی سزا اگر آپ مجھے دیں تو......"

ہارون نے جھٹ سے گردن موڑ دی۔ اسے دیکھا اور بے اختیارانہ اس کے ہاتھ پکڑ کر سختی سے بولا "تو کیا...... کیا تمہاری یادداشت لوٹ آئی ہے۔ تمہیں پتہ چل گیا ہے کہ میرے ساتھ تم کیا کر چکی ہو......"

"ملیحہ نے اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈال کر دیکھا...... بھیگی متورم آنکھیں بے پناہ اذیت اور کشش لئے تھیں...... کہ ہارون بے اختیار سا ہو گیا اس کے ہاتھوں کی گرفت

ملی کے ٹھنڈے اور بھیگے بھیگے ہاتھوں پر آپوں آپ سخت ہو گئی اور وہ بے تابانہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔ "یاد آگیا...... جو کچھ کر چکی ہو"

ملی نے سر نفی میں ہلایا اس کے ہاتھ ابھی تک ہارون کے ہاتھوں میں تھے۔ جنہیں ہارون نے ایک دم سے غصے سے جھٹک کر چھوڑتے ہوئے کہا "تو پھر تم کیسے کہہ رہی ہو کہ......"

"مجھے آنٹی نے میری کہانی سنائی ہے" وہ روہانسی آواز میں بولی "سب کچھ بتایا ہے انہوں نے مجھے......"

ہارون نے صرف اسے دیکھا۔

اس کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے۔ جنہیں دوپٹے سے پونچھتے ہوئے اس نے انتہائی دکھ اور کرب سے ہارون کی طرف دیکھا اور بولی "آنٹی نے جو کچھ بتایا۔ مجھے کچھ یاد نہیں...... کچھ بھی یاد نہیں...... لیکن......" وہ سسکنے لگی پھر آواز پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "لیکن انہوں نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک ہی ہو گا......"

ہارون اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے ریلنگ کو پکڑے صرف اسے تکے گیا۔ پھر دانت پیستے ہوئے جیسے غرایا "تو...... تم اپنے متعلق جان چکی ہو سب کچھ......"

وہ ہچکیوں میں بولی "سن لیا ہے سب کچھ...... لیکن......"

"لیکن کیا؟"

"یہ اب بھی پتہ نہیں چل پایا۔ کہ میں ہوں کون؟"

"ہونہہ......"

"ہارون......" اس نے سر اٹھایا آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔ لیکن اب اس کی آواز میں فیصلے کی جھلک تھی۔

وہ کچھ نہیں بولا۔

"ہارون...... تقدیر مجھے پھر آپ لوگوں کے درمیان لے آئی ہے۔ یہ اتفاقاً ہوا ہے میرے لئے آپ کا یہ گھر سب نیا ہے۔ لیکن میں آپ کے لئے نئی نہیں۔ میں...... آپ کے لئے مسلسل اذیت ہوں...... اس لئے...... اس لئے میں نے سوچا ہے میں یہاں چلی جاؤں......"

"ملی......" ہارون بے اختیارانہ روی سے بولا۔

"ہاں...... میں آپ لوگوں کی پریشانیوں میں مزید اضافہ نہیں کرنا چاہتی نہ ہی اب مجھ ے ذہنی کوفت برداشت ہوتی ہے۔ میں نے آنٹی سے بھی کہا تھا۔ کہ مجھے کسی دارالامان یا م خانے میں بھجوا دیں...... وہ نہیں مانتیں۔ اب...... میں آپ سے مطمئن ہوں ون...... آپ آپ مجھے......"

"ملی......" دکھ کی دھار نے جیسے ہارون کا دل چیر دیا۔

"ہارون پلیز...... میں اس قابل تو نہیں...... کہ آپ سے کسی ہمدردی کی توقع وں۔ لیکن اپنے ذہن کا بار ہٹانے کے لئے ہی سہی...... مجھے...... مجھے یہاں سے کہیں بھیج ۔ کسی رفاعی ادارے کسی یتیم خانے کسی دارالامان میں......"

"اوہ" دانت پیستے ہوئے ہارون نے ریلنگ پر مکہ مارا...... شاید ملیحہ کا دکھی لہجہ اور دکھ ی التجا اس سے برداشت نہ ہو رہی تھی...... اس کے دل میں ابال سا اٹھا وہ ڑایا...... "خدا کرے تمہیں ماضی بھولا ہی رہے...... تم ایسی ہی رہو...... ایسی نہ بن سکو ی تھیں......"

ملیحہ نہ سن سکی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس لئے وہ قدم آگے بڑھا کر اس کی پشت پر آ...... اور ہاتھ جوڑ کر بولی "ہارون...... میرا کچھ بندوبست کر دیں گے......"

ہارون نے گردن موڑ کر اسے دیکھا...... اور پھر تاب نظارہ نہ لا کر رخ موڑتے ہوئے ا "نہیں۔ جب تک تمہاری یہ حالت ہے تمہیں کہیں نہیں بھیجا جا سکتا...... امی ٹھیک تی ہیں......"

"میں خود چلی جاؤں گی۔" اس نے اٹل لہجے میں کہا۔

تو

دوسرے ہی لمحے اس کے گال پر اک زناٹے دار تھپڑ پڑا...... "کہاں؟ کہاں چلی جاؤ "ملیحہ نے بے اختیار اپنا ہاتھ گال پر رکھ لیا۔ اسے تارے نظر آ گئے تھے۔

ہارون نے پھر اس کی طرف دیکھا نہ کچھ بولا۔ "دھڑ دھڑ سیڑھیاں چڑھ گیا اور اوپر جا کر ے زور سے دروازہ بند کر لیا......

بند ہوتے دروازے کی کھٹاک ایک بار پھر ملیحہ کے دماغ پر لگی۔

گیارہ بج گئے تھے ہارون ابھی تک نیچے نہیں آیا تھا...... ناشتہ بھی نہیں مانگا تھا۔ اور دفتر نہ جانے کی کوئی وجہ بھی دینو کو نہیں بتائی تھی...... جو اسے علی الصبح چائے دینے آیا تھا۔ تب وہ جاگ رہا تھا۔

جاگ تو وہ شاید رات ہی سے رہا تھا...... شام کے واقعے نے اس کے دل و دماغ اور ذہن پر خاصہ منفی اثر ڈالا تھا...... اس نے جو حرکت کی تھی اور ملیحہ نے اس کا جواب جس طرح سے دیا تھا...... ہوش قائم نہ رہنے کو تو شاید وہی کافی تھا...... اسے نیند نہیں آئی تھی چین نہیں آیا تھا...... اندر کی ہلچل نے ہلا ڈالا تھا...... صرف یہی پچھتاوہ ہوتا تو اس کی حالت ایسی نہ ہوتی۔

لیکن

رات جب وہ نیچے گیا اور ملیحہ کو روتے دیکھا...... اس کی دکھ بھری فریاد سنی...... تو اندر سے وہ دہل گیا گو ملیحہ کے ہاتھ جھٹک کر غصے کا بے پناہ اظہار کرتے ہوئے وہ اوپر چلا آیا تھا۔

لیکن

اس سے کیا ہوتا تھا۔

نہ تو الجھن رفع ہوئی۔

نہ ہی قرار آیا۔

الٹا بے قراری بڑھی اضطراب مچلا اور وہ ساری رات آوارہ روح کی طرح کمرے اندر باہر ٹہلتا ہوا...... کبھی کبھی تو اس پر جنونی کیفیت بھی طاری ہوئی۔ اس کا جی چاہا اس کا گلا خود اپنے ہاتھوں سے دبوچ دے۔ اس ناگن کا سر کچل دے۔ وہ دو تین بار سیڑھیوں طرف تیزی سے لپکا بھی...... اس کا خیال تھا کہ اب تک وہ بے رحم ظالم ناگن یقیناً سو چکی

کیوں نہ سوتے ہی اسکا گلا دبا دے۔ ساری مشکل ہی حل ہو جائے۔ نہ وہ رہے نہ اس کے بارے میں وہ سوچے۔

لیکن

وہ سیڑھیوں تک آنے کے باوجود نیچے نہیں گیا...... اس کے اپنے ہی جذبات نے اس کی راہ روکی جس ناگن کو وہ ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہی تو اس کی زندگی تھی۔ اس کا زہر پیار بن بن کر اس کی رگ رگ میں سرایت کر چکا تھا۔ وہ اس کا پیار تھی محبت تھی۔

اور

یہ حقیقت ہے کہ اگر پیار سچا ہو تو وہ کیسے بھی حالات سے گزرے کبھی مرتا نہیں۔ یہ ایک بار اگر جنم لے لیتا ہے تو پھر جنم جنم دیتا ہے۔ اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا کہ یہ صرف ہوتا ہے؟ ہونا ہمیشہ ہونا ہی رہتا ہے۔ ختم کا لفظ تو اس سے وابستہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ نہ یہ کبھی مرتا ہے۔ مرتا تو وہ ہے جو جی نہ سکتا ہو۔ پیار تو ہے ہی ایک موت۔ یہ سچی ہے پھر اس کے مرنے تو کیا زخم کھانے کا بھی کوئی سوال نہیں ہوتا۔

ہارون کے دل میں بھی ملیحہ کا سچا پیار جاگا تھا۔ پہلے دن ہی سے اس نے اس سچائی کو مان لیا تھا...... پیار کی اصلیت کو جان لیا تھا اور اس کی گہرائی اور گیرائی کو چھو لیا تھا...... ملیحہ نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا۔ اس کا دکھ اپنی جگہ۔

لیکن

دکھ سے پیار مٹ جائے تو پھر پیار ہی کیسا۔ دکھ تو پیار کی توانائی ہے۔ اسے مضبوط بنانے اسے عظیم اور مستحکم بنانے میں دکھ اور محبوب ہی کی بے رخی تو زبردست کردار ادا کرتی ہے۔ ہارون کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔

وہ

اس کافر حسینہ سے پیار کرتا تھا...... سچا اور سچا پیار......

حالات اس کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ اس سے نفرت کرے...... لیکن جوں جوں وہ نفرت کا اظہار کر رہا تھا...... توں توں وہ اسے اپنے دل کی دھڑکنوں میں سمویا پا رہا تھا...... اس کی انا اور غیرت اسے للکارتی تھی...... ورنہ وہ تو شاید ملیحہ کو اس طرح معاف بھی کر دیتا کہ لگتا کوئی بدمزگی ان میں ہوئی ہی نہیں......

ایسا کرنا اس کے بس میں نہیں تھا...... نفرت کا اظہار البتہ اس کے اختیار میں تھا۔ جو وہ گاہے بگاہے کر رہا تھا۔

لیکن

اس کا خمیازہ بھی وہ...... شاید ملی سے زیادہ خود ہی بھگت رہا تھا...... ملی

ملی کو مار ڈالنے کی جنونی کیفیت کے سامنے خود ہی سیسہ پلائی دیوار وہ ایسے ہی تو نہیں بن رہا تھا......

لیکن اس میں وہ جس طرح پس رہا تھا وہ بھی بڑی ہی اذیت ناک حالت تھی۔ کئی بار اس نے بستر میں گر کر سر ادھر ادھر پٹخا...... اپنے بالوں میں مٹھیاں بھر لیں...... چیخنا چاہا۔ زور زور سے واویلا کرنا چاہا۔

خاموشی سے اذیتوں کو سہہ جانا کتنی بڑی بات ہے۔ یہ وہی جانتا ہے جو اس عمل سے گزرتا ہے۔ اس کا کرب اس کی جلن اس کی اذیت جینا دوبھر کر دیتی ہے۔ برداشت کو ختم کر دیتی ہے۔ انسان چیخنے چلانے اور انتقام لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جتنا دکھ وہ خود سہتا ہے اس سے کہیں زیادہ ستم گر کو دینا چاہتا ہے۔ ان ساری کیفیتوں اور جنونی انتقامی حسیات کو قابو کرنا بہادری ہے۔ بہت بڑی بات ہے۔

ہارون انہیں حالات سے دوچار تھا۔ انہیں جذباتی ریلوں سے گزر رہا تھا...... ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہا تھا...... ساری رات عالم اضطراب میں کاٹی تھی۔ کسی پہلو چین ہی نہ آیا تھا...... اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ ملی اپنی ساری کہانی سن چکی ہے۔ اسے پتہ چل چکا ہے کہ وہ کیا کرتی رہی ہے کیا کر چکی ہے۔ تو ہارون کا ذہن بھک بھک اڑے جا رہا تھا۔ اب اس کا وطیرہ اس لڑکی سے کیسا ہونا چاہیے۔ وہ کچھ فیصلہ نہ کر پا رہا تھا۔

دینو بیڈ ٹی دے گیا۔

ہارون نے چائے پی لی۔ شاید اسی طرح کچھ سکون مل جائے۔ دینو چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔

"تم جاؤ......" ہارون نے سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ہارون بابا...... طبیعت تو ٹھیک ہے نا...... دینو نے بے تکلفی سے حسب عادت پوچھا "آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ بخار تو نہیں ہو رہا......"

"نہیں...... نہیں...... تم جاؤ...... میں ٹھیک ہوں...... ابھی میں سوؤں گا۔" ہارون پیالی خالی کر کے اسے پکڑا دی......

"رات ٹھیک سے سوئے نہیں کیا"

"بابا......"

"جی بابا بیٹے"

"تم کمرے سے چلے جاؤ اور دروازہ بند کرتے جاؤ...... میں نے جب اٹھنا ہوا۔ خود ہی نیچے آجاؤں گا۔ اب ادھر نہیں آنا......"

"اچھا بابا بیٹے...... اچھا......"

دینو پلٹ کر کمرے سے نکل گیا اور دروازہ بھی بھڑ گیا۔

تب ہی ہارون بیڈ میں ٹھیک ہو کر لیٹ گیا کمبل اپنے سینے تک کیا اور دونوں ہاتھ سر تلے دھر کر چھت کو گھورنے لگا۔

وہ

وہ چت پڑا رہا

اور

پھر

وہ صوفے پر بیٹھا تھا۔ ملیحہ اس کے قریب اس کے کندھے پر جھکی بیٹھی تھی...... لگتا تھا اسے منانے کی کوشش کر رہی ہے۔

"ہارون...... وہ کہہ رہی تھی۔ مجھے جب تک پتہ نہ تھا۔ مجھے آپ کے رویے اور اس پر حیرت ہوئی تھی۔ بالکل غلط لگتا تھا۔ میں سوچ بھی نہ سکتی تھی...... کہ میں کیا کچھ کر چکی ہوں۔ لیکن اب؟"

"اب کیا ہو گیا" وہ جھنجھلا کر پرے ہٹ گیا۔

"اب میں اپنے ماضی کو آپ کی حد تک جان چکی ہوں...... اس حد سے پہلے کا ماضی میرے لئے ابھی تک سیاہی اور گھمیر اندھیرے کے سوا کچھ نہیں...... میں نے آپ کو دکھ دیئے۔ میں اس کے لئے آپ سے معافی چاہتی ہوں۔

"اور تم سمجھتی ہو کہ میں تمہیں معاف کر سکتا ہوں۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ سخت برہم ہو رہا تھا۔

ملی اٹھی اور مسکراتے ہوئے اس کے سامنے آ کر بڑے اعتماد و تیقن سے بولی

"ہاں...... تم مجھے ضرور معاف کر دو گے......"

"ہونہہ" وہ نفرت سے بولا "مجھے تم سے نفرت ہے۔"

"کتنی" وہ اب بھی ادائے ناز سے مسکرائی......

"اتنی......" وہ اسے مسکراتے دیکھ کر آتش زیر پا تھا غراتے ہوئے بولا "اتنی جتنی اب تک کسی نے کسی سے نہ کی ہو گی......"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی...... اس کے چہرے پر بڑی ہوشربا چمک تھی...... ہارون جل جل گیا۔ وہ پوری طرح ہنس چکی تو وثوق سے بولی "پھر تو میں دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں۔"

"کیا؟"

"ہاں ہارون...... تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو...... جتنی آج تک کسی نے کسی سے نہیں کی...... ہیں نا۔ وہ اس پر قہر بھری نگاہ ڈالتے ہوئے بولا...... "محبت نہیں نفرت"

"کیا؟"

"اوہو" وہ خوشدلی سے بولی "بات تو ایک ہی ہوئی نا......"

ہارون اس کی ڈھٹائی پر دانت پیستے ہوئے بولا "کیا تم اتنی کوڑھ مغز ہو۔ کہ محبت اور نفرت میں تمیز بھی نہیں کر سکتی...... میں تم سے محبت نہیں نفرت کرتا ہوں نفرت...... سمجھیں......"

وہ

اس کی بات سے مرعوب ہونے کی بجائے پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی اس کے خوبصورت دانت موتیوں سے واقعی مشابہت رکھتے تھے۔ بلاشک اس کی ہنسی بڑی خوبصورت اور دل لینے والی تھی۔ اسی لئے ہارون نے جلدی سے منہ پھیر لیا......

وہ اس کی پشت پر آتے ہوئے بولی "اے مسٹر...... نفرت کا اظہار کرنے سے پہلے سوچو تو کہ تم مجھ سے نفرت کرتے کیوں ہو۔ کوئی تو تعلق ہے نا مجھ سے......"

"ہونہہ" ہارون نے شعلہ بار نظروں سے اسے پلٹ کر گھورا۔

وہ پھر ہنس پڑی اور سر اثباتی انداز میں ہلاتے ہوئے بولی "ہوں۔ ہارون صاحب آپ [illegible] تعلق ہے نا اور اس تعلق ہی کو دوسرے لفظوں میں محبت کہا جاتا ہے......"

"ملیحہ...... نکل جاؤ میرے کمرے سے" وہ چیخا۔

ملیحہ نے تحمل سے ہاتھ اثباتی انداز میں ہلایا۔ "چلی جاؤں گی۔ پہلے تمہیں سمجھا [illegible]"

"کیا؟" وہ غرایا

"یہی کہ نفرت ہو یا محبت ہوتی ایک ہی بات ہے۔ نفرت میں انسان بے تعلق ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن یہ بے تعلقی کا اظہار ہی تو ہزاروں تعلقوں کا ایک تعلق ہوتا ہے۔ تعلق ہے تو بے تعلق ہوا جاتا ہے نا...... تعلق کی وہ اساس تو قائم رہتی ہے جس پر بے تعلق کے تیر چلائے جاتے ہیں۔ تعلق اور بے تعلق ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں محترمی ہارون صاحب...... یہ ایک دوسرے سے الگ نہیں کئے جا سکتے کیوں کہ تعلق کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔

یہ ہوتا ہے۔

یا

نہیں ہوتا......

جب ہوتا ہے تو بے تعلقی کا سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے...... اگر نہیں ہوتا تب بے تعلقی کیسی؟

"اوہ...... چپ ہو جاؤ......" خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ اس پر جھپٹا۔ وہ پرے ہٹ گئی......

اور

مسکراتے ہوئے بولی "مان جاؤ کہ تم مجھ سے اب بھی شدید محبت کرتے ہو......"

اپنے ہی ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"ہیں نا......" وہ شوخی سے جھک کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بولی......

"نہیں نہیں...... نہیں......" چیختے ہوئے ہارون نے پوری قوت سے اس کا گلا دبوچ لیا۔

غراہٹ میں مردانہ آواز مل گئی...... "ہارون بابا...... چھوڑو مجھے...... کیوں دبوچ رہے ہو میرا گلا چھوڑو مجھے...... گیارہ بجنے......"

"دینو......" ہارون پوری طرح حواس میں آیا تو دیکھا کہ وہ دینو کا گلا پوری قوت سے دبائے جا رہا تھا...... اس نے اسے پرے دھکیلا اور اچھل کر بستر میں سے نکل آیا......

"اوہو" دینو اپنی گردن سہلاتے ہوئے سر ادھر ادھر مارنے لگا...... "مار ہی ڈالا تھا چھوٹے بابا مجھے تو...... کوئی خواب دیکھ رہے تھے...... اللہ...... کتنا زور تھا آپ کے ہاتھوں میں...... اف......"

"معاف کرنا دینو بابا......" وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ "پتہ نہیں کونسا اوٹ پٹانگ خواب دیکھ رہا تھا......"

"شامت اعمال مجھے ہی بیگم صاحبہ نے جگانے کو بھیجا......" وہ ہنس کر بولا۔

"اچھا چلو...... میں چند منٹ میں آتا ہوں۔"

"اچھا جی"

"دیکھو"

"جی"

"امی سے کچھ نہیں کہنا کہیں گردن دکھانے بیٹھ جاؤ...... ڈراؤنا سا خواب تھا...... میں شاید شیر کا گلا دبوچ رہا تھا......"

دینو ہنستے ہوئے باہر نکلا اور مڑ کر ہارون سے کہا "شکر ہے شیر کو مار ہی نہیں ڈالا...... اپنی اماں رحمتے کو تو تم نے بیوہ کر ہی دینا تھا......"

ہارون نے رخ موڑ لیا......

دینو نیچے چلا گیا......

ذہنی کشمکش اور یقین و بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہو کر وہ اچھی خاصی مریضہ بن ...اس نے اپنی روئیداد آنٹی سے سنی تھی...... لیکن وہ اب جس دور سے گزر رہی تھی ...ایسا تھا...... کہ یہ سب باتیں اسے اپنے سے منسوب کرنا اچھی نہ لگتی تھیں۔ وہ اپنے ...ایک شریف باحیا اور گھریلو لڑکی سمجھتی تھی۔ ان دنوں وہ ایسی تھی بھی

لیکن

ماضی

اور

وہ بھی جو آنٹی کی زبانی پتہ چلا...... وہ اس کے مزاج دل و دماغ کے بالکل متضاد تھا۔ ...نے اشارۃً کہا تھا کہ ابھی تو کئی باتیں اسے بتائی نہیں...... یہ اس کے لئے ڈوب مرنے کا ...ا...... وہ باتیں کیا تھیں......؟ اس کی آوارگی کی شرمناک داستانیں؟؟؟

یہ باتیں سوچ سوچ کر اس کا دماغ کچے پھوڑے کی طرح ٹیسیں مارنے لگتا۔ وہ ان ...ان کی تشریح خود ہی کرتی تو دل گھبرا گھبرا جاتا...... اس موٹے اونچے لمبے آدمی کے متعلق ...نچ سوچ کر بے طرح پریشان ہوتی رہتی ذہن میں ان گنت بے جواب سوال اٹھتے

وہ کون تھا؟

اس کے اس کے ساتھ کیسے تعلقات تھے۔

کیا وہ صرف اس کا باس تھا۔

یا

اور......

اتنی گھناؤنی سوچ وہ سوچ بھی نہ سکتی...... گھبرا جاتی...... بے اختیار ہو کر رونے لگتی
ایک دم ہی گھٹن کا احساس ہونے لگتا اور وہ بھاگ کر گھر کے پچھواڑے جہاں قدرتی گھاس کا
میدان تھا۔ چلی جاتی...... گھنٹوں سوچتی...... پہروں دل جلاتی۔

لیکن بنتا کچھ نہیں...... نہ یقین آتا اور نہ ہی بے؟ مستحکم ہوتی۔

کبھی اپنے آپ سے گھن آتی...... اپنے آپ سے متنفر ہو جاتی......

اور

کبھی اپنا آپ انتہائی مظلوم اور ستایا ہوا لگتا۔ حالات کی بے رحمی کا مارا ہوا۔
یادداشت کا ستم رسیدہ۔ وہ اپنے آپ سے ہمدردی اور پیار کرنے پہ مجبور ہو جاتی۔ سر جھٹک
جھٹک کر کہتی "لوگ باتیں کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ بڑھانا چڑھانا تو عورتوں کے مزاج میں
داخل ہے۔ آنٹی نے بھی اک عورت کی طرح ہی یہ کہانی سنائی ہو گی۔ میں ایسی ہرگز نہیں
ہوں......"

لیکن

اس سوچ کو اس کی اپنی سوچ ہی کاٹ دیتی۔

"اگر یہ کہانی جھوٹی ہے تو...... ہارون...... اس کا رویہ...... اس کہانی کی حقیقت عیاں
نہیں کرتا...... میں نے اس کے ساتھ کچھ تو زیادتی کی ہو گی...... جو وہ مجھے اس طرح ذلیل کرتا
ہے...... بدلہ لینے کا اسے حق تو تب ہی پہنچتا ہے نا جو اس کے ساتھ میں نے زیادتی کی ہوتی"

وہ

خود ہی سوچتی خود ہی سوچوں کو کاٹتی...... اس طرح اس کے ذہن پر اتنا بار پڑتا۔ کہ لگتا
ذہن بھک سے اڑ جائے گا......

اس کی سوچیں صرف اس سنی ہوئی کہانی کے گرد ہی گھومتیں تو شاید ذہن اتنا زیر بار نہ
ہوتا۔ ٹھیک ہے اس نے محبت کی اور پھر ختم کر دی...... لیکن سوچیں تو الجھنیں تھیں اسے
پوری روئیداد سن کر بھی پتہ نہ چلا تھا......

کہ

وہ کون ہے؟

اس کا خاندان

اس کا گھر بار

اگر کوئی بہن بھائی رشتہ دار ہے تو کہاں ہے۔

اور

اور

اسے گاڑی سے گرانے والا یا اتارنے والا کون تھا۔ کس نے اسے دھکا دے کر گرایا۔

کس نے اور کیوں؟

اگر وہ گاڑی سے اترتے وقت گر پڑی تھی تو گاڑی میں جو کوئی بھی تھا اس نے پلٹ کر
دیکھا تک نہیں؟

کیا اسے قتل کرنے کی نیت سے ایسا کیا گیا تھا؟

اس کا دشمن کون تھا؟

سوال پہ سوال بنتے بھٹکتے اور جواب اسکی سمجھ میں نہیں آ پاتا۔ وہ ماضی کے
اندھیرے میں مستقلاً بھٹکنے کے ساتھ حال کی بے رحمی سے بھی دوچار تھی۔ ہارون اس کی
جان کو آتا تھا۔ اس کی تضحیک و تذلیل کا کوئی موقعہ نہ گنواتا تھا۔ اب تو ہر بات اس کی
برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔

دو تین دن وہ اندر ہی اندر گھلتی رہی۔ اس نے آنٹی اور رحمتے سے بہت کم باتیں کہیں
سنیں۔ جب بھی مہمان آتے وہ ان کے سامنے سے کتراتی۔ وہ تو عصمہ سے بھی اس دن بالکل
نہ بولی۔ حالانکہ ہارون کے سب رشتہ داروں میں ایک عصمہ ہی تھی...... جو اس سے سچی
ہمدردی کرتی تھی......

انسان جب اندر سے بیزار ہو تو بیرونی حوالوں سے اسے کوئی شے خوشی نہیں دیتی۔ ملیحہ
کا بھی یہی حال تھا۔ پہلے بھی بیرونی حوالے اسے کونسی خوشیاں رہتے تھے۔ اب تو بات ہی اور
تھی۔ اسے جو تھوڑی بہت دلچسپی اس گھر سے آنٹی سے اور ہارون سے پیدا ہوئی تھی۔ لگتا تھا
اس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ تھی۔ وہ ان سب میں اجنبی تھی۔ وہ تو ان دنوں اپنی ذات
سے اجنبی ہوتی جا رہی تھی۔ دوسروں کی تو بات ہی اور تھی......

آنٹی نے ایک آدھ دن تو یہ بات محسوس نہ کی۔ لیکن پھر انہوں نے جانا کہ ملیحہ نے جو
ان حالات میں جینا شروع کیا تھا۔ وہ کچھ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اب وہ اٹھ کر کبھی رحمتے کا ہاتھ

بٹانے کو کچن میں نہ جاتی تھی نہ ہی آنٹی کی خدمت کو ہاتھ بڑھاتی تھی...... ان کی ٹانگیں دبانا
کبھی کبھی سر میں تیل ڈال کر سہلانا اس نے اپنے ہی ذمہ لے لیا تھا...... لیکن پچھلے چند دنوں
سے اس نے یہ دونوں کام نہیں کئے تھے۔ کام تو الگ آنٹی کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے بانٹنے کو
بھی جی نہ چاہا تھا۔ اکثر کمرے میں پڑی رہتی۔ نہیں تو اٹھ کر گھر کے پچھواڑے جا بیٹھتی
جہاں کبھی گھاس پر ٹہلتی اور کبھی درختوں کے ٹوٹے تنوں پر پاؤں لٹکائے بیٹھی سوچوں میں گم
رہتی۔ دانتوں سے ناخن کاٹنے کی اسے کبھی عادت نہ تھی...... لیکن اب اس نے ناخن کاٹ
کاٹ کر ٹیڑھے میڑھے کر لئے تھے۔

بیگم سعیدہ نے اس کا یوں الگ تھلگ رہنا اور سوچوں کے تھپیڑے سہنا جلدی ہی
محسوس کر لیا۔ عورت ماں ہوتی ہے۔ قدرتی اور پیدائشی...... اور جب بچے کو کوئی الجھن ہو
کوئی تکلیف ہو تو وہ جلد ہی محسوس کر لیتی ہے...... بیگم سعیدہ نے بھی ملیحہ کی تکلیف اور
اذیت کو محسوس کر لیا...... اسی لئے جب رحمتے دوپہر کے کھانے کے لئے سبزی بنانے لگی اور
ٹوکری اٹھائے ان کے قریب لاؤنج میں آ بیٹھی تو وہ بولیں۔

"رحمتے"

"جی بیگم صاحب جی" وہ پتی پتی پالک چنتے ہوئے بولی۔

"ملیحہ کہاں ہے؟"

"کمرے میں ہوگی"

"میرے کمرے میں"

"جی ہاں...... اور کونسے کمرے میں ہوتی ہے......"

"دیکھ رحمتے"

"جی"

"آج کل لڑکی بہت پریشان ہوتی ہے تو اس طرح طنز نہ کیا کر......"

"پریشان ہوتی ہے تو بیگم صاحب جی...... بھلا اس میں کسی کا کیا دوش"

"دوش شاید میرا ہی ہے۔"

"جی؟؟؟" سوالیہ آواز کے ساتھ رحمتے کی آنکھیں بھی پھیل گئیں۔ پالک کے
لگن میں پھینکتے ہوئے ناک پر انگلی رکھ کر بولی۔ "اے لو جی...... دوش آپ کا کیسے ہوا بیگم

ب جی۔ ایک تو اس لڑکی کو گلے لگا کر رکھا ہوا ہے جس نے ہارون بیٹے کی زندگی برباد
نے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس پر......"

پرانی باتیں بار بار دہرانے سے فائدہ۔ دیکھنا تو اس وقت کو ہے جس سے ہمیں واسطہ پڑ
ہے...... رحمتے...... اس نے مجھ اپنے متعلق ساری باتیں سنیں...... تب سے ہی گم صم ہو
ہے۔ اتنی پریشان ہے۔

"ہونہہ" ناک چڑھا کر رحمتے نے گردن کو ہلکا سا جھٹکا دے کر پالک کے پتے پھر سے اٹھا
......

"ہاں رحمتے...... میں فکر مند ہوں اس کے بارے میں"

"بیگم صاحب جی اسے ماریں گولی۔ اپنے بیٹے کی فکر کریں...... جو اس کی وجہ سے
ری بار پریشانی اور دکھ سے دوچار ہو گئے ہیں......"

"اس کو بھی دیکھ رہی ہوں...... رحمتے...... وہ بھی اسے......"

وہ چپ ہو گئیں ادھوری بات کو رحمتے مکمل کرتے ہوئے بولی۔ "ویسے بیگم صاحب جی
ان بیٹے کو اتنی پریشانی کیوں ہے......"

وہ افسردگی سے مسکرائیں اور بولیں "دل دریا سمندروں ڈونگے......"

"اس دل سے وہ اس کو نکال کیوں نہیں پھینکتے۔"

"یہی تو بات ہے۔ ہارون نہ اسے چھوڑ سکتا ہے نہ اس سے تعلق واسطہ رکھنا چاہتا
"

"مرجانی...... جانے کہاں سے پھر آن ٹپکی۔ ورنہ صاحب بیٹا بھول ہی چکے تھے اسے
......"

بیگم سعیدہ نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے پھر وہی پنجابی کا سچا اور گہرائی میں ڈوبا شعر دہرایا
ریا سمندروں ڈونگے...... تے کون دلاں دیاں جانے ہو......"

"ہوں......" رحمتے یوں ہی سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"میرا بیٹا بٹ گیا ہوا ہے۔ اس کی صورت اور سیرت کے دو الگ الگ رخوں کی وجہ
"

"یہ تو ہے...... صورت لاکھوں میں ایک...... ایک ایک چیز رب نے جیسے پریت سے

بنائی ہے۔ نین نقش...... رنگت...... بال...... کیا شے بنائی ہے اللہ نے...... لیکن سیرت......"

وہ ہنس کر بولیں۔ "وہ بھی لاکھوں میں ایک...... ہر لڑکی ایسی تو نہیں ہوتی نا......"

"کاش جیسے صورت ہے ویسی سیرت بھی ہوتی۔"

"ایسا ہوتا تو یہ حالات ہی کیوں پیدا ہوتے۔ یہ کب کی دلہن بن کر اس صحن میں اتر چکی ہوتی......"

"کہیں دفع دفعان ہی رہتی تو کوئی اور دلہن ہی آ گئی ہوتی...... یہ پھرے ٹپکی......"

"اتفاق ہی ہے"

"پتہ نہیں...... کبھی تو لگتا ہے اتفاق ہی ہے اور کبھی لگتا ہے۔ اسے اس امیرزادے نے دھتکار دیا ہے...... وہی گاڑی سے پھینک گیا ہوگا......"

"اللہ بہتر جانتا ہے۔" بیگم سعیدہ بولیں "یہ معمہ ہی ہے حل تب ہوگا۔ جب اس کی یادداشت لوٹے گی۔ ہو سکتا ہے اسی نے اس سے پیچھا چھڑایا ہو۔ مار ڈالنے کی نیت سے گاڑی سے گرایا ہو۔ لیکن اس کا یہاں پہنچ جانا تو اتفاق ہی ہے۔ اسے کیا خبر تھی۔ کہ نومی پیچھے آ رہا ہے اور وہی اسے اٹھا کر ہسپتال لے جائے گا۔

"ایک غلطی آپ سے ہوئی ضرور ہے۔"

"کیا؟"

"نومی کے کہنے پر اسے گھر لے آئیں......"

"شاید......" وہ گہری سانس لے کر بولیں۔ "لیکن کیا کرتی۔ وقت اور موقعہ ہی ایسا تھا......"

رحمتے کچھ کہنے والی تھی کہ بیگم سعیدہ نے ہانڈی کے جلنے کی کچھ بو محسوس کی۔ بخت گوشت تو نہیں چڑھا آئی ہوئی۔ جل رہا ہے جا کے دیکھ......"

"ہاں جی" رحمتے چھری پالک پھینکتے ہوئے اپنا بھاری وجود بمشکل اٹھاتے ہوئے طرف لپکی اس کے جانے کے چند ہی لمحوں بعد بغلی دروازے سے ملیحہ لاؤنج میں آئی اس کے ہاتھ میں چند سوکھے تنکے تھے۔ لباس بھی مسلا ہوا تھا...... بال بھی پریشان تھے۔ رنگت

لگ رہی تھی۔ اور ہونٹوں کی تازگی اور شبنمی غائب تھی۔ آنکھوں میں جما آزاد دل آزار

وہ خاموشی سے بیگم سعیدہ کے دائیں ہاتھ بیٹھ گئی۔

"کہاں تھیں" انہوں نے میز پر رسالہ رکھ دیا جو صبح سے گود میں رکھے بیٹھی تھیں۔

"باہر......"

"کیا کر رہی تھیں"

"کچھ نہیں......"

وہ چند لمحے چپ رہیں پھر بولیں۔ "کپڑے تو بدل لو...... میلے ہو رہے ہیں۔ دوسرے دھلے ہوئے ہیں۔"

وہ چپ رہی۔

"دو تین جوڑے اور خرید لو...... دھل دھل کر یہ تو اب پہننے کے قابل نہیں رہے۔"

"ٹھیک ہیں......"

"ملیحہ" بیگم سعیدہ نے اس کی تھوڑی کو چھو کر کہا۔

"جی"

"بہت اداس ہو؟"

اس نے سر جھکا لیا...... اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

بیگم سعیدہ نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ پھر فوراً ہی جیسے چیخ اٹھیں۔ "اوہ نہیں تو بخار ہے......"

جلدی سے انہوں نے اپنی ہتھیلی اس کے ماتھے پر رکھی۔ اس کی پیشانی جل رہی تھی۔ عورت بنیادی طور پر ماں ہوتی ہے نا...... بیگم سعیدہ اندر ہی اندر اس طرح تڑپ گئیں۔ کہ جیسے ملیحہ کوئی غیر نہیں ان کی اپنی اولاد ہو۔

"کب سے بخار ہے۔" وہ جلدی سے بولیں۔

"پتہ نہیں"

"ملیحہ......"

"جی"

"چلو اندر چل کر لیٹ جاؤ...... میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں......"

"نہیں آنٹی...... ضرورت نہیں......"

"بخار زیادہ ہو گیا تو...... مجھے تو ابھی بھی بہت لگ رہا ہے...... اندر چلو میں تھرمامیٹر لگا کر دیکھتی ہوں" ملیحہ اٹھی نہیں بے حال سی بیٹھی رہی...... بیگم سعیدہ خود ہی اٹھیں اندر گئیں اور تھرمامیٹر جھٹکتے ہوئے اس کی طرف بڑھیں......

"یہ لو...... لگاؤ۔"

اس نے پس و پیش کیا تو وہ غصے سے بولیں "پاگل ہو...... بخار تیز لگ رہا ہے کوئی دوائی تو لوگی نا......" ان کے اصرار پر ملیحہ نے تھرمامیٹر منہ میں رکھ لیا۔

اور

جب ڈیڑھ منٹ بعد بیگم سعیدہ نے ٹمپریچر دیکھا تو جیسے انہیں یقین ہی نہ آیا بخار ایک سو چار سے تجاوز کر رہا تھا......

"ہائے ہائے اتنا تیز بخار۔ کب سے ہے بتایا ہی نہیں...... کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑی ہو۔ اٹھو چل کر بستر میں لیٹو...... میں ڈاکٹر سے بات کرتی ہوں۔ اٹھو...... چلو کمرے میں...... اتنا بخار اور باہر بیٹھی رہیں...... بتایا بھی نہیں......"

انہوں نے اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا...... اس کی کلائی جیسے جل رہی تھی۔ بیگم سعیدہ بے اختیارانہ اسے ساتھ لگائے اندر لے آئیں۔

بستر میں لٹایا...... کمبل اوپر ڈالا اور پٹی پر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "مجھے لگتا ہے تم نے بہت اثر لیا ہے۔ خواہ مخواہ ضد کر رہی تھیں نا۔ کہ بتائیں بتائیں......"

وہ خود ہی بولتی رہیں۔

ملیحہ بستر میں پڑتے ہی کچھ غنودگی میں ڈوبنے لگی تھی۔ بخار تیز ہو رہا تھا۔ اور اس کے سر میں شدید درد بھی تھا۔

"میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں" بیگم سعیدہ تو گھبرا ہی گئیں...... اسے ویسے ہی چھوڑ کر باہر نکل آئیں۔ اپنا فیملی ڈاکٹر فیاض الذر تھا۔ لیکن بیگم سعیدہ نے کچھ سوچتے ہوئے اس ڈاکٹر کو فون کیا جس کے کلینک میں نومی ملیحہ کو زخمی حالت میں لے گیا تھا۔ گاہے بگاہے بیگم سعیدہ ملیحہ کی دماغی حالت سے اسے آگاہ کر کے پوچھتی رہتی تھیں...... اب بھی چونکہ اسے بخار

ں باتوں کے رد عمل کے طور پر ہوا تھا۔ اس لئے انہوں نے اسے ہی کنسلٹ کرنا ب سمجھا...... وہ تو چاہتی تھیں ڈاکٹر خود آکر اسے دیکھ لے۔

لیکن

ڈاکٹر نے بخار وقتی طور پر کم کرنے کی دوائی دینے کو کہا پھر بولا۔ "اگر یہاں لا سکیں تو یک کر لوں گا۔ ویسے کوئی تشویشناک بات نہیں......"

"وہ بڑی حساس لڑکی ہے ڈاکٹر صاحب۔ مصر تھی کہ میں اسے اس کے گزرے وقت متعلق بتاؤں...... جب سے بتایا ہے وہ پریشان ہے۔"

ڈاکٹر بولا "کیوں...... اس کی پریشانی تو دور ہو جانا چاہئے۔ اسے کچھ نہ کچھ تو اپنے اور گھر بار کے متعلق پتہ چل گیا ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔"

"نہیں ڈاکٹر صاحب" بیگم سعیدہ مختصراً اس کے بارے میں ڈاکٹر کو بتانے لگیں۔

"اوہو......" ڈاکٹر بولا...... "یہ کہانی تو آپ نے پہلے نہیں بتائی تھی...... بیچاری لڑکی بھی تک اپنے گھر بار ماں باپ کا کچھ پتہ نہیں چل سکا........."

"جی ہاں یہی تو افسوسناک بات ہے۔" جانے کیوں بیگم سعیدہ کی ہمدردیاں اس مظلوم کے لئے مچل رہی تھیں۔

جو

ان کے

اکلوتے بیٹے کے لئے

بہت ظالم ثابت ہوئی تھی۔

گولیاں گھر میں موجود تھیں بیگم سعیدہ نے جلدی سے دودھ کی پیالی منگوائی اور گولیاں لی پر رکھ کر پلنگ کی پٹی پر بیٹھتے ہوئے بولیں......

"ملی یہ گولیاں کھا لو......"

"ملی"

"ملیحہ"

"ان کے ساتھ ہی رحمتے نے بھی اسے پکارا جو دودھ لے کر آئی تھی اور ابھی وہیں ی تھی۔

لیکن

ملی نے کوئی جواب نہ دیا......

اس کا چہرہ تمتما رہا تھا آنکھیں بند تھیں اور دانت بھینچے تھے۔

وہ

بیہوش پڑی تھی۔

امی کے فون نے اسے جیسے حواس باختہ کر دیا۔ وہ اپنے آفس میں تھا غلام سرور اور
۔ بھی بیٹھے تھے۔ دوسری کنسائنمنٹ کے کاغذات تیار ہو رہے تھے۔ پہلی کامیابی پر خوشی
ہار بھی ہو رہا تھا۔ خوش قسمتی میں شک نہیں تھا۔ ریبٹ ملا کر پرافٹ کی شرح بہت زیادہ
۔ اتنا ہی بڑا آرڈر ایک فرانسیسی فرم سے ملنے کے امکانات بھی روشن ہو گئے تھے......
، یہی باتیں کر رہے تھے۔ ہارون کو مبارکباد دیتے ہوئے غلام سرور کہہ رہا تھا۔ "دیکھا
ب یہ ہوتی ہے بزنس...... آپ نے دیر بعد توجہ دینا شروع کی...... لیکن خیر...... اب بھی
طرح کام کرتے رہے تو انشاء اللہ فرم بہت جلد چوٹی کی فرموں میں شامل ہو جائے گی۔

"یہ سب آپ کی محنت ہے سرور صاحب...... آپ ہی کی رہنمائی میں میں اس بزنس کا
اٹھائے ہوئے ہوں...... اور آپ......"

وہ بات پوری نہ کر پایا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

ہارون نے فون اٹھایا۔

"ہیلو"

"ہارون"

"جی امی"

"گاڑی چاہئے تھی بھجوا سکتے ہو......"

"اوہ امی...... اب تو آپ کے لئے گاڑی الگ سے لینا ہی پڑے گی......"

"وہ تو جب لو گے لو گے...... ابھی بھجوا سکتے ہو کسی کے ہاتھ......"

"ضروری کام ہے؟"

"ملیحہ کو بہت تیز بخار ہے۔"

"جی؟؟"

"اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے۔"

"اوہ......"

"بے ہوش پڑی ہے......"

"میں...... میں ابھی آیا......"

"تمہیں آفس میں کام ہو گا۔ کسی کے ہاتھ فوراً بھجوا دو۔ حنیف یا کسی اور کے ہاتھ......"

"اچھا......" ہارون بے حد پریشان نظر آنے لگا۔

"خیریت" غلام سرور نے پوچھا۔

"میں جا رہا ہوں" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"کہاں"

"ملیحہ بیہوش ہے اسے...... ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے۔"

"ملیحہ...... بیہوش"

"ہاں...... آپ لوگ یہ کاغذات تیار کریں۔ میں اسے ڈاکٹر کو دکھا کر آؤں گا......"

اس نے کھلی فائل بند کر کے غلام سرور کی طرف بڑھا دی...... حنیف کو کچھ ہدایت دیں۔ غلام سرور سے بھی جانے کیا کہا۔

دوسرے لمحے وہ گاڑی کی چابی ہاتھ میں لئے آفس سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اتنا ضروری کام بیچ ہی میں چھوڑ کر چل دیئے محترم" غلام سرور نے سر ادھر ادھر جھٹکا۔

"کوئی بیمار جو تھا گھر میں......" حنیف بولا۔

"بیگم صاحبہ نے گاڑی منگوائی تھی...... تم لے جا سکتے تھے......"

"ہوں"

"ہارون صاحب بزنس کی اونچ نیچ سے ابھی تک واقف نہیں ہوئے۔"

"شکر کریں۔ جو اب اتنی دلچسپی بھی لینا شروع کی ہے۔"

"ہونہہ...... دلچسپی! یہ کہو قسمت یاور ہے۔ ورنہ......"

"پٹڑی سے جلدی اتر جاتے ہیں......"

"یہی تو خرابی ہے۔"

"لیکن کریں بھی کیا...... مشکل سے سنبھلے تھے۔ کہ پھ...... اسی چکر میں آن نے......"

دونوں ملیحہ کے سابقہ اور حال کے حوالے سے باتیں کرنے لگے۔

ہارون گاڑی اڑاتا گھر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ ایک دم ہی پریشان ہو گیا تھا۔ ملیحہ کو بخار اوہ بیہوش پڑی تھی۔ یہ سب کچھ اس کی وجہ سے ہوا تھا۔ کل اس نے سب کے سامنے جو ں کی اس طرح بے عزتی کی تھی۔ بیچاری برداشت نہ کر پائی۔ رات بھی روتی رہی تھی۔ تے ہوئے وہ اسے دیکھ چکا تھا۔ ملیحہ اس وقت اسے انتہائی مظلوم اور بیچاری کا مرقعہ لگ ہی تھی۔ ایک ایسی لڑکی کو ستانا دکھ دینا یا اس سے انتقام لینا کہاں درست تھا کب واجب ا۔ جو سب کچھ بھول چکی تھی اور کوشش کے باوجود یاد نہ کر پاتی تھی کہ اس سے کوئی لغزش ئی غلطی کوئی بھول سرزد ہو چکی ہے۔

وہ اپنے آپ کو کوستا پچھتاوے کے رد عمل سے دو چار گاڑی اڑائے چلا جا رہا تھا۔ نجھلاہٹ بھی تھی گھبراہٹ بھی...... اسے کیا کرنا چاہئے...... یہ فیصلہ نہ اس کا دماغ تا حال ر پایا تھا۔ نہ ہی دل کوئی فیصلہ دے سکا تھا۔

وہ گھر پہنچا۔

تو

امی اپنے بیڈ روم ہی میں ملیں...... وہ ملیحہ کو گولیاں نہ کھلا سکیں تھیں۔ کیونکہ پکارنے ارہلانے جلانے کے باوجود وہ ہوش میں نہ آئی تھی۔ بخار تیز تھا۔ اور وہ غنودگی میں ڈوبی ہوئی ی......

ہارون اندر آیا...... اس کا جی تو چاہا بیساختہ آگے بڑھ کر ملیحہ کو پکارے لیکن وہ چند قدم ر ہی رک گیا اور ملی کے ٹمٹماتے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولا......

"کب سے بخار ہے اسے"

"پتہ نہیں...... باہر تھی صبح سے...... میں نے تو ایسے ہی چھو لیا۔ ورنہ پتہ ہی کب چلنا

تھا...... ایک سو چار سے اوپر تھا...... اب تو اور بھی زیادہ ہو گا......"

"پٹیاں ہی لگائی ہوتیں ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی۔" وہ بے اختیارانہ بے تابی سے بولا۔

"ڈاکٹر آجاتا تو اچھا تھا۔" امی ہاتھ میں لیا ملیحہ کا پیارا سا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولیں۔

"لے آؤں جاکر......" وہ جلدی سے بولا...... ملیحہ کو اس حالت میں دیکھ دیکھ کر وہ بے کل ہوا جا رہا تھا......

"اس نے کہا ہے کلینک میں ہی لے آؤں۔"

"نہیں کلینک لے جانا ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے...... بخار کی حالت میں اسے اپنا ماضی یاد آجائے۔ ڈاکٹر نے شاید اسی لئے اسے وہاں لانے کو کہا ہے۔"

"ٹھیک ہے"

"لے چلتے ہیں"

"ہاں"

"رحمتے کو بلاؤں سہارا دے کر گاڑی تک لے چلے اسے یہ تو اٹھ نہ سکے گی۔"

"سہارے سے بھی چلنا ممکن کہاں ہے امی"

"تو پھر......"

ہارون نے بنا کچھ کہے آگے بڑھ کر ملیحہ کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا۔ وہ تپ رہی تھی۔ ہارون کا اپنا جسم بھی اس کے لمس سے جیسے جلنے لگا۔

وہ اسے اٹھائے اٹھائے باہر آیا۔ دینو نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ ہارون نے ملیحہ کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ لٹانے سے پہلے جانے کیسے اس کے بازوؤں کی گرفت آپوں آپ سخت ہوئی...... لگا اسے تپتے وجود کو وہ اپنے سینے میں سمو لینا چاہتا ہے۔ امی کا دل اس لڑکی کے لئے کتنا دکھ رہا تھا۔ اس کی یہ حرکت لاشعوری تھی لیکن احساس شعوری تھا۔ اف یہ لڑکی

جو

ظالم بھی تھی۔

اور مظلوم بھی لگتی تھی۔

امی بھی باہر آگئیں...... ہارون ملیحہ کو سیٹ پر ڈال چکا تھا۔ امی کے لئے اس نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔ لیکن وہ پیچھے بیٹھیں۔ ملیحہ کا سر انھوں نے اپنی گود میں رکھ لیا۔ ملیحہ اول

ں کرتے پھر چپ ہو گئی۔

ڈاکٹر نے چیک کیا۔ بخار تیز تھا۔ باقی ہر طرح سے وہ ٹھیک تھی۔ کوئی پریشان کن بات تھی ذہنی کوفت نے اس کے اعصاب پر برا اثر ڈالا تھا اس سے ٹینشن بڑھ گئی تھی۔ بخار ں اسی ذہنی دباؤ اور سنگین کوفت کی وجہ سے تھا۔ رات بھر لاونج میں بیٹھے رہنے سے شائد نڈ کا بھی کچھ اثر ہو گیا تھا......

ماں بیٹا جتنے پریشان تھے۔ ڈاکٹر اسی قدر پرسکون اور مطمئن تھا...... اسے اس بخار سے ید کی ایک کرن بھی نظر آرہی تھی۔

"شاید اس کی یادداشت لوٹ آئے۔" اس نے ہارون اور بیگم سعیدہ سے کہا تھا۔

"خدا کرے" بیگم سعیدہ جلدی سے کہہ اٹھیں۔

لیکن

ہارون کچھ نہیں بولا...... کرسی میں اس نے اضطراب سے پہلو بدلا۔ شاید یہ بات اس لئے کوئی نوید نہ تھی......

"میں نے انجکشن دے دیئے ہیں۔ بخار دو تین گھنٹوں کے اندر انشاء اللہ نارمل ہو ئے گا۔ ریسٹ کے لئے بھی انجکشن دیا ہے۔ اس وقت وہ بیہوشی اور ہوش کے بین بین ں۔ اب سو جائے گی...... خدا کرے وہ اٹھے...... تو اس کی یادداشت صحیح ہو......"

"آپ کو یقین ہے۔" بیگم سعیدہ جلدی سے بولیں۔

"یقین تو نہیں...... امید ہے...... موہوم سی......"

"اللہ کرے......" وہ ٹھنڈی سانس چھوڑتی ہوئے بولی "یہ جیسی بھی تھی...... اب ت مشکل میں ہے...... بہت سختی جھیل رہی ہے ذہنی بھی اور جسمانی بھی...... بہت ترس آتا ہے اس پر مجھے تو......"

"مائیں نرم دل ہوتی ہیں" ڈاکٹر مسکرایا "حالانکہ اب ماں ہارون صاحب کی ہی...... ن ممتا اس لڑکی کے لئے بھی مچل رہی ہے"

"یا خدا...... رحم فرما......" بیگم سعیدہ نے ڈاکٹر کی بات کا جواب دینے کی بجائے کہا۔

ار ہارون اس وقت ڈاکٹر کے آفس میں بیٹھے تھے۔ ملیحہ کو کمرے میں انجکشن دینے کے بعد ڈال دیا گیا تھا۔ نرس کو ڈاکٹر نے ضروری ہدایات دے دی تھی۔

"آپ چاہیں تو جاسکتے ہیں......" ڈاکٹر نے سٹیتھو سکوپ اٹھا کر گلے میں ڈالتے ہوئے کہا "وہ تو چند گھنٹے سوتی رہے گی"

اس نے آستین ہٹا کر گھڑی دیکھی اور اٹھتے ہوئے بولا "شام پانچ چھ بجے تک آجائے گا پھر وہ آپ کے ساتھ جاسکے گی......"

"ابھی نہ لے جائیں......" ہارون جلدی سے بولا۔

ڈاکٹر چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔ "لے بھی جائیں تو کوئی حرج نہیں......"

"نہیں بیٹے......" بیگم سعیدہ جلدی سے بولیں "شام تک اسے یہیں رہنے دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب یہاں ہیں نرسیں ہیں۔ کچھ......"

ہارون گھڑی دیکھتے ہوئے بولا "دوپہر کو ڈاکٹر صاحب گھر جاتے ہوں گے......"

"ہاں......" ڈاکٹر بولا "ابھی میں نے تین پیشنٹ دیکھنے ہیں۔ پھر گھر جاؤں گا۔ چار بجے دوبارہ آؤں گا۔ کوئی ایمرجنسی ہو تو نرس فون کر کے مجھے بلا لیتی ہے...... ویسے آپ جیسے چاہیں...... کرلیں۔"

"میرے خیال میں بخار اترنے تک ملی یہیں رہے۔" بیگم سعیدہ بولیں۔ ہارون چپ ہو گیا ڈاکٹر نے دوسرے مریضوں کو دیکھنے جانا تھا۔ اس لئے انہیں خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد بیگم سعیدہ اور ہارون بھی اٹھے...... بیگم سعیدہ جان پا رہی تھیں...... کہ ہارون ملیحہ کو اکیلے چھوڑ کر جاتے ہوئے کچھ تذبذب میں ہے۔

"چلتے ہیں ہم بھی...... چار پانچ بجے پھر پتہ کرلیں گے" بیگم سعیدہ نے اپنا بیگ اٹھا لیا۔

"تمہیں دفتر میں بھی تو آج بہت کام ہے...... وہاں بھی تو تمہاری ضرورت ہے۔ جسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ وہ دوسری کنسائنمنٹ......"

"چلیں امی......" ہارون نے ماں کی بات کاٹی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ دفتر میں بے شک آج اس کی بہت ضرورت تھی۔

لیکن

کچھ اور بھی تو ضرورتیں ہوتی ہیں جو ان چھوٹی موٹی ضرورتوں کے سامنے بہت اہم لگتی ہیں...... انہیں ٹالنا چاہیں بھی تو ٹالا نہیں جا سکتا...... ہارون ماں کے کہنے پر واپس تو چلا آیا...... لیکن اس کی روح وہیں اٹکی تھی

اسی لئے

امی کو ڈراپ کرنے کے بعد وہ دفتر جانے کی بجائے پھر کلینک ہی میں آگیا۔

ڈاکٹر گھر جا چکا تھا اور دونوں تینوں نرسیں اپنے ریٹائرنگ روم میں بیٹھی دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے خوب زور و شور سے باتیں کر رہی تھیں...... ڈاکٹر کے ہوتے وہ اونچی آواز میں بول نہیں سکتی تھیں...... لیکن اب ان کا کمرہ مچھلی بازار بنا ہوا تھا۔ دو ایک آیائیں بھی آگئی تھیں اور وہ بھی ان کی گفت گو میں شریک تھیں......

ہارون ایک لمحہ کو ان کے کمرے کے باہر رکا۔ سوچا اجازت لے کر ہی ملیحہ کے کمرے میں جائے۔ لیکن اس پرائیویٹ کلینک میں اس وقت نرسوں کی کھانے پر جھپٹ اور گفتگو کی ناموزونیت تھی۔ اجازت لینے کا تکلف ضروری نہیں لگتا تھا۔

اسی لئے

وہ

دائیں ہاتھ کے کوریڈور میں مڑ گیا۔ جس کے آخری چھوٹے سے کمرے میں ملیحہ کو رکھا گیا تھا۔ وہ کھلے دروازے ہی میں رک گیا۔ ملیحہ بیڈ پر پڑی تھی۔ بال بکھر کر گالوں پر آئے تھے۔ کچھ ماتھے پر پڑے تھے۔ کومل سے نتھنے ہولے ہولے پھڑک رہے تھے۔ اس کے سانس کی رفتار ابھی تک دھیمی نہیں پڑی تھی...... بند آنکھوں پر پلکوں کی جھالریں جھکی تھیں۔ اور تمتماتے گال دمک رہے تھے۔ اس کا ایک ہاتھ تکئیے پر تھا۔ دوسرا سینے پر۔

ہارون اسے ایک ٹک تکے جا رہا تھا۔

وہ اتنی معصوم اور بھولی لگ رہی تھی کہ دیکھنے والا از خود بے اختیار ہو جاتا تو بڑی بات نہ تھی۔ شاید یہ بے اختیاری ہی مجبور کر رہی تھی...... کہ ہارون کے قدم اٹھے۔ لیکن عقل و دانش نے اس کے قدم روک لئے...... سارے واقعات اس کی نظروں میں اتر آئے۔ یہ لڑکی اس قابل نہیں تھی۔ کہ بے اختیار کو اتنا اختیار دیا جائے...... کہ وہ اس کی جانب مقناطیسی انداز میں بڑھتا جائے۔

وہ مڑا۔

اور پھر کمرے سے نکل گیا۔ کوریڈور سے بھی باہر آگیا...... اس کی حالت غیر سی ہونے لگی۔ اسے محسوس ہوا۔ کہ یہ لڑکی اسے پاگل بنا دے گی...... محبت کی انتہا میں یا نفرت کی

آخری حدوں میں۔ وہ گاڑی میں آ بیٹھا......

چاہا کہ دفتر چلا جائے۔ لیکن وہیں اسی روڈ پر دو ایک چکر لگانے اور ایک ریسٹورنٹ میں چائے پینے کے بعد وہ واپس کلینک میں آ گیا......

اب

پھر

وہ ملیحہ کے کمرے میں تھا...... جو اسی انداز میں پڑی تھی...... شاید بخار کم تھا۔ جو ماتھے پر نمی تھی...... یہ شبنمی نمی اس کے حسن میں قاتلانہ اضافہ تھی۔

ہارون ایک ٹک اسے تکے جا رہا تھا۔ نگاہوں میں والہانہ پن تھا۔ وہ اسے وہی لگ رہی تھی جو وہ ظالمانہ بے اعتنائی کرنے سے پہلے تھی۔

وہ آگے بڑھا۔

اور

بے دھڑک بیڈ کی پٹی پر بیٹھتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ہاتھ اب زیادہ گرم نہیں تھا۔ اس نے اس کی پیشانی بھی جھکتے ہوئے چھوئی۔ یقیناً بخار ٹوٹ چکا تھا۔

"ملیحہ" اس نے سرگوشی کے انداز میں اسے پکارا۔

اس نے سر ادھر سے ادھر کیا اور ہارون کے ہاتھ میں پکڑا ہاتھ ڈھیلا چھوڑ دیا۔ پھر وہ ہلی نہ جلی ویسے ہی پڑی رہی۔

دونوں ہاتھوں میں ملیحہ کا نازک اور پیارا سا ہاتھ پکڑے وہ کئی لمحے بیٹھا رہا۔ حال کو بھولتا اور دور ماضی میں ڈوبتا چلا گیا۔

کئی گھڑیاں بیت گئیں۔ لپک جھپک ماضی کی یادوں کے کوندے ذہن میں جلتے بجھتے رہے۔

پھر

اسے احساس ہوا۔ کہ یہ لڑکی اس سے بے وفائی کر چکی ہے۔ اس سے پیار کے بندھن باندھ کر توڑ چکی ہے...... اسے رد کر چکی ہے......

کیوں؟

کیوں؟

کیوں؟

اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں مسل کر کبھی ہونٹوں اور کبھی آنکھوں سے لگاتے ے ہارون عجب بیچارگی سے اس کیوں کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ملی" وہ گھگھیایا۔

"ملی" وہ ڈوبتی آواز میں بولا۔

"ملی۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا ملی۔ کیوں جینے نہیں دیتیں مجھے۔ مار ڈالا بے موت ...... میری زندگی سے نکل گئی تھیں تو پھر کیوں آ گئیں...... کیوں آ گئی ہو ملی کیوں آ گئی ......"

اس نے ملی کا ہاتھ پورے زور سے دبا کر جھٹکا۔

اور

پھر

وہ ایک دم ہی بیڈ کی پٹی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

لمحہ وہی اپنا ہوتا ہے جو گرفت میں ہو...... اس اپنے لمحے میں انسانی سچائی سے اپنے پ کو ظاہر کر دیتا ہے...... یہی ہارون نے بھی کیا...... اپنی گرفت میں آئے اس اپنے لمحے ں اس نے اپنے جذبات کا اظہار کر دیا تھا...... یہ نہ جانتے ہوئے کہ ملی بیہوش تھی نہ نیند میں لی بلکہ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا۔ وہ سن رہی تھی۔

وقت جو گزر گیا ہم سمجھتے ہیں۔ وہ ہماری زندگی سے نکل گیا۔ جو واقعات جو سانحے جو خوشیاں جو غم اس وقت نے ہمیں دیئے وہ مٹ گئے...... لیکن ایسا نہیں ہوتا یہ مٹتا نہیں نہ ہی ہم مٹتے ہیں۔ بلکہ ماضی کے خول میں بند ہو جاتے ہیں۔ اور جب کبھی اس خول میں دراڑیں پڑیں یا ہم اس میں جھانکیں تو سب کچھ ویسا ہی ملتا ہے جیسا تھا۔ کچھ مٹا نہیں ہوتا۔ زندگی سے کچھ نکلا نہیں ہوتا۔ ہارون سے بھی یہی ہوا تھا۔ ماضی مٹا نہیں تھا۔ ملیحہ جب سے واپس آئی تھی۔ ماضی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک احساس پوری شدت سے جاگ کر اذیت دے رہا تھا...... وہ کچھ نہیں بھول پایا تھا۔ ماضی کے خول میں وہ محبتیں بھی جی رہی تھیں۔ جن میں پاگل پن کی حد تک شدتیں سموئی تھیں اور وہ نفرتیں بھی سانس لے رہی تھیں۔ جو محبت کے ٹھکرائے جانے پر روپ بدل کر شدید تر ہو گئی تھیں......

ملیحہ نے جب سے اپنی کہانی آنٹی سے سنی تھی۔ اسے اس بات کا احساس تو ہو گیا تھا۔ کہ کسی دور میں وہ ہارون سے محبت کرتی تھی۔ پھر اسے چھوڑ کر کسی اور کے پیچھے لگ گئی تھی...... اس نے ہارون سے کیوں منہ موڑا تھا۔ یہ تکلیف وہ احساس تھا جس کا جواب وہ اپنے آپ کو ٹٹول ٹٹول کر بھی نہ پائی تھی۔ ہارون اس سے نفرت کرنے میں حق بجانب تھا اور اس نفرت کا مظاہرہ بھی وہ بار بار کر چکا تھا۔ جسے کبھی خاموشی سے اور کبھی رو دھو کر اس نے سہہ بھی لیا تھا۔

لیکن

کلینک میں جب وہ بخار میں مبتلا تھی۔ ہارون نے اس کا ہاتھ تھام کر جس اضطرابی کیفیت کے ساتھ ہاتھوں میں دباتے ہوئے کبھی ہونٹوں سے اور کبھی آنکھوں سے لگایا تھا...... یہ اس بات کی کھلی دلیل تھی۔ کہ وہ اب تک اس سے شدتوں کی انتہا کا پیار کرتا ہے کس

ارگی سے سنا کہا تھا "تم نے مجھے بے موت مار ڈالا ملی......"

ملیحہ کے لئے اس کے الفاظ بڑے ہی روح پرور تھے...... محبت کو پا لینا دنیا کی سب سے ی نعمت و خوش بختی ہی تو ہے۔ ان لمحوں میں اس نے بھی یہ نعمت پا لی تھی۔ ابھی تک وہ ئی نفرتوں کا ہی شکار تھی۔ اسے یقین تھا کہ اب کبھی وہ ہارون کے دل میں جگہ نہ پا سکے گی۔

لیکن

ہارون کی اس حرکت اور بے ساختگی کے انداز میں کہی باتوں نے اس کے من میں بجھے اغوں کو پھر سے جلا دیا تھا اور وہ لو دینے لگے تھے......

وہ اسی شام واپس گھر آ گئی تھی۔ بخار اتر گیا تھا۔ لیکن کمزوری بہت تھی۔ اس ے تے ہی بیڈ روم میں جا کر بستر میں پڑ گئی تھی۔ آنٹی اس کے لئے چائے لائی تھی۔

"شکر ہے بخار اتر گیا۔" وہ پلنگ کی پٹی پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "لو چائے پی لو...... لزوری بہت محسوس ہو رہی ہو گی۔"

وہ کچھ بولے بغیر بیڈ میں سیدھی ہو بیٹھی اور آنٹی سے پیالی لے کر چائے پینے لگی۔

"ڈاکٹر کو توقع تھی......" آنٹی بولیں پھر خیال آیا کہ انہیں ابھی ملیحہ سے ایسی بات یں کرنا چاہئے اس لئے چپ ہو گئیں۔

"کیا توقع تھی۔ وہ پیالی ہونٹوں سے پرے ہٹاتے ہوئے بولی۔

"آں کچھ نہیں......"

"نہیں آنٹی...... کچھ کہنے والی تھیں آپ۔"

"کچھ نہیں......"

"آنٹی...... پلیز...... اچھی بری کوئی بھی بات ہو...... مجھ سے نہ چھپاتے...... میں ہر ات سہہ جانے کی عادی ہو چکی ہوں......"

آنٹی نے اس کے گال کو تھپتھپایا اور قدرے مسکراتے ہوئے بولیں۔ "اتنی سنجیدہ ت نہیں تھی ملی...... ڈاکٹر کا خیال تھا شاید تیز بخار تمہاری یادداشت لوٹانے میں کچھ مددگار بت ہو...... لیکن ایسا نہیں ہوا......"

ملیحہ کی حسین آنکھوں میں آنسو اتر آئے۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی "شاید میں کبھی نا نہ پاؤں گی کہ میں کون ہوں؟"

"ہے تو تکلیف دہ بات" آنٹی بولیں۔ "لیکن سچ پوچھو تو جی یہی چاہتا ہے کہ تم ایسی ہی رہو۔"

آنٹی کے منہ سے بے ساختہ یہ بات نکل گئی......

"میں نے ماضی میں شاید آپ کو کچھ زیادہ ہی دکھ دیئے ہیں۔" وہ بولی۔

"جتنے میرے علم میں تھے تمہیں بتا دیئے تھے...... ہارون کے ساتھ...... جو تم نے کیا

وہ کچھ کہنے والی تھیں کہ رحمتے آ گئی۔

"بیگم صاحب جی" وہ دوپٹے سے ہاتھ پونچھتے ہوئے بولی۔

"عارف آیا ہے" اس نے بیگم سعیدہ کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی کہا۔

"کیوں" وہ بولیں۔ عارف طاہرہ بھابی کا پرانا ملازم تھا۔

"آپ کو بلا رہا ہے۔ شاہدہ بھابی جی نے کوئی پیغام بھیجا ہے۔"

"اچھا آتی ہوں"

وہ اٹھیں۔ رحمتے نے سائیڈ ٹیبل پر پڑی چائے کی خالی پیالی اٹھالی۔

بیگم سعیدہ بولیں "لیٹ جاؤ' ابھی آرام کرو...... بخار ٹوٹا ہے۔ کہیں پھر نہ ہو جائے۔"

انہوں نے ہلکی پھلکی پولی ایسٹر کی خوبصورت رضائی اس پر ٹھیک طرح سے ڈال دی۔

وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔ تو رحمتے نے روکھے سے لہجے میں کہا "کیسی ہے اب طبیعت"

"ٹھیک ہوں اماں......"

"پر وہ تو ٹھیک نہیں"

"کون"

"ہارون بیٹا......"

"کیوں...... کیا ہوا انہیں" وہ گھبرا کر جلدی سے بولی۔

رحمتے ابرو اچکاتے ہوئے بولی "تم جیسے جانتی نہیں......"

"اماں" وہ بے چارگی سے بولی۔

رحمتے پیالی ہاتھ میں پکڑے پکڑے کچھ آگے کو جھکی اور دوسرا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "جب سے تم آئی ہو۔ بابا کا سکون پھر سے تباہ ہو گیا ہے۔ اچھا بھلا کام

رنے لگ گئے تھے۔ اتنا بڑا آرڈر ملا تھا خوشی سے پھولے نہ سمائے تھے۔ تم پھر سے آ گئیں۔
ن وہی عالم کبھی کچھ کبھی کچھ...... بخار تمہیں چڑھا دماغ ان کا تپ گیا۔ ہر ایک پر غصہ......
ر ایک پر رعب...... برتنوں کو ٹھوکریں...... چیزوں کو الٹ پلٹ...... مجھے تو لگتا ہے تم کچھ
رصہ اور یہاں رہیں تو بابا بیٹا اپنا دماغ خراب کر لیں گے۔"

"اللہ نہ کرے" وہ بے اختیارانہ جلدی سے بولی

"میں کب کہتی ہوں اللہ کرے...... وہی تو اس گھر کا چراغ ہیں بی بی...... انہیں خدا
شہ روشن رکھے"

وہ چپ ہو گئی سر جھکا کر سوچنے لگی۔ پھر روتی آواز میں بولی۔ "میں کیا کروں اماں۔ کچھ
ہے بس میں ہو تو...... کر بھی لوں......"

"ہاں......" رحمتے سیدھی کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔ "تم بھی ٹھیک ہو اپنی جگہ...... پر
ئے تو صاحب بابا کا فکر کھائے جاتا ہے۔ کل سے دماغ گھوما ہوا ہے جیسے...... ہائے ہائے......
یں اللہ نہ کرے کچھ ہو گیا تو......"

رحمتے نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے سر ہلایا۔

ملیحہ سسک پڑی۔

"اے لڑکی...... روؤ نہیں۔ میں نے تو یونہی بات کر دی۔ اب بیگم صاحبہ سے نہ کچھ
لہ دینا۔ ان کی ممتا تو لگتا ہے بیٹے سے بھی زیادہ تمہارے لئے ابھری ہوئی ہے۔" رحمتے کے
ہجے میں نہ تو ہمدردی تھی نہ ہی ملامت۔ بلکہ کسی حد تک غصہ تھا۔ اس کے بیمار پڑنے سے
سعیدہ جتنی پریشان تھیں وہ رحمتے کو کھل رہا تھا...... نہ یہ لڑکی یہاں آتی نہ یہ بکھیڑے
تے۔ گھر میں جو خوشیوں کی لہر آئی تھی۔ لگتا تھا اسے کسی کی نظر ہی کھا گئی ہے۔

ہم سکھ کے تعاقب میں سرپٹ بھاگتے ہیں...... لیکن بھاگم بھاگ میں اکثر ایسا ہوتا ہے
کھ کی بجائے دکھ سے ٹکرا جاتے ہیں۔ کبھی کبھی تو دکھ سے کنی کترا کر نکل جاتے ہیں۔

لیکن

اکثر یوں ہوتا ہے کہ سکھ ہمیں دے جاتا ہے۔

اور

دکھ کی دیوار ہمارا راستہ روک لیتی ہے۔ ہم سکھ کی تلاش میں بھاگتے بھاگتے دکھ کو سینے

سے لگا لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ملیحہ رحمتے کی جلی کٹی باتیں سن کر چپ رہی۔ سسکیاں اس کے اندر ہی اندر ٹوٹتی رہیں۔ سمجھ بھی تو نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ بیگم سعیدہ جیسی ہستی اس گھر میں نہ ہوتی تو شاید اس نے گھبرا کر خودکشی تک کا اقدام کرنے سے بھی گریز نہ کیا ہوتا۔ کہیں جا بھی نہیں سکتی تھی۔ اپنا آپ ہی بیگانہ تھا۔ اور کسے جانتی تھی جو یہاں سے چلی جاتی......

ویسے

وہ جا بھی نہیں سکتی تھی۔

جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔

اس لئے

اس لئے

کہ محبت کی توانائیاں جنہیں شاید اس نے روند دیا تھا۔ اس کے اندر پھر سے جاگ اٹھی تھیں وہ ہارون کو اتنی شدت سے چاہنے لگی تھی۔ جتنی شدت سے وہ اس سے نفرت کا اظہار کرنے لگا تھا۔

لیکن

وہ جان گئی تھی۔ محبت کی اصلیت کو اس کے آفاقی پن کو اس کی سچائی کو اس کی قوت کو اس کی طاقت کو۔ ہارون لاکھ نفرت کا اظہار کرے۔ لیکن وہ محبت ابھی بھی اسے اتنی ہی شدت سے کر رہا تھا یہ بات نہ ہوتی۔

تو

تو آج کلینک میں وہ اس کا ہاتھ ہاتھوں میں تھام کر یوں اپنی بے بسی کا اظہار نہ کرتا...... اپنی چاہت کا رونا نہ روتا۔ اس کے واپس چلے آنے پر یوں احتجاج نہ کرتا......

بیگم سعیدہ کافی دیر اندر نہ آئیں۔ رحمتے بھی چلی گئی۔ غالباً" کچھ لوگ ملنے کے لئے آئے تھے۔ لاؤنج میں سب بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ان میں شفو کی آواز بھی تھی اور آنٹی ہاجرہ کی بھی......

ملیحہ ان دونوں سے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ رہتی تھی۔ اس لئے بستر میں پڑے پڑے بیزار ہونے کے باوجود وہ اٹھ کر لاؤنج میں نہیں گئی۔

اور

نہ ہی کسی نے اسے وہاں بلایا......

وہ کتنی بے بسی سے اپنے متعلق سوچ رہی تھی۔ اس گھر میں اس کی بے شک کسی کو ضرورت نہ تھی۔ وہ بے وقعت تھی۔ خواہ مخواہ سر پڑا بوجھ تھی۔

لمحہ بھر پہلے

جو وہ ہارون کی محبت کے بارے میں سوچ سوچ کر اپنے من کو شگفتہ اور ذہن کو ہلکا پھلکا کر رہی تھی۔ وہ پھر سے بوجھل ہو گیا اور جب......

لاؤنج میں سے ہارون کے ہنسنے بولنے کی آوازیں بھی آئیں۔

تو

ملیحہ خاصی دل گرفتہ سی ہو گئی...... وہ یقیناً شفو کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ رشک اور حسد کے مارے ملیحہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

ان سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی کوئی اندر نہیں آیا۔ حتیٰ کہ آنٹی نے بھی آ کر اس کی خیر خیریت نہیں پوچھی...... ان کی آواز لاؤنج میں سے آتی رہی تھی۔ شاید ہارون کے ساتھ وہ وہیں بیٹھی رہی تھیں۔ وہ تو رات سونے کے لئے ہی کمرے میں آئیں...... رحمتے ملیحہ کو کھانا کمرے میں دے گئی تھی...... جسے اپنی بیچارگی کے احساس کے ساتھ اس نے زہر مار کیا تھا۔

اسی طرح شب و روز گزرتے گئے...... کلینک میں ہارون نے جن بے اختیارانہ جذبوں کا اظہار کیا تھا ملیحہ کو لگتا تھا وہ خواب تھا۔ یا اس کے لقورائی عمل کی کرشمہ سازی کیونکہ اس دن کے بعد ہارون کا رویہ اس کے ساتھ تقریباً ویسا ہی ہو گیا تھا جیسا تھا۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہی۔ کیونکہ پہلے تو کبھی کبھار وہ اس سے بات کر لیتا تھا۔ ستانے اور غصہ اتارنے ہی کے لئے بھڑک اٹھتا تھا...... اذیت اور آزار دینے ہی کے لئے جلی کٹی سنا دیتا تھا۔

لیکن

اب تو وہ بالکل چپ تھا...... کوئی بات کرنا تو الگ بات نظر اٹھا کر اسے دیکھتا بھی نہیں تھا۔ اور ملیحہ تو یہی سمجھتی تھی...... اور یہی سمجھ سمجھ کر کچھ زیادہ ہی دکھی ہوتی رہتی تھی......

کبھی کبھی

اسے اپنی زیادتیوں کا خیال بھی آتا تھا اور اس کا جی چاہتا تھا۔ کہ ہارون سے ایک بار تہہ دل سے معافی مانگ لے۔

لیکن

اس کے ساتھ ہی ذہن میں سوال اٹھتا...... کیا وہ اسے معاف کر دے گا؟

نہیں یہ منفی آواز گونج جاتی...... اس گونج سے وہ خود ہی نڈھال اور پژمردہ ہو جاتی آنٹی کی زبانی وہ اپنی کرتوتوں کی روئیداد سن چکی تھی۔ کوئی حساس انسان انہیں بھلا نہیں سکتا......

وہ پچھتائی کہ اس نے ایسے اچھے اتنے خوبرو اور اتنے باوقار نوجوان کے ساتھ اتنا بے رحم سلوک کیوں کیا۔ اس اونچے لمبے موٹے اور معمر آدمی میں اسے کیا نظر آیا تھا۔ جو اس نے محبتوں سے منہ موڑ لیا تھا......

کیا وہ صرف اس کی امارت سے مرعوب ہو گئی تھی؟

پیسے کی خاطر ہارون سے قطع تعلق کر لیا تھا؟

محبت کا گلا گھونٹ دیا تھا؟

ہارون کی خوشیوں کی قاتل بن گئی تھی؟

اف

یہ کس قدر بہیمانہ فعل تھا......

کتنی بھیانک واردات تھی......

اس نے ایسا کیوں کیا تھا...... اس کا دل اندر سے مانتا ہی نہیں تھا۔ وہ اتنی شقی القلب کیوں تھی...... حالانکہ جہاں تک وہ محسوس کر سکتی تھی۔ اس کے اندر موم جیسا دل تھا۔ وہ کسی کو تکلیف دینے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔ کسی کو دکھ دیکھ ہی نہیں سکتی تھی۔

پھر

کیا یادداشت بھولنے سے اس کی پوری حیثیت ہی بدل چکی ہے۔ دل دماغ سوچ و فکر نظریات خیالات محسوسات سب ہی بدل گئے ہیں؟؟؟

کتنے ہزاروں

کتنی اذیتوں

اور کتنے کربناک مرحلوں سے گزرتی تھی۔ جب وہ یہ سب کچھ سوچتی تھی۔

"لک چھپ جانا

مکئی کا دانا

راجے کی بیٹی آگئی......"

"نہیں باجی...... راجے کا بیٹا آگیا۔"

"اوہو...... بھول گئی...... میں سمجھی پنکی ہے۔ تم تو مانی ہو......"

"جی......"

"چلو آؤ تمہاری آنکھیں پھر سے بند کروں"

"ٹھیک"

"چلو سب چھپ جاؤ مانی اپنی باری دے رہا ہے۔"

"اچھا باجی......"

"ادھر بیٹھو مانی...... دیکھو بے ایمانی نہیں ہو گی۔ دیکھنا نہیں ہے۔ میں آنکھیں بند کرتی ہوں تمہاری۔"

"چلو ٹھیک ہے...... بھاگو بچو...... چھپو سب"

ملیحہ درخت کے تنے پر بیٹھی تھی۔ مانی اس کے پاس تھا۔ جس کی آنکھیں اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بند کر رکھی تھیں۔ پکڑنے کی اس کی باری تھی۔ آٹھ دس بچے ادھر ادھر چھپنے کے لئے دوڑ رہے تھے۔ پانچ چھ سال سے لے کر دس گیارہ سال کی عمر کے بچے ملیحہ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ سب بچے اردگرد کے گھروں میں رہتے تھے۔ چند دنوں سے ملیحہ گھر کے پچھواڑے نکل آتی تھی۔ وقت گزرنے کے لئے کبھی ٹہلتی کبھی بیٹھ کر فطرت کے نظارے کرتی بچے آہستہ آہستہ اس سے مانوس ہو کر دوست بن گئے تھے۔ وہ اسے زبردستی

اپنے ساتھ کھلاتے زیادہ کھیل "لکن میٹی" ہی کا کھیلا جاتا۔ ملیحہ کہیں اونچی جگہ پر بیٹھ جاتی۔ جس بچے کی باری ہوتی اس کی آنکھیں بند کر کے کہتی۔

"لک چھپ جانا

مکئی کا دانہ

راجے کی بیٹی یا بیٹا آگیا"

پھر بچے چھپ جاتے اور ملیحہ بچے کی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر اسے چھوڑ دیتی۔ بچہ دوسرے بچوں کو ادھر ادھر ڈھونڈتا پھرتا۔ بچے بھاگ بھاگ کر ملیحہ کو ہاتھ لگاتے۔ اور جو بچہ باری دینے والے کے ہاتھ لگ جاتا...... وہ چور بن جاتا۔ یعنی اب اس کی باری ہوتی آنکھیں بند کروانے کی...... یوں بچے بھی خوش ہوتے اور ملیحہ کا دھیان بھی بٹ جاتا...... ویسے بھی یہ جگہ بہت خوبصورت تھی۔ اونچی نیچی اور درختوں سے بھری...... چھپنے کی جگہیں بھی بہت تھیں...... بچے تو خوش ہوتے ہی تھے ملیحہ بھی فطرت کے ان معصوم شاہکاروں سے مل کھیل کر بہت محظوظ ہوتی...... بچے کبھی کبھی بدتمیزی پر بھی اتر آتے۔ پکڑے جانے پر شور وغل بھی مچاتے...... لڑ بھی پڑتے۔

لیکن

ملیحہ ان سب کو پیار سے سمجھاتی۔ جھگڑا چکاتی اور آپس میں صلح صفائی سے رہنے کی تلقین کرتی۔ بچے فوراً ہی اس کی بات مان جاتے۔ وہ اس سے بہت پیار کرنے لگے تھے۔

اس شام بھی وہ بچوں کو لئے بیٹھی تھی۔ پہلے تو بچوں نے فرمائش پر گڈو میاں کی باتیں سنی تھیں۔ پھر لکن میٹی کھیلنے لگے تھے۔

مانی کی باری تھی...... جو خاصہ جھگڑالو لیکن بیحد پیارا بچہ تھا...... ذہین بھی بہت تھا۔

ملیحہ نے راجے کی بیٹی کہہ دیا

تو

فوراً ہی ٹوک دیا "باجی راجے کا بیٹا آگیا کہیں......"

ملیحہ ہنس دی تھی

اور

پھر کھیل ویسے ہی شروع ہو گیا تھا......

ملیحہ بچوں کو کھلا رہی تھی...... اسے پتہ ہی نہیں تھا کہ اپنے کمرے کی پچھلی بالکنی میں کھڑا ہارون کب سے کھڑا اسے دیکھ رہا ہے۔ ملیحہ کو اتنا خوش اس نے آج پہلی بار دیکھا تھا۔ بچوں میں وہ بچہ بنی ہوئی تھی اور انتہائی معصوم بھی لگ رہی تھی۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ کہ کیا شخصیتوں کے ایسے رخ بھی ہوتے ہیں۔ یہ لڑکی کتنی سخت قسم کی تھی...... خاص کر بچوں کی شوخی اور بدتمیزی کو تو برداشت ہی نہ کرپاتی تھی۔ اسے یاد آرہا تھا۔ کہ ایک دفعہ وہ دونوں کسی پارک میں گھوم پھر رہے تھے۔ وہاں سیر کے لئے کافی لوگ آئے ہوئے تھے۔ بچے بھی بھاگ دوڑ رہے تھے۔

اچانک ہی ایک بچہ سرپٹ گھوڑے کی طرح دوڑتا آیا تھا۔ وہ شاید اپنے کسی ساتھی کو پکڑائی نہیں دینا چاہ رہا تھا۔ اس لئے دیکھے بنا بھاگا چلا آرہا تھا۔ وہ چونکہ سامنے دیکھ نہیں رہا تھا اس لئے سیدھا آکر ملیحہ سے ٹکرا گیا۔ وہ چار پانچ سال کا خوبصورت سا بچہ تھا۔

لیکن

ملیحہ

اس کو اس کی بدتمیزی پر محمول کرتے ہوئے اتنے غصے میں بھر گئی کہ اس کے بالوں میں مٹھی بھر کر اس کو زور سے جھٹکا دے کر اس کے پھول سے رخسار پر چانٹا مارتے ہوئے غرائی۔

"بدتمیز...... اس طرح دوڑتے ہیں۔ گندے ہاتھوں سے ڈریس خراب کر دیا میرا......"

بات معمولی تھی......

لیکن

ملیحہ نے بچے کو ضرورت سے زیادہ ہی سزا دی تھی۔ بچہ ڈر کر وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اور اس کے ہاتھوں سے لگنے والی مٹی ڈریس سے جھاڑتے ہوئے اسے کوسے جا رہی تھی۔

لیکن

آج

ہارون اس کے متضاد مشاہدہ کر رہا تھا۔ بچے ملیحہ سے چمٹ رہے تھے...... اس کی گود میں اچک اچک کر بیٹھ رہے تھے...... مٹی میں ہاتھ لت پت بھی تھے دو ایک کے۔ لیکن وہ بھی اس کے گلے میں بانہیں ڈال رہے تھے...... جھول رہے تھے۔ ملیحہ ان سب کو پیار کر رہی تھی۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ ایک بچے کی کیچڑ میں لت پت گیند بھی ملیحہ کی ٹانگ کو آ کر لگی۔ شلوار میں کیچڑ لگ گئی۔ ثانی کی اس حرکت پر دو تین بچے اس سے الجھ بھی پڑے۔

لیکن

ملیحہ نے جھٹ سے ثانی کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ ورنہ بچے اسے مارنے پر تل گئے تھے۔

''باجی یہ بہت بدتمیز ہے۔''

''باجی اس نے آپ کو گیند ماری ہے''

''باجی اس نے آپ کے کپڑے کیچڑ والے کر دیئے۔''

''باجی یہ کر دیا وہ کر دیا......'' بچے غصے سے ثانی پر جھپٹ رہے تھے۔

ملیحہ نے ثانی کو اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا ''کیوں ثانی جی...... آپ نے گیند کیوں ماری مجھے'' وہ منہ بسورتے ہوئے بولا ''باجی آپ کو نہیں ماری تھی۔ لگ گئی...... میں نے تو اس تنے کو ماری تھی......''

''جھوٹ بولتا ہے'' مانی غصے سے غرایا......

''ہاں'' عمری بھی بولا......

''عباسی نے بھی ان دونوں کی تائید کی۔ لیکن ثانی روہانسی آواز میں بولا ''باجی میں نے ادھر گیند ماری تھی...... میں جھوٹ نہیں کہتا''

''ثانی سچ کہہ رہا ہے۔ اتفاق سے مجھے لگ گئی ہے گیند...... ثانی اچھا بچہ ہے چلو سب معاف کر دو اسے اور صلح کر لو......''

''میری اچھی باجی'' ثانی نے بازو ملیحہ کے گلے میں ڈال کر اسے پیار کر لیا۔

ملیحہ نے سب بچوں کی صلح کرا کے دوستی کروا دی۔

سب بچے پھر سے کھیلنے لگے۔

اور

بالکنی میں بیلوں کے پیچھے کھڑا ہارون اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔ جو یادداشت کھونے سے اپنے مزاج کی تنکی اور تیزی کو بھی کھو چکی تھی......

کتنی اچھی لگ رہی تھی وہ اس وقت

کاش وہ سدا کی ایسی ہوتی۔

یا

یا سدا ایسی ہی رہتی۔

اس کے دل سے تو پہلے ہی یہ دعا کئی بار نکل چکی تھی۔ کہ کاش ملیحہ کی یادداشت کبھی نہ ٹے اور وہ ایسی ہی رہے جیسی ان دنوں ہے۔

لیکن

یہ بھی تو اک سچائی تھی کہ درحقیقت وہ ایسی نہ تھی...... اس کا اصل تو اس روپ سے لکل ہی مختلف تھا...... وہ تلخ تجربے اور یادیں ابھی صفحہ ذہن سے مٹی تو نہ تھیں۔

ملیحہ جب تک بچوں سے کھیلتی رہی۔ ہارون بالکنی میں کھڑا اسے تکتا رہا۔ ہمیشہ کی طرح ں وقت بھی وہ متضاد جذبات میں گھرا تھا۔

کاش ملیحہ ایسی ہی رہے۔

لیکن

ایسی رہے بھی تب بھی تو وہ وہی ہے...... جس نے اسے ڈس لیا تھا۔ زہریلی ناگن کی رح...... کیا اسے معاف کرنے کی کوئی گنجائش ہے......

ایسی رہے

اور

ایسی نہ بھی رہے کے بین بین ہارون کو یوں لگ رہا تھا۔ جیسے اس کا دل و دماغ چکی کے پاٹوں کے درمیان پس رہا ہے۔ اسے سخت ذہنی کوفت ہونے لگی تھی۔

لیکن

وہ وہیں کھڑا تھا۔ وہاں سے ہٹ نہیں گیا تھا۔ اس کی آنکھیں اس بات طناز پر مرکوز ئیں وہ اسے ہی تکے جا رہا تھا۔ مسلسل تکے جا رہا تھا۔ اپنے آپ سے الجھنے کے باوجود اس ے دل میں پیار امنڈ رہا تھا۔

پیار

جس کا اظہار اس نے ملیحہ پر دانستہ کبھی نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ ہمیشہ اس سے الجھا ہی تھا۔ ں کی تذلیل و تضحیک کی تھی۔ اسے ستایا رلایا تھا۔

آج بھی ایسا ہی ہوا۔

جب ملیحہ بچوں کی کھیل کی چھٹی کرا کے کچھ دیر پچھلی اونچی نیچی ڈھلانوں پر بے مقصد اترنے چڑھنے کے بعد گھر میں آئی تو لاؤنج میں آنٹی کے پاس ہی ہارون بھی بیٹھا تھا۔

آنٹی نے ملیحہ کو دیکھتے ہی کہا...... "خوب گھومی پھریں باہر"

"بچوں سے کھیلا جا رہا تھا......" ہارون نے اس کے کسی جواب سے پہلے ہی کہا "طبیعت کی بات ہے نا امی"

"بچے منافق نہیں ہوتے نا" جانے کیسے ملیحہ نے کہہ دیا۔

ہارون نے چونک کر اسے دیکھا جواباً" اس نے بھی اس کی نگاہ سے نگاہ ملائی...... پھر وہ کچن میں چلی گئی...... اس کی نگاہ خاموش نہیں تھی۔ بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

ہارون کے ذہن پر جیسے تابڑتوڑ تازیانے برستے رہے۔

کیا وہ منافق تھا؟

ملیحہ نے یہ بات کیوں کہی تھی۔

کیا وہ جان گئی تھی کہ میں اس سے نفرت کا اظہار کرنے کے باوجود اب بھی اسے دل کی گہرائیوں اور گیرائیوں سے چاہتا ہوں......

وہ یہ بات جان گئی ہے کہ میرے دل میں اب بھی عشق ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح ہے۔ عشق مرا نہیں زندہ ہے اور میں جان بوجھ کر بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتا ہوں......

اس نے دونوں ہاتھوں پر سر گرا لیا......

بیگم سعیدہ جو ہارون کا سوئیٹر بن رہی تھیں۔ کچھ دیر تو ہارون کے یوں بیٹھنے پر متعجب نہ ہوئیں لیکن جب وہ ویسے ہی سر گرائے رہا تو بولیں۔ "کیا بات ہے بیٹے......"

"کچھ نہیں" اس نے سر اٹھایا اس کی آنکھوں میں آزار تھا۔

"ملیحہ کی بات بری لگی"

نہیں......"

"ویسے اس نے کہا بھی تو کچھ نہیں......"

"ہاں...... کچھ نہیں کہا......"

"ہارون"

"جی امی......"

"میں دیکھ رہی ہوں......"

"جی کیا"

"جب سے ملیحہ باہر بچوں کے ساتھ جا کر کھیلنے لگی ہے نا۔ اس کی طبیعت کچھ بشاش رہنے لگی ہے۔"

"بچے منافق نہیں ہوتے نا امی......" ہارون نے جانے کن خیالوں میں کھوئے ملیحہ کی

ت دہرادی

تو

امی اسے دیکھ کر بے اختیار ہو کر ہنس پڑی......

ہارون کھسیانا سا ہو گیا......

ملیحہ واقعی کچھ بشاش رہنے لگی تھی۔ اور ہارون کے رویے میں بھی قدرے لچک آ گئی تھی شاید اس لئے کہ انسان کچھ زیادہ عرصے بننے کی اداکاری نہیں کر سکتا۔ اصلیت اپنا رنگ ضرور دکھاتی ہے۔ انسان اپنے اردگرد بناوٹ اور تصنع کے حصار کھڑے کر لے لیکن اصلیت اتنی زوردار ہوتی ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں دراڑ ڈال ہی دیتی ہے۔ پھر اس کا روشن اور چمکتا دمکتا چہرہ کوئی چھپانا چاہے بھی تو نہیں چھپا سکتا۔

ملیحہ اکثر رات کا کھانا کبھی وقت سے پہلے اور کبھی بعد میں کھایا کرتی تھی۔ اس لئے کہ رات کو بیگم سعیدہ اور ہارون اکٹھا کھانے کے عادی تھے۔ اس لئے وہ جان بوجھ کر کھانے کا وقت آگے پیچھے کر لیتی تھی ہاں دوپہر بیگم سعیدہ اسے اپنے ساتھ ہی کھانا کھلایا کرتی تھیں...... لیکن دو ایک دن سے ملیحہ بھی رات کے کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہوتی تھی...... پتہ نہیں کیسے اور کیوں معمول تبدیل ہو گیا تھا۔ اس دن کی ٹینشن اور بخار کے بعد ملیحہ کی شخصیت میں کچھ تبدیلی آئی تھی ضرور...... خود اعتمادی کا پہلو نمایاں تھا...... ہارون سے زیادہ خوفزدہ بھی نہیں رہتی تھی۔ ترکی بہ ترکی جواب دینے کی ضرورت پڑتی تو چوکتی نہیں...... اس نے اپنے متعلق جو کچھ بیگم سعیدہ سے سنا تھا۔ یا تو اس کے ذہن نے اسے قبول ہی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یا اس کو اتنی اہمیت دینے کی ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ شاید اس لئے بھی کہ جو کچھ ہو چکا تھا...... اس کا اب وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔

اسی لئے

اب وہ رات کو کھانے کی میز پر نظر آتی۔ بلا جھجک اور بلا خوف...... باتیں بھی کرتی اور اگر خود کوئی چیز بنائی ہوتی تو آنٹی کو ضرور بتاتی اور اصرار سے کھلاتی۔

ہارون البتہ اس کے اس رویے سے کچھ زیادہ ہی چڑنے اور الجھنے لگا تھا۔ اکثر چہرے پر

تلخی کے تاثرات لئے رہتا۔

اس کا بس نہیں چلتا تھا

یا

خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ ملیحہ سے کہہ دے کہ وہ کھانے کی میز پر نظر نہ آیا کرے۔

اس رات تینوں کھانا کھا رہے تھے۔ ملیحہ بیگم سعیدہ کے دائیں ہاتھ بیٹھی تھی۔ اور ایک کرسی چھوڑ کر ہارون دوسری طرف بیٹھا تھا......

آج ایک ڈش ملیحہ نے بنائی تھی اور بڑے دنوں بعد اسے بناتے وقت یوں لگا تھا جیسے یہ ڈش وہ پہلے بھی بناتی رہی ہے۔

اسی لئے کھانا کھاتے وقت جب اس نے ڈش بیگم سعیدہ کو پیش کی۔ تو بڑے پیار سے بولی۔ "آنٹی کھا کر بتائیے گا کیسی بنی ہے؟"

بیگم سعیدہ چمچ ڈونگے میں ڈالتے ہوئے بولیں "تم جو کچھ بھی بناتی ہو مزے دار ہی ہوتا ہے۔"

"آنٹی آج یہ ڈش بناتے وقت مجھے یوں لگا جیسے پہلے بھی بناتی رہی ہوں...... حالانکہ...... یہاں تو میں نے آج ہی بنائی ہے نا......"

"ہاں...... یہ ڈش پہلے تم نے نہیں بنائی"

"لیکن بناتے بناتے یاد پڑ رہا تھا...... لیکن کچھ...... یاد نہیں آیا۔ کہ کب اور کہاں بنائی تھی......"

ہارون تلخی سے بولا "ہندو پچھلے جنم میں بڑا یقین رکھتے ہیں......"

وہ طنز محسوس کر کے جھٹ سے بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ ہم مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتے۔"

ہارون نے تیز نظروں سے اسے گھورا......

وہ اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔

"ملیحہ" بیگم سعیدہ نے چمچ پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"جی آنٹی"

"وہ گلاس دینا پانی کا......"

گلاس ملیحہ کے دائیں ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے گلاس اٹھایا۔ لیکن جانے کیسے گلاس بیگم سعیدہ کے ہاتھ میں دینے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے پھسل گیا۔ اور میز پر جھک گیا۔ ٹوٹا تو نہیں ہاں پانی گر گیا۔ گلاس کو جلدی اور گھبراہٹ میں ملیحہ نے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ پانی بیگم سعیدہ کے کپڑوں کو کچھ بھگو گیا۔ میز کے اسی کنارے پر وہ بیٹھی تھیں...... جدھر پانی بہا تھا۔

"اوہ" ملیحہ کے لبوں سے نکلا۔

"کوئی بات نہیں......" بیگم سعیدہ اٹھ کر قمیض کا دامن جھاڑتے ہوئے بولیں۔

"شکر ہے گلاس ٹوٹ نہیں گیا" ملیحہ بولی "صرف پانی ہی گرا......"

ملیحہ نے گلاس سیدھا کر کے رکھا تو اس کی آنکھیں کچھ پھیل سی گئیں۔ میز کی بھیگی چادر۔ آنٹی کا بھیگا دامن اور سیدھا کر کے رکھا خالی گلاس۔

یہ

یہ

واقعہ

تو پہلے بھی ہو چکا تھا۔ اسے یاد آیا۔

لیکن

پھر

وہی بات

کب؟

کہاں؟

کس کے ساتھ؟

کس کے سامنے؟

اس نے کہنیاں میز پر رکھ کر سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

بیگم سعیدہ سمجھیں وہ پانی گرا دینے سے متاسف ہے۔ اس لئے جلدی سے بیٹھتے ہوئے بولیں "ملیحہ کوئی بات نہیں...... گلاس واقعی قیمتی تھا بچ گیا۔ پانی ہی گرا ہے نا......"

"آنٹی......" وہ متورم سی آنکھوں سے انہیں تکتے ہوئے بولی۔

"ہوں"

"یہ...... یہ واقعہ پہلے بھی ہوا تھا......"

بیگم سعیدہ بے تابانہ جلدی سے بولیں "کب؟ یاد آ رہا ہے کچھ"

"اس نے سر ہلایا...... "ہاں آنٹی...... ایسے ہی گلاس گرا تھا اور پانی......"

وہ بات پوری بھی نہ کر پائی تھی کہ ہارون قدرے پھنکارتے ہوئے بولا......" یہ زیادہ بڑی بات نہیں ہے۔"

"جی......؟" وہ بولی۔

"اور گلاس بھی از خود نہیں گرا تھا......" وہ اسی لہجے میں بولا۔

"تو......"

"تم نے خود گرایا تھا"

"میں نے"

"ہاں اور گلاس میں پانی نہیں سیون اپ تھی...... اور کپڑے بھی امی کے نہیں میرے بھیگے تھے۔" وہ طنز کے تیر برساتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اب یاد آیا......" وہ سختی سے ہونٹ بھینچتے ہوئے بولا۔

وہ اس وقت ذہنی کوفت میں مبتلا تھی۔ اسے قطعاً یاد نہیں آیا۔ اسی لئے وہ سر نفی میں ہلا کر رہ گئی۔ چند لمحے وہ اسی انداز میں سر تھامے بیٹھی رہی اور کھانے کے کمرے میں باتوں کی چہک بند چند لمحوں کے لئے بالکل ختم ہو گئی......

"تم اس واقعے سے آگاہ ہو" بیگم سعیدہ بولیں کھانا کھانا سب ہی نے چھوڑ دیا تھا۔

"ہاں امی......" وہ بولا۔

"کب کی بات ہے" وہ متجسس تھیں...... اور یہ بھی چاہتی تھیں کہ ہارون تفصیل سے بات کرے شاید اس طرح ملیحہ کو کچھ یاد آ جائے......

"برے دنوں کی" وہ جھلایا "جب میری عقل پر پردے پڑے تھے......"

"ہارون...... پلیز......" وہ انتہائی بیچارگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "اس طرح طنز کرنے سے کیا ہو گا۔ مجھے بتایئے۔ تفصیل سے بتایئے۔ شاید میں کچھ یاد کر پاؤں۔ شاید یہ اندھی دیوار جو میرے حال اور ماضی کے درمیان کھڑی ہے ٹوٹ جائے۔ میری ذہنی

کوفت اور کرب و اذیت کا کوئی اندازہ نہیں کرتا...... کوئی...... نہیں کرتا......"

وہ پھک پھک رونے لگی۔

بیگم سعیدہ اور ہارون دونوں ہی چپ ہو گئے۔

چند لمحوں بعد بیگم سعیدہ ملامت سے بولیں۔ "ہارون...... ڈاکٹر نے تمہیں بھی تو کہا تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ جب اس کی ایسی کیفیت ہو اسے ملامت سے یاد دلانے کی کوشش کی جائے......"

وہ غصیلے لہجے میں بولا۔ "یاد تو اسے کرایا جائے جو بھولا ہو......"

"ہارون" ملیحہ نے غصے سے مکہ میز پر مارا اور پھر غصے میں اٹھ کر پاؤں پٹختی کمرے سے نکل گئی......

"ہارون" بیگم سعیدہ نے سرزنشی انداز میں کہا "تمہیں کم از کم ایسے وقت میں یہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے تھا...... اسے یاد دلانے کی بجائے یہ طنز...... کیا تم اب بھی یہ سمجھتے ہو...... کہ وہ ڈرامہ کرتی ہے اسے سب کچھ یاد ہے لیکن حیلہ کرتی ہے۔"

وہ کچھ نادم سا ہو کر سر جھکاتے ہوئے بولا "میں کیا کروں...... امی...... یہ سب کچھ مجھ سے از خود ہو جاتا ہے۔"

پھر

وہ

بڑبڑایا...... "خدا جانے یہ کب یہاں سے دفعان ہو گی......"

"دفعان ہو گی جب اس کی یادداشت لوٹے گی۔ یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو۔ پھر بھی کوئی نہ کوئی کٹیلی اور دل جلانے والی بات کر ہی دیتے ہو...... کیسے یاد کر پائے گی وہ سب کچھ۔ آج ہی تفصیل سے اسے یہ واقعہ بتاتے تو شاید اسے اچانک ہی سب کچھ یاد آ جاتا......"

ہارون نے خفت سے سر جھکا لیا......

واقعہ ان دنوں کا تھا۔ جب ملیحہ اور ہارون پیار و محبت میں بندھے وقت اور پابندی

کی قید سے آزاد گھوما کرتے تھے۔ اس رات انہوں نے کھانا ایک خوبصورت کیفے میں کھایا تھا۔ دونوں ہال کے ایک نیم سرخی مائل تاریک کونے میں بیٹھے تھے۔ ریسٹورنٹ نیا اور جدید طرز کا تھا۔ اور ایسے جوڑوں کے لئے بڑی خوبصورت پناہ گاہ تھی...... سرخ غبار سا ہال پر چھایا رہتا اور ہلکا ہلکا موسیقی کا ترنم فضا میں گھلتا رہتا تھا۔ دل کی باتیں کرنے کو جواں مخمور دلوں والے جوڑے یہاں آ کر چائے کافی مشروبات اور کھانے کے آرڈر دے کر گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔

اس رات ان دونوں نے بھی کھانے کے لئے یہ ریسٹورنٹ منتخب کیا تھا۔ آرڈر کی چیزیں بیرا میز پر قرینے سے لگا گیا تھا۔ پانی کی جگہ ہارون نے سیون اپ منگوائی تھی۔ خوبصورت لمبوترے گلاسوں میں جن کے کنارے پر لیموں کا گول سا ٹکڑہ پھنسایا ہوا تھا پیش کی گئی تھی۔

کھانا کھاتے ہوئے جانے کیسے ہارون نے اپنا گلاس پرے رکھ دیا تھا۔ جب طلب ہوئی تو بولا

"ملی ذرا میرا گلاس تو دو......"

"کون سا" وہ شوخی سے مسکرائی۔

"سیون اپ کا"

"کیا کرنا ہے"

"ارے بھئی پینا ہے اور کیا کرنا ہے"

"جی چاہتا ہے تم پر گرا دوں"

"کیوں...... دماغ میں فتور کیوں آ گیا"

"آج تم بہت خوبصورت لگ رہے ہو"

"اچھا...... تو خوبصورت لگنے کی سزا یہ ہے کہ سیون اپ مجھ پر گرا دو......"

"ڈر لگ رہا ہے"

"کس بات کا"

"تمہیں میری نظر نہ لگ جائے۔"

"اوئے ہوئے...... اب اتنی خوبصورت بھی نہیں لگ رہا...... پکڑاؤ گلاس"

"سچی اس خان کلر شلوار قمیض اور براؤن کوٹی میں تو ایک دم ہیرو لگ رہے ہو۔"

"اچھا بھئی شکریہ تعریف کا......"

"نہیں نظر نہ لگ جائے میری بھئی۔"

اور یہ کہتے ہوئے ہنستے ہوئے اس نے سیون اپ کا گلاس لڑھکا دیا...... سیون اپ گر گئی...... اور ہارون کے کپڑوں پر بھی پڑی......

ملیحہ نے جلدی سے لڑھکتا ہوا گلاس تو پکڑ لیا۔ لیکن ہنستے ہنستے بے حال بھی ہو گئی۔ ہارون نے جلدی سے اٹھ کر اپنی قمیض جھاڑی۔ لیکن جگہ جگہ سیون اپ کے دھبے پڑ گئے۔

ملیحہ ہنسنے لگی۔

ہارون اس کو ہنستے دیکھ کر ہنس پڑا...... پھر بولا "بے وقوف ستیاناس کر دیا میرے اتنے خوبصورت جوڑے کا......"

"اب تو اور بھی اچھے لگ رہے ہو...... ہارون کبھی کبھی غصے میں بھی بھر جایا کرو۔ ایمان سے بہت ہی اچھے لگتے ہو۔ جب ذرا سا غصہ بھی تمہارے چہرے پر نظر آتا ہے......"

"الٹی سیدھی مت ہانکو" وہ قدرے برہم ہو کر بولا۔ تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ دوسری میزوں پر بیٹھے کئی جوڑے سر گھما گھما کر انہیں دیکھنے لگے۔ تو ملیحہ کو احساس ہوا کہ وہ کہیں اکیلی دوکیلی نہیں ریسٹورنٹ میں ہارون کے ساتھ بیٹھی ہے۔

اسی لئے

سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔ "سوری ہارون...... لو ٹیشو پیپر...... صاف کر لو...... کپڑے"

"اب کیا صاف کرنے ہیں سوکھ جائیں گے۔" وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم ریئلی ویری سوری......"

"بس بس...... چلو کھانا کھاؤ"

"تم یہ گلاس لے لو...... میں نے جھوٹا نہیں کیا ابھی۔"

"آ جاتا ہے اور تم پیو۔ ویسے تمہارا جھوٹا پینے میں مجھے کوئی عار نہیں سمجھیں...... خوش"

"خوش...... ہارون کے بڑھے ہاتھ پر ملیحہ نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ جسے ہارون نے مضبوطی

ے پکڑ لیا۔

یہ

تھا

وہ واقعہ......

شاید ساری تفصیل ہارون ملیحہ کو بتاتا۔ تو وہ کچھ یاد کرنے میں کامیاب ہو جاتی کیونکہ ج اسے یہ واقعہ بڑی شدت سے یاد آیا تھا۔

گلاس الٹنا...... پانی گرنا...... لڑھکتا گلاس پکڑنا اور بھیگے کپڑے اٹھ کر جھاڑنا...... یہ ب کچھ اسے یاد آ گیا تھا۔

لیکن

وہی مدت اور وقت کی قید

کب کہاں اور کس کے ساتھ؟

وہ یہ باتیں یاد نہ کر پائی

اور

جب وہ اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔ تو اسے تب بھی کچھ یاد نہ آیا۔ کوفت بے حد بڑھ ئی اسے لگ رہا تھا آج یہ واقعہ پوری طرح یاد نہ کر پائی تو اس کا دماغ بھک سے اڑ جائے گا۔

لیکن

کچھ یاد نہ آیا کوئی سرا نہ ملا......

گھبرا کر وہ رونے لگی۔

اور کافی دیر بعد جب بیگم سعیدہ سونے کے لئے کمرے میں آئیں تب بھی وہ ناک منہ رخ کئے سسک رہی تھی۔

"ملو...... سوئی نہیں ابھی تک...... رو رہی تھیں؟" بیگم سعیدہ نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آنٹی" وہ پھر سے رونے لگی۔ "مجھے کیوں یاد نہیں آتا۔ آتا بھی ہے پھر بھی نہیں تا......"

"گھبرایا نہ کرو۔ ایسے جھٹکے تمہارے ذہن کو لگتے رہیں گے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا یہ روشنی

کی کرن ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید ڈاکٹر تمہاری یادداشت لوٹنے سے مایوس ہو جاتا۔ اب اسے امید ہے اسی طرح کسی دن کوئی واقعہ یاد آیا۔ تو یادداشت لوٹنے کا بہانہ بن جائے گا۔"

"واقعہ آج بھی ہوا ہے۔ لیکن کچھ یاد نہیں آیا۔"

"یاد ہارون نے جو دلایا ہے۔"

بیگم سعیدہ نے کہا تو ملیحہ اٹھ کر بیٹھ گئی "کیا کہا ہے انہوں نے"

بیگم سعیدہ نے سارا واقعہ اس کے گوش گزار کیا تو وہ سر زور زور سے نفی میں ہلاتے ہوئے مٹھیاں بھینچ کر بولی "نہیں آنٹی نہیں۔ گلاس میں سیون اپ نہیں پانی تھا......اور...... اور......وہ ریسٹورنٹ نہیں گھر تھا......"

وہ اپنی سچائی کی دلیلیں دیتے ہوئے بار بار کہنے لگی۔ "گلاس میں پانی تھا۔ اور کپڑے بھی کسی عورت کے گیلے ہوئے تھے......"

بیگم سعیدہ نے اس کو بستر میں لٹا دیا اور بولیں۔ "رات کافی اتر چکی ہے اب واقعے کو ذہن سے جھٹک کر سونے کی کوشش کرو۔ انشاء اللہ کسی دن تمہیں سب کچھ یاد آ جائے گا۔""

وہ دوسری طرف جا کر بیڈ پر لیٹ گئیں۔

انہیں نیند آ رہی تھی۔

اوپر والے ٹیرس کے دائیں طرف ملیحہ اپنے دھلے ہوئے کپڑے سٹینڈ پر ڈال رہی تھی میدان میں کھیلنے والے چند بچوں نے اسے دیکھ لیا۔

"ملی آپا"

"ملو باجی"

"ملیحہ آنٹی"

سب اسے زور زور سے پکارنے لگے۔ تو وہ چھوٹی سی دیوار پر جھکتے ہوئے اپنے ہونٹوں انگلی رکھ کر انہیں چپ رہنے کا اشارہ دیتے ہوئے بولی۔ "بری بات۔ اتنی زور سے ایسے زور سے کسی کا نام لے کر نہیں پکارا کرتے......"

"اچھا"

"اچھا بجیا"

"اچھا آپا"

سب نے پھر زور و شور سے کہا......

وہ مسکرا دی۔

"نیچے آئیں نا" مانی آگے بڑھ کر بولا۔

"ہاں باجی...... آج ہمیں چھٹی ہے کھیلیں گے۔" عمر نے مانی کی تائید کی۔

اور ثانی کیوں پیچھے رہتا وہ بھی بولا "آئیں نا ملیحہ باجی"

یہی بات دوڑ کر آتے ہوئے عباسی نے کہی "آج اس وقت کھیلتے ہیں"

وہ سب کی باتیں سن کر بولی "ابھی میں کام کر رہی ہوں کپڑے دھو رہی ہوں اپنے"

"مت دھوئیں" وہ موٹی اماں کیوں نہیں دھوتی آپ کے کپڑے" مانی نے غصے سے

کہا۔

"وہی دھوتی ہے آج اس کی طبیعت ٹھیک نہیں...... اسی لئے میں نہیں آ سکتی کھیلنے...... ابھی کھانا بھی بنانا ہے......"

"ہائے باجی"

"شام کو کھیلیں گے نا"

"اوں ہوں"

بچے روٹھ گئے۔ ملیحہ نے ویسے ہی جھکے جھکے قہقہہ لگایا اور بولی "روٹھنا نہیں۔ روٹھے تو میں بھی روٹھ جاؤں گی...... اور سن لو۔ جو میں روٹھ گئی ناں۔ تو پھر کبھی بھی صلح نہیں کروں گی......"

"ہوں ہوں" جانے پیچھے سے کسی نے کہا "تو ملیحہ ایک دم ہی چونک کر پلٹی...... سوائے ہارون کے اور کون ہو سکتا تھا۔ پشت پر وہی کھڑا تھا۔ جانے کب سے۔

وہ حیران نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے خالی پلاسٹک کا چھوٹا سا ٹب جس میں کپڑے ڈال کر لائی تھی اٹھا لیا۔

"آپ یہاں تھے"

"میرا کمرہ اوپر ہے اور یہ ٹیرس زیادہ تر میرے استعمال ہی میں آتا ہے۔ میں اپنے ٹیرس پہ شاید بلا اجازت آ سکتا ہوں......" وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

وہ بغیر کوئی جواب دیئے جانے لگی۔ تو ہارن اسی نشتریہ لہجے میں بولا۔ "یہ کپڑوں کی دھلائی کب سے شروع کر دی......"

"رحمتے بیمار ہے۔"

"کچھ ایسی بھی نہیں......"

"میرے کپڑے تھے میں نے خود دھو لئے......"

"اور اب کھانا بھی بنانا ہے۔"

ملیحہ نے صرف ایک نگاہ اس پر ڈالی یہ نگاہ استفہامیہ تھی۔

"ان باتوں سے تمہارا مطلب کیا ہے۔" وہ اسے سر تا پا دیکھتے ہوئے بولا۔

"کن باتوں سے"

"ان خدمت گزاریوں سے۔ جو تمہارے مزاج کا حصہ نہیں ہیں......" وہ غصے سے بولا۔

وہ بھی غرائی "شاید نہیں ہوں گی۔ لیکن ضرورت انسان کو بدل بھی سکتی ہے۔"

"تمہاری ضرورت تمہاری طرح ہی ہو گی...... پل پل بدل سکتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ ٹھیک ہو...... بات جلدی سمجھ لیتے ہیں۔"

ہارون کو اس کی دیدہ دلیری اور پٹاخ پٹاخ جواب دینے پر سخت طیش آیا۔ جھٹ سے بولا۔ "سمجھ تو میں بہت کچھ لیتا ہوں لیکن تم بھی جان لو......"

"کیا جان لوں......"

"یہ ریاکاری یہاں نہیں چلے گی اب"

"ریاکاری"

"جی ہاں۔ میں سب جانتا ہوں تم امی کو بنا سکتی ہو مجھے نہیں۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں تم بے شک بہت کچھ بھول چکی ہو۔ لیکن مزاج کی بنیادیں خاصیتیں وہی رہتی ہیں۔ ان کو چھپانے کی کوشش کر کے اچھی بننے کی اداکاری مت کرو...... امی اس اداکاری سے رام ہو سکتی ہیں۔ میں نہیں سمجھیں......"

"میں کچھ نہیں سمجھی......"

"باتیں کرنے میں ویسی ہی تیز ہو۔ سمجھنے میں دقت کیوں پیش آتی ہے۔"

"میں سیدھی بات کرنے کی عادی ہوں۔ لگی لپٹی نہیں۔"

وہ طنز سے کھلا قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "واقعی...... دکھتی......"

"ہونہہ" وہ جانے لگی۔

"ٹھیک کہتی ہو...... لیکن یہ پوچھ سکتا ہوں۔ کل گھما پھرا کر بات کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔"

"کل......"

"ہاں جب کہا تھا بچے منافق نہیں ہوتے......"

وہ چپ رہی

"مجھے یہ سنایا تھا نا۔ مجھے ہی منافق کہا تھا نا۔"

"عقلمند ہیں۔ بات سمجھ لیتے ہیں......" کہتے ہوئے وہ آگے بڑھی۔

وہ شیر کی طرح اس تضحیک پر دھاڑا...... "زیادہ بڑھو نہیں...... ورنہ اس چھت تلے جو پناہ نصیب ہوئی ہے وہ بھی نہیں رہے گی...... میں ہر وقت کی ذہنی کوفت اور آزار کو برداشت نہیں کروں گا......"

"ہونہہ......" اس نے فرش پر ہی ٹھوکر ماری...... ہاتھ میں پکڑا ٹب غصے سے پرے پھینکا اور لپک کر سیڑھیوں کی طرف آئی۔

دوسرے لمحے وہ تیزی سے دھڑ دھڑ کرتی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔

ہارون اوپر ہی رہا...... ان دنوں وہ دفتر دیر سے جاتا تھا۔ مال کی دوسری کنسائنمنٹ جاری تھی۔ اور ایک اور بڑا آرڈر بھی مل گیا تھا۔ جس کے لئے کچھ ضروری فون کرنا ہوتے۔ کچھ فرموں سے تعلقات پیدا کرنے ہوتے۔ دفتری کام غلام سرور نے بخوبی سنبھالا ہوا تھا۔ دوڑ بھاگ کا کام وہ خود بھی کر رہا تھا۔ اور اگر وہ گھر میں یوں ملیحہ کی وجہ سے پریشان اور الجھاؤ کا شکار نہ ہوتا تو اس کی کارکردگی اور بھی اچھی ہوتی...... بحرحال اس کا کاروبار خاصے منافع میں بڑی تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ اگلے ماہ غلام سرور اس کا جرمنی اور فرانس کا دورہ کرنے کا پروگرام مرتب کر رہا تھا...... جاپان پچھلے دنوں غلام سرور خود ہو آیا تھا...... کاروبار کے بہت زیادہ وسیع ہونے کے بڑے روشن امکانات تھے۔

آج بھی ہارون نے ایک فرم کے مالک سے ملنے جانا تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے کا ٹائم تھا۔ چونکہ ادھر ہی سے اس فرم کا دفتر قریب تھا۔ اس لئے وہ اپنے دفتر میں نہیں گیا تھا۔ غلام سرور سے ساری پوچھ پڑتال کر لی تھی......

فرم کے دفتر جانے سے پہلے ہی ملی سے تلخ کلامی ہو گئی تھی۔ قصور ملیحہ کا نہیں تھا۔ ان جذبات کا تھا۔ جو ہارون کو بے چین و مضطرب رکھتے تھے۔ وہ ملیحہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی چاہ رہا تھا۔ اور چاہ کا سمندر من میں موجود ہونے کے باوجود چاہت سے انکاری بھی تھا۔ اس لئے وقت بے وقت ملیحہ کی تضحیک و تذلیل کر دیا کرتا تھا اور پھر خود ہی پہروں بے چین و بے قرار بھی رہا کرتا تھا۔ دونوں صورتوں میں وہ بہت حد تک حق بجانب بھی تھا۔

ملیحہ نیچے آ گئی۔

اور

ہارون اوپر ہی رہا...... اس کی بے چینی جھلاہٹ اور اضطراب دیدنی تھا۔

آج رحمتے کی طبیعت واقعی کچھ خراب تھی۔ ملیحہ جب نیچے آئی تو وہ کچن میں تھی۔ اور بیگم سعیدہ کہہ رہی تھیں۔ "آج کھانا میں بنا لیتی ہوں تم جاؤ آرام کرو۔ کوئی دوائی لی ہے۔"

"کہاں سے لی ہے بیگم صاحب جی...... دینو سے کہا تھا ڈاکٹر کے پاس لے چلنا صبح سے پتہ نہیں کہاں غائب ہے؟"

"اسے تو میرے خیال میں ہارون نے کہیں کام بھیجا ہوا ہے۔"

شاید...... بیگم صاحب جی میں جا کر دوائی لے ہی آتی ہوں۔ پور پور درد کر رہی ہے۔ کہیں لمبی ہی نہ پڑ جاؤں......"

"وہ تو ٹھیک ہے دوائی لے ہی آؤ...... ہارون ابھی گھر پہ ہی ہے۔ اسے کہتی ہوں دکھا لائے ڈاکٹر کو۔"

"نہ جی نہ...... بیگم صاحب جی میں رکشہ پکڑ کر چلی جاؤں گی۔ تھوڑا سودا بھی تو لانا ہے۔ وہ بھی لیتی آؤں گی۔

"ٹھیک ہے جا کر کپڑے بدل لے...... ڈاکٹر کے پاس ایسے نہ چلی جانا......"

"لو بیگم صاحب جی...... حد ہو گئی...... میں کوئی ایسے ہی باہر جاتی ہوں...... ویسے یہ بھی تو کل ہی پہنے تھے۔ رات مچھلی فرائی کی تو چھینٹیں پڑ گئیں گھی کی۔ ورنہ صاف ہی تھے......"

"جاؤ جاؤ اب...... کپڑے بدلو......"

"کچن کی صفائی کر لوں جاتی ہوں"

"صفائی ہو جائے گی۔ میں کر لوں گی۔ نہیں تو ملیحہ کر لے گی۔"

"ہاں آنٹی" ملیحہ جو دروازے میں کھڑی تھی اندر آ گئی...... وہ اس وقت سخت مضطرب اور جھلائی ہوئی تھی۔

لیکن

رحمتے بولی "اب میں ایسی بیمار تھوڑی ہوں۔ یہ سارا کام کر کے ہی جاؤں گی۔ بازار دیر ہو گئی تو یہ کھلارہ پڑا رہے گا۔ نہ...... میں کچن خود ہی صاف کر لیتی ہوں ہائے...... بس ابھی ختم کروں گی۔

"ساتھ ہائے وائے کئے جا رہی ہے۔"

"وہ تو عادت ہی ہے بیگم صاحب جی۔ اب میری عمر بھی تو بڑی ہو گئی ہے۔"

"بڑی کہاں...... تو نے تو ابھی ہارون کے پوتے دیکھنے ہیں۔" بیگم سعیدہ ہنسیں۔ اور سر گھما کر ملیحہ کی طرف پتہ نہیں کیوں دیکھا۔ ملیحہ کچھ جھینپ سی گئی۔

وہ تینوں ابھی کچن ہی میں تھیں کہ ہارون سیڑھیاں اتر آیا۔ وہ جانے کے لئے تیار تھا۔ امی کو لاؤنج ہی میں کھڑے کھڑے سلام کیا اور بریف کیس لے کر باہر نکل گیا......

ملیحہ کچن سے نکل کر کمرے میں آ گئی......

اس کے کپڑے گیلے ہو رہے تھے۔ اس لئے وہ نہانے اور کپڑے بدلنے کے ارادے سے غسلخانے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے ذہن میں کئی پلان بن رہے تھے۔ ہارون نے آج حد ہی کر دی تھی۔ پناہ چھین لینے کی دھمکی دے کر ملیحہ کا چین و سکون جو پہلے ہی نہیں تھا۔ بالکل ہی نیست و نابود کر دیا تھا۔ تب سے وہ سوچ رہی تھی۔ کہ بہت ہو گیا اب اسے خود کوئی قدم اٹھانا ہی چاہئے۔

وہ کپڑے بدل کر بالوں میں برش کرتی باہر آ گئی۔ رحمتے بیگم سعیدہ سے پیسے لیتے ہوئے وہ سودا پوچھ رہی تھی۔ جو بازار سے لانا تھا۔

ملیحہ کو کچھ سوجھی

جلدی سے بولی۔ "آنٹی میں رحمتے کے ساتھ بازار جاؤں۔"

"تم؟" رحمتے نے حیرانگی سے کہا اور بیگم سعیدہ نے بھی نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا چند لمحے چپ رہیں پھر بولیں۔ "گاڑی تو ہے نہیں...... رحمتے نے ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔ وہ تو رکشے پر چلی جائے گی......"

"میں بھی رکشے میں ساتھ بیٹھ جاؤں گی...... چلی جاؤں"

"چلی جاؤ...... بہت دن ہو گئے تم باہر گئی نہیں......"

"اسی لئے آنٹی...... جی چاہ رہا ہے...... رحمتے نے ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔ پھر سودا بھی لینے جائے گی...... میں بھی اسکے ساتھ کچھ دیر گھوم لوں گی......"

"تم نے کبھی کہا ہی نہیں۔ ورنہ شام کو گاڑی آئے تو باہر......"

"وہ رہنے دیں" ملیحہ نے بیزاری سے کہا "میں گاری کے بغیر بھی جا سکتی ہوں۔ رکشے

میں اماں رحمتے کے ساتھ...... لے چلو گی نا اماں مجھے ساتھ......"

"لو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بیگم صاحبہ ہی کو شاید تمہارا رکشے پہ جانا پسند نہیں......"

"کوئی بات نہیں......" وہ بال پیچھے جھٹک کر بولی۔

"تمہاری مرضی...... چلی جاؤ...... ویسے آج کل میں میں تمہیں کپڑے دلانے کے لئے لے جانے کے متعلق سوچ ہی رہی تھی......"

"کپڑے ٹھیک ہیں یہی...... مجھے ابھی ضرورت نہیں......" وہ جلدی سے بولی۔

"جاؤں اماں کے ساتھ......"

"جاؤ"

"چلو اماں"

"چلو......"

"کچھ پیسے لیتی جاؤ......" بیگم سعیدہ نے اس کے قدم اٹھانے سے پہلے ہی کہا۔

"کس لئے" وہ حیرانی سے بولی۔

"کوئی چیز ہی لینا ہوتی ہے۔"

"نہیں...... مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں......"

"تمہاری مرضی...... ویسے رحمتے کے پاس پیسے ہیں ضرورت پڑی تو لے لینا۔"

"جی۔ دیکھوں گی"

وہ جھٹ سے کمرے میں گئی۔ بالوں کو درست کیا ہیئر بینڈ لگایا اور دوپٹہ کندھوں پر پھیلاتے ہوئے باہر نکل آئی......

رحمتے پہلے ہی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ملیحہ نے آنٹی کو خدا حافظ کہا اور اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔

"رحمتے" بیگم سعیدہ نے دروازے میں آتے ہوئے کہا۔

"زیادہ دیر نہ لگانا...... اور ملی کا خیال رکھنا...... اسے راستوں کا پتہ نہیں......"

"دیر تو ڈاکٹر کے پاس تو لگے گی۔ سٹور سے تو دو چار چیزیں ہی لینی ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر زاہد کے پاس بڑا رش ہوتا ہے اور مواء باری کے بغیر دیکھتا ہی نہیں۔ اچھا بیگم صاحب جی میں

چلی...... آؤ ملیحہ......"

دونوں گیٹ سے باہر نکل گئیں......

چند قدم ہی سڑک پر چلنا پڑا...... رکشہ مل گیا۔ رحمتے نے پتہ بتایا اور دونوں بیٹھ گئیں۔

"میٹر صحیح ہے نا......" رحمتے نے پوچھا تو رکشے والا مسکرا کر بولا۔ "دیکھ لو اماں پڑھ سکتی ہو تو پڑھ لو۔" اس نے میٹر کی طرف اشارہ کیا۔

"خیر چلو"

رکشہ چل دیا...... تھوڑی دور تک تو سڑک ہموار تھی۔ لیکن آگے جا کر گڑھے ہی گڑھے تھے۔ رکشے والا محتاط تھا۔ پھر بھی اچھل اچھل پڑ رہا تھا...... کبھی اماں اور ملیحہ ٹکرا جاتیں۔ کبھی سر چھت سے ٹکراتا۔ دونوں نے سامنے والا راڈ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

"تم ناحق آ گئیں" رحمتے نے جب رکشے کو ایک زبردست جھٹکا لگا تو ملیحہ سے کہا "بیگم صاحبہ کے ساتھ گاڑی میں آ جاتیں...... رکشے میں تو دل کلیجہ انتڑیاں سب گتھم گتھا ہو جاتے ہیں۔"

ملیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ

سیر و تفریح کے لئے تھوڑا ہی آئی تھی۔

اس کا تو ایک پلان تھا...... اسے عملی جامہ پہنانے ہی کو اس نے رحمتے کے ساتھ باہر آنے کا پروگرام بنایا تھا

ڈاکٹر کی دکان پر پہنچنے تک واقعی رکشے نے برا حال کر دیا تھا۔ کپڑے اور بال تو خیر جو خراب ہوئے سو ہوئے ملیحہ کا تو اچھل اچھل کر جی بھی متلانے لگا۔ وہ رکشے سے نکل کر چند لمحے کھڑی رہی تب جا کر طبیعت ٹھیک ہوئی۔

"یہ ڈاکٹر زاہد کی دکان ہے۔" رحمتے نے رکشے کا کرایہ دیتے ہوئے کہا۔ "دیکھ لو کتنی بھیڑ ہے۔ باہر بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں شفا بڑی ہے اس کے اور پیسے بھی کچھ زیادہ نہیں لیتا۔ اسی لئے ہر وقت دکان میں بھیڑ رہتی ہے۔"

"چلو تمہاری باری تو کافی دیر سے آئے گی۔"

"ہاں...... گھنٹہ ڈیڑھ کہیں نہیں گیا۔"

"اتنی دیر......"

"تو اور...... اسی لئے تو کہا تھا نہ آؤ میرے ساتھ......"

"میں تو یہاں نہیں بیٹھ سکتی۔

"اور کیا کرنا ہے۔"

"ارد گرد اتنی دکانیں ہیں۔ سڑک پار وہ پلازہ ہے اس میں بھی دکانیں ہوں گی۔"

"بے شمار......"

"تو پھر ٹھیک ہے تم یہاں بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرو۔ میں اس پلازہ میں گھومتی پھرتی ہوں......"

رحمتے نے خالی خالی نگاہیں اس پر ڈالیں۔

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں کوئی بچی نہیں ہوں اماں جو گم ہو جاؤں گی۔ اتنے دنوں بعد گھر سے باہر آئی ہوں۔ سٹور میں گھوموں پھروں گی۔ تب تک تم فارغ ہو جاؤ گی۔ ٹھیک۔"

اس نے یونہی سر ہلایا۔

ملیحہ نے اس سے کچھ پیسے لئے...... اور بولی۔ "آنٹی نے جو سودا منگوایا ہے مجھے بتاؤ۔ میں تب تک خریداری بھی کر لوں گی۔ ویسے بھی سٹور میں خالی خولی گھومنا اچھا نہیں لگتا۔ چیزیں خرید لوں گی۔"

"یہ ٹھیک ہے" رحمتے نے کہا اور چیزیں اسے بتانے لگی۔ جو بیگم سعیدہ نے منگوائی تھیں۔

"اس سٹور سے سب کچھ مل جائے گا نا۔" ملیحہ نے پوچھا۔

"ہاں سب کچھ۔ ہر بلا وہاں موجود ہے۔ اچھا پھر ادھر ہی آ جانا...... زیادہ دیر نہ لگانا۔"

"بہت اچھا"

" رحمتے دکان کے اندر چلی گئی۔ جہاں بچے بوڑھے جوان مریض قطار در قطار بیٹھے تھے۔

ملیحہ

سڑک پار کر کے اس شاندار پلازہ کے اندر چلی گئی۔

اور
گھنٹے سوا گھنٹے کے بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں رحمتے کے مطلوبہ سودے کے ساتھ وہ جـ بھی تھی۔ جس پر چند مختلف فون نمبر لکھے ہوئے تھے۔

یوں لگا جیسے ایکا ایکی آندھی طوفان آ گیا ہو۔ دروازہ پھٹاک سے دیوار کے ساتھ ٹکرایا۔ بریف کیس جو میز پر اچھالا تو لڑھکتا فرش پر جا گرا...... سامنے چھوٹی ٹیبل آئی تو اسے ٹھوکر ماری......

ٹی وی کے قریب بیٹھی ملیحہ پہلے تو گھبرا گئی۔ لیکن جب ہارون کو غصے سے لال پیلا دیکھا۔ تو بے اعتنائی سے گردن موڑ کر فلم دیکھنے لگی۔ جو وی سی آر پر چل رہی تھی۔

ہارون اس بے اعتنائی پر کچھ اور زہرپا آتش ہوا...... بگڑا اور اس کے سامنے جا کر غصے سے غرایا۔

"کہاں گئی تھیں تم آج......"

ملیحہ نے ایک لمحہ کوئی حرکت نہ کی۔ لیکن دوسرے لمحے غصے سے لال ہوتے ہوئے بولی۔ "آپ کو اس سے کیا...... میں پابند تو نہیں کہ اس قید خانے سے باہر ہی نہ نکلوں"

"قید خانہ تو یہ تمہارے لئے بن گیا ورنہ......"

"ورنہ کیا......"

"میں جانتا تھا...... امی تو بالکل سادہ ہیں۔ فریب کاری کو سمجھنا انہیں آتا ہی کب ہے۔"

ملیحہ کا غصہ ایک دم بڑھ گیا۔ اٹھ کر کھڑی ہوتے ہوئے زور سے بولی۔ "آپ کا مطلب کیا ہے۔"

"جو تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں...... تم گھر سے باہر گئی تھیں۔ بس اتنا جاننا ہی کافی سے زیادہ ہے۔"

"میں گئی تھی" وہ غرائی "اس چھت تلے پناہ اب بوجھ بن گئی ہے میرے لئے۔ مجھے

کوئی اور......"

"وہ تو تمہارا پاس ہے ہی......"

"ہارون"......وہ غرائی۔

"چیخو مت" وہ بھی دھاڑا۔

"اور آپ بھی اپنے آپ میں رہیں" وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

بات شاید زیادہ ہی بڑھ جاتی۔ کہ ڈائننگ روم کے دروازے میں بیگم سعیدہ آن کھڑی ہوئیں۔ وہ نئے برتن شوکیس میں رکھ رہی تھیں۔ آوازیں سن کر جلدی سے ادھر آئیں۔ ان کے ہاتھوں میں اب بھی کرسٹل کا ماڈل پکڑا ہوا تھا......

"کیا بات ہے" وہ جلدی سے بولیں۔

"اسی سے پوچھیں" ہارون غصے سے پاؤں پٹختا اوپر چلا گیا۔

ملیحہ حیرانگی اور غصے سے تملاتی ہوئیں کھڑی رہی۔

"کیا ہوا" بیگم سعیدہ اس کے قریب آئیں۔

"انہیں سے پوچھیں......" وہ دھم سے کرسی میں گر گئی۔

"حد ہو گئی وہ کہتا ہے تم سے پوچھوں تم کہتی ہو اس سے پوچھوں" بیگم سعیدہ کرسی پر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "ہوا کیا ہے؟"

"مجھے نہیں پتہ......"

"پھر بھی......"

"خدا قسم آنٹی مجھے کچھ نہیں پتہ۔ بس طوفان کی طرح آتے ہی......" اس کی آواز بھرا گئی......

"دروازہ تو کھٹاک سے بجا تھا......"

"بس آتے ہی چیخے کہ میں آج گھر سے باہر گئی تھی؟"

"ہائے ہائے اس میں اتنا تپنے کی کیا بات ہے۔"

"آپ سے پوچھ کر ہی گئی تھی نا۔" وہ رونے لگی۔

"اس میں غصہ ہونے کی تو کوئی بات ہی نہیں......"

وہ آنچل سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی "وہ کوئی بات تھوڑا ہی دیکھتے ہیں...... ہر وقت

بھوت چمٹے ہوتے ہیں انہیں...... بات بات پہ طعنے دیتے ہیں...... کہ مجھے پناہ دے رکھی ہے۔ نکال باہر پھینکیں گے۔ یہ کریں گے وہ کریں گے......"

"اب میں کیا کروں۔ تمہیں سب کچھ بتا تو چکی ہوں......"

"آپ نہ کریں۔ مجھے تو کرنا ہے۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں کرسی میں سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

بیگم سعیدہ نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ "میں تو یہی کہوں گی کہ جب تک یہاں ہو دل بڑا کر لو...... ہارون اپنی جگہ سچا ہے...... بھڑک اٹھتا ہے بات بات پر...... لیکن کیا کیا جائے۔

وہ پیالہ اٹھائے پھر کھانے کے کمرے میں چلی گئیں۔ معاملہ ان کے بس میں نہیں تھا۔ ایک حقیقت تھی......

ملیحہ نے ٹی وی اور وی سی آر بند کر دیا......

چند لمحے وہیں بیٹھی رہی

پھر

اٹھ کر اندر چلی گئی۔

بستر میں اڑی گرتے ہوئے اس نے کنپٹیاں دبائیں۔ جو غصے سے جل رہی تھیں۔ اسے سمجھ نہ آ رہا تھا۔ کہ اگر وہ باہر گئی بھی ہے تو ہارون کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ کیا یہاں رہ کہ وہ اس کے تابع ہو گئی ہے۔ اتنی کہ خود اپنی مرضی برت نہیں سکتی۔

"ہونہہ" اس نے بیڈ پر سے لٹکتی ٹانگیں غصے سے ہوا میں یوں چلائیں جیسے کسی رکاوٹ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہو۔

وہ غصے سے جھلائی اور پھنکارتے ہوئے سوچتی رہی۔ اسے ہارون کے رویے پر بے حد غصہ آ رہا تھا......

لیکن جب اس نے کچھ دلجمعی سے سوچا۔ تو اپنے آپ سے ہی سوال کرنے لگی۔

"کیا ہارون کو پتہ چل گیا ہے کہ میں کیوں باہر گئی تھی؟"

"لیکن کیسے؟ اسے کیسے پتہ میں کیا کرنے گئی تھی؟"

"کہیں وہ میرا پیچھا تو نہیں کرتا رہا۔ ؟؟؟"

جوں جوں سوال ذہن میں آتے گئے اسے رونا بھی بھولتا گیا اور غصہ بھی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل کے دراز سے کاغذ کی وہ چٹ نکال لی۔ جس پر چند فون نمبر لکھے تھے فون نمبر پڑھتے ہوئے اس نے سر اس انداز میں ہلایا گویا یہ کہہ رہی ہو۔ کہ وہ جان گئی ہے کہ ہارون کی جان کیوں ہوا ہو رہی تھی۔

وہ

جان گئی تھی

یا

نہیں

لیکن ہارون کی جان واقعی ہوا ہو رہی تھی۔ وہ اپنے بیڈ پر چت پڑا مسلسل چھت کو گھورے جا رہا تھا۔ دونوں ہاتھ سر تلے رکھے تھے۔ کبھی کبھی سر ادھر ادھر پٹخ لیتا تھا۔ آج کا واقعہ اس کے ہوش و حواس اڑا دینے کو کافی تھا۔

وہ

اپنا دفتری کام جو کسی فرم کے دفتر میں کرنے گیا تھا کر کے واپس آ رہا تھا۔ کہ مین روڈ پر جہاں دو رویہ سڑک تھی۔ اس نے تیزی سے گزرتے دوسری طرف جاتے کالی مرسڈیز دیکھی تھی۔

جس میں

ایک بڑی بڑی گھنی مونچھوں والے بڑی عمر کے آدمی کے ساتھ اس نے ملیحہ کو بیٹھے دیکھا تھا۔ گاڑیاں دونوں طرف سے تیزی سے رواں دواں تھیں۔ اس گاڑی پر بھی اس کی نظر چند لمحے ہی پڑی تھی۔ لیکن ملیحہ کو پہچان لینا مشکل کام تو نہ تھا۔ وہ تو اسے ہزاروں لاکھوں میں اب بھی صرف اس کی آواز سن کر ہی پہچان سکتا تھا۔ شکل دیکھ کر پہچان جانا کون سی بڑی بات تھی۔

کالی گاڑی

گھنی مونچھوں والا ادھیڑ عمر آدمی؟

اور

ملیحہ......؟؟؟

ان گنت سوال ایک دم پھیل کر سمٹے اور سمٹ کر پھیلے تھے۔ اس نے گردن موڑ کر بھی دیکھا تھا۔ وہ گاڑی آگے جا چکی تھی اس نے اس کا تعاقب کرنا چاہا تھا۔

لیکن

ٹریفک ون وے جا رہی تھی گاڑی کو موڑنا اور دوسری سڑک پر جانا اس وقت ممکن نہیں تھا۔ بغرض محال وہ ایسا کر بھی لیتا۔ تو کالی گاڑی اس کی پہنچ سے دور ہو چکی ہوتی۔

کاش وہ اڑ سکتا۔

مایوسی اور غصے کی جھلاہٹ میں یہ خیال بھی اس کے ذہن میں آیا تھا۔

یہ بات بھی ممکن نہ تھی۔

وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا۔ غصہ ابال بن کر اٹھتا رہا۔ ملیحہ پر اسے شروع ہی سے شک تھا۔ کہ وہ یادداشت بھولنے کی اداکاری کرتی ہے۔ یہ شک تو آج حقیقت کا روپ دھار کر سامنے کھڑا ہو گیا۔

کالی

گاڑی

بڑی بڑی مونچھوں والا ادھیڑ عمر آدمی......؟

کیا یہاں رہتے ہوئے بھی ملیحہ کا اس شخص سے رابطہ تھا۔ جس کی خاطر اس نے محبت پر لات ماری تھی اور ہارون کو چھوڑ دیا تھا؟

یہ

باتیں اتنی اذیت دہ تھیں کہ مضبوط سے مضبوط اخلاق و کردار کا آدمی بھی لڑکھڑا سکتا تھا وہ تو بیچارہ محبت کا زخم خوردہ روز جینے اور روز مرنے والا آدمی تھا...... اپنے آپ میں بٹا ہوا...... محبت اور نفرت کے شدید ریلوں میں پسنے والا...... یہ کرب کے مرحلے بے حد کٹھن اور ہمت آزما تھے......وہ ان ہی سے سنبھل نہ پاتا تھا۔

کہ

اک خونخوار حقیقت

اک بے رحم سچائی سامنے آ گئی۔

وہ تڑپتا بلکتا اور غصے سے پاگل نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا۔

وہ اپنی جگہ سچا تھا۔

اور

ملیحہ اپنی جگہ......

جان عذاب میں تو بیگم سعیدہ کی آئی ہوئی تھی۔ دونوں میں آج اس طرح آمنے سامنے ٹھن گئی تھی...... تو تکرار کی نوبت آ گئی تھی...... انہیں سمجھ نہ آ رہا تھا۔ کہ وہ کیا کریں۔ ملیحہ کو کہاں بھیجیں...... یا ہارون کو کیا تسلی دیں۔

بہت دیر گزر گئی

ہارون نیچے نہیں آیا۔

نہ ہی ملیحہ کمرے سے نکلی اور تو اور اس نے آج کچن میں بھی بیگم سعیدہ کا ہاتھ نہیں بٹایا۔ حالانکہ جانتی تھی کہ رحمتے کی طبیعت ناساز ہے اور اس نے آج کام سے چھٹی کی ہوئی ہے۔

بیگم سعیدہ اکیلی ہی کھانا پکانے میں لگی رہیں۔ انہوں نے بیٹے کی من پسند دو ڈشیں بنائیں۔ ہارون دوپہر کے کھانے پر کبھی کبھار ہی گھر پہ ہوتا تھا!

یہ ڈشیں بنانے میں بیگم سعیدہ کا یہ خیال بھی پنہاں تھا۔ کہ دونوں ڈشیں ہارون کو بڑی مرغوب ہیں۔ بڑے شوق سے کھاتا ہے اور بڑے پیار سے امی کے شکریے ادا کرتا ہے۔ اس طرح ان کا خیال تھا کہ غصے کا جو بھوت آج اس کے سر چڑھا ہے۔ وہ اتر جائے گا......

کھانا میز پر لگا کر انہوں نے دینو سے چپاتیاں لانے کو کہا۔ کبھی کبھی رحمتے کا یہ کام وہ کر دیا کرتا تھا۔ موٹے پتلے چھوٹے بڑے پھلکے بنا کر گزارہ چلا ہی لیا کرتا تھا۔

لاؤنج میں آ کر بیگم سعیدہ نے ملیحہ کو آواز دی۔

"جی آنٹی......"

"باہر آؤ...... کھانا تیار ہے"

"جی اچھا......"

وہ کمرے کے دروازے میں آن کھڑی ہوئی۔ بیگم سعیدہ نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ منہ سے کچھ نہیں بولیں......

پھر

انہوں نے ہارون کو آواز دی......

جواب نہ پا کر پھر پکارا......

دو تین بار آوازیں دینے کے بعد وہ خود اوپر جانے کے ارادے سے دروازے کی طرف بڑھیں تو بالوں کو انگلیوں سے سلجھاتا کپا منہ کئے سرخ انگارہ آنکھیں لئے وہ سیڑھیوں کیطرف آ گیا۔

"کھانا کھالو آ کر"

"وہ بنا جواب دیئے سیڑھیاں اتر آیا......

بیگم سعیدہ نے بیٹے کا چہرہ دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا...... دل ہی دل میں صدقے قربان ہو گئیں۔

"ہو کیا گیا......" انہوں نے بیٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "وہ بازار ہی گئی تھی نا......"

ہارون نے دانت پیستے ہوئے اک خونخوار نگاہ ملیحہ پر ڈالی اور پاؤں سے قالین پر ٹھوکر مارتے ہوئے بولا "امی آپ اس لڑکی کو نہیں سمجھ سکتیں۔ فریبی، دغاباز اور بہت بڑی اداکارہ ہے......"

"آنٹی" ملیحہ دو قدم آگے بڑھی...... اور غصے سے بولی "یہ حد سے بڑھتے جا رہے ہیں......"

ہارون نے گردن گھما کر سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے گھورا اور پھر پلٹ کر اس کے سامنے آتے ہوئے بولا "کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"ہونہہ" وہ بھی پھنکاری۔

"بتاؤ نا کہاں گئی تھیں۔ بازار کے بہانے...... امی کو تو دھوکہ دے لیا۔ لیکن میں نے پکڑ لیا نا......"

"میں جہاں بھی گئی تھی" اسے بھی بے طرح غصہ آ گیا "آپ کو اس سے کیا...... میں آپ کی غلام ہوں نہ زر خرید...... بھلے پناہ دے رکھی ہے تو......"

"ہاں ہاں تو......"

"تو میں اس سے بھی آزاد ہو جاؤں گی سمجھے آپ۔ نہیں احسان لوں گی اور اتنا ہی بہت

ہے......" اس کی آواز گھٹ گئی۔

"ملیحہ" بیگم سعیدہ دونوں کے درمیان آگئیں۔

"اداکاری کر رہی ہے امی......" ہارون چیخا...... "کہیں جاتی ہے تو جانے دیں اسے۔ اس نے ٹھکانہ ڈھونڈ لیا ہے"

"ہارون بیٹے"

"ہاں امی...... ڈھونڈ کیا لیا ہے پھر سے پالیا ہے۔ یہ یہاں کیوں آئی تھی...... پتہ نہیں۔ لیکن یہ بھولی وولی کچھ نہیں......"

ملیحہ کا جی چاہا کرسی اٹھا کر ہارون کے سر پر دے مارے۔ اس کی باتیں جی جلانے والی تو ہمیشہ سے تھیں اب تو انتہا ہو رہی تھی......

بیگم سعیدہ نے تکرار و تنازعہ اس طرح بڑھتے دیکھا تو ملیحہ سے بولیں "ملیحہ...... تم سب کچھ جانتی ہو۔ بھول گئی تھیں۔ تب بھی مین نے بتا دیا تھا۔ ایک ایک بات بتا دی تھی......"

"اب اس کی پاداش میں میں جب تک یہاں رہوں سولی پر لٹکتی رہوں؟" وہ دکھ سے بولی۔

"سولی پر لٹکایا ہوا ہے خود لٹکنے کی کیا ضرورت" ہارون کہتے ہوئے کھانے کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ملیحہ گھوری

اور

اندر لوٹ گئی۔

بیگم سعیدہ چند لمحے انتظار میں کھڑی رہیں...... جب وہ اندر سے باہر نہ آئی...... تو خود ہی دیکھنے کمرے میں گئیں......

وہ کرسی پر بیٹھی سر دونوں ہاتھوں پر گرائے روئے جا رہی تھی۔

"ملیحہ" بیگم سعیدہ کرسی کے قریب آکر کھڑی ہو گئیں۔

وہ شوں شوں کئے مسلسل روئے گئی......

"ملیحہ" بیگم سعیدہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"جی آنٹی" وہ بیچاری آنٹی کے لئے دردسری بننے پر خود سے شرمسار تھی۔

"چلو آنکھیں پونچھو...... اور چل کر کھانا کھالو......"

"مجھے بھوک نہیں......"

"بچوں والی باتیں مت کرو۔ چلو اٹھو......"

"نہیں آنٹی جی......"

"ملیحہ" وہ اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ "تم سیانی ہو۔ ساری بیک گراؤنڈ جانتی ہو اور یہ بھی پتہ ہے کہ جب تک تمہاری یادداشت نہیں لوٹتی۔ مجبوراً ہی سہی تمہیں یہیں رہنا ہے۔"

"نہیں آنٹی" وہ آنکھیں آنچل سے پونچھتے ہوئے بولی۔

"کیا......"

"بہت ہو گیا"

"کیا ہو گیا"

"میں آپ لوگوں کے لئے ذہنی کوفت کا باعث بنی ہوئی ہوں۔ ہارون بھی شاید اپنی جگہ سچے ہیں۔ لیکن اب سب کچھ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا......"

"شاید تم بھی اپنی جگہ سچی ہو...... لیکن میرا ضمیر نہیں مانتا...... میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی۔ خدا کرے تمہاری یادداشت لوٹ آئے۔ تو مسئلہ حل ہو جائے......"

"اس کا کیا کہا جا سکتا ہے آنٹی...... کیا پتہ کبھی لوٹے گی بھی یا نہیں...... ہارون تو سرے سے یہ ماننے سے ہی انکاری ہیں...... آنٹی...... کیا میں اداکاری کرتی ہوں...... میں کوفت اور کرب کے جس دور سے گزر رہی ہوں آپ نہیں جان سکتے آنٹی......"

"ٹھیک ہے" وہ بولیں...... "پر......"

"کیا آنٹی......"

"بات بڑھنے نہ دیا کرو......"

"جی"

"ہارون نے جب آتے ہی پوچھا تھا...... کہ تم کہاں گئی تھیں۔ سادگی سے جواب دے دیتیں۔"

"وہ تو آتے ہی آندھی بگولے کی طرح تھے......"

"پھر بھی...... اگر کہیں گئی تھیں...... تو......"

"میں کہاں گئی تھی بتاؤں آنٹی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور میز کی دراز کھول کر پھر وہی فون نمبرز کی چٹ نکال لی۔ جو تھوڑی دیر پہلے رکھی تھی......

"یہ لیں" اس نے چٹ ان کی طرف بڑھائی۔

"یہ کیا ہے وہ حیرانگی سے بولیں۔

"تین فون نمبر ہیں......"

"کس کے"

"ایک یتیم خانے کا اور دوسرے گرلز ہوسٹل کا۔ یہ تیسرا دارالامان کا ہے۔"

وہ حیران اور بے یقین نظروں سے ملیحہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ "یہ کہاں سے لئے"

"مختلف لوگوں سے بڑی تگ و دو کے بعد......"

"بیگم سعیدہ نے ناراضگی سے ملیحہ کو دیکھا اور اٹھتے ہوئے چٹ پرزے پرزے کرتے ہوئے دکھے لہجے میں بولیں" ہارون جیسا بھی ہے۔ میں نے تو تمہیں کبھی کچھ نہیں کہا...... سب کچھ جاننے کے بعد بھی سینے ہی سے لگایا ہے۔ لیکن تم مجھے چھوڑنا چاہتی ہو......"

"آنٹی" ملیحہ بے اختیارانہ آگے بڑھی

اور

بیگم سعیدہ کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے بچوں کیطرح رونے لگی۔

بیگم سعیدہ چند لمحے بے حس و حرکت کھڑی رہیں۔ پھر ان کی ممتا ابل پڑی اور انہوں نے ملیحہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کی چاند جیسی پیشانی پر ہونٹ رکھ دیئے۔

ملیحہ باہر گئی تھی۔ تو بیگم سعیدہ اپنے بیڈ روم میں سیمسونائٹ کا ہلکے سبز رنگ کا سوٹ کیس گھٹنوں پہ رکھے بیڈ کے کنارے پر بیٹھی تھیں۔ ان کے ہاتھ میں چابیاں تھیں...... اور بکس کھولنے کے ارادے سے گچھے میں سے چابی ڈھونڈ رہی تھیں۔

کافی دیر بعد ملیحہ اندر آئی۔

تو وہ تب بھی اسی سوٹ کیس کو کھولنے میں مصروف تھیں۔

"آنٹی" ملیحہ ان کے قریب آ گئی۔

"ہوں"

"تب سے سوٹ کیس کھول رہی ہیں......"

"ہاں" بیگم سعیدہ نے لمبی سی ہاں کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ "اس میں نئے شفون اور کرنکل جارجٹ کے دوپٹے ہیں۔ عصمہ کے لئے ایک دوپٹہ نکالنا ہے۔ مواء سوٹ کیس کھل ہی نہیں رہا......"

"عصمہ کی شادی ہو رہی تھی...... بیگم سعیدہ ایک خوبصورت جوڑا تو پہلے ہی نکال کر قریب رکھے بیٹھی تھیں...... دوپٹہ نکالنا مقصود تھا...... شادی جمعہ کو تھی...... دو دن پہلے مایوں میں جانا تھا۔ اور تحفہ بھی تب ہی لے جانا تھا۔

ملیحہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی "لایئے میں کھولوں"

"پتہ نہیں چابیاں تو یہی ہیں۔ اس میں چابی لگ کیوں نہیں رہی......"

"میں کھولتی ہوں"

اس نے سوٹ کیس اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا "خاصہ وزنی ہے" وہ مسکرائی۔

"دوپٹوں کے دو تین تھان ہیں اس میں"

"لایئے چابیاں......

بیگم سعیدہ نے گچھا ملیحہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ "یہ چھوٹی چوکور سرے والی جو چابی ہے نا اس کی ہے"

"میں دیکھتی ہوں"

ملیحہ نے سوٹ کیس گھٹنوں پر کھڑا کر کے رکھ لیا۔ اور اسکے تالے کا معائنہ کرتے ہوئے کبھی ادھر کا کبھی ادھر کا کلپ کھولا بند کیا...... پھر چابی تالے میں لگائی۔ چابی اندر گئی ہی نہیں۔ اس نے کئی بار کوشش کی۔ سیدھی ٹیڑھی الٹی ہر طرح سے چابی لگائی۔ وہ پورے انہماک سے تالہ کھولنے میں مصروف تھی۔

لیکن

چابی کسی طور تالے میں فٹ نہ آ رہی تھی۔

اس نے دوبارہ اور سہ بارہ چابی لاک میں لگائی۔ گھمانے کی کوشش کی' جب بھی کامیابی نہ ہوئی۔ تو اس طرح بیٹھے بیٹھے اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور ہتھیلی پھیلاتے ہوئے پشت کی طرف کندھے کے اوپر سے لے جاتے ہوئے بولی "ملیحہ ذرا اپنی چابیاں دینا......"

پاس بیٹھی بیگم سعیدہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا "وہ کس ملیحہ سے چابی مانگ رہی تھی۔ وہ کچھ کہنے ہی والی تھیں۔ کہ

ملیحہ جھلا کر بولی "دو نا اپنی چابیاں ملیحہ...... میرا بکس نہیں کھل رہا......"

"ملیحہ؟؟" بیگم سعیدہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں اس کا نام لیتے ہوئے کہا "کس ملیحہ کو چابی کا کہہ رہی ہو ملیحہ......"

اور

پھر

اچانک ہی اس نے سر اٹھایا...... بیگم سعیدہ کو دیکھا۔ پھر گرد و پیش نگاہ ڈالتے ہوئے بولی۔ "ملیحہ سے چابی...... وہ...... کہاں گئی......"

"کون" بیگم سعیدہ نے اس کا کندھا ہلایا۔

"ملیحہ"

"ملیحہ تم ہو......"

"نہیں...... میں تو شرمین ہوں...... ملیحہ میری بہن ہے...... وہ......"

یہ کہتے ہوئے وہ جیسے خود ہی گڑبڑا گئی۔ اس نے سوٹ کیس چھوڑ کر دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھام لیا...... اس کے سر میں دھماکے سے ہونے لگے......

اور

یہ لحاتی دھماکے جب رکے۔ تو وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے چلائی...... "میں...... میں کہاں ہوں"

پھر

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیگم سعیدہ نے جلدی سے سوٹ کیس قالین پر رکھ کر اسے سنبھالا۔ "ملیحہ ملیحہ......" انہوں نے پکارا۔

تو

وہ بے اختیارانہ گھبراہٹ سے بولی "میں ملیحہ نہیں ہوں۔ ملیحہ میری بہن ہے میں شرمین ہوں۔ میں شرمین ہوں......"

اس نے سر ادھر ادھر جھٹکا۔ اس کا بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ پیشانی بھی بھیگ رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے......

"لیٹ جاؤ۔ لیٹ جاؤ تھوڑی دیر کے لئے میں ہارون کو بلاتی ہوں۔ تم لیٹ جاؤ۔ ڈاکٹر کو بھی فون کرتی ہوں......"

لیکن

وہ لیٹی نہیں

سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھی غیر متوازن سانس لیتی رہی۔

پھر ایکا ایکی وہ چلا اٹھی...... "اوہ...... مجھے یاد آ گیا...... سب کچھ یاد آ گیا...... میں شرمین ہوں۔ میں ملیحہ کی بہن ہوں...... میں اس کے پاس آئی ہوئی تھی...... ایسا ہی سوٹ کیس تھا میرا۔ جس کا لاک خراب...... اوہ...... خداوندا...... میرا گھر...... میرا شوہر...... عزیز چچا سب...... سب یاد آ گئے......"

وہ ہاتھوں میں سر تھامے چیخے جا رہی تھی۔

"بیٹی...... بیٹی......" بیگم سعیدہ اس کی حالت اور باتوں سے گھبراہٹ تجسس خوشی اور

حیرانگی محسوس کرتے ہوئے خود ہی جیسے بے قابو ہوئی جا رہی تھیں۔ یہ حیران کن انکشاف تھا۔ کہ یہ لڑکی ملیحہ نہیں شرمین ہے۔ بیگم سعیدہ کا اپنا دماغ بھی چکرانے لگا تھا......

"تم...... ملیحہ نہیں ہو۔ شرمین ہو۔" انہوں نے بے اختیارانہ اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اس کا چہرہ اونچا کیا......

"ہاں آنٹی...... میں اور ملیحہ جڑواں ہمشکل بہنیں ہیں۔" وہ اب اپنے آپ پر کچھ قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"سچ"

"ہاں آنٹی...... مجھے سب کچھ یاد آ گیا ہے۔ میرا ایسا ہی بکس لاک ہو گیا تھا۔ میں اسی طرح اسے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی......"

"کہاں"

"ملیحہ کے گھر"

"وہ کہاں رہتی ہے۔ تمہیں پتہ ہے"

"ہاں...... مجھے پتہ ہے...... چند دن ہوئے میں اسی کے پاس تو آئی تھی...... وہ سن ویو ہوٹل کے دائیں طرف جو بنگلے بنے ہوئے ہیں نا وہاں رہتی ہے...... اوہ خداوندا......" اس نے پھر سر ہاتھوں پر گرا لیا......

پھر

سر اٹھاتے ہوئے بولی...... "آنٹی میری یادداشت بالکل کھو گئی تھی۔ لیکن اب مجھے سب کچھ یاد آ گیا ہے۔ سب کچھ......"

اس کی جو ذہنی حالت اس وقت تھی اس کے پیش نظر بیگم سعیدہ نے اس سے زیادہ سوال نہیں پوچھے۔ بلکہ بولیں "تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاؤ۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ تمہاری یادداشت لوٹ آئی۔ تم بہت نروس ہو رہی ہو۔ لیٹ جاؤ۔ میں تمہارے لئے دودھ لے کر آتی ہوں۔"

بیگم سعیدہ نے اسے خود ہی بستر پر لٹا دیا۔ کمبل سینے تک ڈالا اور لیٹے رہنے کا کہتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئیں۔

ہارون لاؤنج میں ہی کھڑا تھا۔ آج بھی آفس کچھ دیر ہی سے جانا تھا۔ اس لئے ابھی تیار

بھی نہیں ہوا تھا۔ صوفے کے قریب اخبار لئے کھڑا تھا۔ شاید اوپر جانے کو تھا۔

"ہارون...... ہارون......" بیگم سعیدہ بے پناہ تجسس سے اس کی طرف لپکیں۔

"کیا ہوا امی......" وہ انہیں کندھوں سے تھام کر بولا۔

"اس کی یادداشت لوٹ آئی ہے......" وہ جیسے میلوں کا سفر کر کے آئی تھیں۔ ہانپتے ہوئے بولیں......

"کس......" پھر یکدم ہی وہ بولا "ملیحہ کی یادداشت لوٹ آئی ہے۔"

"ہاں...... ہاں...... لیکن وہ ملیحہ نہیں ہے۔"

"کیا؟"

"وہ شرمین ہے۔ ملیحہ اس کی جڑواں بہن ہے جڑواں اور ہمشکل......"

"نہ...... نہ...... نہیں......"

"ہاں ہاں۔ چل کر دیکھو تو اسے...... وہ شرمین نام بتا رہی ہے اپنا۔ اسے یہ بھی پتہ ہے کہ ملیحہ کہاں رہتی ہے......" بیگم سعیدہ جلدی جلدی ہارون کو وہ سب کچھ بتانے لگیں۔ جو انہوں نے شرمین کے منہ سے سنا تھا۔

ہارون حیران و پریشان کھڑا ماں کا منہ تکے جا رہا تھا۔ جو کچھ نڈھال اور بے حال سی ہو کر صوفے پر بیٹھ گئی تھیں......

ان کی آواز سن کر رحمتے بھی کچن سے نکل آئی۔ اور سودے کے لئے بازار جانے کو تیار دینو بھی تھیلا پکڑے ادھر ہی آ گیا۔

"کیا ہوا بیگم صاحب جی" رحمتے جلدی سے بولی۔

"اسے یاد آ گیا۔ سب کچھ یاد آ گیا۔" بیگم سعیدہ نے کہا۔

"کسے جی" دینو بولا۔

"اسے ہے اسے ہی" بیگم جلدی سے بولیں۔ "وہ ملیحہ نہیں ہے اس کی بہن ہے اس کا نام شرمین ہے۔"

"جی؟؟؟" حیرت زدہ سی چیخ ان دونوں کے منہ سے نکلی۔

"نہ جی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" رحمتے گال پر انگلی رکھتے ہوئے بولی۔ "ہو بہو ملیحہ ہے......"

"اس کی ہم شکل بہن ہے......" بیگم نے کہا۔

"اللہ تیری شان" دینو بولا......

اس دوران ہارون بالکل خاموش کھڑا رہا۔ لیک جھپک کئی واقعے کئی یادیں کئی باتیں ذہن میں آ رہی تھیں...... اس نے صوفے کی پشت کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ لیا ہوا تھا۔

اب رحمتے کی باری تھی۔ سوال پہ سوال کر رہی تھی۔

"جا کے خود ہی دیکھ لونا۔ میرا تو دماغ چکرا گیا ہے۔" بیگم سعیدہ نے اس کے تکے بے تکے سوالوں سے الجھ کر کہا۔

وہ اندر جانے کو قدم اٹھانے ہی لگی تھی۔ کہ وہ جھٹ سے بولیں۔ "آئے ہائے...... ایک پیالی دودھ گرم کرو جلدی سے۔ لڑکی بہت نروس اور نڈھال ہو رہی ہے...... دودھ لے کر آؤ جلدی سے۔"

"نہیں آنٹی" وہ کمرے سے باہر آتے ہوئے بولی "میں اب بالکل ٹھیک ہوں......"

ہارون' دینو اور رحمتے نے بیک وقت اسے دیکھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ان سب کے قریب آ گئی۔

"تم...... تم ملیحہ نہیں ہو" رحمتے نے بے یقینی سے اسے دیکھا اور یقین کرنے کو اسے چھواء۔

وہ دھیرے سے اپنی مخصوص حسین مسکراہٹ سے بولی "میں شرمین ہوں......"

"شرمین" رحمتے نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ادھر بیٹھو......" بیگم سعیدہ نے اسے قریب آنے کو کہا...... "تم یقیناً کمزوری محسوس کر رہی ہو بیٹھ جاؤ......"

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں آنٹی جی......" وہ ان کے پہلو میں بیٹھ گئی...... "وہ یادداشت لوٹنے کے عمل میں جو ذہن لہرایا اور الٹا پلٹا تھا۔ اب بالکل ٹھیک ہے......"

ہارون نے اسے دیکھا۔ چند لمحے دیکھتا رہا پھر بے صبری سے بے یقینی سے بولا "تم واقعی شرمین ہو"

"مجھے تو یقین ہے۔" وہ دھیرے سے مسکرائی......

"مجھے بھی تم کبھی ملیحہ نہ لگی تھیں......" بیگم سعیدہ نے اسے پیار کر لیا۔ "دل مانتا ہی نہیں تھا۔ کہ تم ملیحہ ہو تم دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے......"

"شکل و صورت قد کاٹھ تو بالکل ایک جیسا ہے۔" رحمتے جلدی سے بولی۔

"ہم جڑواں ہمشکل بہنیں ہیں......" وہ مسکرائی......

وہی دل چرا لینے والی قاتل مسکراہٹ۔ وہی اندا دلربائی...... وہی شکل وہی جسم وہی قد...... ہارون کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ کہ وہ ملیحہ نہیں شرمین ہے۔

دل دھوکہ کھا چکا تھا...... اس لئے اب مزید دھوکہ کھانے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس لئے اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا اور ماں سے کہا "یہ کوئی نئی چال ہے امی......"

پھر

اس کے ذہن نے خود ہی نفی کر دی۔ کل اس نے ملیحہ کو کالی گاڑی میں اس مونچھوں والے کے ساتھ دیکھا تھا اور امی نے بتایا تھا۔ کہ کل ملیحہ مختلف جگہوں سے یتیم خانوں' ویلفیئر اداروں اور دارالامان کے متعلق معلومات حاصل کرتی پھری تھی...... ذہن نے قبول کیا کہ وہ لڑکی جو گاڑی میں تھی یقیناً وہی ملیحہ تھی اور یہ لڑکی شرمین ہی ہو گی......

لیکن

وہ کچھ نہیں بولا۔ شرمین ہی نے اک نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "نہ کوئی پرانی چال ہے نہ نئی...... اتفاق ہی سے میں آپ لوگوں کے گھر آ گئی۔ آپ جو ملیحہ کو جانتے تھے...... اور......"

"تمہاری یادداشت لوٹ آئی ہے۔" ہارون بے اعتباری سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی......" اس نے کہا۔

"تو یہ بھی یاد آ گیا ہو گا۔ کہ سفید گاڑی میں تمہیں دھکا کس نے دیا تھا۔"

وہ بے اختیارانہ ہنس پڑی...... "مجھے کسی نے دھکا نہیں دیا تھا......"

"تو" تقریباً سب ہی نے کہا۔

"گاڑی میں کون تھا؟" بیگم سعیدہ بولیں۔

"ملیحہ تھی آنٹی"

"ملیحہ......؟؟"

"جی ہاں...... میں اور وہ ہی تھے...... سفید گاڑی ملیحہ کے پاس ہے......"

"تم گریں کیسے؟"

وہ بڑے اطمینان سے مسکرائی اور بولی "میں گری نہیں تھی...... اتری تھی۔ لیکن پھسلن تھی...... شاید......"

"تم گر پڑیں اور ملیحہ نے مڑ کر دیکھا بھی نہیں" یہ ہارون نے سوال داغا۔

"جی نہ تو اس نے مجھے دھکا دیا نہ ہی گرایا......" وہ اب قدرے تلخ لہجے میں بولی "ہم دونوں جا رہی تھیں...... ہماری لڑائی ہو رہی تھی۔ ملیحہ میری بات کسی طور مان ہی نہ رہی تھی۔ اس لئے میں نے غصے میں کہا کہ وہ مجھے یہیں اتار دے۔ میں واپس جاؤں گی۔ اس نے مجھے اتارا اور آگے چل دی...... اسے الہام نہ ہو سکا۔ کہ میرا پاؤں پھسلا ہے اور چوٹ سر میں آنے سے میری یادداشت کھو چکی ہے۔"

"ہوں"

"بہرحال......" وہ بولی "آپ لوگوں نے مجھے ملیحہ سمجھا...... سمجھنا ہی تھا۔ کہ ہم دونوں آئی ڈینٹیکل ٹون ہیں...... ذرا فرق نہیں...... ویسے زیادتی میرے ساتھ ہوئی۔ اس نے ایک لمحہ کو رک کر ہارون کی طرف دیکھا جو اسے ہی تک رہا تھا۔ سرزنش لہجے میں اس نے کہا "ملیحہ ہونا مجھے خاصہ تکلیف دہ اور اذیت ناک پڑا......"

ہارون نے سوری بھی نہ کہا۔ وہ ابھی تک بے یقینی کے چنگل سے نکل ہی نہ پایا تھا۔ اس لے جلدی سے بولا "آپ جانتی ہیں ملیحہ کہاں ہے؟"

"یہاں آنے سے پہلے تو وہ سن ویو ہوٹل کے دائیں ہاتھ بنے بنگلے نمبر پانچ میں تھی......" پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی...... "آج کیا تاریخ ہے"

بیگم سعیدہ اور رحمتے بیک زبان بولیں۔ "پندرہ......"

"مجھے یہاں آئے کتنے دن ہوئے ہیں......؟"

ئم سعیدہ نے ہی حساب کر کے اسے بتایا۔

"پچھلے ماہ کی بات ہے۔"

"ہاں غالباً ستائیس تاریخ تھی......"

"میں ملیحہ کے ہاں جانا چاہتی ہوں آنٹی...... ابھی...... مجھے لے جانے کی تکلیف ا...

لیجئے گا اب میں مزید زحمت نہیں بنوں گی......"

"چلیں گے لے چلیں گے" وہ پیار سے بولیں۔

"ابھی چلئے......"

"چلو......" ہارون نے کہا "امی تیار ہو جائیے۔ ابھی چلتے ہیں......"

"میں اسے لے جاتی ہوں۔ ڈرائیور کو بلا بھیجو...... تم نے کیا کرنا ہے وہاں" بیگم سعیدہ نہیں چاہتی تھیں کہ ہارون اور ملیحہ کا سامنا ہو۔

لیکن

ہارون جانا ہی اس لئے چاہتا تھا۔ کہ یقین کر سکے کہ یہ لڑکی واقعی شرمین ہے اور اس کی جڑواں بہن ملیحہ ہے۔ ملیحہ نے کبھی اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس نے تو سرے سے کبھی کسی بہن کا ذکر ہی نہیں کیا تھا۔

"میں لے چلتا ہوں...... آپ تیار ہو جائیں...... میں ابھی آتا ہوں۔" وہ اوپر چلا گیا۔

بیگم سعیدہ اور رحمتے تجسس سے شرمین سے اس کی گزشتہ زندگی کے بارے میں استفسارات کرنے لگیں۔

وہ کون تھی۔

کہاں سے آئی تھی

کیسی تھی

اس نے سب کچھ انہیں بتا دیا۔

اور

یہ سب کچھ بتاتے وقت وہ کبھی اپنی کنپٹیاں دبانے لگتی۔ کبھی چہرہ سرخ ہو جاتا۔ کبھی آواز دھیمی پڑ جاتی اور کبھی وہ بڑے جوش سے بولنے لگتی۔ شاید اس لئے کہ وہ اپنے ماضی سے اتنے عرصہ کٹ کے رہنے کے بعد مل رہی تھی۔

وہ دونوں جڑواں ہمشکل بہنیں تھیں۔ ان کی ماں ایک عرب نژاد ہسپانوی خاتون تھی۔ جو بلاشبہ انتہائی حسین تھی۔ وہ مور شہزادی تھی یا نہیں۔ یہ ٹھپہ ملیحہ نے آپوں آپ لگا لیا ہوا تھا۔ بچپن میں یہ دونوں لندن میں رہیں۔ لیکن ماں کے حادثے میں مرجانے کے بعد دونوں اپنے باپ نصیر احمد کے ساتھ پاکستان آگئیں۔ وہ دونوں کمسن تھیں۔ انہیں سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ اس لئے نصیر احمد نے ایک نوجوان بیوہ سے جس کا ایک سات سالہ بیٹا بھی تھا شادی کر لی۔ ملیحہ باپ کی کچھ زیادہ ہی لاڈلی اور سرچڑھی تھی۔ نئی ماں کو اس نے باپ کے قریب دیکھا تو اس سے چڑ گئی اور ایسا چڑی کہ ماں کو ماں سمجھا ہی نہیں۔ صرف ماں ہی سے چڑ نہ تھی اسے تو اس کے بیٹے شکیل سے بھی جیسے دشمنی ہو گئی۔ مجبوراً سلطانہ بیگم کو اپنا بیٹا اپنی ماں کے پاس رکھنا پڑا۔

ملیحہ کے مزاج بگڑنے کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ وہ شروع ہی سے من مانی کرنے والی تھی۔ کسی کا کہا سننا اسے بھاتا ہی نہیں تھا۔ من گھڑت قصے جوڑنا بھی عادت تھی۔ جھوٹ بھی بولا کرتی تھی۔ گھر میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے گھر کے کام کاج کے قریب بھی نہ آتی تھی۔ اسے تو صرف اچھا پہننے اچھا کھانے اور اچھے انداز میں جینے کا شوق تھا۔ امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزارنے کی باتیں کیا کرتی تھی۔ شرمین اس کے بالکل برعکس تھی۔ ماں سے اس کی بن آئی۔ اس کی عزت کرتی۔ اس کے زیر سایہ تربیت پا کر وہ بے حد اچھی سگھڑ اور سلیقہ مند لڑکی بن گئی تھی۔

باپ کے مرنے کے بعد تو ملیحہ جیسے مادر پدر آزاد ہو گئی۔ دکھ بھی زیادہ اسی کو ہوا۔ لیکن ان کے بعد وہ ماں کو ایک آنکھ نہ دیکھ بھائی۔ نتیجتاً ماں بھی اس سے ہر وقت شاکی رہتی۔ اسے بھی اس اکھڑ خود سر اور خود ساختہ دنیا میں جینے والی لڑکی سے کوئی ہمدردی نہ رہی تھی۔

یوں دونوں بہنیں الگ الگ مزاجی صفتیں لئے جوان ہو گئیں۔ بی اے کرنے کے بعد ملیحہ بضد تھی کہ وہ کسی دوسرے شہر جا کر نوکری کرے گی۔

ان کے ابا بہت امیر کبیر آدمی نہ تھے۔ ہاں کچھ موروثی جائیداد تھی۔ جس کا کرایہ خاصہ معقول تھا۔ ان کے مرنے کے بعد بھی یہی جائیداد کام آ رہی تھی۔ گزر بسر اچھی ہو رہی تھی۔ رہنے کو بڑا مالکان بھی اپنا تھا۔

لیکن ملیحہ ان چیزوں پر شاکر و صابر رہنے والی کہاں تھی۔ اسے تو رہنے کے لئے خوبصورت اور شاندار سامان سے لیس کوٹھی چاہئے تھی۔ پانی کی طرح اخراجات پر بہانے کو پیسہ۔ جو یہاں نہیں تھا۔

شروع ہی سے وہ دولت کی دیوانی تھی۔ وہ امیر ترین لڑکیوں سے دوستی کرتی۔ ان کے گھروں میں جاتی۔ خود انہیں ہوٹلوں میں مدعو کرتی اور جب کوئی ایسی دوست گھر آنے پر اصرار کرتی۔ تو وہ اس سے دوستی ہی توڑ دیتی۔ اسے نئی نئی دوستیں بنانے کی عادت تھی۔ پرانی دوستوں کو چھوڑ کر اسے ذرہ بھر دکھ نہ ہوتا...... نہ ہی کبھی لوٹ کر بہن سے ملتی۔ تصنع اور بناوٹ اس نے اپنے اوپر مسلط کر رکھی تھی......

شرمین اسے بہت سمجھاتی

لیکن

وہ تو الٹا اسی سے لڑ پڑتی۔ اسے بزدل قرار دیتی...... سوتیلی ماں کا چمچہ کہہ کر پکارتی۔

دونوں نے بی اے کر لیا۔ ملیحہ کو تو چند دن بھی گھر پہ بیٹھنا گوارہ نہ تھا۔ اسی لئے اس نے ماں سے کہہ دیا۔ میں کہیں نوکری کروں گی۔

ماں اس کو انکار کہاں کر سکتی تھی۔ ہاں شرمین ہی نے کہا۔ ”نوکری کی کیا ضرورت ہے۔ ایم اے میں داخلہ لے لو۔ گزر بسر تو ہو ہی رہی ہے“

”تم تو کنوئیں کا مینڈک ہو بیٹھی رہو یہیں...... میں تو جاؤں گی“

”دنیا بہت وسیع ہے۔“

”گھر چھوڑ کر جاؤ گی“

”اس گھر میں میرے لئے ہے ہی کیا...... میں اپنی دنیا آپ بناؤں گی۔“

”بی اے کر کے سمجھتی ہو پہاڑ ڈھا لیا۔ کیا نوکری ملے گی؟ کلرکی......؟“

"ہونہ۔ میں اپنا مقام آپ بناؤں گی۔"

"کوئی آسرا بھی تو ہوتا ہے نا......"

"ہے"

"کونسا"

"میرا اپنا آپ۔ خوبصورت اور حسین پیکر...... قاتلانہ حد تک خوبصورت چہرہ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ شرمین کو بہت غصہ آیا۔ دونوں میں اس دن بڑی لڑائی ہوئی۔

لیکن

وہ ٹلنے والی کہاں تھی۔ اس کی ایک بہت امیر اور اونچی فیملی کی دوست کے ابو کا تبادلہ یہاں ہوگیا اور اس سے کہہ سن کر ملیحہ اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں آگئی۔ اسی سہیلی کے ابو کی وجہ سے اسے ایک کمپنی میں نوکری بھی مل گئی۔

اس نوکری سے وہ مطمئن تو نہ تھی۔

لیکن

خوش ضرور تھی۔

اب تو وہ بالکل آزاد تھی۔ نہ ہی سر پر ماں تھی اور نہ ہی بات بات پر ٹوکنے اور سمجھانے والی شرمین...... من مانی کرنے کو وہ بالکل آزاد تھی۔ پیسے معقول ملتے تھے۔ جو وہ سارے کے سارے خرچ کر دیتی۔ بالکل ایڈوانس لے کر بھی ٹھاٹھ باٹھ بنانے کو خرچ کر دیا کرتی۔

گھر اور گھر والوں سے اس نے رابطہ نہیں توڑا۔

لیکن

رکھا بھی برائے نام ہی۔ صرف سوتیلی ماں ہی ہوتی تو شاید وہ پلٹ کر ادھر دیکھتی بھی نہیں۔ شاید بہن تھی۔ جس کی وجہ سے وہ مہینے دو مہینے بعد ایک آدھ دن کے لئے گھر آجاتی۔ یا ضرورت پڑتی تو خط لکھ دیتی۔ اپنی نئی زندگی میں وہ گم ہی ہوگئی تھی تقریباً تقریباً

وہ جب بھی گھر آتی۔ تو شرمین کو اکساتی۔ "میرے ساتھ چلو۔ اس کنوئیں سے نکل کر دیکھو دنیا کیا ہے۔ اس ماں کے لئے اپنی زندگی برباد نہ کرو...... گھر گرہستی کے علاوہ بھی دنیا ہے۔"

لیکن

شرمین اس کی بات کہاں مانتی...... وہ الٹا اسے ہی سمجھاتی۔ سرزنش کرتی اور نتیجے میں دونوں میں لڑائی ہو جاتی......

ملیحہ نے اپنے ارد گرد طلسماتی سا چمکتا جال بن رکھا تھا...... شکل و صورت خدا نے اتنی حسین دی تھی...... کہ کوئی بھی یقین نہ کرپاتا جو کچھ وہ کہتی ہے غلط بھی ہو سکتا ہے۔

ملیحہ نے ہارون کے متعلق بھی شرمین کو بتایا تھا...... وہ اس لڑکے سے پیار کرنے کی کہانی اسے خوب بڑھا چڑھا کر سنایا کرتی......

"اب تو میں تمہارے پاس ضرور آؤں گی...... تمہاری پسند تو دیکھوں" شرمین کہتی۔ لیکن ملی سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا......"

"یہی تو بات ہے۔"

"کیا"

"پھر بتاؤں گی......"

اور

پھر کئی ماہ بعد جب وہ آئی تو اس نے بتایا...... "وہ میری پرکھ پر پورا نہیں اترتا۔"

"کیوں؟"

"میں سمجھی تھی وہ بہت بڑے خاندان کا بہت بڑا آدمی ہے۔"

"تو......"

"بس ایویں سا ہی ہے......"

"کیا مطلب؟"

"اس کے پاس اتنا کچھ نہیں جتنا کچھ مجھے چاہئے۔ ویسے ٹھیک ٹھاک ہے بس......"

"تو......"

"بس"

شرمین کو آج بھی اس کی باتوں پر غصہ آیا اور دونوں میں ہمیشہ کی طرح لڑائی ہو گئی۔

اور پھر

ایک دن ملی نے آکر شرمین کو یہ خبر سنائی۔ "مجھے نئی نوکری مل گئی ہے۔"

"اچھا"

"ہاں۔ بہت بڑی نوکری"

"بڑی......"

"صادق اینڈ کو کے مالک کو سیکرٹری کی ضرورت تھی۔ میں انٹرویو کے لئے گئی۔ لیکن جانتی ہو کیا ہوا؟"

"کیا"

"مجھے دیکھتے ہی بنا انٹرویو کے صادق صاحب نے منتخب کر لیا......" وہ بے حد خوش تھی اور پھر اس نوکری سے ملنے والی تنخواہ اور مراعات کا بتانے لگی۔ یورپ کا ٹرپ تو لگنے ہی والا تھا۔ اس کی خوشی کا اندازہ نہیں تھا......

"اس کو بتایا"

"کس کو......"

"وہ بیچارہ جو ایویں سا ہے۔"

وہ ہنس پڑی پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔ "ممی...... آج کل میں بڑی کشمکش میں ہوں"

"کیوں؟"

"وہ بہت اچھا ہے لیکن جو کچھ صادق کے پاس ہے اس کے پاس نہیں ہے۔"

"تم فیصلہ نہیں کر پا رہیں...... کہ کسے رکھوں کسے چھوڑوں......"

"نہیں فیصلہ تو کر لیا ہے...... میں اگلے ہفتے جرمنی' فرانس اور انگلینڈ کے دورے پر جا رہی ہوں صادق صاحب کے ساتھ......"

"پھر کشمکش کیسی......"

"ایسے ہی...... وہ مجھے اچھا بھی بہت لگتا ہے۔"

"گولی مارو اسے...... کیا اچھائی ہے اس میں...... اتنا پیسہ ہی نہیں کہ تمہیں جرمنی' فرانس اور انگلینڈ لے جا سکے...... کس کام کا وہ......"

آج پہلی بار ملی شرمین سے الجھی نہیں۔ نہ ہی دونوں میں لڑائی ہوئی...... بس چپ چپ رہیں دونوں ہی۔

یورپ جانے سے پہلے ملی گھر آئی اور واپس آنے کے بعد بھی۔ وہ اتنی خوش تھی کہ

یا قدم زمین پر پاؤں نہیں پڑتا تھا۔ اس کی زبان پر صادق ہی کا نام تھا۔ جس سے پہلے موڑ پر شاید وہ سارے بندھن باندھنے کا فیصلہ کر آئی تھی۔ وہ کس طرح جلدی جلدی رنگ بدل رہی تھی۔ شرمین کو اس پر افسوس بھی آ رہا تھا۔

لیکن

وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ یہ اکھڑ ضدی اور بے رحمی کی حد تک خود سر لڑکی کبھی کسی کی سنا تھوڑا ہی کرتی تھی۔

اور

پھر جب وہ دوسری بار صادق صاحب کے ساتھ دورے پر گئی تھی تو امی اچانک ہی بیمار ہوئیں اور چند دنوں میں ختم ہو گئیں...... ملی کو آتے ہی اس کی اطلاع ملی۔ اسے بس واجبی سا ہی افسوس ہوا...... ایک دن کے لئے وہ گھر بھی آئی......

اس نے شرمین کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔

"یہاں اب کیا ہے؟ چلو میرے ساتھ......"

"یہاں سب کچھ ہے عزیز چاچا اور چاچی۔ دونوں میرے پاس ہی رہیں گے۔ میرا اپنا گھر ہے یہ"

"پاگل ہو تم......"

"وہاں بھی کیا کروں گی...... فرض کیا تم شادی کر لیتی ہو۔ جیسا متوقع بھی ہے...... تو......"

"تو...... کیا...... اتنے بڑے آدمی کی بیوی بن کر کیا میں تمہارے لئے کچھ نہ کر سکوں گی؟"

"میں یہیں ٹھیک ہوں۔ شادی کب کر رہی ہو......"

"صادق صاحب نے تو پیش کش کر دی ہے۔"

"ملی سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔ وہ سرمایہ دار ہے۔ اور اسکی پہلی بیوی اور بچے بھی موجود ہیں۔ یہ ساری دولت صرف اس کی نہیں۔ اور سنا ہے بیوی اس کی پارٹنر بھی ہے۔"

"سب ٹھیک ہے۔"

"اس کی عمر بھی پچاس سے اوپر ہے اور وہ دیکھنے میں خوبصورت بھی نہیں۔"

"کیا ہوا......"

"تو تم بضد ہو"

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔"

"اور اس پہلے والے کا کیا کیا ہے؟"

"کچھ نہیں...... میں اس سے کب ملتی ہوں اب......"

"چھوڑ دیا......"

"ہاں......"

"اف......"

"زیادہ ایکٹنگ مت کرو۔ حقیقت کی دنیا میں رہو۔ میرے ساتھ چل کر رہو...... زندگی بن جائے گی......"

"میں یہیں ٹھیک ہوں......"

ملی واپس چلی گئی۔ دو ایک بار شرمین بھی اس کے پاس گئی۔ صادق کی دولت کا جہاں تک تعلق تھا وہ واقعی بے اندازہ تھی۔

لیکن

شرمین کو وہ پچاس پچپن سالہ فربہ جسم کا اونچا لمبا خوفناک سا آدمی ایک آنکھ نہ بھایا۔

اور

آخری بار

جب شرمین ملی کے پاس آئی تھی۔ تو ان دنوں وہ سن ویو ہوٹل کے دائیں ہاتھ والے خوبصورت اور سجے سجائے بنگلوں میں سے ایک میں رہائش پذیر تھی۔ صادق نے ہی یہ چھوٹا سا بنگلہ اسے لے کر دیا تھا۔ جہاں ایک مرد ملازم اور ایک ملازمہ کے ساتھ وہ رہ رہی تھی۔ سفید گاڑی بھی اس کے پاس تھی۔

اور

ان دنوں وہ صادق کے ساتھ شادی کی خریداری میں مصروف تھی۔

شرمین کو بھی اس نے اسی لئے بلایا تھا۔ کہ شادی کے سلسلہ میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ ویسے بھی اس کے سوا اس کا اور کون تھا؟ ایک بہن ہی بہن تو تھی۔

شرمین دل سے اس شادی کو ناپسند کر رہی تھی...... وہ بڑی دفعہ اسے روکنے کی کوشش ر چکی تھی پیار سے بھی سمجھاتی تھی اور لڑ جھگڑ کر بھی اسے تو اس پہلے آدمی پر بنا دیکھے ہی س آتا تھا۔ جسے وہ چھوڑ چکی تھی......

لیکن

لی پر کوئی اثر تھوڑا ہی ہوتا تھا......

اس دن ملیحہ نے بازار جانا تھا۔ شرمین سے بھی تیار ہونے کو کہا...... اتفاق ہی سے ڑمین کے سبز سیمسونائٹ بکس کی چابی نہیں مل رہی تھی اور وہ اسے کھولنے میں مصروف ھی۔

"کیا ہوا اب چلو بھی"

"یہ لاک نہیں کھل رہا۔ ذرا اپنی چابیاں دینا ملیحہ......"

اس نے بیٹھے بیٹھے کہا۔ تو ملیحہ نے بکس اس کے گھٹنوں پر سے اٹھا کر پرے رکھتے ہوئے کہا۔ "میرے کپڑے پہن لو...... یہ ساری دراز اب تمہاری ہی ہے......"

"بازار ہی تو جانا ہے ایسے ہی چلتی ہوں" شرمین اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے چلو......"

"باہر کچھ بوندا باندی ہو رہی ہے۔"

"کیا ہوا...... پیدل تھوڑا ہی جانا ہے۔ جلدی کرو نا...... صادق وہاں پہنچ بھی گئے ہوں گے......"

شرمین اسی طرح اس کے ساتھ چل دی......

ملیحہ نے اپنی سفید گاڑی نکالی۔ بوندا باندی صبح ہی سے ہو رہی تھی۔ موسم خوشگوار حد تک سرد ہو گیا تھا......

دونوں گاڑی میں آ بیٹھیں...... ملی بہت خوش تھی...... آج وہ کچھ ڈائمنڈ کے زیورات خریدنے جا رہی تھی۔ شرمین چپ بیٹھی تھی۔

"تمہیں میری شادی کی خوشی نہیں......" ایک دم ہی تلخی سے ملیحہ نے کہا۔

"نہیں ہے۔ اک بڈھے کھوسٹ اور بال بچوں والے آدمی سے شادی کر رہی ہو۔ س کی بیوی بھی موجود ہے۔ تم نے کیا سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ میں نے جو چاہا وہ کیا۔ تم اپنی نصیحتیں اپنے لئے سنبھال کر رکھو......"

"عقل تمہارے پاس ہوئی تو ایسا فیصلہ کرنے سے پہلے سوچیں ضرور......"

"شرمین......" وہ غرائی۔

"کیا ہے" وہ بھی جواباً" تیزی سے بولی۔

"چپ چاپ بیٹھی رہو۔ تمہارے مفید مشوروں کی مجھے ضرورت نہیں......"

"ضرورت نہیں ہے تو مجھے کیوں روک رکھا ہے۔ کیوں ساتھ لے جا رہی ہو۔"

"نہیں جاتی تو نہ جاؤ......"

"اتار دو مجھے گھر پر......واپس لے چلو......"

"نہیں جاسکتی میں واپس......ساتھ جانا گوارہ نہیں تو یہیں اتر جاؤ......"

"ٹھیک ہے اتار دو۔ میں پیدل چلی جاؤں گی......اور یہ بھی سن لو۔ کہ یہی آج ہی گھر بھی چلی جاؤں گی۔"

چلی جانا مجھے پرواہ نہیں......"

دونوں بہنوں میں بڑی تکرار ہوئی...... آج کی جھڑپ غیر معمولی تھی۔ شرمین کا پارہ بھی چڑھا ہوا تھا۔ وہ اس شادی سے بہرصورت اسے روکنا چاہتی تھی۔

لیکن

یہ ممکن کہاں تھا۔

اسی لئے ملیحہ نے غصے سے ایک جھٹکے میں گاڑی روکی۔ شرمین بھی غصے میں بھری تھی۔ دروازہ کھولا۔ کھٹاک سے بند کیا۔ اور گاڑی سے نکل آئی۔

اور

ملیحہ گاڑی لے گئی۔

اس کے بعد ہی اس کا پاؤں پھسلا

اور

وہ

بیہوش ہو گئی۔

وہ آنٹی اور ہارون کو ملیحہ کے گھر لے جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ اس وقت اس کا ذہن عجیب و غریب خیالات کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ یادداشت لوٹنے کی خوشی بھی تھی۔ اور اسی یادداشت کے لوٹ آنے سے اسے قلق بھی تھا۔ اک جھماکے میں یادداشت لوٹی تھی اور اک جھماکے ہی میں اسے لگ رہا تھا ہارون سے بندھن ٹوٹ گئے۔ ہارون تو ملیحہ کا دیوانہ تھا۔ اسی نے منہ موڑا تو اس کی حالت یہ ہو گئی تھی۔ ملیحہ سے انتقام لینے ہی کے لئے تو وہ اسے تختہ مشق بناتا رہا تھا۔ انتقام بھی تو اسی سے لیا جاتا ہے جس سے محبت میں گزند پایا ہو۔ لباس تبدیل کرتے ہوئے وہ یہی باتیں سوچ رہی تھی۔ اب وہ شرمین تھی۔

شرمین

جس کا ذکر بھی ملیحہ نے ہارون سے کبھی نہ کیا ہوا ہو گا۔

وہ شرمین اتفاق کے ہاتھوں ہارون کے اتنے قریب آگئی تھی کہ اب چھٹنا یا بچھڑنا ذہنی کوفت اور کرب کا باعث بن رہا تھا...... اس کی محبت کس کھاتے میں جاتی تھی۔ اسی کا تعین نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس لئے وہ مضمحل اداس اور پریشان ہو رہی تھی۔

آنٹی اور ہارون لاؤنج میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ہارون تو ابھی تک یقین اور بے یقینی کے بین بین بھٹک رہا تھا۔ یہ کہانی من گھڑت لگتی تھی۔ اس کی سچائی جاننے کے لئے وہ اسی وقت اسے ملیحہ کے ہاں لے جا کر تسلی کرنا چاہتا تھا۔

وہ

کافی دیر اندر رہی

تو

ہارون ماں سے بولا "لگتا ہے اس نے نئی کہانی گھڑی ہے امی۔ آپ اسے نہیں

جانتیں۔ جھوٹ فریب اداکاری......"

اس نے بات پوری نہ کی تھی...... کہ وہ کمرے سے باہر آ کر بیدلی سے بولی "چلئے......"

آنٹی نے اس کی فق رنگت دیکھ کر جلدی سے پوچھا "تم ٹھیک تو ہو نا......"

"جی بالکل ٹھیک ہوں......"

"ملیحہ کے گھر کا پتہ یاد ہے نا۔ کہیں پھر تو نہیں بھول گیا۔" ہارون نے طنز کیا تو وہ ایک نگاہ سوگوار اس پر ڈال کر بولی۔ "چلئے میں تیار ہوں......"

تینوں باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ شرمین پچھلی سیٹ پر گم صم سی بیٹھ گئی۔

آنٹی اور ہارون فرنٹ سیٹوں پر......

"کہاں جانا ہے" گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ہارون نے بیک مرر سے شرمین کو دیکھا۔ اس کی بے حد حسین آنکھیں تفکر لئے تھیں......

"سن ویو تک چلئے۔"

"میں ان بنگلوں سے آگاہ ہوں"

"تو چلئے...... اس کے بنگلے کا نمبر پانچ ہے۔"

"ہوں......"

ہارون گاڑی گیٹ سے باہر لے آیا۔ رحمتے ساتھ ساتھ باہر آئی تھی۔ اس نے گیٹ بند کیا۔ اور انہیں سلام کر کے اندر آ گئی۔

ہارون بیرونی سڑک پر آ گیا۔ پھر وہاں سے سن ویو جانے والی کشادہ سرمئی سڑک پر ہو لیا۔ شرمین خاموش بیٹھی رہی...... کبھی کبھی وہ اپنی نگاہیں ہارون کی پشت پر جما دیتی اور اس کے خوبصورت بال جو گردن پر پڑے تھے دیکھنے لگتی۔ دو ایک بار آنٹی نے بھی اس سے سرسری سی بات کی۔ ہارون البتہ چپ رہا۔ اس کے اندر بھی بڑی ہلچل مچی ہوئی تھی......

جھوٹ اور سچ نتھارنے سے پہلے انسان بھٹکنے کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے...... ہارون بھی اسی کیفیت سے دوچار تھا۔

سن ویو ہوٹل آ گیا۔

ہارون خود ہی گاڑی ذیلی سڑک پر لے گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی گاڑی بنگلہ نمبر پانچ کے

پورچ میں تھی...... جہاں پہلے بھی ایک طرف سفید گاڑی کھڑی تھی۔

سب کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔

"یہی ہے ملیحہ کا گھر" بیگم سعیدہ نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"جی" شرمین نے کہا وہ گاڑی سے نکل چکی تھی۔ اس نے سامنے داخلی دروازے پر نگاہ ڈالی جو بند تھا......

"بیل باہر گیٹ پر ہوگی" بیگم سعیدہ بولیں۔ ہارون گاڑی سے نہیں نکلا۔

"جی" وہ جلدی سے گیٹ کی طرف گئی اور بیل بجا کر داخلی دروازے کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

"کون؟" اس آواز کے ساتھ ہی دروازہ کھلا

اور

بیگم سعیدہ اور ہارون کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

دو ایسی لڑکیاں آمنے سامنے کھڑی تھیں...... جن کی صورتوں قد و قامت اور جسمانی ساخت میں سر مو فرق نہ تھا۔

آنے والی کی نظر شاید آنٹی اور ہارون پر نہیں پڑی۔ اس لئے غصے سے بولی "تم...... تم پھر آ گئی ہو......"

"میں گئی کہاں تھی۔" دوسری نے جواب دیا۔

اندر سے آنے والی لڑکی دروازے سے ہنستے ہوئے بولی۔ "اب آئی ہو...... تو انسانوں کیطرح رہنا خبردار جو کسی بات میں مخالفت کی......"

"سنو تو ملی...... آنٹی آئی ہیں اور......"

ملیحہ نے قصداً انہیں نظر انداز کیا تھا۔ یا دیکھا ہی نہیں تھا۔ شرمین کے کہنے پر شرمندہ شرمندہ سی ہو کر انہیں بجھے بجھے انداز میں سلام کرتے ہوئے بولی "آیئے......"

اس نے گاڑی پر بھی نگاہ ڈالی...... ہارون دونوں ہاتھ سٹیئرنگ پر رکھے ان پر سر گرائے بیٹھا تھا...... اس نے ملیحہ کو نہیں دیکھا

نہ ہی

اسے پتہ چلا کہ کب امی اور شرمین اندر گئی ہیں......

کافی دیر بعد امی آئیں۔ تب بھی وہ مضطرب و بے چین کبھی سر گاڑی کی سیٹ کی پشت پر ڈال رہا تھا۔ کبھی ہاتھوں پر گرا رہا تھا......

بیگم سعیدہ کے لئے گاڑی کا دروازہ شرمین نے کھولا...... وہ بیٹھ گئیں۔

ہارون نے گاڑی سے اتر کر پچھلا دروازہ شرمین کے لئے کھولا۔

"شکریہ" شرمین نے بے جان سی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔

"بیٹھئے نا" وہ جلدی سے گھبرا کر بولا......

شرمین نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا "بہت شکریہ" پھر بولی "اتنے دن آپ سب کے لئے ذہنی کوفت کا باعث بنی رہی۔ اب میں شرمین ہوں...... ملیحہ نہیں......"

ہارون کی بیقراری دیدنی تھی...... بے اختیارانہ بے بسی سے بولا "آپ نہیں جائیں گی؟"

"میں اپنی بہن کے پاس پہنچ گئی ہوں...... بحرحال" اس نے ایک بار پھر شکریہ کہا۔ اور بولی "خدا حافظ"

پھر اس نے آنٹی کو خدا حافظ کہا...... اور گاڑی سے پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی...... وہ بھونچکا سا اسے تکتے گیا۔

"آؤ بیٹا......" بیگم سعیدہ نے کہا۔ تو وہ کسی روبوٹ کی طرح سیٹ پر آن بیٹھا...... اس کی حالت دیدنی تھی۔ گوشہ چشم سے بیگم سعیدہ نے بھی اسے دیکھا۔ لیکن وہ اس کی طرح مایوس اور پژمردہ نہیں تھیں۔ انہوں نے خود بھی شرمین سے چلنے کے لئے کہا تھا۔ اس نے تو انکار کیا ہی تھا۔ لیکن ملیحہ خفت سے بولی تھی "آنٹی کل رات میری شادی ہو رہی ہے اسے اب یہاں ہی رہنا ہے۔"

اس نے مختصراً لفظوں میں شرمین کی یادداشت کھونے کا بھی سنا تھا۔ اس لئے بہن کی محبت عود آئی تھی......

ہارون سوچوں میں ڈوبا گاڑی چلا رہا تھا۔ بیگم سعیدہ نے اسے ملیحہ کی شادی کا بھی بتایا۔ لیکن اس نے پتہ نہیں سنا بھی یا نہیں۔ وہ تو اپنے آپ ہی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی محبت اس کا پیار اس کا عشق اسے چین کیسے لینے دیتا......

ملیحہ اور شرمین کے وجود ایک تھے۔ شخصیتیں جدا تھیں۔

اور

اسے ان شخصیتوں ہی نے تو تقسیم کر رکھا تھا۔

ملیحہ سے اس کی ساری بد عادتیں منہا کر دی جائیں

تو

باقی؟

شرمین ہی بچتی تھی نا......

شرمین جس کی عادات خصلت اور دوسری باتیں وہی تھیں۔ جن کا تصور وہ ملیحہ کے وجود سے باندھا کرتا تھا۔

لیکن

وہ نہیں آئی تھی

اس کے ساتھ واپس نہیں آئی تھی......

گھر آ کر وہ مضطرب و بے چین رہا...... انجانے میں وہ شرمین سے کتنی نامنصفانہ زیادتیاں بھی تو کر چکا تھا۔ اسکی تذلیل اور تضحیک کا کوئی لمحہ ضائع نہ کیا تھا......

لیکن

اس میں اس کا قصور بھی کیا تھا......

اپنے کمرے میں کبھی ٹہل ٹہل کر سوچتا اور کبھی بستر میں اوندھے منہ گر کر تکیوں میں منہ دیئے وہ سوچتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ شرمین سے سوری کہنا تو ضروری تھا ہی...... اسے یہ احساس دلانا...... کہ وہ ہی آپ کی منزل ہے۔ وہی اس کے پیار کی انتہا ہے۔ ضروری تھا۔

لیکن

کیسے؟؟؟

ایکا ایکی اس کیسے کے سوال کو اس نے خود ہی حل کر لیا۔ اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر جلدی جلدی بالوں میں برش کیا۔ لباس درست کیا۔

اور

تیزی سے باہر نکل کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا......

کچھ ہی دیر بعد وہ سن ویو کی طرف گاڑی اڑائے چلا جا رہا تھا۔

اس نے پورچ میں گاڑی روکی...... اور ادھ کھلے دروازے کا پٹ بنا کسی دستک کے کھٹاک سے کھولا...... وہ اب ریسیپشن میں تھا۔ جس میں لاؤنج کا دروازہ کھلتا تھا۔

"کون؟" لاؤنج میں ٹی وی کے پاس کھڑی لڑکی نے سر گھما کر ادھر دیکھا۔

"میں آ سکتا ہوں شرمین" اس نے کھلے دروازے میں کھڑے کھڑے لڑکی کی طرف دیکھا۔

"لڑکی نے حیرانگی سے اسے دیکھا اور بولی آپ"

"ہاں میں ہوں شرمین...... ہارون......" بے اختیارانہ اس نے بازو پھیلاتے ہوئے کہا

"تمہارا گنہگار...... کیا مجھے معاف نہیں کرو گی......"

وہ ادائے دلربائی سے مسکراتی دو قدم آگے بڑھی اور بولی "آپ نے کیسے کہہ دیا کہ میں شرمین ہوں......"

"تم شرمین ہو......" وہ آگے بڑھا۔ اس کی آواز میں حوصلہ اور اعتماد و یقین تھا۔

شرمین قدرے شرمائی لجائی......

"اب تو میں تمہیں لاکھوں کروڑوں میں سے ایک نظر ہی میں پہچان سکتا ہوں......"

"کیسے؟" وہ ادائے دلربائی سے بولی۔ "جبکہ ہم دونوں بالکل ایک جیسی ہیں......"

"اوں ہوں......" وہ اور آگے بڑھا "تم ازل و ابد کے دوسرے ہو شرمین...... تم وہ ہو جو ملیحہ نہیں ہے۔ اور یوں تم ہی میری مطلوب ہو...... محبوب ہو...... میں نادم ہوں انجانے میں تمہیں اتنا دکھ دیا...... سوری...... میری جان سوری......"

ہارون نے ہاتھ پھیلا کر جس انداز میں سوری کہا۔ "شرمین رہ نہ سکی اس کے قدم از خود اٹھے اور دوسرے لمحے وہ ان پھیلے بازوؤں میں سمٹ چکی تھی......

گلے شکوے رنجشیں اور انجانے میں بخشی اذیتیں سب آپوں آپ مٹ گئی تھیں......

نہ ہارون کچھ کہہ رہا تھا۔ نہ ہی شرمین کے لب ہل رہے تھے۔

لیکن

ان کہی کہانیاں کہی جا رہی تھیں......

کہانیاں جن کا تانا بانا ازل سے سچائی پر بنا جاتا رہا ہے۔ جو دب جاتی ہیں۔ لیکن کبھی

نہیں مٹتیں...... جن کا وجود ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

تھوڑی دیر بعد ملیحہ کمرے سے نکل کر ادھر آئی۔ تو شرمین نے کسمسا کر ہارون کے بازوؤں سے نکلنا چاہا۔

لیکن

ہارون کی گرفت سخت تھی...... وہ اسے اس طرح تھامے ہوئے ملیحہ سے بولی......

"شادی مبارک ہو۔"

وہ چپ رہی......

"میں شرمین کو لے جا رہا ہوں" وہ خود ہی بولا۔

"کہاں" وہ جلدی سے بولا۔

"اپنے گھر" وہ بولا۔

"ہارون صاحب کل میری شادی ہے اور شرمین......"

ہارون نے ایک نگاہ اس پر ڈالی...... ملیحہ اس نگاہ کی تاب نہ لا سکی۔ ہارون بولا "یہ اتفاق ہی ہے جو شرمین آج آپ کے ہاں آ گئی...... اس کی یادداشت نہ لوٹتی تو کیا ممکن تھا کہ اس وقت وہ یہاں ہوتی......"

"لیکن اب تو ہے......" وہ جلدی سے بولی "بہن کی شادی میں اسے شامل ہونا ہی چاہئے"

ہارون دھیرے سے مسکرایا۔

اور بولا "ضرور ہو گی...... اپنے منگیتر اور اپنی ہونے والی ساس کے ساتھ ضرور شامل ہو گی"

شرمین نے شرما کر اپنا سر اس کے کندھے سے لگا دیا

اور

یوں ہی تھامے وہ اسے باہر لے گیا۔ اس خوبصورت جوڑے کو دیکھ کر ایک بار تو ملیحہ پچھتاوے سے ضرور دو چار ہوئی...... پھر سر جھٹک کر وہ اپنے کمرے میں چلی آئی...... جہاں اس کی شادی کا بے انتہا قیمتی سامان تھا۔